حلال و حرام

مصنفہ

بحر العلوم مولانا فتح محمد صاحب لکھنوی

حلال و حرام

مصنفہ

بحر العلوم مولانا فتح محمد صاحب لکھنوی

نذیر سنز پبلشرز
مطبوعہ
۴۰ اے اردو بازار — لاہور

پبلشرز: نذیر حسین

نذیر سنز پبلشرز ۴۰/اے اردو بازار لاہور

مطبع: انوار الحسن پرنٹرز لاہور

قیمت: ۲۱/- روپے

بار اوّل: ستمبر ۱۹۷۸ء

فہرست مضامین تطہیر الاموال فی تحقیق الحرام والحلال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اشتری من المومنین انفسھم بان لھم الجنۃ والرضوان[۱] والصلوٰۃ
علیٰ من دلّنا علیٰ تجارۃ تنجینا من العذاب والخسران وعلی الذین بایعوہ[۲] بالصدق
واتبعوہ بالاحسان[۳] امّا بعد فیا ایھا الاخوان ایاکم من الحرام ومشتبھات الامور
وعلیکم باصلاح الاعمال وتطھیر[۴] الاموال وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور واضح[۵] رہے
کہ حقوق جن کی باز پرس ہونے والی ہے دو قسم کے ہیں حق اللہ۔ حق العباد، اللہ غنی وکریم
ہے ندامت وتوبہ سے عفو فرماتا ہے، بندے محتاج ہے اپنا حق لئے کب پیچھا چھوڑتے ہیں
ہاں کسی عمل یا توبہ سے اگر کچھ ہوتا ہے تو اسی قدر کہ اللہ تعالےٰ حقدار کو اپنے فضل سے
عفو پر آمادہ کردے یا وہ مقدار جو ترک امر الٰہی سے متعلق ہے چھوڑ دے۔ فرمایا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ شہید کے سب گناہ محو ہو جاتے ہیں مگر دَین اور مدیون کے جنازے پر

---

۵۱ اللہ کی خوشنودی۔ ۵۲ اللہ تعالیٰ کا معاملہ انسان کے ساتھ بیع وشرار کا ہوا ہے۔ بیع وشرار اگر اچھا فعل نہ ہوتا تو اللہ تعالےٰ کیوں کرتا بہرحال فی نفسہ خرید وفروخت اچھا کام قرار پایا ہاں اگر غلط طریقہ پر کیا جائے تب برائی پیدا ہوگی لہذا صحیح طریقہ اللہ اور اس کے رسول نے بتا دیا۔ اللہ تعالےٰ نے ایمان والوں کو خرید لیا اور اس کے بدلے میں ایک چیز نقد دی۔ (اللہ کی خوشنودی) اور ایک چیز ادھار (جنت) اللہ کی خوشنودی مقصود بالذات ہے اور جنت مقصود بالعرض ہے۔ ۵۳ تصوف۔ ۵۴ لغوی معنی بھی بن جاتے ہیں، اور یہی نام کتاب کا بھی ہے۔ ۵۵ مصنف رح نے دعویٰ اس خوبی کے ساتھ بیان کیا کہ وہ دعویٰ خود اپنے نفس کے لئے دلیل ہوگیا۔ یہ بڑی خوبی کی بات ہے منطقی اصطلاح میں اس کے دو نام ہیں فطریات۔ قضایا قیاسا تہا معہا۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

نماز سے اعراض فرمایا۔ پس حقوق عباد کی رعایت لازم تر ہے، اور یہ حقوق بدنی ہوتے ہیں اور مالی بھی۔ بدنی حقوق معدود اور احکام ان کے معلوم ہیں، البتہ مالی حقوق کثیر الوقوع مختلفۃ الانواع زمانے کی طرح بدلا کرتے ہیں۔ مال موجب قیام وبقا ہے ہر صالح وفاسق اس کا محتاج ہر غنی ومفلس اس میں آلودہ۔ خصوصاً ہمارے زمانے میں کچھ اور ہی رنگ ہوگیا ہے نماز کے اوقات رمضان کے دن کعبے کے اطراف بدلنا غیر ممکن مگر اگلی تجارتیں صناعتیں ضرورتیں طرز معاشرت؟ ہماری یہ عالمگیر تجارت اعجوبہ صناعت، غیر محدود ضرورت سے شرکت اسمی کے سوا کسی وصف میں نظیر نہیں یہ اسی دین محکم وختم رسالت کی اعجاز نمائی ہے کہ جو قواعد وضوابط معین کر دیئے ہیں کسی انقلاب سے بیکار ومبدل نہیں ہو سکتے اور اسی کے اطراف وجوانب سے اس نئی دنیا کی پیمائش ممکن ہے اور اور اسی پر قیاس واستنباط کرنے میں سب کچھ موجود، کیوں نہ ہو آسمانی قانون جسے تمام چیزوں کے جاننے والے حکیم نے جملہ تغیرات واختلافات کے اعتبار اور ہر ضرورت و حاجت کے لحاظ سے تعلیم فرمادیا ورنہ کسی تالاب کو روکنے والے پشتے جیسے سمندر کے قہار دریا کے زجر ومد کے سامنے کیا ہستی رکھتے ہیں، بیشک ہمارے اصول گو وہ منصوص ہوں یا مستنبط بشرط غور ونظر کافی ووافی ہیں اگر ہم ایسا دعوےٰ نہ کریں تو کیا ختم رسالت اور تکمیل دین پر ایمان والے بن سکتے ہیں نہ حوادثِ جدیدہ وتبدیل معاملات کا انکار ہو سکتا ہے نہ جبریل کے اترنے اور کسی نبی کے آنے کا انتظار ہے پھر کام چلے تو کیونکر انہی پرانے اصول اور نئے علما سے، بیشک ہر حاضر غائب کے جاننے والے ہر جدید و قدیم کے پیدا کرنے والے نے اپنے علم ازل میں جان رکھا تھا کہ ایسے کہاں تک اپنی

لہ حقوق

جن کی اللہ تعالےٰ کے یہاں باز پرس ہوگی۔

حق اللہ — جیسے نماز روزہ وغیرہ

حق عباد

حقوق بدنی

حقوق مالی — یہ کثیر الوقوع مختلف الانواع ہوتے ہیں۔

۱۲۔ سید ارشد حسن

مخلوق میں توسیع منظور ہے اور زمین اس تمام طول وعرض ونشیب فراز کے ساتھ کیونکر قریب قریب ہو جانے والی ہے مشرق کے رہنے والے آفتاب کے سائے کی طرح مغرب میں شام کر سکیں گے اور جنوب وشمال کے گوشے ملجانے کے ساتھ تویں عالم کی ہیئت کا دائرہ اسی بعد وفصل پر باقی رہیگا اللہ تعالےٰ کی زبردست قدرتیں خرق عادت بنادینگی اور خاک کے پتلے اپنی عقلی قوتوں اور اصلی خاصیتوں کی اعجوبہ نمائی سے حیرت کا عالم دکھادیں گے مختلف زبانیں اجنبی طبیعتیں متضاد عادتیں جداگانہ ضرورتیں ایک صورت میں آنے والی ہیں ایسی حالت میں خوان دعوتِ اسلام کی فراخی اور اس کی ہر قسم کی نعمتیں اگر عام مذاق کے لئے کافی ووافی نہ ہوں تو مہمانوں کی فاقہ کشی اس جلیل القدر کریم میزبان کے اعزاز کو ضرور نقصان پہونچائیں واللہ باللہ ہمارے ہی اصول اور یہی موجودہ علم ان تمام ضرورتوں ہی کو نہیں بلکہ قیامت تک پیش آنے والے حادثوں کے لئے ویسے ہی کافی ہیں۔ جیسے کہ کبھی تھے۔ ہاں اس دینِ قدیم ونبی کریم کے پیش دست یعنی علما کو ادہر توجہ کرنے کی ضرورت ہے گو نزول وحی کا دروازہ بند ہے۔ مگر طریق استنباط[لے] کھلا رہیگا افسوس ہے تو یہ کہ ضرورتوں کے ساتھہی ساتھ ہماری بے پروائیاں بڑہتی گئیں اور تغیرات کے رنگ پر خیالات بدلتے رہے۔ کام بڑھے ہمتیں گھٹیں علما کو دماغ کہاں کہ گوشۂ تقدس چھوڑ کر بازاریوں سے بک بک کریں عوام کو کیا پڑی ہے کہ کام روک کر تفتیش وتحقیق کا دردسر خریدیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ تدبیر معاش میں آزادی مطلق ہے جو ہاتھ لگ جائے اپنا حق ہے علماء کے خیال میں اس بے مہار شتر کو روکنا اور بے انتہا تجاوزوں کو منطبق ومحدود کرنا ممکن نہیں غرض کہ ادھر سے وحشت ادھر سے نفرت بڑہتی گئی ناچار تائب مسکین دل کی بےچینی اور قوم کی تباہی سے اپنی جگہ ٹھہر نہ سکا اس امر عظیم کا بیڑا اٹھایا انہ کان ظلوماً جھولاً کا مخاطب بن بیٹھا ۱۳۰۲ھ ہجری میں تطہیر الاموال کے نام سے ایک مسودہ شایع کیا کہ اہل معاملہ سے سوالات جدید اور واقعات

لے کسی چیز سے کوئی چیز نکال لینا۔

صحیح کا فائدہ ملے حضرات علما بھول چوک پر متنبہ کر دیں اپنے خیال کی اصلاح اور اس رسالے کی تصحیح ہو جائے اس درخواست کے جواب کا برسوں انتظار رہا آخر الامر اللہ تعالے کی توفیق پر بھروسہ کر کے اس کارِ خیر کے انجام دینے پکمر باندھی ہے، وہی موفق و ہادی ہے اس رسالے میں احکام فقہ و حدیث سے لئے گئے ہیں مگر معاملات جدیدہ کی غرض اور حقیقت میں تجربہ و معاملہ رہنمار رہا ہے، اللہ تعالے اسے اپنی ناخوشی اور عنوان ظلم سے بچائے، میری بھول چوک معاف فرمائے۔ نام اس کا حسب حال تطہیر الاموال فی تحقیق الحرام والحلال ہے **مقدمہ** پہلے وہ اصول بیان کر دینا مناسب ہے جن پر اس کے استنباطات مبتنیٰ[۱] ہیں تاکہ ناظرین کو شبہہ ہونے پر شواہد و دلائل کے لئے دور جانا نہ پڑے اول نصوص صریحہ و اقوال[۲] متفقہ حرف حرف مسلم ہیں سمجھ میں آئیں یا نہ آسان ہوں یا دشوار جیسے مسائل ربوا و صرف[۳] دوم معاملات میں توسیع[۴] اولے ہے تضییق سے اور صحت[۵] مقدم ہے فساد پر تاکہ تجارت میں ترقی مکاسب میں سہولت ہو دیکھو مالی عبادت میں بدنی سے زیادہ نرمی کی گئی ہے سوم ضرورت[۶] یعنی وہ حالت جو آدمی کو مضطر کر دے، ہر موقع پر

---

[۱] مبنی۔ جس پر بنا کی جائے۔ مبتنیٰ۔ جس پر بنا کرنے کو چاہا جائے۔ [۲] اجماع امت۔

[۳] صرف سے مراد صراف کا کام۔ اثمان سے اثمان کو بدلنا بیع صرف کہلاتا ہے یہ کام صراف کرتے ہیں اس ہی لئے صراف کہلاتے ہیں۔ ۱۲ سید ارشد حسن [۴] احکام شرعیہ کی تعمیل ضروری ہے تعمیل احکام شرعیہ موقوف ہے تجارت میں ترقی و مکاسب میں سہولت پر لہٰذا تجارت میں ترقی و مکاسب میں سہولت مقدمہ ہوا واجب کا۔ اور قاعدہ ہے کہ مقدمۂ واجب واجب لہٰذا تجارت میں ترقی و مکاسب میں سہولت شرعاً واجب ہوئی اور یہ واجب تب ہی پورا ہو سکتا ہے جبکہ معاملات میں توسیع کی جائے اور صحت کو فساد پر مقدم کیا جائے۔ ۱۲ سید ارشد حسن [۵] معاملات میں جب جواز و عدم جواز دونوں ہی قسم کی دلیلیں ہوں تو جو دلیلیں جواز کی ہوں انکو لے لینا چاہیئے ورنہ تجارت میں ترقی و مکاسب میں سہولت نہ ہوگی۔ (مالی عبادت میں بدنی سے زیادہ نرمی ہو یہ بطور نظیر پیش کر رہے ہیں) لیکن اگر کسی جگہ عدم جواز کیلئے بھی وجہ ترجیح ہو تو دونوں کی وجوہ ترجیح کو تولا جائیگا جب کوئی فیصلہ کیا جا دیگا۔ [۶] یہ قاعدہ ہے الضرورات تبیح المحظورات باقی بر صفحہ آئندہ)

جواز

ملحوظ ہے جس طرح اگلوں نے ہر موقع پر رخصت دی اور تاویل ضعیف پر اکتفا فرمائی تاکہ آدمیوں کو کھلی کھلی نافرمانی سے بچالیں اور اسی پر مبتنی ہے ہنڈی[اه] اور اجارے اور شرطوں اور نئے معاہدوں کے احکام اس مقام پر وہی کلام[۵۲] کرے گا جسے نہ ضرورت زمانہ کی خبر ہے نہ مجتہدین سلف کی مشفقانہ چالوں پر نظر نہ خود گوشے سے نکلنے کا خیال،

شب تاریک و بیم موج گرداب چنین حائل ❊ کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

چہارم (نظر شارع[۵۳] یعنی مواقع نصوص و اغراض احکام کا پورا لحاظ ہے تاکہ ظاہر حکم کر اصل مقصود فوت نہ ہو پس جہاں جہاں تشدد ہے ہم بھی سخت کوش ہیں جیسے ربوا و صرف کے احکام اور جہاں جہاں اعراض و یسر ہے ہم بھی تاویل سے کام لینگے جیسے مسائل طہارت و حدود وغیرہ

درپس آینہ طوطی صفتم داشتہ اند ❊ آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ضرورت اس حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو بیحد بیچین کردے اگر اوسط درجہ کی بیچینی ہو تب وہ ضرورت نہیں کہلائے گی ۱۲۔ سید ارشد حسن تلمیذ افقہ العالم مفتی اعظم حضرت مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی رح)

[اه] ہنڈی اصل میں ناجائز ہونا چاہیئے وجوہ درج ذیل ہیں: "ہنڈی میں اگر سود نہ بھی رکھا جائے تب بھی ناجائز ہے، کیونکہ روپیہ جو دیا ہے وہ امانت نہیں ہے کیونکہ اگر امانت قرار دی جائے تو وہ خرچ نہیں کر سکتا۔ اگر دین قرار دیں تو جو چیزیں متحد الجنس وقدر ہیں ان میں نسیہ حرام ہے نسیہ سود ہوتا ہے لہذا سود ہو جائے گا۔ قرض بھی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ (دین و قرض میں فرق ہے) قرض میں یہ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی ضرورت کے لئے روپیہ لیا اور جب ہمارے پاس ہو ہم آپ کو دیدیں وہ صورت یہاں نہیں ہے، قرض میں دینے والے کا کوئی نفع نہیں ہوتا اس لئے قرض جائز ہے لیکن یہ قرض نہیں قرار پا سکتی قاعدہ ہے کہ جو قرض کسی نفع کے لئے دیا جاتا ہے وہ سود ہو جاتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہنڈی کی اجازت کیوں دے دی گئی۔ اس کا جواب ہے کہ ہنڈی کی اتنی ضرورت شدیدہ پڑ گئی کہ دین و دنیا سب برباد ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا اور تاویل ضعیف بھی کچھ مل گئی لہذا حلت کا حکم دیدیا ۔ ۱۲ سید ارشد حسن [۵۲] کلام کریگا سے مراد ہے اعتراض کریگا۔ ۱۲ [۵۳] نظر شارع یعنی شارع کی نظر کو پہچاننا یعنی شارع کے باقی بر صفحہ آیندہ ۱۲

۲ ؎ وصف و علت) جو احکام وصف و علت پر مبتنی پائے جائینگے۔ دیکھا جائے گا کہ

۱؎ نظر شارع کی ایک فرد (یعنی مقصد شارع) بیان ہو چکا اب دوسری فرد بیان ہو رہی ہے یعنی (وصف و علت) معلوم کریں گے کہ شارع کا فلاں حکم فلاں وصف یا فلاں علت پر مبنی ہے لہٰذا جب وہ وصف یا علت پائی جائیگی وہاں حکم دیں گے مثال کی بیع کا مسئلہ (خیار رویت) ایک شخص سے معاملہ طے ہوا کہ فلاں چیز اتنے کو خریدی سیکڑوں دفعہ دیکھ بھی چکے ہیں مگر اس وقت دیکھ نہیں رہے ہیں دس دن کے بعد مال آیا اگر خریدار خریدنے سے انکار کردے تو اس کو حق ہے، مثلاً کہا گیا کہ دس روپیہ کے دس سو آم خریدے۔ فلاں قسم کے اتنے بڑے جب آم آئے تو ویسے ہی تھے پھر بھی خریدار لینے سے انکار کرسکتا ہے بشرطیکہ خریدتے وقت دیکھا ہو۔ ۱۲ سید ارشد حسن تلمیذ افقہ العالم مفتی اعظم حضرت مولانا سید احمد صاحب لکھنوی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے اصل مقصد کو پہچاننا، مثلاً یہ کہ شارع کا مقصد سود میں سختی برتنے کا ہے اور حدود میں نرمی برتنے کا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مثلاً تانبہ تانبے سے یا سونا سونے سے یا نوٹ نوٹ سے بدلا جائے اور برابر قیمت بھی ہو۔ (یعنی کچھ زائد بھی نہ لے) لیکن نقد یہ معاملہ نہ ہو بلکہ اُدھار ہو تو سود قرار پا جائیگا دیکھئے شارع کے مقصد کے مطابق سود کے معاملہ میں سختی برتی گئی شارع کا مقصد حدود میں نرمی کا ہے لہٰذا تاویل ضعیف بھی ملجائیگی تب بھی مان لیں گے۔

زنا کی گواہی کیلئے جب چار ثقہ آدمی کالمیل فی المکحلہ دیکھیں تب حد لگائی جاویگی اگر تین ثقہ آدمیوں نے گواہی دی اور چوتھا نہ ملا تو حد نہ لگائی جائیگی بلکہ ان تین کو سزا دیجائیگی، اگر ایک ہزار آدمی گواہی دیں مگر کالمیل فی المکحلہ کی گواہی نہ دیں تو ہزار آدمیوں کو سزا دی جائیگی اور حد نہ جاری کی جا دے گی۔

حدیث:۔ الحدود تندری بالشبہات۔ حدیث چاہے قوی نہ ہو تب بھی اسپر عمل کرلیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ حدود میں نرمی برتنا شارع کا مقصد ہے۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

۴؎ قرآن و حدیث میں جو آیا ہے اسکے مواقع پر نظر کرینگے کہ کس موقع پر کس وقت یہ نص وارد ہوئی ہے تاکہ اسکے صحیح مقصد کو پہچان سکیں۔ ۱۲ سید ارشد حسن)

۵؎ قرآن و حدیث میں حکم معلوم ہوا، غرض پہچاننے کے جو توانین ہیں ان توانین کے ذریعہ حکم کی غرض پہچان لی جائیگی۔

شراب کو حرام بتایا گیا اس میں علتِ حرمت سکر سیال بھی ہے اب یہ غرض تاڑی (باقی بر صفحہ آیندہ)

اب بھی وہ وصف بعینہٖ پایا جاتا ہے یا کچھ تغیر کے ساتھ تاکہ اسی روش پر حکم دیا جائے مثلاً اگلے[۵] زمانے میں مکان باہر سے دیکھنا کافی تھا اب ہر ہر درجہ دیکھنا چاہیئے۔

[۵] تفریع کر رہے ہیں مکان کے خریدار نے باہر سے دیکھا خرید لیا، خریدنے کے بعد اندر سے دیکھا تو پسند نہ آیا لیکن وہ اس بیع سے ہٹ نہیں سکتا کیونکہ باہر سے دیکھنے کے بعد خیار رویت ساقط ہو گئی کیونکہ رویت ہو گئی، یہ مسئلہ وصف و علت کے ساتھ مبتنی ہے اور وہ یہ کہ پہلے زمانہ میں لوگوں میں دکھاوٹ نمائش نہیں تھی، چنانچہ مکان بھی جو بنتے تھے تو جیسے اندر ہوتے ویسے ہی باہر ہوتے تھے اس لئے باہر کیجانب دیکھ لینے سے سارے مکان کے دیکھ لینے کا حکم دینا صحیح تھا، آج کل مکان کو باہر سے عمدہ بناتے ہیں اور اندر سے نسبتاً خراب بناتے ہیں، اس لئے اب مکان کو باہر سے دیکھنا کافی نہ سمجھا جائیگا لہذا آجکل خیار رویت ساقط نہ ہوگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) . . . . میں بھی موجود ہے لہذا اسکو بھی حرمت کا حکم لگا دیا گیا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضورؐ وعظ فرما رہے تھے بعض لوگ کھڑے تھے تو حضورؐ نے فرمایا اے لوگو بیٹھ جاؤ حضور کا مقصد یہ تھا کہ لوگ بیٹھ کر اطمینان سے وعظ سُنیں مقصد وعظ سننا تھا۔ ایک صاحب راستے میں تھے حضورؐ کے الفاظ کان میں پڑے اور وہیں بیٹھ گئے حضورؐ کے مقصد کو نہیں سمجھے ۱۲ (سید ارشد حسن)

[۵] بعض مسائل شرعیہ اس قسم کے ہیں جو نظر شارع سے نکلتے ہیں نصوص سے تو احکام نکالے ہی جاتے ہیں مگر نظر شارع کا مطلب یہ ہوا کہ کس موقع پر یہ حکم ہے علاوہ بریں علت حکم کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے اسں لئے کہ ان الفاظ سے ظاہر حکم پر اکتفا کرنے سے کہیں اصل مقصود فوت نہ ہو جائے۔

مثلاً عبارت النص دلالت النص وغیرہ سے جو احکام ہم نے نکالے ہیں ان کے مواقع پر بھی نظر کر کے ان ہی موقعوں پر یہ حکم دیں۔

عبارت النص۔ دلالت النص اشارت النص اقتضاء النص سے جو حکم نکلا اس کی غرض معلوم ہونا چاہیئے۔ جہاں یہ غرض ہو وہاں حکم چلائیں۔ ۱۲ سید ارشد حسن تلمیذ

افقہ العالم مفتی اعظم حضرت مولانا

سعید احمد صاحب لکھنوئیؒ

☆☆☆☆☆☆☆

پہلے مثلی[۵۱] اشیاء بہت کم تھیں اب نمبرو کارخانوں سے بکثرت ہیں[۵۲] ر دیانت؟ چونکہ معاملات میں زیادہ حفظ حقوق و انصاف منظور رہا ہے لہٰذا ہر حکم کے پیرائے میں اس کا لحاظ شرط ہے پنجم[۵۳] (اختلاف) ہم کو تو ہر موقع پر حضرت امام اعظم کی رَوِش صراط مستقیم ہے مگر جب کہ ضرورتِ زمانہ مجبور کر دے۔

۵۱

اشیاء

مثلی	قیمی
سوناچاندی	بکری
گیہوں چناوغیرہ	مرغی وغیرہ

نوٹ:۔ کپڑا وجوتا پہلے قیمی تھا اب نمبرد کارخانوں کیوجہ سے مثلی ہوگیا۔

نوٹ:۔ پہلے زمانہ میں چاقو دسروتہ وغیرہ قیمی میں داخل تھے اب مثلی میں داخل ہو گئے ہیں۔

نوٹ:۔ کسی شخص کا سیر بھر گیہوں ضائع ہوگیا۔ سیر بھر گیہوں کا دینا کافی ہوگا۔ زید کی بکری عمرو سے ضائع ہوگئی بکری نہیں دینا پڑے گی۔ اس کی قیمت دینا پڑے گی کیونکہ بکری قیمی ہے۔ ۱۲۔ (سید ارشد حسن)

۵۲ اصل کلی یہ بھی ہے کہ معاملات میں دیانت کا لحاظ ضروری ہے حفظ حقوق انصاف کے لئے معاملات کے احکام وضع کئے گئے ہیں اور یہ تب ہی ہوگا جب دیانت کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ ۱۲ سید ارشد حسن

۵۳ پانچویں اصل یہ ہے کہ ائمہ کا مجتہدین کا مشائخ کا اختلاف ان مسائل جدیدہ میں اگر ہمارے سامنے آئے تو ایسی صورت میں ہم کو یہ کرنا چاہیئے کہ حضرت امام اعظم کی پیروی کریں لیکن اگر ضرورت زمانہ سخت مجبور کردے تو ہم کو ضروری ہوگا کہ دوسرے دن کا حکم لے لیں۔ ۱۲ سید ارشد حسن تلمیذ افقر العالم مفتی اعظم بحر العلوم حضرت مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی رح

یا علت[۱] دیانت کی صورت بدلجائے تو اس لئے کہ اکثر منشاء[۲] اختلاف اختلافِ اسباب ہوا کرتا ہے اور ممکن ہے کہ اب وہی صورت پیدا ہوگئی ہو جو دوسرے اختلاف کرنے والوں کے پیش نظر تھی بہر کیف بالکل آزاد ہونے سے کسی ایک مجتہد کے دامنِ دولت میں پناہ لینا اولیٰ[۳] ہے اور حنفیوں[۴] کا باہمی اختلاف بھی انہی اصول بالا سے فیصل ہو جاتا ہے۔

---

[۱] مسئلہ اگر ایسے زمانہ میں حج کو جانے پر قادر ہوے کہ جس زمانہ میں جہاز نہیں مل سکتا تو حج فرض ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا۔
حج کی فرضیت کی علت زاد و راحلہ ہے زاد تو ہے راحلہ نہیں ہے اس لئے ..... حج فرض ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا۔
اب حج کو جانے کے لئے ہوائی جہاز بھی ایک سواری ہے، اگر اتنا روپیہ نہیں ہے کہ ہوائی جہاز کا کرایہ ادا کیا جا سکے تو حج فرض نہ رہے گا بشرطیکہ دیگر راحلے مفقود ہو جائیں۔ سید ارشد حسن

[۲] اکثر منشائے اختلاف اختلاف اسباب ہوا کرتا ہے کنوئیں میں نجاست گرنے پر اس بات میں اختلاف ہوگیا کہ کتنا پانی نکالا جائے، بعض کہتے ہیں سب پانی نکالو، بعض کہتے ہیں دوسو ڈول نکالو۔ یہ اختلاف معلوم ہوتا تھا مگر حقیقت میں منشاء دونوں ہی کا کل پانی نکالنا تھا کسی مقام پر دوسو ڈول سے کل پانی نکالا جا سکتا تھا وہاں دوسو ڈول کا حکم دیدیا مقصد انکا بھی کل ہی پانی نکالنے کا تھا۔ بات یہ ہے کہ ائمہ میں اختلاف جو ہوتے ہیں اکثر حقیقی اختلاف نہیں ہوتے* اختلاف ہمیں دکھائی دیتا ہو اگر ان وجوہ کے سبب سے ہمارا عمل امام اعظم کے مطابق نہ ہو سکے تو دوسرے امام کی اس مسئلہ میں پیروی کرنا بہتر ہے اس بات سے کہ کسی امام کی بھی پیروی نہ ہو سکے۔ ۱۲ سید ارشد حسن

[۳] جسطرح اس اصول سے بنا مسئلہ نکال سکتے ہیں اس ہی طرح مشائخ حنفیہ میں جو اختلاف ہو وہ بھی حل کر سکتے ہیں یعنی وجہ ترجیح ان اصول سے نکال سکتے ہیں۔ ۱۲ سید ارشد حسن

[۴] اولیٰ سے مراد اولیٰ بالمعنی الاعم ہے واجب و مستحب دونوں کو شامل ہے ایک معمولی درجہ کا فقیہ ہے اسکو واجب ہو کہ چار مجتہدین میں سے کسی ایک مجتہد کے کہنے پر چلے اور اگر بہت بڑے درجہ کا فقیہ ہے تو ایسی حالت میں بہتر ہے اسکے لئے کہ چار مجتہدین میں سے کسی ایک مجتہد کے کہنے پر چلے۔ ۱۲ سید ارشد حسن

ششم ارباب فتاویٰ اور مشایخ کے اقوال بے پروائی سے نہیں دیکھے جاتے، مگر مراتب تقلید کو اس قدر وسعت نہیں دی جائے گی کہ ہم تک برابر اترتے چلے آئیں اور جب کہ اکثر فتوے مصلحت موجودہ و ضرورت مقام پر بھی مبتنی ہوا کرتے

لہ ہم حضرت امام ابوحنیفہ رح کی تقلید کرنے میں حضرت ابو یوسف رح و امام محمدؒ کی بھی کر لیتے ہیں کہ یہ مجتہد مستقل نہیں مگر مجتہد فی المذہب تو ہیں مگر ان کے بعد والوں کی بات آنکھ بند کر کے نہیں مانی جا سکتی لیکن بے پروائی بھی نہیں برتی جا سکتی، آج کل بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض فتاوے ضرورت مقام پر مبنی ہوتے ہیں اسی طرح ہو سکتا ہے کہ کسی ضرورت مصلحت سے انہوں نے یہ حکم دیا تھا اب اگر وہ ضرورت و مصلحت باقی نہ رہے تو حکم بدل جاوے گا۔

یہ ناجائز نہ تھا کہ نرخ مال کا مقرر کر دیا جائے مگر نرخ مقرر کرنے میں ضرر عامہ دیکھا گیا اس ضرورت کی وجہ سے شرح مقرر کر دینا جائز قرار دینا پڑے گا مالک کو اختیار ہے کہ جب چاہے کرایہ دار سے مکان خالی کرالے، گورنمنٹ نے یہ قانون بنا دیا کہ مکان دار مکان خالی نہیں کرا سکتا یہ قانون ظلم ہوا کرایہ دار کو حق نہیں کہ اس قانون سے فائدہ اٹھائے لیکن اگر یہ قانون نہ بنتا تو ہر مالک مکان ہر کرایہ دار کو ہٹانے پہ تیار ہو جاتا کیونکہ اس وقت مکانات کی سخت ضرورت ہو رہی ہے، اگر یہ قانون نہ بنایا جاتا تو شہر میں ایک ہیجان پیدا ہو جاتا، ضرر عامہ کی وجہ سے یہ قانون صحیح ہوا۔ جب یہ قانون بن گیا تب شہر کے ہر کرایہ دار کو شرعاً حق ہو گیا کہ مکاندار خالی کرائے تو مکان خالی نہ کرے۔

کسی کے دیئے ہوئے فتوے پر اس زمانہ میں بلا جانچے تولے فتویٰ دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص دوا کی خاصیت معلوم کر کے علاج کرنا شروع کر دے نہ اسے اسکے قیودات کا پتہ ہے نہ شرائط معلوم ہیں پس صرف خاصیت دیکھ کر علاج کرنا صحیح نہ ہوا۔ بلکہ قیودات و موانع و شرائط بھی دیکھیں اگر یہ سب اجازت دیں تب دوا استعمال کرادو۔ مگر صرف خواص دیکھ کر استعمال کرنا صحیح نہیں اس ہی طرح کسی کے فتوے پر آنکھ بند کر کے عمل کرنا صحیح نہیں، معلوم نہیں کہ ان حضرات نے کس موقع کس ضرورت کی بنا پر فتوے دیا ہو اس وقت وہ ضرورت باقی نہ ہو اور آنکھ بند کر کے ہم اس پر عمل کرنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں، یا اس وقت کسی حاجت ضرورت یا کسی موقع کی وجہ سے تغیر کرنا ضروری ہو گیا ہو اور ہم وہی فتوے دیدیں تو صحیح نہ ہو گا۔ ۱۲ سید ارشد حسن

ئیں ہم کو بدون غور و منظر مطابقت ماخذ و دلیل اخذ استنباط میں عجلت نہ چاہیئے گو ان کے اقوال بجائے خود مسلم مگر دواؤں کی خاصیت جاننے سے علاج نہیں ہو سکتا ہفتم مدار احکام تو ادلۂ اربعہ پر ہے مگر فقہائے حذاق نے کچھ مقدمات قائم کئے ہیں جو مثل تدابیر احسن طریق عمل و غرض حکم کو معین ہوا کرتے ہیں، اور ایسے مقدمے معاملات میں باعتبار عبادات کے زیادہ ہیں جیسے تیمم و طہارت[له] کے طریقے، قضاد شہادت وغیرہ کے آداب، ناظرین فقہ اس بحث کو کمال وسعت سے جانتے ہیں لیکن ایسے مسائل اولویت کے درجے سے ترقی نہیں کر سکتے بلکہ جب اس سے عمدہ دوسرا عنوان قائم ہو سکے یا تغیر لاحق ہو تو ترک کرنے کے قابل ہو جایا کرتی ہیں بس ایسے مقاموں پر ہم تابع[۵۲] مقصود ہیں گو وسائل میں بظاہر علیحدہ نظر آئیں اور یہ ایک بڑی اصل وسیع ہے جس سے اس رسالے میں بہت کام لیا گیا ہے۔ معذرت اکثر مسائل میں حوالہ نہیں نہ اس لئے کہ وہ دل سے گڑھے گئے ہیں بلکہ میرا طریق اخذ معمولی نہیں کہ کتاب دیکھی اور عبارت لکھدی بلکہ ہر ہر مسئلہ اوراق و فصول کا لب لباب ہے اگر حوالہ دیا جائے تو غالباً ایک باب کا مسئلہ دوسرے باب کی کسی ضمنی عبارت سے نکلے اور بسا اوقات ظاہر عبارت سے ملانے والے

له وضو میں سر کے مسح کا طریقہ جو مشائخ حنفیہ نے لکھا ہے قرآن، وحدیث اجماع وقیاس میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے۔ لہذا بڑے بڑے لوگوں نے اس طریقہ کو بے بنیاد قرار دیدیا لیکن فقیہ بے بدل حضرت علامہ شیخ محمد صاحب لکھنوی نے فرمایا کہ بے بنیاد نہیں ہے بلکہ چونکہ قاعدہ ہے کہ آب مستعمل سے وضو و غسل جائز نہیں ہے یہ قاعدہ ادلہ اربعہ سے ثابت ہے اس قاعدہ کی روشنی میں مشائخ حنفیہ نے وضو میں سر کے مسح کا ایسا طریقہ نکالا کہ آب مستعمل کا استعمال نہ ہونے پائے۔ ۱۲ منہ (سید ارشد حسن)

۵۲ تابع مقصود کی وجہ سے جہاں مقصود فوت ہوگا تابع مقصود کو وہاں چھوڑ دیں گے۔

۱۲ منہ - سید ارشد حسن

تلمیذ افقہ العالم مفتی اعظم بحر العلوم حضرت مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی رح

کو یقین ہو جائے کہ حوالہ غلط اور اسناد بے بنیاد ہے اور اگرچہ استناد و استنباط ہر مقام پر سمجھائی جائے تو ایک ایک مسئلہ ایک ورق بنجائے اور دوسرا سبب میری ترتیب خاص ہے جسے کسی ایک مقام اور ترتیب سے مطابقت دشوار ہے، لہذا جابجا ترک پر مجبوری ہوئی اور بقول مشہور جائیکہ اعتبار ست مہر چہ درکار۔

بیع مبرور[۱]

قال سبحانہ تعالیٰ یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ماکسبتم[۲] اے ایمان والو اپنی پاک کمائی سے خرچ کرو ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون اور نکمی اور نجس شے خرچ کرنے کا ارادہ بھی نہ کرو ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ حالانکہ تم جب تک آنکھیں بند نہ کرلو اُسے لوگے بھی نہیں یاایھا الرسل کلوا من طیبات واعملوا صالحاً اے پیغمبرو تم مال پاک کھاؤ اور نیک کام کرو معلوم ہوا کہ کسب حلال اعمال پر مقدم ہے اور صلاح نتیجہ اکل حلال جیساکہ حضور سے ارشاد ہوا کہ بعض آدمی سفر طویل کرتے ہیں (یعنی طلب علم وکار خیر میں) پریشان مو غبار آلودہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں ان کی دعا کیوں قبول ہو ایسے کہ کھانا انکا حرام ہے اور لباس حرام ہے اور غذا حرام ہے (مسلم) اور فرمایا لا یدخل الجنۃ لَحمٌ نَبَتَ مِنَ السُحتِ وکُل لَحمٍ نَبَتَ مِنَ السُحتِ فَالنّارُ اَولیٰ بہ جنت میں وہ گوشت نہیں جا سکتا جو حرام سے بڑھا ہے اس کے لئے تو آگ ہی مناسب ہے (مشکوٰۃ) فرمایا طلب کسبِ حلال بعد فرائض کے فرض ہے۔ ترغیب میں ہے کہ فرمایا جو اولاد کے یا والدین کے یا اپنے نفس کے لئے سعی کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں ہے، ترمذی میں ہے بیواؤں اور مسکینوں کے لئے سعی کرنے والا ایسا ہے جیسے مجاہد اللہ کی راہ میں اور جیسے قائم اللیل اور صائم النہار کنز الاعمال میں ہے کہ جس نے طلب حلال، یا دستکاری کی مشقت میں شام کی وہ مغفور ہوگیا اور فرمایا کہ اللہ اس بندے کو دوست

---

[۱] بیع مبرور جس بیع کے کرنے سے ثواب ملے۔ ۱۲ [۲] اے ایمان والو اپنی پاک کمائی سے خرچ کرو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمائی پاک بھی ہوتی ہے اور ناپاک بھی ہوتی ہے پاک کمائی دو طرح سے حاصل ہوتی ہے (۱) بیع (۲) اجارہ ۱۲۔ سید ارشد حسن

دکھتا ہے جو مومن اور پیشہ ور ہو اور حضورؐ نے حضرت سعد کو تعلیم فرمایا یا سعدُ اَطِب مَطْعَمَکَ تکن مستجاب الدعوۃ (ترغیب) اے سعد اکل حلال اختیار کر تو مقبول الدعا ہو جائیگا مگر مال حلال کے بھی مرتبے ہیں ایک دوسرے پر فائق ۱۔ ایک درجہ ہاتھ کی مزدوری کا ہے فرمایا مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا خیرٌ من ان یاکل من عمل یدہٖ (بخاری) کوئی کھانا ہاتھ کی مزدوری سے بہتر نہیں حضور خود قبل از بعثت بکریاں چراتے جیساکہ ترمذی میں ہے اور اکثر انبیاء اپنے ہاتھ کی مزدوری سے کھاتے تھے حضرت داؤد زرہ بناتے تھے، حضرت زکریا نجّاری کرتے۔ ۲۔ مرتبہ تجارت کا ہے فرمایا التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء یوم القیمۃ (ترمذی) سچا امانت دار سوداگر قیامت میں انبیا یا اولیا یا شہیدوں کے ساتھ ہوگا اور اسی کے ساتھ وارد ہوا التاجر فاجرٌ الّا مَن اخذ الحق واعطاہ ہر تاجر گناہگار ہے مگر وہ نہیں جس نے اپنا حق ہی لیا اور دوسرے[۱] کا حق دیا۔ (کنز الاعمال) ۳۔ بدترین مکاسب وہ سوال ہے جو جائز ہو، فرمایا فمن اخذہ بطیب نفسٍ بورک لہ فیہ ومن اخذ باشراف نفس لم یبارک فیہ وکان کالذی یاکل ولا یشبع (رواہ البخاری) جس نے اس مال کو پاک نفسی سے لیا اسے برکت دی گئی، اور جس نے تذلّل و تحقیر سے پایا اسے برکت نہیں جیسے کوئی کھائے اور پیٹ نہ بھرے فرمایا الید العلیا خیر من ید السفلی اوپر کا ہاتھ تلے کے ہاتھ سے بہتر ہے اسی لئے اسلاف صالح نے حسن معاملات کو عبادت پر مقدم رکھا جب امام محمدؒ سے کہا گیا آپ تصوف میں کچھ تصنیف نہیں کرتے فرمایا حسبک کتاب البیع مسائل خرید و فروخت کا جان لینا تم کو کمال زہد اور تورّع کے لئے کافی ہے۔ مگر ایسی طاہر و مبارک تجارت و صناعت کے لئے چند امور کا لحاظ ضرور ہے، ۱۔ جملہ شروط صحت جو آئندہ مذکور ہونگے ملحوظ رہیں۔ ۲۔ مکروہات بیع سے بھی بچے، ۳۔ سرمایۂ تجارت مال حلال سے ہو، ۴۔ ایسی شے کی تجارت

[۱] مثلاً ایک روپیہ کا تین سیر آٹا طے ہوا (اپنا حق لیا اور دوسرے کا حق دیا) کا یہاں یہ مطلب ہوگا کہ پورا ایک روپیہ لے لیا اور پورا تین سیر آٹا دے دیا۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

صناعت نہ کرے جس کے اکثر خواستگار فساق یا کفار یا امرائے متکبر یا حکام ظالم ہی ہوں کیونکہ ان کا قرب موجب بعد[۱] ان کا مال غالباً باعث وبال ہے۔ ۵۔ ایسی اشیا بھی نہ ہوں جو بالذات ممنوع اور تبعاً وضرورۃً جائز البیع ہوں جیسے افیون سمیات، اور تمباکو حقے کی وروہ تصویریں جو کسی کی ضمن میں بکتی ہیں، ریشمی زرتار کپڑے، چاندی سونے کے زیور جو غالباً مردوں[۲] کے تصرف میں آتے ہوں، وہ کتب جن میں مذاہب باطلہ کے احکام یا اس کی تقویت ہو یا لچر پوچ فاسقانہ قصے یا شریعت کے مخالف امور درج ہوں اور یہ احتیاطیں اسی لئے ہیں کہ من وجہ بھی تائید معصیت پائی نہ جائے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ایک دوسرے کی مدد گناہ پر کیا کرو۔ ۶۔ ایسے پیشے اور تجارتیں بھی نہ ہوں جن میں سخت مشغولی اور کمال محویت کی ضرورت ہو اس لئے کہ تحصیل حسنات وثواب جمعہ وجماعت وسماعت وعظ وغیرہ سے محروم رہیگا نہ مکن عمر ضائع تحصیل مال ؛ کہ ہم نرخ گوہر نباشد سفال ؛ فرمایا رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ مسجد نبوی میں وہ مردان خدا ہیں جنہیں تجارت اور بیع ذکر خدا سے بے خبر نہیں کرتی، ۷۔ ایسا مال بھی نہ ہو جو غالباً[۳] خراب وناقص ہوا کرتا ہے اور بدون فریب وعیب پوشی کے بکنا مشکل ہے اس لئے کہ انسان بخوف نقصان وباقتضائے نفس ایسی صورتوں میں نیت بدل ہی دیتا ہے۔ ۸ خرید وفروخت میں فریق مقابل کو مغالطہ دینے کا ارادہ نہ کرے مثلاً کہے یہ شے فلاں قوم یا فصل یا شہر میں بہت قدر سے بکتی ہے یا اس میں یہ وصف ہیں یا اس کے صدہا خریدار ہیں پس یہ بیانات اگر صحیح نہ ہوں تو کذب حرام ہے فرمایا الیمین الفاجرۃ منفقۃ للسلعۃ وممحقۃ للکسب جھوٹی قسم مال خرچ کرا دیتی ہے (یعنی مال بک جاتا ہے) اور مٹا دیتی ہے کسب کو (یعنی برکت جاتی رہتی ہے) اور فرمایا۔ المنفق سلعتہ بالحلف الکاذب یعنی جھوٹی قسم کھا کر مال بیچنے والے پر نظر رحمت نہ ہوگی

---

[۱] بعد سے مراد بُعد باری تعالےٰ ۱۲ سید ارشد حسن [۲] جیسے رومال اور چکن، عمامہ، چاندی سونے کی گھڑی، چاندی سونے کے بٹن وغیرہ ۱۲ سید ارشد حسن، [۳] غالباً معنی اکثر۔

نہ مغفرت اور وصف کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۔ محض راست یہ جائز ہے۔ ۲۔ کسیقدر مبالغہ یہ مکروہ ہے، ۳۔ محض جھوٹ یہ فریب اور داخل وعید ہے۔ ۹۔ ناپ تول شمار میں بہت احتیاط چاہیئے قوم شعیبؑ پر اسی سے عذاب آیا اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان ترازو انصاف سے قائم کرو اور اس میں کمی نہ کرو دیتے وقت اور زیادتی نہ ہو لیتے وقت۔ ۱۰۔ قیمت چکانے میں بھی کذب و مبالغہ نہ ہو یعنی جو اداؔ ہو کہدے یہ نہیں کہ بیچنا ہے ایک آنہ کو اور مول کیا آٹھ آنہ ہاں دوسرے کے اصرار یا کسی اور وجہ سے ارادہ بدلدینا جائز ہے جیساکہ حضورؐ سے منقول ہے کہ آپ نے جابر سے اونٹ خریدا اور قیمت ہر بار زیادہ فرماتے یہاں تک کہ جابر نے قبول کرلیا ۱۱۔ اگر جانب مقابل سفیہ یا ناواقف ہو یا دوستی وغیرہ کی وجہ سے اعتماد کرتا ہو یا ایسی صورت پیدا ہو جس سے سمجھا جائے کہ یہ نرخ بازار یا بدون نفع یا فلاں کے نرخ پر معاملہ کیا جاتا ہے اب کچھ بھی تفاوت نکرے کیونکہ ایسا کرنا دیانت و مروت کے خلاف ہے۔ ۱۲۔ وعدہ سوچ سمجھکر کیا کرے کہ کسی کو تکلیف بے فائدہ نہ ہو اور اگر کوئی اتفاق پیش آئے تو جوانمردی سے تلافی کرنا چاہیئے، جیساکہ حضورؐ اقدس قرض خواہ کو کچھ زائد عطا فرماتے۔ ۱۳۔ معاملات میں خوب تفصیل کرلیا کرے تاکہ آخرکار نزاع نہ ہو، خصوصاً دَیْن اور وعدوں میں فرمایا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ جب دَیْن کا معاملہ کرو تو لکھ لیا کرو اور حدیث میں وارد ہوا ماحق امرءٍ مسلمٍ یمر علیہ ثلٰث لیال الا وعندہ وصیۃٌ کسی مسلمان کی یہ شان نہیں کہ اس پر تین راتیں گذرجائیں اور اس کے پاس وصیت یعنی داوستد[۱] لکھے ہوئے نہ ہوں پس ترتیب حساب بھی امرلازمی ہے۔ ۱۴۔ بیوع واجارات میں نمونے اور وعدے کے خلاف نہ کرے بلکہ اپنی سچائی اور جوانمردی سے اہل معاملہ کو راضی رکھے اور ہر معاملے کو بکشادہ پیشانی ختم کرے۔ ۱۵۔ اگر جانب مقابل مجبور ہو یا اس کا نقصان ہوتا ہو تو اقالہ[۲] کرلینے میں زیادہ عذر بہتر نہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ اَقَالَ مُسلِماً اَقَالَ اللّٰہُ عَثْرَتَہٗ

۱۔ داوستد معنی لین دین کے معاملات ۱۲۔ ۲۔ رفع البیع ۱۲۔

جس نے مسلمان سے اقالہ کر لیا اللہ اس کے بوجھ ہلکے کر دے گا۔ ۱۶۔ اجرت معاً ادا کر دیا کرے فرمایا اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ مزدور کو اس سے پہلے مزدوری دیدو کہ اس کا پسینہ خشک ہو (ابن ماجہ) ۱۷۔ معاملات میں نرمی اور عفو وسخاوت اختیار کرے جیسا کہ ارشاد ہوا ان اللہ یحب سمح البیع وسمح الشراء وسمح القضاء اللہ تعالٰے نرمی کو بیع وشرا وحکم میں پسند فرماتا ہے مَنۡ اَنۡظَرَ مُعسرًا او وضع لہ اَظَلَّہُ اللہ یوم القیمۃ تحت ظل عرشہ یوم لا ظل الا ظلہ جس نے مہلت دی تنگدست کو یا کچھ حق میں تخفیف کر دی اللہ تعالٰے قیامت میں اُسے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا جس دن اسکے سوا اور سایہ نہیں، ایک حدیث میں وارد ہوا کہ کسی اسرائیلی سے مرنے کے بعد حساب ہوا کوئی نیکی نہ ملی مگر یہ کہ امیر تھا اور اپنے خادموں کو حکم دیتا تھا کہ تنگدستوں سے معاملات میں درگذر کریں فرمایا اللہ تعالٰے نے ہم اس عفو وتجاوز میں مستحق تر ہیں اور اُسے جنت میں داخل کیا فرمایا مطلُ الغنِی ظلمٌ واذا اُتبِعَ اَحدکم علی مَلِیٍّ فَاتبعْ امیر کسی کے حق دینے میں دور نگی کرے تو یہ ظلم ہے اور صاحب مال پر تقاضا وتعاقب کرو یعنی مفلس کا حیلہ حوالہ مجبوری قابل ترحم ہے مگر امیر پہ تقاضے میں کچھ حرج نہیں اور اسی بنا پر ارشاد ہوا کہ جب تم کسی کے ہاتھ پھل بیچو اور وہ آفت ارضی وسماوی سے ناقص ہو جائے تو اسکے دام بقدر نقصان یا کل اگر سب خراب ہو جائیں تو پھیر دو (مسلم) ۱۸۔ ہمیشہ نیت خیر رکھے یہ قصد نہ ہو کہ دوسرے کو نفع نہ ملے یا ضرر پہونچے جو اپنے لئے ناپسند کرے اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے۔ ۱۹۔ معاملات میں خوشامد تذلل سے عار رکھے اللہ رزاق ہے ۲۰۔ کچھ صدقات بھی کیا کرے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الشیطان والاثم یحضران البیع فشوبوہ بالصدقۃ شیطان اور گناہ دونوں خرید وفروخت کے وقت موجود ہو جاتے ہیں یعنی کچھ نہ کچھ تجاوز ہو ہی جاتا ہے پس چاہیئے کہ خیرات کر کے اُسے مٹا دیا کرو۔ ۲۱۔ یہ امر سبسے زیادہ ضروری ہے کہ جس قسم کا کام کرنا ہو اُسکے مسائل سیکھ لے تاکہ حلال وحرام پہچان سکے حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں حکم دیدیا تھا لا یبعْ فی سوقنا الا من قد تفقہ فی الدین جو احکام دین نہ سمجھتا ہو بازار میں خرید و

فروخت نہ کرے اس لئے کہ حرام کھائیگا اور کھلائے گا۔ فرمایا اِنَّ اطیبَ الکسب کسب التجار الذین اذا حدثوا لم یکذبوا واذا ائتمنوا لم یخونوا واذا وعدوا لم یخلفوا واذا اشتروا لم یذموا واذا باعوا لم یمدحوا واذا کان علیہم لم یمطلوا واذا کان لہم لم یعسروا (ترغیب) سب سے زیادہ پاک کمائی اُن سوداگروں کی ہے کہ جب بولیں جھوٹ نہ بولیں اور جب ان کے پاس امانت رکھائی جائے خیانت نہ کریں اور جب وعدہ کریں خلاف نہ کریں اور مول لینے کے وقت مال کی بیجا مذمت نہ کریں کہ بائع گھبرا کر ارزاں دیڈالے اور بیچتے وقت تعریف زائد نہ کریں کہ خریدی لے اور جب انہیں دینا ہو ادائیگی میں سستی نہ کریں اور جب ان کا حق ہو تو اس قدر سختی نہ کریں جو طاقت سے زیادہ ہو، یہ حدیث احکام بیع کی جامع ہے۔

بیان اشیائے نجس وطاہر وحرام وحلال

ہر شے وہ نجس ہے یا طاہر۔ نجس وہ شے ہے جس کی نجاست پر شرعی دلیل قائم ہو جیسے خون، خمر، خنزیر، بول، براز۔ مردار یہ نہ قابل ملک[۱] ہیں نہ جائز الانتفع[۲] مگر یہ کہ ماہیت منقلب ہوجائے، جیسے شراب، سرکہ بنجائے، مردار نمک ہوجائے، سرگین راکھ ہوجائے۔ ۲۔ کسی طاہر کے تابع ہو جیسے خون یا پیشاب وغیرہ جو کسی کپڑے وغیرہ میں لگا ہو۔ یہ بک[۳] سکتا ہے اور استعمال بھی جائز ہے اور ازالہ اس کا واجب مسئلہ اگر تیل میں کوئی نجس چیز ملجائے اور تیل اس نجاست سے زیادہ ہو تو اس کا بیچنا[۴] جائز ہے (رجح) اور سوائے مسجد کے اور جگہ چراغ میں جلانا جائز ہے۔ (عالمگیری)

---

[۱] حدیث میں وارد ہوا کہ اللہ ورسول نے شراب اور مردار اور سور اور بتوں کا بیچنا حرام کردیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ یہ تو فرمائیے کہ مردار کی چربی کا کیا حکم ہے کہ اس سے کشتیاں اور چمڑے چکنے کئے جاتے ہیں اور چراغ جلائے جاتے ہیں، فرمایا نہیں وہ حرام ہے اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے اللہ نے انپر چربی حرام کی تو اُسے پگھلا کر بیچا اس کی قیمت کھائی ۱۲ مؤلف [۳] واضح رہے کہ حقیقت میں نہ عین نجس بکتا نہ مستعمل ہوتا ہو بلکہ نجس طاہر کے تابع ہوکر محل د مصر نہیں ہوتا پس اگر کوئی اس نجاستکی قیمت علیحدہ کرے مثلاً کہے یہ کپڑا عہ کا اور جبکہ اس میں خون کے دھبے ہوں ہے کا ہوگا یہ بیع باطل ہو ایسی ہی عین نجاست کا استعمال حرام ہو۔ ۱۲ مؤلف [۲] اسپر کسی کی ملک حلال ہوتی ہو نہ ملک حرام ۱۲ سید ارشد حسن [۴] طاہر کا تابع ہونیکی وجہ سے ۱۲ سید ارشد حسن)

مسئلہ جس نشے والی شے میں بذاتہ سیلان ہو جیسے شراب یا تاڑی وہ نجس بھی ہے اور حرام بھی اور اگر ذاتی سیلان[1] نہ ہو وہ نجس نہیں اگرچہ صناعت سے سیال بنالیں جیسے بھنگ وافیون یہ حرام ہیں نجس نہیں۔ مسئلہ مسکر[2] سائل اگر کسی چیز میں ملا کر غیر سائل بنالی جائے جیسے تاڑی جو بسکٹ یا نان پاؤ میں خمیر کی جاتی ہے نجس رہے گی، اور جسمیں ملے اسے بھی نجس کردے۔ طبخ نہ مفید طہارت ہے نہ دلیل حلت۔ مسئلہ صرف سرگین کا بیجیا اگر مٹی سے مخلوط ہے تو تبعا ورنہ تبعا[3] مل اسلاف و ضرورت جائز ہے اور پالنس بھی بحکم ضرورت بک سکتی ہے، (جامع الصغیر) طاہر جسکی نجاست پر کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو۔ یہ حلال بھی ہے اور حرام بھی حرام کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) حرمت خاصہ[4] یعنی صرف بعض کے حق میں حرام ہو جیسے صدقات اغنیاء اور بنی ہاشم پر حرام ہیں یا چاندی سونے کا زیور۔ ریشمی لباس جو خاص مردوں کے لئے حرام ہے باقی منافع انکے حلال ہیں۔ (۲) حرمت وصفی[5] یعنی بذاتہ حرام نہیں کسی وصف خبیث کی وجہ سے حرام ہے جیسے بھنگ افیون جو بعلت فتور لہواً حرام ہے اور بضرورت علاج حلال ہے مسئلہ ایسی چیزوں کا استعمال جو موجب

---

[1] اس لئے کہ حرمت کے ساتھ سیلان کو نجاست میں دخل ہے جیسا کہ بہتا ہوا خون نجس قرار پایا ۱۲ مؤلف

[2] یہ نہیں ہو سکتا کہ خون وغیرہ کو اسپر قیاس کریں اس لئے کہ تعامل امر معقول نہیں کہ جو قابل قیاس ہو۔ قیاس ایسے مخصوص امور میں امر خوفناک ہے، ۱۲ مؤلف [3] بذاتہ حلال ہو مگر کسی وصف خبیث کی وجہ سے حرمت آگئی ہے جب وقت وہ وصف خبیث جاتا رہا حرمت بھی چلی جائیگی ۱۲ سید ارشد حسن

[4] ضابطہ:۔ جس چیز میں ذاتی سیلان نہ ہو صرف سکر ہو تو نجس نہیں حرام ہے، مثلاً بھنگ افیون اس قسم کی چیزوں کا خارجی استعمال جائز داخلی استعمال ناجائز۔ (ضابطہ) جس چیز میں ذاتی سیلان بھی ہو اور سکر بھی تو وہ نجس بھی ہے حرام بھی ہے۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

[5] حرام چیز پکا لینے سے حلال نہ ہو جائے گی نجس چیز پکا لینے سے پاک نہ ہوگی ۱۲ سید ارشد حسن)

[6] حرام بحرمت خاصہ، جو بعض کے حق میں حلال اور بعض کے حق میں حرام ہو ۱۲ سید ارشد حسن

شکر ہوں بحالت مرض دوا؁ جائز ہے بشرطیکہ عادت وارادت نہ ہو، بلکہ مجبوری کے طور پر ہو، ورنہ ہر شے نفع کے حیلے سے دوا بن سکتی ہے اور زہر حرام ہے بقدر مہلک مگر نجس نہیں اس کا استعمال ایسے طور پر جو مہلک نہ ہو جائز ہے، (۳) حرمت اصلی[۵۱]) جیسے استخوان اور حرام جانوروں کا گوشت جب کہ ذبح سے طاہر ہو جائے کھانے[۵۲] کے سوا دوسرے استعمال میں حلال ہیں (۴) (حرمت عارضی) یہ وہ خبث ہے جو مخالفت شرعی سے قائم ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حرام مملوک[۵۳] جیسے بیوع واجارات فاسدہ کے معاوضے ۱۔ ان میں بخوشی قبضہ پا جانے سے ملک آجاتی ہے مگر پھیر دینا واجب ہے (ہدایہ) مسئلہ ایسے مال جس شے سے بدلے گئے تھے وہ شے ہلاک ہو جائے یا قابل رد نہ رہے یا مالک معلوم نہ ہو یا اس کا نشان نہ ملے یا اس کے پاس پہونچنا دشوار ہو یا وہ واپسی پر رضا مند نہ ہو اور نہ قاضی ہے کہ مجبور کرے تو بیچ کر اصلی قیمت لے لے اور جو بڑھے تصدق کر دے (ہدایہ) مسئلہ اس قسم کی حرمت متعدی نہیں ہوتی (درمختار) پس منفعت[۵۴] بالعوض لینا جائز ہے مگر گونہ کراہت کے ساتھ (شامی) مسئلہ جائز ہے کہ وارث یا زوجہ یا عیال ایسے مالوں[۵۵] سے اپنا حق لیں (اشباہ) حرام غیر مملوک وہ مال جس پر ناجائز قبضہ کر لیا جائے اور یہ تین قسم پر ہے ۱ (حق اللہ) جیسے زکوٰۃ، عشر، نذر، مسجد وغیرہ کے مال۔ ۲ (حق العبد) جیسے

---

۵۱ جس میں ۱۔ ۲۔ ۴ قسمیں حرمت کی نہ پائی جائیں۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

۵۲ باوجود ذبح کر دینے کے ذاتی حرمت کی وجہ سے اس کا کھانا حلال نہ ہوا ۱۲ سید ارشد حسن

۵۳ لین دین کے جو قوانین ہیں ان کی مخالفت سے حرمت آجاتی ہے وہ دو قسم کے ہیں۔

حرام مملوک	حرام غیر مملوک
اس کی حرمت متعدی نہیں ہوتی	اس کی حرمت متعدی ہوتی ہے

۵۴ یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے۔ ۱۲ سید ارشد حسن

۵۵ مراد ہے حرام مملوک ۱۲ (سید ارشد حسن)

چوری، غصب، رشوت۔ ربوا۔ قمار، بدل زنا وغیرہ، ۳ (حقوق مشترکہ) جیسے اوقاف و مدارس، و بیت المال کے اموال اور معاوضات بیوع واجارات باطلہ۔ یہ قسم دوسرے حراموں اور نجسوں سے زیادہ ترخبیث ہے وجوہ معاصی ایسے ماکول سے کئی طرح کے گناہ لازم آتے ہیں، ۱۔ حق تلفی مالک جیسے ربوا وسرقے میں۔ ۲۔ حرام پر قبضہ کرنے اور اس سے تمول حاصل کرنے کا مواخذہ، ۳۔ اگر عوض میں دیا تو ایسے ناجائز طریقے سے برأت کا فائدہ حاصل کرنا۔ ۴۔ اگر مفت دیا تو احسان یا

سلہ وہ مال جس میں بہت لوگوں کا حق متعلق ہو۔ ۱۲ سیدارشد حسن)

۵۲ وجوہ سے مراد اسباب۔ ۱۲۔ ۵۳ مراد حرام غیر مملوک۔ ۱۲ سیدارشد حسن)

۵۴ جب کسی سے مال خریدیں گے تو گلو خلاصی تب ہی ہوگی جب روپیہ دیدیں گے، تو یہ ناجائز روپیہ دے کر جان بچالی کہ قاضی کے یہاں روپیہ نہ ادا کرنے کا مقدمہ دائر نہ ہوا اس طرح ناجائز طریقہ پر برأت حاصل کریں۔ ۱۲ سیدارشد حسن)

متعلقہ صفحہ گزشتہ) سہ انگور کھانا جائز ہے مگر بیع فاسد کے طور پر خریدا یا چرالیا جس کی وجہ سے حرام ہوگیا یہ ہے حرمت عارضی۔ ۱۲ سیدارشد حسن)

سہ مسئلہ بابت حرام مملوک

ایسے مال جس شے سے بدلے گئے وہ شے ہلاک ہو جائے تو بیچ کر اصلی قیمت لے لے کپڑے کو بکری سے بدلا بیع فاسد ہوئی۔ زید نے بکری دی عمرو نے کپڑا دیا زید جس کے پاس کپڑا پہونچا ہے وہ کہہ رہا ہے، چونکہ بیع فاسد کے طور پر معاملہ ہوا ہے واپس کرنا واجب ہے پس کپڑا اپنا لے لو اور میری بکری واپس کردو۔ اگر بکری مرگئی تو زید کو چاہیئے کہ کپڑا بیچ ڈالے بکری کی قیمت اس میں سے وصول کرلے باقی تصدق کردے۔ ایسے مال جس شے سے بدلے گئے تھے وہ شے قابل رد نہ رہے تو بیچ کر اصلی قیمت لے لے جو بڑھے تصدق کردے، زید نے دودھ کو کپڑے کے عوض میں عمرو کے ہاتھ بیچا عمرو نے دودھ چائے میں ڈالدیا قابل رد نہ رہا حکم وہی ہے جو مندرجہ بالا کا ہے، کوئی مال حرام دیا اسکے عوض میں کوئی مال لے لیا وہ حلال ہے یا حرام اسکی صورتیں ہیں۔ ۱۲ سیدارشد حسن)

حصول ثواب کی ناجائز امید، ۵۔ اور لینے والا کوئی مسلم ہے تو اُسے بھی مبتلائے بلا کرنا ۶۔ اگر اسے معلوم نہیں تو فریب دہی کا وبال۔ ۷۔ اور اگر اس مال سے کوئی کام یا مال حاصل کیا تو ایسے بیجا تصرف و تمتع کا گناہ، ۸۔ اور اگر کسی کار خیر میں لگایا جیسے مساجد یا مدارس یا تصدق مساکین تو ایسی نجس و حرام شے کا بحضور حضرت سبحانہ تعالےٰ پیش کرنے کی گستاخی، اور وعید اس کی ابھی گذر گئی، تکرار کی حاجت نہیں، حکم حرام غیر مملوک، ۱۔ ان مالوں کی حرمت متعدی ہے نہ تبدیل آبادی سے پاک ہون نہ میراث سے حلال پس نہ خود کھائے نہ کسیکو کھلائے۔ ۲۔ نہ ان مالوں کا مفت لینا جائز نہ کسی عوض میں وصول کرنا مباح نہ میراث پر قبضہ و تصرف حلال ہی ۳۔ نہ ان مالوں میں زکوٰۃ واجب نہ تصدق جائز نہ ثواب ثابت، ۴۔ جہاں تک ہو سکے جن کے مال ہیں انہیں واپس دئے جائیں یا بمنت یا بعوض انسے معاف کرائے اور جب ایسا ممکن نہ ہو اور مالک اس کے نہ مل سکیں یا پہچانے نہ جائیں تو بہ نیت ادائے حق مستحق فقرا کو دیدئے جائیں اور ہرگز ہرگز نیت ثواب و نذر اللہ نہ کیجائے ورنہ کمال گستاخی سے خوف کفر ہے، ۵۔ فقرا کو بحالت اضطرار لینا جائز ہے، ۶۔ جس مال کی حرمت و نجاست اصلی نہ ہو بلکہ طریق وصول میں خلاف درزی سے حرمت کا حکم دیا گیا، جیسے چوری اور سود وغیرہ اور وہ بعض کے حق میں ممنوع نہ سمجھا گیا ہو تو اس شخص سے مفت یا بعوض لینا جائز ہے جیسے صدقہ جو فقرا پر حلال اور اغنیا اور بنی ہاشم پر غیر مباح ہے مگر فقیر صدقہ لے کر اپنی طرف سے ہدیۃً یا عوضاً غنی یا بنی ہاشم کو دے تو حلال ہے جیسا کہ خود حضورؐ نے گوشت تناول کیا اور فرمایا اے بریرہ تمہارے حق میں صدقہ تھا اور جب تم نے مجھے دیا تو میرے حق میں ہدیہ ہوگیا پس حربی کے مال میں کرید کی ضرورت نہیں اس لئے کہ دار الحرب

---

۵۱ بکری فی نفسہٖ حرام نہیں مگر بکری کی چوری کریں تو حرام ہو گئی۔ ۱۲ سید ارشد حسن

۵۲ تفحص معنی کرید۔ ۱۲ سید ارشد حسن

۵۳ حقدار کے حق کو ادا کرنے کی نیت سے ۱۲ سید ارشد حسن

یں احکام نافذ ہیں نہ ان سے خطاب اسی بناء پر غنائم بلا تکلف لے لیئے جاتے ہیں، اور ذمی اگر شراب یا سور بیچکر اس کے دام مسلمان کو مفت یا بعوض دے تو لینا جائز ہے، اس لئے کہ وہ ان سے روکے نہیں گئے۔ لیکن مسلمان کے پاس اگر شراب کی قیمت ہو تو لینا حرام ہے کیونکہ وہ اس سے روکا گیا ہے اور ذمی کے پاس سود رشوت، چوری، بدل زنا کے مال ہوں تو کسی طرح لینا جائز نہیں، اس لئے کہ یہ ان سے روکے جاتے ہیں۔ ۷، اموال حرام غیر مملوک میں مال طاہر ملجائے تو یہ چار حال پر ہے۔ اول یہ کہ علیحدگی بسہولت ہو سکتی ہے جیسے سو روپیہ سودی قرض دے کر ایک سو دس وصول کئے اب دس روپے علیحدہ کر دے تو سو حلال ہیں اور روپیوں میں نہ تعیین ہے نہ امتیاز جو چاہے رکھے اور جو چاہے دیدے۔ دوسرے یہ کہ علیحدگی بقیمت ہو سکتی ہے جیسے مکان سو روپیہ بطور بیع فاسد لیا اس سے فائدہ نہ اٹھائے بیچ ڈالے اگر کچھ بڑھے وہ تصدق کر کے سو روپے اپنے نکال لے، اور گھٹے تو اس[۱] کے مال سے گئے یا سو روپیہ کسی کو قرض دے کر ایک گھڑی رہن رکھے سال بھر کے بعد وہ گھڑی اصل و سود کے بدلے میں لے لے اب گھڑی سے فائدہ نہ اٹھائے بیچکر سو روپے لے لے اور باقی خیرات کر دے۔ تیسرے[۲] یہ کہ علیحدگی مشکل ہے جیسے گیہوں میں جو مل گئے۔ ان میں چنوا سکے تو احوط و اولے ہے اور جب علیحدگی متعذر ہو جائے جیسے دودھ میں شکر اب یہ مال بقیمت اسکی ملک میں آگیا وہ قیمت مالک کو دے اور نہ ملے تو خیرات کرے لیکن عمداً ایسے خلط سے عاصی ہوگا اور سہواً اللہ سے امید عفو ہے اور محتاط ایسے مشتبہات سے بچتے ہی ہیں

ف[۱] زیادہ پر بکے تو جتنا زیادہ پر بکے اسے تصدق کر دے اور کم پر بکے تو نقصان اٹھائے ۱۲ ارشد حسن

ف[۲] زید کا دودھ تھا بکر کی شکر۔ دونوں کو کسیطرح کسی نے ملا دیا۔ اب اگر علیحدگی ممکن ہوتی تو علیحدگی کر لی جاتی۔ لیکن اب زید کو چاہیئے کہ بکر کو شکر کی قیمت دے دے۔ بلا تراضی طرفین حکم بیع دے دیا جائے گا۔ شکر کی قیمت مالک کو دیدے مالک نہ ملے تو خیرات کر دے ۱۲ (سید ارشد حسن)

بچاؤ جانتے ہیں چوتھے یہ کہ معلوم نہیں کہ اس میں مال خبیث شریک ہے یا نہیں اس کی دو صورتیں ہیں گر بچنا ممکن ہے تو حرام کو ترجیح دے اگر قرینہ قوی حلت کا نہ ہو، تو اگر بچنا مشکل اور عام ابتلا ہے تو اعراض کافی ہے اس لئے کہ مجرد ظن سے حرمت کا ثبوت ظنی اور احتیاطی ہے قطعی اور وجوبی نہیں اور بلوائے عام سے بچنا متعذر اور اس مسئلے کی توضیح ابھی آتی ہے۔

اموال حرام سے بچنا واجب اور تمام امور پر مقدم ہے[۱] فرمایا یاایھا الرسل کلوا من طیبات واعملوا صالحا اے گروہ انبیا مال حلال کھاؤ اور نیک کام کرو پھر اول حرام قطعی ہے یعنی نہ اس کی نجاست وحرمت کی دلیل میں اختلاف و اخفا ہے نہ طریق معرفت میں تردد۔ جیسے خمر۔ خنزیر۔ وغیرہ جو بالاتفاق نجس و حرام ہیں یا وہ مال جس کی نسبت قابض اقرار کرتا ہے یا دو گواہ عادل گواہی دیتے ہیں۔ کہ یہ فلاں وجہ حرام سے وصول کیا گیا ہے یا خود آنکھ سے مشاہدہ ہو گیا اس طرح کہ زید نے آنکھوں کے سامنے بکری کو قتل کر ڈالا یا سود کا روپیہ وصول کیا یا رشوت لی یا کسی سے کچھ چھین لیا۔ ایسے مال نہ خود اپنے استعمال میں لا سکتا ہے نہ کسی کو مفت یا عوض میں دے سکتا ہے اور نہ دوسرے شخص کو جسے اس کی حرمت کا یقین ہو گیا ہے مفت یا بعوض لینا جائز ہے، دوم حرام مشتبہ جس کی دلیل یا معرفت میں تردد ہو مثلاً علمائے مجتہدین مختلف ہیں یا طریق معرفت قطعی نہیں اور اس کے تین درجے ہیں موہوم جب کہ وہم ہی وہم ہو جیسے بازاری افواہ کہ فلاں دوا، یا غذا میں شراب یا کوئی اور نجس یا حرام چیز ملی ہے۔ مشکوک جب کہ حلت وحرمت دونوں کی دلیلیں برابر قوت رکھتی ہوں جیسے جھینگا جسے بعض نے مچھلی سمجھ کر حلال کہا اور بعض نے کیڑا خیال کر کے منع کیا یا ایسے لوگوں کے اموال جن کی کچھ آمدنی جائز ہے اور کچھ ناجائز تو ان کی ہر آمدنی پر دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔ مظنون یعنی بغلبۂ ظن کسی چیز کو حرام یا نجس قرار دینا جیسے ظاہر آمدنی یا زائد آمدنی حرام ہے[۲] پس موہوم پر نظر

---

[۱] اس کو مقدم کیا عمل پر ۱۲ سید ارشد حسن۔ [۲] یہاں سے حکم بیان کر رہے ہیں ۱۲ سید ارشد حسن۔

کرنا صحیح نہیں اور مشکوک اپنی اصل پر محمول ہے یعنی اگر وہ شے اصل میں طاہر ہے تو شک سے نجس نہیں ہو سکتی جیسے گڑ، شکر یا کپڑا وغیرہ جو اصل میں طاہر تھا، مگر نجاست عارضی کا احتمال ہے اب مجرد شک سے نہ اصلی طہارت زائل ہو سکتی ہے، نہ عارضی نجاست ثابت ایسے ہی نجس کپڑے دھوبی دھولاتا ہے غالباً کافر یا محض بے شعور ہوتا ہے تو یہ خیال کہ ان کا دھونا شرعاً غسل معتبر ہوا یا نہ صحیح نہیں اس لئے کہ اصل غسل میں طہارت ہے وہ کسی شک سے زائل نہیں ہو سکتی اور غسل کپڑوں میں ظاہر ہے۔ ایسے ہی یہ وہم کہ ذابح غالباً محض ناواقف اور بد احتیاط ہوتے ہیں تو جانور ذبح ہوا یا قتل غلط ہے اس لئے کہ وضع ذبح ظاہر ہے اور فساد موہوم مخفی، ایسے ہی شکر کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بنانے میں بعض اشیاء نجس سے مدد لی جاتی ہے حالانکہ ان کے طریق استعمال و اختلاط پر نہ شہادتِ معتبر موجود اور نہ عدم جواز کا علم کافی ہے، ایسے ہی انگریزی دوائیں جن میں شراب یا دوسری نجس اشیا کے خلط پر زور دیا جاتا ہے مگر اس وقت تک بھی ثابت نہ ہو سکا کہ جس جوہر قوی کو وہ ان اشیا میں غالباً ملایا کرتے ہیں اور اپنی لغت میں لفظ شراب کہتے ہیں وہ آیا شرعاً حدِ خمر میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں اور میرے نزدیک وہ ایک سم ہے خمر نہیں جس کی وجوہ ہماری خلاصۃ التفاسیر میں موجود ہیں الحاصل مشکوک بھی واجب الترک نہیں اور بعض اتقیائے امت کا اس طرف اہتمام مزید فرمانا صرف اس لئے تھا کہ مواقع محرمات سے دور دور رہیں تاکہ کسی نافہمی و غفلت سے بھی ہلاک نہ ہوں جیسا کہ ایک محتاط آدمی وسط راہ میں چلتا ہے اور دریا کے پایاب پانی میں بھی پاؤں نہیں ڈالتا کہ مبادا کنارے پر چلنے سے کسی غفلت میں دوسری جانب پانی میں پھسل جائے تو کون بچا سکے گا۔ اور یہ مرتبہ کمال تقویٰ و مزید احتیاط کا ہے جن کے اہل وہی لوگ ہیں لیکن مظنون یعنی جب کہ وجوہ معرفت قوی ہوں اور غالب حالت مقتضی ہو کہ یہ مال حرام طور پر حاصل کیا گیا ہے اس پر علمائے سلف نے بہت زور دیا ہے اور بلا توقف اسے صریح حرام سے متعلق فرمایا

اس لئے کہ[۵۱] ۱۔ احکام فقہی غالباً[۵۲] ظنی ہیں، ۲۔ وللاکثر حکم الکل مسلم ہے۔ ۳۔ جب کہ حلال وحرام مجتمع ہو جائیں تو حرام ہی کو غلبہ دیا جاتا ہے اور ایسے اموال کو حرام ونجس جان کر دور دور بھاگنا صلحائے سلف کا معمول رہا ہے اور کتابیں اس کی ممانعت سے بھری ہوئی ہیں مگر اسی کے ساتھ ساتھ[۵۳] علمائے مصلحت شناس وصوفیان روشن قیاس ہمہ تن تسہیل وتوسیع پر کوشاں رہے ہیں کہ مبادا الکمال مایوسی ہمت چھڑا دے، اور بچنے کی فکر بھی نہ رہے مسلسل ومرتب کتابوں پر نظر کرنے والے جانتے ہیں کہ مسئلۂ ترک مشتبہ[۵۴] میں ہر صدی کے بعد ایک مقدار سہولت ضرور ہوئی ہے امام غزالی کی تصانیف ملاحظہ ہوں عالمگیر ایسے حامی شریعت محی سنت عادل متقی بادشاہ کے عہد دولت میں مصنفین عالمگیری کا قول یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں مشتبہات سے احتراز مشکل ہے تو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہی مال بعینہ حرام ہے ترک واجب نہیں اور ایسا ہی لکھا صاحب اشباہ نے، تو ہمارا زمانہ جس کی فضول کارروائیوں اور آزادیوں نے نہ سلطنت کو چھوڑا نہ تجارتیں بچ سکیں نہ صیغۂ ملازمت بے لوث نہ اجارے صحیح ہیں نہ زراعتیں پاک سود، رشوت، بیوع فاسدہ کے علاوہ ایک دو نہیں ہزاروں بلائیں ہیں تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ ترک مشتبہات پر زور دیا جائے کچھ ہو سکتا ہے تو یہی کہ[۵۵] اول اپنے تمام معاملے محرم وممنوع آلائشوں سے پاک رکھے جائیں، دوم وہ اموال جن پر حرام ہونے کا یقین ہو گیا ہے اور کوئی تاویل اس کی حلت پہ قائم نہیں ہو سکتی چھوڑ دیئے جائیں۔ سوم اموال مشتبہ میں زیادہ بحث نہ کی جائے ملاحظہ ہو کہ[۵۶] ۱۔ سرگین اور پانس جو قطعاً نجس ہے جائز البیع بنا دی گئی۔ ۲۔ برسات

---

۵۱ مظنون کی حرمت پر جو علمائے امت نے زور دیا ہے اس کے دلائل ۱۲ (سیدارشد حسن)

۵۲ غالباً معنی اکثر ۱۲ سیدارشد حسن ۵۳ توسیع وتسہیل جو ہوتی چلی آرہی ہے ۱۲ (سیدارشد حسن)

۵۴ حرام مشتبہ مراد ہے۔ ۱۲ سیدارشد حسن۔

۵۵ سہولت کی صورتیں یہاں سے بیان کر رہے ہیں۔ ۱۲ سیدارشد حسن،

۵۶ دلائل یہاں سے بیان کر رہے ہیں۔ ۱۲ سیدارشد حسن۔

میں نجس کیچڑ طاہر سمجھی گئی۔ ۳۔ نجس کپڑا جسکا مقام نجاست معلوم نہو ایک طرف دھونے سے طاہر کردیا۔ ۴۔ غلون میں تعمیم طہارت ہے۔ ۵۔ میدان کے کنوؤں میں ایک حد تک لید کا گرنا عفو اور گھر میں نہیں، ۶۔ کسی کے گھر کی عورتوں میں اشتباہ رضاعت ہو تو احتیاطاً کسی سے نکاح جائز نہیں مگر تمام شہر میں ایسا شبہ عمل نہ کریگا۔ ۷، ایک دوکان پر مال حرام کے شبہے سے خرید و فروخت بند کی جاے گی تمام بازار میں یہ شبہ مؤثر نہیں، ۸ بعض تصاویر غیر ممکن الاحتراز ہونے سے معاف سمجھی گئیں جیسے روپیہ اور مارکوں میں تصویریں، ۹۔ حضور کے زمانے میں تاجران اسلام یہود و نصارا سے زیادہ پوچھ پاچھ نہ کرتے حالانکہ ان کی حرام خوری منصوص ہے فرمایا لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن اکلھم السحت الغرض ایسے عام بلوے میں جب کہ احتراز حقیقۃً متعذر ہو عفو و اعراض اولیٰ ہے اور اگر کسی نے اپنے خاص معاملے میں رعایت کرلی تو نہ مال کہیں سے پاسکے گا نہ دام کے وصول کا موقع ہاتھ آئے گا۔ مسئلہ جب ملک میں ایک قسم کی حرامخوری اس قدر شائع ہو جائے جس سے بچنا دشوار نظر آئے جیسے ہمارے ملکوں میں سود و رشوت وغیرہ بیوع فاسدہ تو ان کے انہی... مالوں سے احتراز واجب ہے جنپر یقین ہوگیا ہے کہ یہ مال وجہ حرام سے ملا ہے۔ یہی ہے بمسئلہ جہاں یہ حرام خور قلیل و ذلیل حالت میں ہوں جیسے ہمارے شہر میں پیشہ وران زنا و غنا تو ان سے بچنا بحالت قرینہ صحیحہ و ظن رجیح لازم ہے، اس لئے کہ ۱۔ یہاں احتراز ممکن ہے تو حرمت اصلی بحالہ باقی ہے اور ہاں احتراز متعذر تو تخفیف عارضی کافی ہے، ۲ کثیر کے ترک سے قلیل مجبور ہونگے اور قلیل کو ترک کردینے سے دوسروں کو تنبیہ و سد باب معصیت ہونے کی امید ہے حکم مال حرام سے جو معاوضے حاصل کئے جائیں وہ تین طور پر ہیں، ۱ عقد مطلق مثلاً یہ تھان دس کو خریدا یا اس کام کی اجرت چار آنہ[۵] ہیں پھر ادا کرتے وقت مال حرام سے دیا، ۲۔ عقد میں تعیین بھی یعنی ان روپیوں سے اس گیہوں سے (جو بوجہ حرام پائے تھے) یہ مال خریدا پھر قیمت دی دوسرکر مال سے جو بوجہ حلال پائے تھے ان صورتوں

۵ یہ نہیں کہا کہ حرام دام سے مزدوری کے چار آنہ ادا کرونگا۔ ۱۲ (سیفار شد حسن)

میں جو لیا وہ حلال ہے اگرچہ غیر نقدین کا بدلنا جائز نہیں ۳۔ عقد میں تعین کی اور دیا بھی وہی جیسے کہا یہ روپیہ (جو بوجہ حرام پایا تھا) اس کپڑے کی قیمت میں دیتا ہوں اور وہی دیا اب خریدی ہوئی چیز میں خبث آگیا یا کوئی کام لیا تو اس کا انتفاع ناجائز ہوا، مسئلہ جب نقدین عوض قرار پائیں یا مثلیات محض وصف و بیان سے عوض ٹھہرائے جائیں اور اشارے سے تعین نہ ہو تو ان کا کوئی فرد خاص متعین نہیں ہوتا بلکہ حق ذمے دار پر ثابت ہو جاتا ہے اور عقد صحیح و جائز اور جو مال یا کام اسکے عوض میں لیا جائے وہ حلال و جائز ہے البتہ اگر بوقت ادا مال حلال نہ دیا گیا تو دینے والا اس تصرف بیجا سے عاصی ہوگا اور لینے والا اگر جانتا ہے تو ماخوذ ہوگا اور ذمہ ہر حال میں بری ہو جاتا ہے۔ مسئلہ اسی بناپر ادائے دیون اموال خبیثہ موجب براءت ذمہ ہے اور دیون مقبوضہ میں خبث نہیں آتا حلال یہ بھی دو نوع پر ہے حلال غیر مملوک جیسے شئے مستعار حلال مملوک جیسے ہبہ پھر ملک حلال کے چھ سبب ہیں عقود جیسے بیع و اجارہ عطایا جیسے ہبہ، تصدق، عاریت۔ زوائد جو شے خود بخود بڑھے جیسے اولاد، اثمار، اشجار وغیرہ اباحت جیسے دریا کا پانی جنگل کی گھاس یا دعوت کا کھانا وغیرہ قہر و غلبہ جیسے قصاص و غنائم حقوق جیسے میراث شفعہ وغیرہ غالباً جملہ اقسام ملک حلال طاہراً انہی چھ اقسام میں منحصر ہیں

باب اول عقود

یعنی گرہ جس طرح دو تاگے جوڑ دینے سے ایک ہو جاتے ہیں ان معاملات میں بھی دو قول یعنی ایجاب و قبول مرتبط و منعقد ہو کر ایک ہو جاتے ہیں ہر قول باعتبار صراحت و دلالت دوسرے کا عین بلکہ عین ہوتا ہے

سے قضاءً و دیانۃً دونوں طرح بری الذمہ ہو جائیں گے۔ ۱۲ - (سید ارشد حسن)

مے دس روپیہ کے گیہوں قرض لائے اب یہ دس روپیہ دین کہلائیں گے قرض نہیں کہلائیں گے کسی سے ہنوز دس روپیہ قرض لئے یہ قرض کہلائیگا۔ ۱۲ (سید ارشد حسن) للعہ ایجاب و قبول کے پائے جانے سے جو ان دونوں میں حکمی طور پر بندش پیدا ہو جاتی ہے اس کا نام ہے عقد۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

پس اگر یہ عقد ملک کے لئے موضوع ہے تو بیع ہے اور ملک نفع کے لئے ہے تو اجارہ ہے۔

بیع کے اقسام اور احکام

تعریف آپس[۵۱] کی رضائے حال[۵۲] سے دو[۵۳] مفید[۵۴] مالوں میں بغرض[۵۵] اثبات ملک[۵۶] عین مبادلہ[۵۷] کرنا موضوع اسکا مال مفید غرض دفع حاجت[۵۸] وجر منفعت کے لئے تملیک و تملک عین اور اصل اس میں تین امر ہیں ۱۔ وجود عاقدین، اور یہ شرط ہے اس لئے کہ بے ان کے صدور فعل محال ہے ۲۔ مال مفید اور یہ محل ہے اس لئے کہ نہ بے اسکے ایجاب وقبول واقع ہو سکتا ہے نہ ملک قائم ۳۔ رضا جب کہ کوئی فرد بشر اپنی تمام حاجتیں خود پوری نہیں کر سکتا تھا اور دوسرے کی ملک میں تصرف کی اجازت قدرت نہ تھی پس حکمت بالغۂ الٰہیہ نے طریق مبادلہ تعلیم فرمایا کہ کبھی بحکم حاجت اور کبھی بطمع منفعت اس کی توسیع ہر درجے کے آدمیوں کی کارسازی کو کافی ہو سکے۔ اور امر رضا معدوم کر دیا کہ دوسروں کی ملک پر مالک و متصرف ہونا جبر وظلم بھی نہ ہو۔ رضا رکن ہے مگر امر قلبی اسپر اطلاع متعذر لہذا وہ شروط لازم کی گئیں جو غالباً باعتبار طبائع سلیم علامات رضا ہو سکیں اور ان کے منعدم یا ناقص ہونے پر ہم کہہ سکیں کہ بیع صحیح نہیں پھر فقہا نے ان تینوں اصلوں کے لئے مراتب خمسہ معین فرمائے، اور ہر مرتبے کی کچھ شرطیں ٹھہرائیں کہ انہی شرطوں کے موافق جواز اور فساد بیع کا معتبر ہو اور کسی آدمی کی کچھ

---

۵۱ پس ایک کی رضا کافی نہیں ۱۲۔ مولف ۵۲ حال پس قبل یا بعد عقد کے رضا مفید نہیں ۱۲ ۵۳ مفید قید سے غیر مفید شے بک نہیں سکتی۔ ۱۲ مولف ۵۴ دو کے لفظ سے معلوم ہوا کہ مبادلہ شرط ہے اور یہ کہ اگر ایک جانب سے بھی مال نہ ہو تو بیع نہ ہوگی۔ ۱۲ مولف ۵۵ اثبات ملک بخلاف اقالہ کے کہ اسمیں رفع ملک مقصود ہوتا ہے ۱۲ مولف ۵۶ عین اسلئے کہ اجارے میں ملک منافع ہے ۱۲ مولف ۵۷ مبادلہ پس لازم ہے کہ عاقد دو ہوں ۱۲ مولف ۵۸ حاجت نہ ہو تو کوئی کیوں زحمت خریداری گوارا کرے اور منفعت نہ ہو تو تاجر کسلئے ور دسر مول لیں ۱۲ مولف ۵۹ تملیک معنی مالک کر دینا ۱۲ سید ارشد حسن ۶۰ تملک معنی مالک ہو جانا ۱۲ ۶۱ یہ رکن ہے ۱۲ سید ارشد حسن ۶۲ رضا کی حقیقت ہے دل سے راضی ہونا مگر رضا کا علم کسی کو ہو ہی نہیں سکتا لہذا بیع کا تحقق ہی سخت دشوار لہذا فقہا نے مراتب خمسہ معین فرما دیئے ۱۲ سید ارشد حسن

بھی حق تلفی نہ ہونے پائے مرتبۂ اول وہ شرطیں جن پر وجود بیع کا مدار ہے مرتبۂ دوم
وہ شرطیں جن پر صحت موقوف ہے مرتبۂ سوم وہ شرطیں جن سے احتمال فساد دفع
ہوجاتا ہے مرتبۂ چہارم وہ شرطین جن پر لزوم ترتب حکم بالفعل موقوف ہے مرتبہ پنجم وہ
شرطیں جن پر دوام و بقائے معاملت منحصر ہے، ہم اپنی تفصیل و تقریر میں ہر مقام پر
یہ ظاہر کردیں گے کہ یہ شرط کس درجے کی ہے احکام عاقدین ان میں تین شرطیں ہیں
تعدد یعنی ایک ایجاب کرے دوسرا قبول کرے۔ پس ایک ہی شخص دونوں جانب
شرط درجہ اول
سے وکیل یا اصیل نہیں ہوسکتا۔ مگر جبکہ تعدد حقیقی شرعاً[۱۵] متعذر نہ ہوجائے جیسے
صغیر یا مجنون جو خود اپنا معاملہ نہیں کرسکتے اور ان کا ولی یا وصی فریق ثانی ہو اسوقت
ایک ہی شخص بضرورت دونوں جانب کا متولی ہوجائیگا تفصیل[۵۲] اس کی آئے گی
فہم یعنی بیع و شرا کو سمجھنا پس مجنون اور نادان بچے خود عاقد نہیں ہوسکتے اور سمجھدار
لڑکوں کی بیع جائز ہے اگرچہ[۵۳] غبن فاحش بھی ہو مگر حقوق وضمان ان پر عائد نہ ہونگے
اور بیہوشی اور ہزل میں۔ بیع منعقد نہیں ہوتی ہے۔ قابلیت تملیک و تملک پس نابالغ
و مجنون و غلام کی بیع جائز نہیں[۵۴] مگر ولی اور مولیٰ کے اذن سے مسئلہ یہ معلوم نہ تھا کہ
عاقد بالغ ہے یا نابالغ ہے یا غلام یا آزاد تو مشتری اس عقد کو قبل اس کے کہ ولی یا مولیٰ
جائز کرے فسخ کرسکتا ہے، پھر عاقد خواہ اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے یا غیر کی ملک میں
اپنی ملک میں تصرف کرنے والا اصیل ہے اور ملک غیر میں متصرف باذن مالک وکیل
ہے اور یہ تسلیط شرعی ولی اور مالک کے نام سے بدون اذن مالک معاملہ کرنے والا
فضولی ہے اور باذن مالک سفیر و رسول اور اپنے لئے جعلی یعنی سارق یا غاصب
یا خائن اور اپنی ملک ہو یا غیر کی جبراً قبول کرنے والا مکرہ ہے احکام مال ہر مفید شے

---

[۵۱] یعنی ہوں مگر شرعاً ان کا وجود معتبر نہ ہو ۱۲ مولف [۵۲] یعنے بیان ولایت میں ۱۲ مولف

[۵۳] اس لئے کہ وہ شرعاً معاف رکھے گئے ہیں اور معاملہ رائے ولی سے ہوا ہے پس عفو
شرعی کو رائے ولی باطل نہیں کرسکتی۔ ۱۲ مولف

[۵۴] چھوٹے بچوں کی خریدو فروخت ضروری چیزوں میں جائز ہے لزوم نہیں ۱۲ مولف

جو محفوظ و مملوک ہوسکے اور اخذ و عطا اس میں معتبر ہو عرفاً مال ہے پس نکمی چیز فائدہ نہیں دیتی اور آزاد مملوک نہیں ہوسکتا اور منافع و حق مجرد قبض و حبس کے قابل نہیں جیسے حق شفع و نفع سکونت۔ یہ مال نہیں ہیں پھر وہ شے اگر کسی دین[1] میں مباح ہو مگر اسلام میں مباح نہ ہو تو مال غیر متقوم[2] ہے جیسے خمر و خنزیر جو کفار کے نزدیک مال اور ہماری شرع میں حرام ہے اور اگر ہماری شرع میں مباح ہو تو مال متقوم ہے اور صحت بیع کے لئے یہی مال معتبر ہے۔ ف اکثر چیزیں کسی زمانے میں بیکار سمجھ کر تعریف مال سے خارج کی گئیں تھیں اور اب بیکار آمد ہو کر مال ہو گئی ہیں پس خون اور مردار کام میں لانے کی وجہ سے عرفاً مال ہیں مگر اس لئے کہ نہ کسی دین میں مباح اور نہ ہماری شریعت میں حلال ہیں مال متقوم نہیں مسئلہ اور اگر ہماری شریعت میں مباح ہو تو مال متقوم ہو جائیگا۔ جیسے گودڑ، ہڈیاں وغیرہ مسئلہ جو چیزیں خاص طور پہ مال ہیں اور عام نظروں میں مال نہیں وہ انہی مواضع خاصہ پہ مال سمجھی جائیں گی جیسے گودڑ۔ چھلکے سڑے ہوئے پھل، پھر مال کی تین قسمیں ہیں ثمن یہ دو طور پر ہے (خلقی) جیسے چاندی سونا۔ (اصطلاحی) ہر سکہ رائج الوقت جیسے فلوس اور جو شے مثل فلوس کے رائج ہو جائے پس ثمن ہمیشہ غیر متعین رہتا ہے تعیین اثر ہی نہیں کرسکتی۔ مگر امانت ہبہ، صدقہ شراکت، مضاربت، غصب، ثمن بیع، بیع فاسد اصلی، ثمن بیع فاسد جو قبضۂ مبیع سے پہلے دیا جائے۔ وہ روپیہ جو قاضی مدعی کو دلوا دے پھر مدعی کے اقرار سے حکم قضا منقوض کر کے واپسی کا حکم دے (شامی) زیور و ظروف طلا و نقرہ۔ وہ درم و دینار جو کسی عوض میں محصور و رہن کر دیئے جائیں جیسے جو اس صندوق یا تھیلی میں ہے بیچا متعین ہیں مگر زید نے بکر کو روپیہ یا اشرفی دکھلا کر کہا یہ دام ہیں فلاں مال یا کام کے اور بعد قبض معقود علیہ دوسرے روپے دیئے تو نہ بکر کو حق انکار ہے نہ زید پہ کوئی الزام مسئلہ کسی ایسے روپے یا اشرفی سے جو متعین ہے بدون اذن مالک نفع لیا جائے

---

[1] دین سے مراد وہ دین ہے جو کسی پیغمبر کی طرف منسوب ہو نہ یہ کہ بفرمان نفس در رواج قوم دین گڑھ لیں (حاشیہ شامی) [2] یعنی مال ہو مگر شرع میں اسکی کچھ قیمت نہیں اسلئے کہ حرام ہے۔ ۱۲ مؤلف

تو وہ حلال نہیں جیسے وکیل یا امین مال امانت سے کچھ خریدے اور نفع پائے۔ مسئلہ اموال غیر متعینہ بعینہٖ واجب الادا نہیں ہوتے بلکہ مالک کا حق قابض کے ذمہ رہتا ہے، مثلی چاندی سونے اور سکۂ مصطلحہ کے سوا ہر ایسی شے جو ۱۔ ناپ تول شمار سے مساوی القیمت بکیں۔ ۲۔ ان کی باہمی مماثلت کسی خاص اعتبار سے عادۃً معروف ہو جیسے کپڑا۔ چاقو، جو کسی نمبر یا کارخانے کی وجہ سے ایک قیمت رکھتے ہوں۔ تنبیہ اگلے زمانہ میں خلقی تفاوت یا دستی صناعت کے اختلاف سے اکثر چیزیں مثلی نہ تھیں جواب کارخانوں اور کلوں اور نمبروں سے مثلی ہو گئی ہیں۔ مسئلہ مثلی خود متعین نہیں ہوتی ہے مگر تعیین سے متعین ہو جاتی ہے مثلاً کہا یہ انبار گیہوں کا، یہ جو کا ڈھیر۔ یہ درجن چاقوؤں کا۔ اب متعین ہو گیا بخلاف درم و دینار کے اس میں تعیین اثر نہیں کرتی قیمتی ان دونوں[۵] کے سوا جن کا ہر فرد اپنے تشخص اور خاص اعتبار سے دوسرے سے ممتاز ہو۔ مسئلہ الماس اور تمام جواہر، اور عطر وغیرہ اگرچہ وزناً بکیں تاہم قیمتی ہیں اور ان میں مماثلت نکلے بھی تو ایسے باریک وجوہ سے جس کا امتیاز نہ عوام کو ممکن نہ وعولے اختلاف میں تصفیہ مسلم۔ مسئلہ قیمتی اشیاء ہمیشہ متعین رہتی ہیں۔ مسئلہ قیمتی اشیاء نہ ذمہ ثابت ہو سکتی ہیں نہ ان میں قرض جائز۔ مسئلہ اگر اثمان واجب الادا ہوں تو کوئی تعیین نہیں اور مثلیات بعینہٖ دلائی جائیں اور نہ ہوں تو انکا مثل خرید کر ادا کرے اور نہ مل سکے تو قیمت دے اور قیمتی ہو تو بعینہٖ دے ورنہ قیمت بازار دے ف۔ بیع میں مال کے دو نام ہیں ۱ ثمن جو ذریعہ ہے ۲۔ مبیع جو مقصود ہے اور زیادہ تعلق و قیام بیع اسی پر ہے پھر چاندی، سونا، سکہ جات مصطلحہ ہمیشہ ثمن ہیں اور اشیاء قیمتی ہمیشہ مبیع اور مثلی بمقابل قیمتی ثمن و بمقابل درم و دینار مبیع سمجھے جاتے ہیں اور آپس میں دونوں مبیع ہیں پھر جب یہ اموال بیع میں عوض بنائے جائیں تو اثمان میں تین امر مشروط ہوں گے ۱ تقدیر یعنی کسقدر۔ اور یہ تب ہے کہ اشارے سے نہ بتا دے جائیں ورنہ کافی ہے کہ اس تھیلی کا روپیہ[مسطور درجہ دوم] اس صندوقچہ کی اشرفیاں۔ مسئلہ اگر اثمان اس طرح مخفی ہوں کہ کچھ محسوس نہ ہو سکے تو بائع کو خیار رکیت ہے یعنی دیکھے اور کم سمجھے تو عقد فسخ کر دے (شامی)

---

[۵] دونوں کا مطلب ہوا خلقی و مثلی ۱۲ (سید ارشد حسن)

توصیف اور یہ تب ہے کہ کئی قسم کے سکے برابر رائج ہوں۔ اور اشارہ بھی نہ کر دیا گیا ہو۔ پس اگر ایک ہی قسم کا سکہ رائج ہے یا کئی سکے متحد القیمت مساوی الرواج ہیں یا اشارہ کر دیا گیا کہ یہ روپیہ دیں گے۔ اب وصف کا بیان کرنا ضروری نہیں واضح رہے کہ اگر دونوں بدل اموال ربویہ سے ہوں جیسے چاندی، سونا، گندم وجو وغیرہ یا بیع سلم ہو تو اشارہ کافی نہیں بلکہ قدر و وصف بیان کر دیئے جائیں۔ **تاجیل** یعنی ادھار معاملے میں مدت ادا کا بیان کر دینا شرط ہے تاکہ تعجیل و تعویق سے منازعت نہ ہو **ضابطہ نقد و دین** ہر ایسا عقد نقد ہے۔ ۱ جس میں بوقت ایجاب و قبول لفظ نقد بولا جائے جیسے یہ گھوڑا نقد سو روپیہ کو لیا۔ ۲ یا دام پیش کر دیئے جائیں، یہ دس روپیہ لو اور یہ تھان دو۔ ۳ ویلو قیمت طلب ہو یا مال کسی کے ہاتھ بھیجا جائے کہ دام لے کر دینا ۴ کچھ تصریح نہ ہو مثلاً یہ گھوڑا سو کو خریدا ۵ جو مال ریلوے یا ڈاک یا بائع کے آدمی کے ہاتھ طلب کیا جائے ۶ عقد مطلق کر کے مال لے لیا مثلاً ایک تھان پانچ روپیہ چکا کر اٹھا لیا اور چلا گیا اور بائع نے کچھ مزاحمت نہ کی تین صورتیں پہلی قطعاً نقد ہیں اور تین پچھلی محمول ہیں نقدیت پر پس اگر اسی مجلس میں ذکر آگیا بائع نے کہا دام کب ملیں گے یا خریدار بولا آخر ماہ میں دام دونگا۔ اب دین ہو گیا ورنہ نقد ہے۔ پس ایسی صورتوں میں مدت کا مذکور نہ ہونا مضر نہیں اور بائع کو ہر وقت تقاضے کا حق ہے **مسئلہ** زید نے مال لیا اور کہا جب تم آدمی بھیجو یا حساب دو روپیہ دیا جائیگا یہ نقد ہے اور ہر ایسا عقد ۱ جس کے ایجاب و قبول میں ادھار کا ذکر آجائے ۲ یا معاملت کے اعتبار سے دین ہونا معلوم ہو۔ ۳ یا صورت ۴ و ۵ و ۶ میں گفتگو دین کی مجلس ہی میں آگئی ہو دین ہے اور ذکر مدت ادا شرط ہے ورنہ بیع فاسد ہو جائیگی **مسئلہ** صورت ۴ و ۵ و ۶ میں بعد ختم مجلس اگر ادا کی گفتگو آئی یا ایجاب و قبول کے بعد دام نہ دیئے اور وعدہ ہوا اب مدت فاسدہ کا فساد اصل عقد میں ملحق نہ ہوگا، اس لئے کہ عقد

ف۱ ذکر مدت ادا۔ ادا کرنے کی مدت کا ذکر ۱۲ (سید ارشد حسن)

ف۲ مدت بعد میں لگائی ہے اس لئے مدت فاسدہ کہا خود یہ مدت فاسد ہے۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

ف۵ یعنی ڈاک کا چپراسی قیمت مرقومہ لے کر مال یا بلٹی لائے ۱۲۔

تمام ہو گیا **مسئلہ** نقد معاملہ کیا مگر دام نہ دیئے یا وعدہ صحیح پر ادا نہ کیا تو بجز گناہ خلف وعدہ
عقد میں کچھ خرابی نہ ہو گی پھر تعین مدت چار طور پر ہے، ۱ (صریحی) یعنی اتنے دنوں میں
روپیہ دیا جائیگا۔ ۲ (ضمنی) فلاں حساب یا کام کے ساتھ ادائیگی ہو گی اور وہ کام
یا حساب معین و معلوم ہے۔ ۳ (عرفی) جسے عادۃً جانتے ہوں جیسے بعض سرکاروں
کارخانوں محکموں میں حساب وغیرہ کے اوقات مقرر ہیں۔ ۴ (عملی) یعنی جو عمل درآمد ہو
مثلاً زید بکر سے کچھ خریدتا ہے اور ماہانہ یا ہفتہ وار حساب کر دیتا ہے یہ تمام بیانات کافی ہیں
المعروف کالمشروط **مسئلہ** کہا گیا کہ ایک ماہ کے بعد اور ایک سال کے اندر دام دیدیئے
جائیں گے۔ اصل مدت ایک سال ہے مگر تقاضا مہینے کے بعد جائز ہو گا۔ **مسئلہ**
کل ثمن کی قسطیں کر دی گئیں اور اس طرح کہ ہزار روپیہ فی ماہ سو روپیہ جملہ دس مہینے میں
یا دس بار کر کے دیا جائیگا یہ سب جائز ہے **لیکن** ہر ایسی مدت غیر معتبر ہے، اور
اور ذکر اس کا موجب فساد عقد۔ (جس کے وجود میں ۲ جس کے وقت وقوع میں تردد
ہو جیسے جب چاہنا دینا، جب چاہے دیں گے۔ جب نوکری ہو جائے، جب کہیں سے
مال آئے یا جب ہوا چلے پانی برسے، یا جب خدا چاہے۔ (۳) کچھ تفصیل نہ کی گئی ہو جیسے
جلد دونگا۔ دیر میں روپیہ ملیگا۔ ملا جاتا ہے ۴ ایسی مدت جسے عرفاً یا شرعاً نہ جانتے ہوں
جیسے کافروں کے تہوار۔ پس اگر دونوں کو معلوم ہوں اور جہل کا دعوی نہ کریں تو صحیح
ہے ورنہ نہیں۔ **مسئلہ** مدت فاسدہ میں وقوع نزاع یا ختم مدت سے پہلے اصلاح
جائز ہے (ہدایہ) مثلاً بوعدہ نوروز ایک شے خریدی اور ابھی نہ نوروز آیا نہ باہمی جھگڑا پیدا
ہوا اور مشتری نے روپیہ دیدیا یا دوسری صحیح مدت باہم معین کر لی گئی بیع صحیح ہو جائیگی۔
مثلی اور قیمتی اشیاء میں بارہ شرطیں ہیں ۱ مال مفید ہو پس مکھی اور سڑی گلی چیزیں نہیں
بک سکتی ہیں (ہدایہ) ۲ قابل ملک ہو پس آزاد آدمی نہیں بک سکتا۔ ۳ مال متقوم ہو پس
خمر و خنزیر کی بیع صحیح نہیں ۴ جائز الاستعمال ہو پس پوست مردار کی بیع دباغت سے پہلے
اور اصنام کی بیع ناقابل پرستش کر دینے سے پہلے اور حشرات الارض کی بیع جب کہ کوئی
نفع متعلق نہ ہو صحیح نہیں ۵ جائز البیع ہو جیسے اجزائے آدمی اور زمین حرم اور مساجد جو

بوجہ کمال احترام بک نہیں سکتے۔ ۶ تعین اور اس کا ادنی درجہ یہ ہے کہ مال تبدیل اور بیشی اور کمی سے محفوظ ہو جائے اور یہ کبھی اشارے سے ہوتی ہے یعنی یہ انبار گندم ۲ کبھی قبضے سے جیسے گھوڑا بیچکر دیدیا ۳ کبھی حصر سے جیسے اس صندوق میں جو کچھ ہو۔ ۴ کبھی وصف سے جیسے یہ تنزیب فلاں نمبر کی۔ لیکن مثلیات میں مطلق وصف (جیسے استعمالی چاول۔ شاہجہانپوری شکر درجہ اول) کافی ہے، اور قیمتی میں ایسا وصف جو اسے معین وممتاز کر دے مشروط ہے مثلاً وہ ہاتھی جو تمنے میرے گھر پر فلاں دن دیکھا تھا، وہ صندوقچہ جو میرے دفتر میں کہا ہے، وہ قلمی گلستان جسپر طلائی جدول ہے الحاصل وصف میں اس حدتک مبالغہ وتصریح شرط ہے جو ابہام وجہالت کو بخوبی دفع کر سکے۔ **مسئلہ** جب وصف یا مقدار یا دونوں اشارے یا حصر کے ساتھ جمع ہوں تو اس کے چار طور ہیں ۱ (ثمن میں) پس وصف وقدر مذکور لازم اور اشارہ وحصر باطل ہے جیسے یہ روپیہ چہرہ دار یا تھیلی والے چہرہ دار روپے۔ اب چہرہ دار لازم ہے اور اشارہ لغو۔ یعنی اگر وہ روپے چہرہ دار نہ ہوں تو دوسرے چہرہ دار دینا ہوں گے ۲ (مثلی وقیمتی میں) اگرچہ پیش نظر ہو مگر اس کی خوبی ومقدار بادی النظر میں ہر شخص سمجھہ نہ سکے ۳ یا نظر سے مخفی ہو تو بیان معتبر ہے پس اگر خلاف ظاہر ہوا اور ذات مبیع بدلی ہوئی ہے جیسے کہا گھوڑا اور نکلا بیل۔ یا چکن کا تھان کہا گیا اور تھا گلبدن اب بیع نہ ہو گی (ہدایہ) اور اگر وصف بدلا ہوا ہے مثلاً کہا تنزیب قسم اول اور نکلے قسم دوم اب مشتری مختار ہے لے یا نہ لے (ہدایہ) ۴ مبیع پیش نظر ہے اور مقدار مذکور بلا تکلف دکھائی دے رہی ہے اب اشارہ معتبر اور وصف حاضر میں لغو ہے۔ مسئلہ کہا یہ چکن کے دو تھان اور نکلے تنزیب یا یہ چار تھان مارکین کے بیچے اور نکلا تین سکھ۔ بیع تمام ہو گئی مسئلہ جب بیان میں احتمال وابہام ہو، بیع تمام نہ ہو گی جیسے کہا ان دو تھانوں میں سے کوئی ایک یا یہ تھان روپیوں سے لئے۔ یا جو قیمت بازار میں ہو یا جو اشتہار میں درج ہو یا بہی کھاتے یا چیک یا چٹھے میں لکھا ہے یا جو فلاں کہے یا جسطرح تم لیتے رہے ہو یا جس قیمت پر بکیں۔ ان تمام صورتوں میں اگر دونوں کو اسی مجلس میں علم صریح ہو گیا بیع ہو گئی ورنہ فاسد ہے۔ مسئلہ گیہوں کا انبار ہے اور کہا کہ فی من ایک روپیہ کے حساب سے کُل بیچا۔ ایک من میں بیع لازم

ہوگی اس لئے کہ کل کی مقدار معلوم نہیں البتہ کسی طور پر مجلس میں مقدار معلوم ہو جائے گی تو بیع صحیح ہوگی پس زید نے کہا کہ ایک من ایک روپیہ کے حساب سے بیچا بکر نے کہا میں نے خریدا اب نہ بکر کل خریدنے پر اور نہ زید کل بیچنے پر مجبور ہوگا **ف** یہ تصریح کبھی عرفی ہوتی ہے جیساکہ عالمگیری وغیرہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شہر میں ایک چیز ایسی معین قیمت پر بکتی ہے جس میں کسی کو تردد نہیں تو وہی قیمت بلا ذکر لازم ہوگی۔ **ف** معلومیت احوال تین طور سے ہوتی ہے ۱ تعین یعنی یہ چیز ۲ توصیف یعنی فلاں قسم کی ۳ تقدیر یعنی اس قدر۔ پس اثمان اور مثلی میں اول کی ضرورت نہیں باقی دونو امر لازم ہیں اور قیمتی میں ہر سہ قسم کی معلومیت شرط ہے **مسئلہ** جب تک نہ مبیع پیش نظر ہو نہ نمونہ۔ خیار رویت باقی رہیگا ۷ تعجیل یعنی مبیع حوالے کرنے میں کسی مدت اور وعدے کو لازم نہ کرنا پس اگر (۱) مبیع جنس[۵۱] ثمن سے ہے۔ ۲ سلم ہے ۳ مستصنع ہے تو وعدہ صحیح ہے ورنہ شرط وعدہ مفسد ہے کیونکہ وعدہ خواہ اس لئے ہے کہ مبیع سے کچھ نفع اٹھانا ہے یا یہ کہ موجود نہیں خریدنا یا تیار کرانا ہے تو اسکی فساد میں کلام ہی نہیں اور اگر اس لئے ہے کہ ہنوز دام وصول نہیں ہوئے یا کنجی موجود نہیں یا اصلاح شروط باقی ہے یا مقام تسلیم تک لیجانے کے لئے مہلت درکار ہے تو یہ عذر ہے وعدہ نہیں مشتری کا حق قبض ثابت اور بوجہ عدم ادائے ثمن یا عذر مذکور متاخر ہے۔ اور وعدے میں حق طلب ہوتا ہی نہیں **مسئلہ** یہ ضرور نہیں کہ مبیع مجلس بیع میں موجود یا معاً مقبوض ہو جائے بلکہ بعد تعین مشتری کو حق قبض فوری دیدیا جائے پھر مقبوض ہوسکے یا نہ۔ ۸ مال معدوم نہ ہو جیسے بے فصل کے میوے یا اس گھوڑے کا بچہ جو پیدا ہو۔ اس درخت کے پھل جو ابھی ظاہر نہیں ہوئے۔ یا کتاب چھاپ کر بیچینگے۔ یا کھالیں یا ہڈیاں یا گوڈر وغیرہ جو قبل فراہمی بیچ لیا جائے۔ البتہ ایسی چیزیں جو تھوڑی تھوڑی پیدا ہوا کرتی ہیں ایک بار نہیں ہوتیں جیسے گلاب کے پھول وغیرہ ان میں معدوم موجود کا تابع ہو جائیگا ایسا ہی ۹ غیر[۵۲] موجود نہ ہو۔ یعنی بازار میں ہوگا بائع کے پاس نہو، اور اس خیال پر بیچے کہ خرید کر حوالے

---

[۵۱] یعنی بیع کو ثمن قرار دینا صحیح ہو جیسے پیسہ سے روپیہ ادھار خریدنا گو پیسے مبیع اور روپیہ ثمن ہیں مگر جبکہ معاملہ ادھار کیا تو قضیہ برعکس ہو جائیگا ۱۲ مولف [۵۲] اسکی زیادہ بحث باب التزامات میں ہے ۱۲ (مولف)

کر دیں گے اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔ ۱۔ وہ مال جو غیر کا مملوک اور غیر ہی کے قبضے میں ہو ۲ وہ جو غیر کا مملوک اور اپنے قبضے میں ہے۔ جیسے مسروق۔ مغصوب۔ امانت، مستعار، رہن، مستاجر وغیرہ۔ یہ اپنے نام سے بیچنا جائز نہیں۔ ۳ اپنا مملوک اور غیر کے قبضے میں ہے۔ مگر یہ قبضہ مضمون ہے جیسے مغصوب و مسروق یا مشغول بحق غیر یعنی مرہون و مستاجر ان کا بیچنا جائز نہیں۔ اور اگر وہ قبضہ نیابتہً ہے جیسے ملازم و محافظ اہل خانہ۔ امیر، مستعیر کے قبضے کی شے تو اس کا بیچنا جائز ہے ۱۰ متردد الوجود نہ ہو۔ جیسے مادین کے پیٹ کا حمل ۱۱ غیر مقدور التسلیم نہ ہو۔ یعنی جسے بائع فوراً سپرد نہ کر سکے جیسے بھاگا ہوا غلام اڑتی ہوئی وہ چڑیا جو اپنی مملوک ہے۔ تالاب میں چھوڑی ہوئی مچھلی۔ اس لئے کہ پکڑنا بدون حیلہ و تدبیر نہیں ہو سکتا اور تدبیر کا مصاب ہو جانا غیر ضروری ہے، اور تسلیم مبیع واجب پس ان اشیا کو ایسی صورت سے بیچے کہ شرط تسلیم ساقط ہو جائے یا قبضے میں آجانے کے بعد بیچے ورنہ جائز نہیں مسئلہ چڑیا اڑ گئی غلام بھاگ گیا اور زید کے قبضے میں ہے اب زید کے ہاتھ بیچڈالنا صحیح ہے اس لئے کہ تسلیم حاصل ہے مسئلہ زید کا کبوتر اڑ کر بکر کے کبوتر خانے میں دوسرے کبوتروں کے ساتھ چلا گیا اب زید بکر کے ہاتھ وہ کبوتر بیچے تو کچھ مضائقہ نہیں مسئلہ زید نے بکر سے کہا تو اپنے اڑتے ہوئے کبوتر یا تالاب کی مچھلیاں اپنی ملک سے خارج کر کے ہر پانے والے کے لئے مباح کر دے اور دس روپے لے زید نے قبول کیا بیع ہو گئی اس لئے کہ شرط تسلیم ساقط ہے مسئلہ پالو کبوتر جب کہ معمولی طور پر اڑا دیئے جائیں تو مثل مقبوض کے ہیں اس لئے کہ ثابت بالعادت متیقن ہے (در) تنبیہ ان قواعد سے اکثر معاملات مروجہ فاسد نظر آتے ہیں مگر سب ایسے نہیں بلکہ فصل معاہدۂ بیع میں اس کی تصریح مذکور ہوگی مسئلہ جائز ہے کہ مبیع کے کسی جز یا کل سے ثمن ادا کیا جائے مگر مشروط کرنا جائز نہیں جیسی کہے کہ اس بکری کی کھال بیچکر دام دونگا یا ایک روپیہ اور اس کی کھال ثمن ہے۔ ۱۲ مباح الاصل نہ ہو جیسے دریا کا پانی جنگل کی گھاس۔ جنگلی جانور۔ یہ قبض و حبس سے پہلے مباح ہے

سے کیونکہ واپس آنے کی عادی ہے۔ ۱۲

جو چاہے ان پر قبضہ کرے پس ان کا بیچنا صحیح نہیں۔ باقی احکامات کی بحث مباحات میں آئے گی **مسئلہ** بیع منقول پر قبضے۔ سے پہلے تصرف جائز نہیں پس زید نے دو گھوڑے خریدے اور ہنوز قبضہ نہیں کیا اور بیچ لئے بیع نہیں ہوئی **مسئلہ** زید نے ایک گاؤں مول لیا اور قبضے سے پہلے بیچ ڈالا یا رہن یا ہبہ کیا یہ معاملہ صحیح ہے اس لئے کہ بیع غیر منقول ہے۔ **مسئلہ** مال مہر و میراث میں قبضے سے پہلے تصرف صحیح ہے واضح رہے کہ جملہ اموال پانچ قسم کے ہیں اول مال متقوم بدون صناعت جیسے کپڑا۔ غلہ۔ لوہا تانبا وغیرہ دوم مال متقوم بصناعت جیسے ٹوپی۔ عبا، قمیص، پکے ہوئے کھانے، آٹا ستو، لوہے کے اوزار تانبے کے برتن وغیرہ ان کے حکم مذکور ہو گئے سوم مال متقوم و صناعت غیر متقوم یعنی معصیت جیسے، بت، باجے، گنگوٹے، ان میں باعتبار مالیت بیع نافذ اور عاقدین باعتبار صناعات ممنوعہ عاصی ہیں اور ثمن بمقابل مالیت واجب الادا و بمقابل وصف ممنوع غیر ثابت ۔۔۔ نے۔ یا دہل قیمت اس کی باعتبار چوب وغیرہ ثابت اور باعتبار صناعت ساقط اور عاقدین بوجہ قصد و اعانت معاصی عاصی ہیں **مسئلہ** ہر ایسی شے کا بنوانا خریدنا۔ بیچنا۔ گناہ ہے اور اجرت ناجائز **مسئلہ** جب یہ چیزیں ناقص ہو جائیں تو کسی اور کام کے لئے خریدنا جائز ہے۔ چہارم مال نہ ہو مگر صناعت مباح ہو جیسے مٹی کے برتن اور وہ کھلونے جو کہ تصویر حیوان نہ ہوں۔ پتوں کی دونے۔ گودڑ کی بتیاں ان سب کی بیع صحیح و نافذ ہے مگر خراب ہو جانے کے بعد نہ مال ہیں نہ بیع حلال **مسئلہ** مٹی کے ٹوٹے برتنوں کا بیچنا باطل ہے مگر یہ کہ کسی غرض کے لئے خریدے جائیں پنجم نہ مال ہے[1] نہ صناعت مباح جیسے گنجفہ۔ لکڑی۔ ہڈی[2] کی نردیں اور بہرے چھوٹے مٹی کے بت، ناقص کاغذ پر تصویر ان کی بیع باطل ہے اور معصیت **مسئلہ** اگر نوٹ بالکل غیر مروج ہو جائیں تو اسکی بیع بھی بوجہ عدم مالیت باطل ہوگی معصیت نہیں **تعریف ذات و وصف** یہ ایک ضروری مسئلہ ہے مسائل تجارت ہے گو اس میں فقہا کی تقریر نہایت دقیق و بلیغ ہے ہم عام فہم طور پر ان کی اصلی غرض ظاہر کئے دیتے ہیں۔ مال میں دو اعتبار ہیں ا ذات شے)

---

[1] بوجہ کمال خردی نہ لکڑی مال مفید ہے نہ ہڈی ۱۲ [2] ایسے کہ بڑا ڈھیر مٹی کا مال کے حکم میں ہے۔ ۱۲

اسی کے بنا پر تصور مبادلہ پیدا ہوتا ہے اور اسی کے مقابل دام ہوتے ہیں۔ ۲ (وصف شے) اس کے مقابل دام نہیں ہوتے بلکہ رغبت خریدار اور داموں کا تعین ہوتا ہے مثلاً یہ موتی۔ آبدار۔ گول، نہایت نفیس ہے اب موتی کے خریدار کو ادھر رغبت ہوئی ورنہ محض موتی ہونا موجب رغبت نہیں ہو سکتا اور گو وہ جانتا تھا کہ کوئی موتی بدون دام نہ ملے گا مگر دام کا معین و مقدر کرنا یعنی ایک ہزار کا ہے یا پانسو کا یہ امر باعتبار اس کے وصف و حسن کے ہے پس تصور خرید و ثمن باعتبار ذات مبیع ہے اور رغبت خرید و تعیین ثمن باعتبار وصف مبیع لہذا فرمایا ہمارے فقہانے کہ الاَثمَانُ لِلاَعیانِ لَا لِلاَوصَافِ دام ذات کے مقابلے میں ہوتے ہیں وصف کے مقابل نہیں بلکہ تعیین اور بیشی کمی ثمن کی وصف و حسن کے مقابلے میں پیدا ہوتی ہے پس یہ تھان دام سے ملیگا باعتبار ذات ہے اور کتنے دام دینا ہوں گے باعتبار حسن و وصف ضابطہ گز کپڑے میں وصف ہے۔ اس کے لئے دام نہیں مثلا یہ کرتا ایک گز کا لانبا دو روپیہ کو اور اگر سوا گز یا پون گز نکلا تو قیمت وہی رہے گی ضابطہ کیل اور وزن اور عدد ذات ہیں ان سے دام گھٹ بڑھ جاتے ہیں مثلاً گیہوں تین دو روپیہ اب چار من کے آٹھ روپیہ ہو گئے آم پیسے کے چار اب بیس آم پانچ پیسے کے ہوتے لیکن کبھی اس کے برعکس بھی کر لیا جاتا ہے۔ یعنی گز ذات بنائے جاتے ہیں مثلاً یہ تنزیب فی گز چار آنہ اب گز ذات بن گیا اور ہر گز پر دام بڑھائے گھٹائے جائینگے یا یہ خاصدان وزنی آدھ سیر بارہ آنہ کا اب وزن وصف ہے دام وہی رہینگے وزن کم ہو یا زیادہ صرف کمی میں بوجہ فوت وصف مرغوب خریدار کو لینے نہ لینے کا اختیار ہوجائیگا الحاصل جب کہ دام وزن یا کیل یا عدد یا گز کے مقابل رکھے جائیں یہ سب ذات ہیں اور ان کی بیشی کمی پر داموں کی بیشی کمی ہوگی اور جب مال اس اعتبار سے نہ بکے بلکہ وزن یا عدد یا گز بطور وصف و بیان کے ملحوظ ہوں جس طرح قمیص، دستار، دری، چاندنی۔ کمبل، چادر یا بعض ظروف مسی وغیرہ میں دستور ہے (جو وزن سے بیچے نہیں جاتے) یا زیور مرصع جس پر نگ

لہ یعنی در صورت کمی بوجہ فوت وصف مرغوب خریدار مختار ہے لے یا نہ اور در صورت بیشی نہ بائع کو خیار ہے نہ ثمن میں بیشی ۱۲۔

یا موتی جڑے ہوں ان میں دام اسی شئے کے مقابل ہے وزن اور عدد اور گز کا مقابلہ نہیں
کیا جاتا۔ **مسئلہ** ایک تھان دس روپیہ کو لیا کہ ۱۶ گز ہے اب ۱۵ یا ۱۷ گز نکلا دام وہی ہیں
مسئلہ ایک پاندان صہ کو خریدا کہ وزن اس کا تین سیر ہے اور ہلکا نکلا یا بھاری دام
وہی صہ ہیں **البتہ** ایسی ہر صورت میں مشتری کو خیار وصف حاصل ہوگا کبھی کئی وصفوں
کا مجموعہ مثل ذات کے داموں کے مقابل ہوتا ہے جیسے دو کوڑی تھان فی تھان ۱۶ گز
کا بحساب فی تھان عہ نوٹے کو خریدے یا چار رم کاغذ فی رم ۲۰ دستہ فی دستہ ۲۵ تختہ
وزنی ۴۰ پونڈ بحساب فی پونڈ ۲ر فی رم صہ کو خریدے اس کی تین صورتیں ہیں۔ ۱ یہ کہ دونوں
یا تینوں وصف مذکورہ پوری ہیں، دام بھی پورے دینا چاہیئے۔ ۲ یہ کہ دونوں یا تینوں
وصف ناقص ہیں دام بھی گھٹ بڑھ جائیں گے۔ ۳ یہ کہ بعض وصف کامل اور بعض
ناقص ہیں مشتری کو خیار وصف ہے **مسئلہ** دو کوڑی تھان عدداً ۴۰ ہوئے اور فی تھان
۱۶ گز پیمائش میں جملہ ۶۴۰ گز ہوئے تھان نکلے ۳۹ مگر کپڑا ۳۹ کا پیمائش میں ۶۴۰ گز ہی
یا تھان ہیں ۴۰ مگر پیمائش میں ۶۰۰ گز ہے اب مشتری کو خیار وصف حاصل ہے **مسئلہ**
تھان بجائے ۴۰ کے ۳۹ ہیں اور پیمائش بھی بجائے ۶۴۰ گز کے ۶۲۴ گز ہے اب دونوں
وصف کم ہیں دام کم ہوگئے ایسے ہی اگر تھان ۴۱ اور پیمائش ۶۵۶ گز ہو جاتی تو دام
بڑھ جاتے ہیں **مسئلہ** بالی پتے جڑاؤ خریدے ان میں بجائے ۴۰ موتی کے ۳۹ یا ۲۰ نگینوں
کے ۱۸ نکلے دام وہی رہیں گے مشتری کو خیار وصف حاصل ہے اور زیادہ نکلے تو دام وہی
ہیں اور بائع کو خیار بھی نہیں **ضابطہ** جو تقریر ہمنے وزن اور گز اور عدد میں کی بعینہٖ یہی حکم انکی
کسور میں ہے یعنی نصف و ربع و ثمن وغیرہ میں مگر جب کہ یہ کسور غیر معتبر ہوں یعنی خرید و فروخت
میں ان کے اعتبار پر دام بڑھائے گھٹائے نہ جاتے ہوں تو یہ کسور وصف ہونگے اور در
صورت کمی مشتری مُخیَّر ہوگا **ضابطہ** اعتبار کسور ہر شے میں مختلف ہے جیسے غلے میں تو نہ انکا
حساب اور اعتبار نہیں اور شیرینی میں ہے مگر ماشے غیر معتبر ہیں اور عطر میں ماشوں کا اعتبار
ہے اس کی زیادہ توضیح باب ربوا میں آئے گی **ضابطہ** اگر ذات مبیع بدل جائے مثلاً بیچا کٹورا

لہ اس لئے کہ نہ کل فوت ہوا اور نہ کل ثابت پس مجموعہ نہ رہا جو ذات قرار پایا تھا۔ ۱۲

ایک چھٹانک والا اور نکلا کم یا زیادہ اب کمی میں مشتری مخیر ہے ضابطہ اگر ثمن بدلجائے مثلاً کہے روپیہ اور دے پیسے تو بیع قائم ہے اور روپے واجب الادا اس لئے کہ ثمن متعین نہیں ہوتے ہاں اگر ثمن قرار دادہ بازار سے معدوم یا غیر مروج ہو جائے جیسے فلوس یا نوٹ تو ابو یوسفؒ کے نزدیک قیمت یوم بیع عائد ہوگی ضابطہ اگر کہا جو روپیہ صندوق میں ہے اس چیز کا دام ہے اور نکلے فلوس یا اشرفی یا کچھ اور اب روپے دینے ہونگے ہاں کم یا زیادہ یا کھوٹے یا کھرے ہوتے تو وہی لازم آتے بیان صفقہ (یکمشت) یعنی معقود علیہ کی وہ مقدار جس پر ایجاب کی بنا ہے مسئلہ جائز ہے کہ ایجاب میں کئی صفقے مذکور ہوں یا ایک مثلاً ۱ یہ سو کتابیں ؎ کو لیں۔ ۲ یا یہ دس ؎ کو اور وہ تیس ؎ کو اور ساٹھ ؎ کو خریدیں صورت اول میں یہ اختیار نہیں کہ کوئی کتاب نہ بیچے اور صورت دوم میں اختیار ہے کہ صرف دس ؎ کو یا صرف تیس ؎ کو یا صرف ساٹھ ؎ کو، یا سب نؐ کو بیچے صفقۂ متحد یہ مکان ہزار کو بیچا یا یہ مکان ہزار کو اور باغ پانسو کو جملہ ڈیڑھ ہزار کو بیچا اب جملہ رد کرے یا قبول اگر آخر میں جمع نہ کرے اور یوں کہے یہ تلوار ؎، کو بندوق ؎ کو زرہ للعہ، کو بیچی تو احتمال ہے کہ ہر صفقہ علیحدہ ہے یا جملہ ایک مگر جبکہ ایک ہی لفظ میں قبول کیا تو اب احتمال تعدد جاتا رہا اور اگر کئی لفظوں میں قبول کیا مثلاً تلوار ؎، کو لی اور بندوق ؎ کو اور زرہ للعہ، کو تو احتمال اتحاد نہ رہا صفقۂ متعد تین طور ہے۔ ۱ بصراحت جیسے یہ تلوار ؎، بندوق ؎، کو بیچی جو چاہو لو ۲ بتکرار کہ یہ کتاب عہ کو بیچی اور وہ تھان ؎، کو بیچا ۳۔ بقرائن جس طرح غلے اور کپڑے وغیرہ میں ہمارے یہاں شائع ہے یہ تھان فی گز ۴ ر یہ انبار گندم فی من عہ۔ اس میں اختیار ہے جس قدر چاہو لو۔ صفقہ فاسدہ (اول) دو غیر جنس صفقوں کا جمع کرنا جیسے بیع و رہن مثلاً مکان بیچا وہ باغ رہن رکھا، یہ گھوڑا استعار دیا وہ گاڑی گرو رکھی، گانوں خریدا اور سو روپے قرض دیئے۔ ان کا جمع کرنا مفسد عقد ہے اس لئے کہ ان کے جمع کرنے سے

؎ صفقہ بالفتح یکبار زدن دست در بیع ۱۲ سعید احمد عفی عنہ ؎ الصفقۃ ذکر فی المغرب الصفقۃ ضرب الید علی الید فی البیع والشراء، ثم جعلت عبارۃ عن العقد بعینہ ک ۱۲ حاشیہ ہدایہ ج ۳ ص ۳۰۲

جواز شروط فاسدہ کا حیلہ متبادر ہوتا ہے اور شبہ ربوا قائم۔ یا یہ کہ جب اس نے قبول کیا تو تین حال سے خالی نہیں یا سب کو ایک قبول میں جمع کیا تو اجتماع باطل[۵۱] و صحیح سے دونوں فاسد ہو گئے اور اگر پہلے اول کو قبول کیا تو اعراض پایا گیا قبول ثانی سے اور اول باطل ہو چکا تھا بوجہ اعراض مجیب کے اور ثانی باطل ہوا اعراض قابل سے البتہ اگر پہلے قبول کرے ثانی میں جو ہنوز ثابت[۵۲] ہے تو اس میں قبول صحیح ہو جائے گا مگر یہ بائع کی غرض[۵۴] کے بالکل خلاف ہے مثلاً زید نے کہا مکان رہن کیا دوکان بیچی بکر نے کہا دوکان لی یہ عقد صحیح ہوا[۵۳] (دوم) صفقے میں صفقہ داخل کرنا۔ اور یہ ہر ایسے شرط میں پایا جاتا ہے جو بائع یا مشتری کو مفید ہو۔ مثلاً یہ گھر بیچا اور ایک ماہ مستعار اپنے پاس رکھوں گا یہ گھوڑا خریدا تم مجھے سواری سکھا دینا ضابطہ جائز البیع اور ممتنع البیع اصلی[۵۵] کو جمع کرنے سے بیع باطل ہو جاتی ہے، جیسے غلام اور آزاد آدمی بیچا۔ گوشت ذبیحہ و مردار بیچا ضابطہ جائز البیع اور ایسے ممتنع البیع کے جمع کرنے سے جس کا بیچنا کسی[۵۶] وجہ سے ممتنع ہو گیا ہو جائز میں بیع ہو جاتی ہے مثلاً اپنا باغ اور کسی اور کا ملا کر بیچا اور قیمت ہر ایک کی جدا جدا بیان کر دی بائع کا باغ بک گیا اور غیر کا باغ داخل عقد نہیں ہوا ہاں اگر قیمت علیحدہ مذکور نہ ہوتی تو بوجہ جہل ثمن عقد فاسد ہو جاتا ضابطہ تبدیل صفقہ سے ایجاب فاسد ہو جاتا ہے زید نے کہا دو تھان صہ کو بیچے بکر نے کہا ایک ۸ کو لیا ایجاب جدید ہوا ضابطہ تمام ہونے سے پہلے صفقہ میں تفریق موجب بطلان عقد ہے اور صفقہ جب تمام ہوتا ہے کہ نہ خیار شرط و تعین رہے نہ خیار رویت اور قبضہ بھی ہو جائے اور بعد تمام تفریق مضر نہیں پس زید نے بیس گز کپڑا ۵ کو خریدا اگر قبل از استعاط خیار و قبل رویت یا قبل قبض کسی صحیح وجہ سے کچھ کم کرنا چاہے تو ایجاب اول

---

۵۱ اس لئے کہ صفقہ اول بوجہ شبہ اعراض باطل ہو گیا تھا ۱۲ مولف ۵۲ اس لئے کہ اسمیں شبہ اعراض ہیں ۱۲ مولف ۵۳ اس لئے کہ وہ صرف صفقہ ثانی پسند نہیں کرتا ۱۲ مولف۔

۵۴ اور بائع کا خلاف ہونا اس لئے غیر معتبر ہے کہ اس نے کیوں نہ کہدیا کہ دونوں معاملے ساتھ ہی ہونگے اور اس لئے کہ اس کے خلاف کی رعایت میں فساد عقد لازم آتا ہے اور تصحیح بہتر ہے فساد سے ۱۲۔ ۵۵ جو کسی طرح بک ہی نہ سکے ۱۲ ۵۶ یعنی اصل میں منع نہ ہو۔ ۱۲ مولف)

فاسد ہو جائیگا اور اس کے بعد اگر کچھ کپڑا عیب دار یا مستحق غیر، یا بیکار محض نکلا اب اسقدر
میں تفریق مضر عقد نہیں۔ مسئلہ خیار عیب و استحقاق تمام صفقہ کو منع نہیں کرتا ہاں
کوئی قدیم عیب یا کسی کے حق کا دعوی ثابت ہو تو لزوم نہ رہیگا۔ قبضہ۔ یعنی قدرت
تصرف بے اذن غیر یہ قدرت اگر باذن مالک یا بحق شرعی ہے تو (قبضہ جائز) ہے
ورنہ (ظلم) جیسے سارق و غاصب کا قبضہ پھر قبض جائز تین طور پر ہے۔ ۱۔ (امانت)
جب کہ صرف مالک کے نفع کے لئے قبضہ کیا گیا ہو جیسے امین اور وکیل یا مستاجر
یا مستعیر کا قبضہ ۲۔ (مضمون) جبکہ قابض کا نفع ہو جیسے مقبوض بخیار شرط وعلیٰ وجہ
الشراء یا مبیع اس لئے محبوس ہو کہ موکل سے دام وصول ہو جائیں۔ ۳۔ (مختلط)
جب کہ دونو کا کچھ کچھ نفع ہو جیسے مرہون جو بقدر قرض مضمون ہے اور زائد امانت
یا خیار تعین میں بقدر مبیع مضمون اور زائد امانت ہے پھر قابض دائمی کو مالک اور عارضی
کو قابض کہتے ہیں مسئلہ جب مال مقبوض پر ایک دوسرا حق قبضے کا پیدا ہو تو دیکھنا
چاہیئے کہ دونوں قبضے ایک جنس کے ہیں یا نہ اگر ہمجنس ہیں تو حاجت تکرار قبض نہیں
ورنہ تکرار قبض لازم ہے توضیح اس کی یہ ہے زید نے بکر کی تلوار پر غصباً قبضہ کر لیا پھر
وہی تلوار بکر سے خرید لی اب دونوں قبضے مستلزم ضمان تھے پہلا ہی قبضہ کافی ہے
اور اگر یہ تلوار امانت ہوتی اور پھر اُسے خریدتا تو ضرور تھا کہ تلوار مالک کو دے کر اسکی
طرف سے پھر قبضہ کرے۔ مسئلہ زید نے عمرو کو ایک کتاب مستعار دی یا امانت رکھوائی
پھر عمرو ہی کے ہاتھ بیچ ڈالی اب زید کو حق ہے کہ بعد عقد بیع کتاب عمرو سے واپس لے
اور جبتک ثمن وصول نہ ہو روکے رہے۔ مسئلہ اگر عمرو نے دوبارہ قبضہ نہیں پایا اور
کتاب ارضی یا سماوی آفت سے ضائع ہو گئی۔ بیع فسخ ہوئی عمرو کے ذمے قیمت نہیں ہے اسلئے
کہ ہنوز قبضہ امانت تھا مسئلہ اگر زید بکر کی ایک چیز چھین لے یا اس کے پاس بقبض مضمون
ہو پھر بکر سے خرید لے تو وہی قبضۂ اول کافی ہے۔ مسئلہ زید نے بکر کے ہاتھ ایک درخت
یا بکری بیچی اور ہنوز نہ دام وصول ہوئے نہ مبیع مشتری کے حوالے کیا گیا کہ درخت پھلا یا بکری جنی
تو یہ سمجھا جائیگا کہ ان پھلوں اور بچوں کے لئے بھی حصۂ ثمن ہے یعنی قبضے سے پہلے اگر بکری

کے بچے مر گئے یا پھل ضائع ہو گئے یا کھا لئے گئے تو خریدار ثمن کا ایک جز جوان پھلوں یا بچوں کے مقابل ہو سکے کم کر لے گا گو یا وہ جز و مبیع تھے اور اگر قبضہ ہو جاتا پھر یہ زیادتی ہلاک کی جاتی یا ہو جاتی اور کسی سبب سے بکری یا درخت پھیرے جاتے تو خریدار کو کوئی حصہ اس کمی کا وضع دینا نہ ہوتا اس لئے کہ ان پھلوں یا بچوں کے مقابل کوئی حصہ ثمن کا نہ تھا (عالمگیری) اور شامی میں ہے کہ جو شئے تبعاً مبیع ہیں داخل ہو سکے اس کے لئے حصہ ثمن نہیں ہے پھر اس امر میں کہ قبضہ معتبر کس طور کا قبضہ ہے فقہاء کے اقوال مختلف ہیں جن سب کا مرجع عرف پر ہے اور ہے بھی یہ بات کہ قبضہ کوئی شرعی ایجاد نہیں جسے لوگ قبضہ سمجھتے آئے وہی شرع میں بھی قبضہ سمجھا گیا ہے خصوصاً اس زمانہ میں اعتبار قبض کو وسعت دینے کی سخت ضرورت ہے مثلاً چھکڑے مالوں سے بھرے آتے ہیں. اور کھڑے کھڑے کئی کئی بار بک کر آخر کار مال اتارا جاتا ہے تو ہر بار کسی قسم کے نقل و حرکت میں غالباً مصارف اصل کے قریب یا زیادہ بڑھ جائیں گے پس ضرور ہے. ابلتی ۲ قول قبضہ سمجھ لیا جائے مثلاً مال کی بلٹی دستخط کر کے حوالے کر دے یا یہکر کہدیا کہ تم لے لو یہ قبضہ ہے کیونکہ عرف موجودہ میں یہ تمام امور قبضہ جائز متصور ہوتے ہیں اور انسے مشتری کو باقاعدہ تصرف کا اختیار ہو جاتا ہے اور ظرف یعنی جہاز کشتی. چھکڑا وغیرہ اگر ملک بائع ہے یا بائع اس کا کرایہ ادا کر چکا ہے تو مشتری نے گویا ایک وقت تک کے لئے جو مرفہ یا عرفاً یا ضرورۃً مذکور سمجھا جائے مستعار دیا اور اگر اس کے پاس اجارے پر تھا اور مدت اجارہ ختم ہو چکی ہے تو مشتری دوسرے کرائے سے اپنے کرائے کی چیز میں مبیع کو رکھنے والا ہوا اور یہ سب صورتیں صحت قبض کی ہیں حکم قبض ۱. بیع تمام ہو جاتی ہے ۲ بائع کا حق مبیع سے منقطع ہو جاتا ہے. ۳ مشتری کو اس پر حق تصرف حاصل ہو جاتا ہے. ۴. مبیع پر قبضے سے پہلے تصرف حرام ہے اور غیر منقول پر جائز مسئلہ ایک گھڑ خریدا

ف. زید نے کلکتے سے عمرو کو بمبئی میں لکھا کہ تیرا صندوق جو میرے پاس امانت ہے میں صہ کو خریدتا ہوں عمرو راضی ہو گیا تو اسے چاہیئے کہ کسی کو کلکتہ میں وکیل کر دے کہ وہ زید سے صندوق وصول کر کے بحیثیت مبیع زید کے قبضے میں دے.

اور قبضے سے پہلے اُسے بیچ ڈالا یا رہن کیا جائز ہے اور گھوڑا خرید کر قبضے سے پہلے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ ثمن اور مہر اور میراث میں قبضے سے پہلے بھی تصرف صحیح ہے

بیان رضا اسکے لئے دو شرطیں ۱۔ یہ کہ رضا فی الحال پائی جائے پس اگر زید ایک مکان خریدنے پر راضی تھا مگر بوقت بیع رضا ظاہر نہ کی۔ یا ایجاب و قبول کے وقت راضی نہ تھا پھر راضی ہو گیا تو یہ رضا معتبر نہیں۔ ۲۔ یہ کہ رضا زبان سے کہے جیسے خریدا بیچا یا کوئی فعل رضا اس سے پایا جائے جیسا کہ بیع تعاطی میں۔ صرف دلی رضا کافی نہیں پھر اسکے دو رکن ہیں۔ ایک ایجاب یعنی پہلی درخواست بائع کی طرف سے ہو یا مشتری کیجانب سے۔ دوسرے قبول یعنی اس درخواست کی منظوری۔ ان دونوں کے باہم مرتبط ہو جانے کو انعقاد کہتے ہیں بے ان کے بیع ہوتی ہی نہیں پھر ایجاب و قبول میں شرط ہے کہ ۱۔ بصیغۂ خبر ماضی و استقبال و امر و وعدہ نہ ہو یعنی یہ نہ کہے کہ بیچا تھا یا بیچوں گا خریدنے کا اقرار کرتا ہوں۔ تو بیچ ڈال، خریدلے۔ ۲۔ اہلیت و تعدد عاقدین یعنی نہ صرف ایک ہی آدمی ایجاب و قبول کرے نہ یہ کہ طفل نافہم یا مجنون یا مجبور ہو۔ ۳۔ معاوضات صحیحہ مفصل مذکور ہوں جیسا کہ بحث اموال میں گذرا ۴۔ شروط فاسدہ سے متعلق نہ کیا ہو، ۵۔ موقت نہ ہو مثلاً یہ مکان سو برس کے لئے خریدا یہ کتاب دس دن کے لئے خریدی مدت قلیل ہو یا طویل مفسد عقد ہے۔ ۶۔ قبول ایجاب کے موافق ہو یا اس کو شامل **مسئلہ** زید نے کہا یہ گھر ۵ کو بیچا بکر نے کہا لیا یہ موافقت ہے یا بکر نے کہا بارہ کو لیا قبول ہے اگر یہ کہا کہ نو کو لیا یا ادھار لیا یا گھر معہ باغ لیا یہ سب مخالف ہے اب اگلی ایجاب کا اثر نہ رہا از سر نو گفتگو شروع ہوئی **مسئلہ** زید نے کہا یہ دو تھان ۵ کو بوعدۂ دو ماہ بیچے بکر نے کہا نقد خریدے بیع ہو گئی ۔ ۷۔ قبول سے پہلے ایجاب سے انکار نہ کیا گیا ہو ورنہ اب قبول مفید نہ ہو گا۔ **مسئلہ** زید نے کہا یہ گھوڑا سو کو بیچا ہنوز بکر نے جواب نہیں دیا تھا۔ زید نے بیچنے سے انکار کیا اب قبول کی گنجائش نہ رہی۔ ۸۔ ایجاب و قبول جبر و اکراہ سے نہ ہوا ہو ورنہ جابر عاصی اور مجبور مختار ہے کہ بعد دفع جبر چاہے بیع قائم رکھے اسلئے

کا تصور رضا پائی گئی تھی یا رد کر دے کیونکہ حقیقۃً رضا تھی۔ ۹ ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول ختم ہو جائے .... ورنہ قبول مقبول نہ ہوگا۔ مجلس بدلنے سے مراد یہ ہے کہ معاملۂ بیع سے جو پیش ہے اعراض سمجھا جائے پس دونوں میں سے جو شخص چلنے کے لئے کھڑا ہو گیا یا اور کسی کام میں مشغول ہوا۔ یا خود سو گیا مجلس بدل گئی اور دونوں ایک ہی ساتھ چلیں اور متعلق معاملہ گفتگو کرتے رہیں مجلس نہ بدلے گی مثلاً زید نے کہا یہ مکان سو کو بیچا بکر نے کہا اچھا دیکھوں اور چاروں طرف پھرنے لگا۔ یا اس کے کاغذ یا نقشہ لانے یا کسی مشیر کے بلانے کو گیا یا بعض ضروری امور دریافت کرنے لگا ان تمام کاموں سے مجلس نہ بدلے گی اس لئے کہ بیع سے اعراض نہیں ہے بلکہ عین شغل والتفات ہے کہا صاحب ہدایہ نے تحریر مثل تعریر کے ہے مگر ہمارے زمانہ کے اعتبار سے یہ مسئلہ قابل توسیع مزید ہو گیا۔ ۱۔ زید کا ایک خاص وقت خط پڑھنے یا لکھنے کا تھا۔ ۲۔ یا خط پڑھنے کا وقت اور جواب دینے کا اور ہے۔ ۳ یا جواب لکھنے یا اس میں مشورہ دینے کے لئے دوسرا آدمی مقرر ہے۔ ۴۔ کاغذ قلم دوات وغیرہ موجود نہیں۔ ۵۔ یا کسی امر متعلق بہ بیع کا انتظار ہے۔ ۶۔ یا کئی خط ہیں اور سب کو پڑھ کر جواب لکھنا ہے ان تمام صورتوں میں مجلس وصول خط و مجلس قرارت و مجلس جواب میں معمولی تفرقہ مضر نہیں ورنہ کاروبار معطل ہو جائیں گے۔ البتہ اگر مکتوب علیہ نے عمداً سکوت کیا یا مکان تر تھا یا خط کے جواب لکھنے یا پڑھنے کی فرصت نہ پائی یا جواب کسی وجہ سے اپنے وقت سے دیر میں پہنچا ان سب صورتوں میں کاتب مختار ہے کہ اس جواب کو قبول تصور کرے یا ابتدائی ایجاب بنائے۔ **مسئلہ** زید نے جمعہ کو کلکتے میں لکھا کہ ہزار روپے کے سو تھان نین سکھ فلاں فلاں نمبر کے بھیجدو پھر دوسرے خط میں ممانعت کی اگر بائع اس ممانعت کی پانے سے پہلے قبول کر چکا تھا مجلس قبول حسب تفصیل بالا بدلی تھی۔ بیع لازم ہو گئی مال روانہ ہوا ہو یا نہ ورنہ ایجاب باطل ہو جائیگا۔ **مسئلہ** زید نے خط پاکر قبول کر لیا مگر جواب نہ لکھا اور تھا خط جواب طلب تو یہ قبول زبانی مثل نیت کے حجت نہیں **مسئلہ** یہ کلام بانی ... یا تحریری اسی وقت معتبر ہو جاتا ہے کہ قلم یا زبان سے نکلے ہاں اگر مکتوب کو وقت

معینہ تک نہ پہنچ جائے تو اس کے لئے عذر ہے **مسئلہ** زید نے بکر کو پیغام دیا کہ میرا گھر سو کو خرید لو میں نے بیچا اس نے زبانی کہلا بھیجا یا لکھدیا کہ خرید اب زید کو مجال انکار نہیں ہاں یہ پیغام اگر اپنے معین وقت سے زیادہ دیر میں پہونچے تو زید کو انتظار کرنا لازم نہیں ہے۔ **بحث** کہا شافعیہ نے کہ ایجاب وقبول کے بعد مجلس بدل دینا شرط ہے ورنہ دونوں کو حق رجوع باقی رہیگا یعنی زید نے ایک کپڑا بیچا اور عمرو نے خرید اب دونوں اگر علیحدہ ہوگئے۔ بیع لازم ہوگی ورنہ دونوں مختار ہیں کہ بدلجائیں اور حنفیہ کے نزدیک جب ایجاب وقبول ہوچکا بیع تمام ہوگئی دونوں متفرق ہوجائیں یا یکجا رہیں یہ وجہ اگرچہ ظاہر حدیث سے ثابت اور ہدایہ و بحج میں اس کے معقول جواب مذکور ہیں تاہم ہمارے زمانے کے معاملات میں کثرت واقعات سے ہر بار مجلس بدلنا کیسا جواب پورا دینا بھی موجب حرج ہے پھر ایجاب وقبول چار طور پر ہے۔ ۱۔ قولی۔ ۲ تحریری ۳ ضمنی مثلاً زید نے کہا یہ اپنا باغ ہزار روپیہ مجھ سے لے کر تصدق کردے اور صاحب باغ نے ایسا ہی کیا یہ ایجاب وقبول دونوں ضمنی ہیں یعنی میں نے یہ باغ ہزار کو خریدا اور تو میرا وکیل بن کر اسے تصدق کردے بائع نے کہا میں نے بیچا اور وکالۃً خیرات کردیا۔ ۴ فعلی جسے بیع تعاطی کہتے ہیں یعنی مشتری نے مال لے لیا اور دام دیدئے اور بائع خاموش رہا۔ **مسئلہ** بائع کا سکوت تب قبول سمجھا جائے گا کہ کوئی سبب سکوت اور مانع تکلم موجود نہ ہو۔ ۲۔ اسے علم بھی ہوجائے۔ ۳ اخیر مجلس تک خاموش رہے ۴ یا ثمن پر بغرض ملک وحفظ قبضہ کرلے۔ ۵۔ یا مشتری اس کے سامنے مبیع پر کوئی تصرف مالکانہ کرے پس اگر بائع نے اس کے دام اٹھائے کہ پرکھے اور گنے یا اسلئے ساکت ہے کہ سوچ کر رد کریگا یا قبول یا وہ اسے سمجھا نہ تھا۔ تو یہ خاموشی دلیل رضا نہیں **مسئلہ** صحیح ہے تعاطی اشیائے نفیسہ اور خسیسہ دونوں میں (ہدایہ) **مساومہ** یعنی دام چکانا یہ ایجاب وقبول نہیں ہے اس لئے کہ ایجاب وقبول بعد۔۔۔۔۔ ہذا امور بغرض انعقاد بیع ہوتا ہے اور مساومت پسند کے لئے تاکہ علم ثمن ومتعلقات دیگر اپنی اپنی مصلحتوں پر نظر کریں پس مساومے سے عقد نہیں ہوتا مراتب بیع

چار ہیں اور ایک دوسرے پر مرتب انعقادِ بیع یعنی ایجاب و قبول کا باہمی ربط اور اسکے لئے چار امر شرط ہیں اول عاقد پس یہ ۱ متعدد ہوں ۲۔ عاقل ہوں بالکل بچے اور مجنون کی بات قابل اعتبار نہیں۔ دوم ایجاب و قبول پس یہ دونوں ۱۔ باہم موافق ہوں ۲ مجلس ہی میں تمام ہو جائیں، ۳ ہر ایک دوسرے کے قول سے مطلع ہو جائے۔ ۴ تمسخر و ہزل نہ ہو سوم ثمن مال عرفی ہو، چہارم۔ ۱ مبیع مال متقوم ہو۔ ۲ مملوک ہو ۳۔ موجود ہو۔ ۴۔ ممنوع البیع نہ ہو۔ صحتِ بیع یعنی بائع کی ملک صحیح مبیع پر اور مشتری کی ملک ثمن پر نفسِ عقد سے ثابت ہو جائے اس کے لئے آٹھ شرطیں ہیں۔ ۱ جملہ شروط انعقاد ۲، بدل کا مال متقوم ہونا ۳۔ مقدر ہونا۔ ۴۔ معین ہونا وصف یا اشارے سے۔ ۵۔ دَین کا مبہم نہ ہونا۔ ۶ مبیع کا مؤجل و موعود نہ ہونا مگر یہ سلم میں ضرور ہے۔ ۷۔ بیع کا مؤقت نہ ہونا ۸۔ تصور نفع دونو جانب ممکن ہونا نفاذِ بیع جس کا حکم فوراً مرتب ہو جائے اس میں چھ امر شرط ہیں۔ ۱۔ شروط انعقاد ۲۔ شروط صحت ۳ عاقد کا عاقل۔ بالغ۔ آزاد یا ماذون ہونا۔ ۴۔ مبیع مشغول بحق غیر نہ ہو جیسے مرہون مستاجر وغیرہ ۵۔ انواع خیارِ توقف سے کچھ اس میں نہ ہو۔ ۶۔ عاقد فضولی نہ ہو لزومِ بیع۔ یعنی کوئی وجہ انفساخ در باقی نہ رہے اور یہ دو طور پر ہے۔ (ایک صورۃً) یعنی بالفعل لازم ہے مگر ممکن ہے کہ لازم نہ رہے اور فسخ ہو جائے۔ اس میں بعد انعقاد و صحت تین امر مشروط ہیں۔ ۱۔ قبضہ ۲ عدم تفریق صفقہ، ۳۔ سقوط خیارِ رویت (دوسری حقیقۃً) یعنی جو کبھی فسخ نہ ہو سکے اس میں شرط ہے کہ ۱۔ خیارِ عیب ساقط ہو جائے۔ ۲۔ کسی کا حق مبیع سے متعلق نہ ہو ۳ ثمن بھی وصول ہو گیا ہو۔ خیار رویت یعنی دبے دیکھی ہوئی چیز کے خریدار کو پھیر دینے کا اختیار) ۱۔ یہ اختیار نہ شرط سے ثابت ہوتا ہے نہ ساقط یعنی یہ نہیں کہ خریدار شرط کرے تب خیار رویت حاصل ہو، اور نہ یہ کہ وہ کہدے کہ میں نے خریدا دیکھنے کی ضرورت نہیں تو خیار نہ ہے ۔۔۔۔۔ ۲۔ رویت سے مراد وہ علم اجمالی ہے جو وصف مقصود بالعقد پر مطلع کر دے اور اس کے ذریعے بحسب اختلاف مقاصد مختلف ہیں رنگ اور خوشنمائی

---

[۵] احتراز ہے ملک بعد القبض سے جو بیع فاسد میں بھی ہوتی ہے۔

کے لئے دیکھنا۔ مزے کے واسطے چکھنا۔ آواز کا سننا۔ سختی نرمی کا ٹٹولنا۔ اندھے کے لئے وصف صریح یا مس کافی ہے۔ **مسئلہ** مبیع کا وہ جز دیکھ لینا جو اہم مقصود ہو کافی ہے **مسئلہ** جب مبیع مختلف قسم کی اشیاء... کا مجموعہ ہو تو ہر فرد کا دیکھنا شرط ہے **مسئلہ** تصویر کا دیکھنا کافی نہیں (عالمگیری) **مسئلہ** ایسی شئے کا دیکھ لینا جو بہمہ وجوہ مبیع کا مثل ہو کافی ہے پس کارخانوں کے نمبر اور اقسام بالا سے اوصاف کا جان لینا جس سے مبیع مثل دیکھی ہوئی کے معلوم ہو سکے کافی ہے۔ **حکم** مشتری بوقت رویت اور قبل رویت مختار ہے کہ لے یا نہ یہ خیار انہی اموال میں ہے جو متعین ہو سکیں اور اپنی ملک اور قبضے میں داخل کئے جاتے ہوں پس بیع صرف میں خیار رویت نہیں اس لئے کہ دونوں بدل غیر متعین ہیں اور بائع کو اپنے مال میں خیار نہیں اگر بے دیکھے ہوئے بیچا ہو اس لئے کہ وہ ملک سے خارج اور ثمن غیر متعین ہے۔ اور سلم میں اس لئے خیار نہیں کہ عقد کے ساتھ قبضہ مشروط نہیں ...... دونوں کو ان مالوں میں خیار ہے جو اُن کو ملیں گے اس بیع میں جو اُن کے پاس سے جائیگی اس لئے کہ دونوں جانب اموال متعینہ ہیں، ۲، یہ خیار بروایت بحر رائق مُوقّت ہے یعنی مشتری جب دیکھنے پر قادر ہوا اور نہ دیکھے یا دیکھنے کے بعد سکوت کرے پھر حق خیار نہ رہیگا، اس لئے کہ امتداد زمان بنفسہ تجارت میں امر معتبر ہے **مسئلہ** مشتری نے مبیع پایا اور کسی وجہ سے خود نہیں دیکھ سکتا تو اُسے لازم ہے کہ کسی اور کو وکیل کر دے ورنہ حق خیار نہ رہیگا۔ ۳ نمونہ دیکھ لینا کافی ہے، ۴، اگر مبیع کو قبل بیع دیکھا تھا اور بوقت بیع اس کی کیفیت یاد ہے۔ اب خیار نہیں، ۵۔ وکیل[۵۲] کا دیکھ لینا کافی ہے رسول کی رویت معتبر نہیں۔ ۶۔ اگر مبیع عیب دار ہو جائے یا مشتری مر جائے یا کسی تصرف سے قابلِ رَد نہ رہے، یا مشتری دیکھتے ہی ناراضی ظاہر نہ کرے خیار ساقط ہوا۔ ۷۔ وہ تمام مصارف اور نقصانات جو مشتری کے فعل یا امر سے پیدا ہوں عیب حادث ہیں مشتری ان کی تلافی کرے پس زید نے عمرو کو لکھا کہ کلکتے سے مال بھیجدے یا کچھ

---

۵۱ اگر کسی آلہ یا فن کے ذریعہ سے علم کافی آ سکے تو جائز ہے ۱۲ (مولف)

۵۲ وکیل جو معاملات کا مختار کیا گیا ہو رسول جو صرف پیغام رساں ہو۔ ۱۲ (مولف)

خرید کر کے کہا میرے گھر تک لیچل اب دیکھا اور ناپسند کیا تو یہ تمام مصارف ادا کرے اور اس آمد و رفت و امتداد زمان[1] سے جو اثر مبیع پر ظاہر ہوا مثلاً سڑ گیا یا ٹوٹ گیا یہ سب ذمہ مشتری ہے۔ (عالمگیری) ۸۔ وہ تمام مصارف جو بدون امر مشتری ہوں بائع کے ذمہ ہیں مثلاً جیسے مال بے طلب بھیجنا وغیرہ لازم ہے کہ غائبانہ معاملات میں اوصاف وغیرہ کی خوب تصریح ہو جایا کرے تاکہ کوئی شخص نقصان نہ اٹھائے **مسئلہ** زید نے مال پاکر ایک مدت تک نہ دیکھا یہ امتداد زمان بے ضرورت عیب ہے۔

خیار وصف یعنی مبیع کے جو وصف بیان ہوئے وہ غلط نکلیں تو مشتری کو حق ہے کہ خرید لے اور دام پورے دے یا واپس کر دے اور اگر ذات مبیع بدل جائے تو بیع باقی نہ رہے گی **مسئلہ** یہ خیار بائع کو نہیں ہے یعنی مبیع اگر بیان سے عمدہ نکلا تو بائع نہ پھیر سکتا ہے نہ دام زیادہ کر سکتا ہے مگر وصف سے وہ وصف مراد ہے، جو بیان یا قرائن مسلمہ سے سمجھا جائے اور دلی تصور معتبر نہیں۔ خیار عیب۔ عیب دار مال کے پھیرنے یا قیمت گھٹانے کا اختیار۔ عیب۔ وہ امر ہے جس سے تاجر قیمت گھٹا دیا کرتے ہوں۔ ۱۔ عیب امر وجودی ہے یعنی کسی وصف کا نہ ہونا عیب نہیں ورنہ ہر شے دوسری کے مقابلہ میں کسی وصف کے نہ ہونے سے عیب دار ہوگی۔ ۲۔ عیب متعلق بمالیت ہے پس ایسا سڑا یا نکما ہونا جس کی کچھ قیمت ہی نہ رہے عیب[2] نہیں۔ پس خربزے کا کم شاداب یا پھیکا ہونا عیب نہیں اور اگر ذکر کیا گیا کہ شیریں و شاداب ہے اور ایسا نہیں تو خیار وصف ہوگا۔ اور سڑا نکلا تو عیب نہیں بلکہ عقد ہی نہ رہا۔ داغی نکلا عیب ہے۔ ۳۔ کوئی شے عیب نہیں جس کا ذکر بائع نے کر دیا یا جو عام طور پر بادی النظر میں ظاہر ہو اور کوئی وجہ اخفا کی نہ ہو جیسے کہا یہ پھٹا یا رفو کردہ کپڑا بیچا۔ یا چادر میں بڑا سوراخ ہے یا برتن کا بڑا ٹکڑا ٹوٹا ہے۔ خربزے میں ایک نشان داغ کا ظاہر ہے اور یہ چیزیں چھپی ہوئی بھی خریدی نہیں گئی تھیں تو عیب نہیں ہے۔ ۴۔ کوئی چیز عیب نہیں

---

[1] امتداد زمان عیب ہے مگر جب کہ مشتری کے تساہل یا شرارت سے ہو۔ ۱۲ مولف

[2] بلکہ وہ مال ہی نہیں اور بیع باطل ہو گئی ۱۲

جب کہ بائع یا مشتری کی طرف سے براءت یا رضا پائی گئی ہو مثلاً کہا میں تمام عیوب سے بری ہوں یا دیکھ بھال لو میں اسی حالت پر بیچتا ہوں یا مشتری نے کہا میں نے لیا جاہے جیسا ہو۔ ۵۔ جو عیب مشتری کے پاس پیدا ہو وہ بائع کے حق میں عیب نہیں پھر وہ عیب جس سے مشتری کو حق پیدا ہو یہ ہے کہ بیع[لہ] سے یا قبض سے پیشتر موجود ہو اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ ۱ جو بعینہ باقی رہیں جیسے غلام کا اندھا، بہرا ہونا۔ کپڑے کا داغ سوراخ الایا پھل کا سڑا ہونا۔ ان صورتوں میں اگر خریدار آگاہ نہ ہو تو بعد قبض حکم عیب دیا جائیگا۔ ۲۔ جن کا صرف اثر باقی رہے جیسے لونڈی کا زانیہ یا ولدالزنا ہونا کہ باوجود ترک تو بہ ننگ وطعن نسب عرفاً دور نہیں ہوتا یا کسی جانور کو ایسا زہر دیا یا دوا کھلائی جس کا اثر بد ایک وقت کے بعد ظاہر ہو جیسے کتے کا کاٹا یا کشتوں کا اثر۔ یا کسی کپڑے میں تیزاب لگا دیا کہ بوقت استعمال فوراً پھٹ جائے یہ سب عیب ہیں اگر خریدار لاعلم ہو، ۳ جو نہ خود باقی رہیں نہ ان کے اثر مگر عود و تکرار ان میں ہوا کرتا ہو، جیسے چوری یا بھاگنے کی عادت لونڈی غلام میں کسی بدخوئی کی عادت جانور میں۔ یہ عیب ہیں اگر بائع کے پاس موجود تھی اور دوبارہ مشتری کے پاس ظاہر ہوئی ورنہ نہ **مسئلہ** جو عیوب جدید خریدار کے پاس حادث ہوں انسے کوئی حق حاصل نہ ہوگا، پھر اس عیب دار بیع پر جو تصرفات و حوادث مشتری کے پاس سرزد ہوں چھ طور پر ہیں۔ اول جن سے بیع میں کچھ کمی و بیشی نہ ہو جیسے کتاب پڑھ لی کپڑا احتیاط سے پہن لیا کہ کچھ اثر استعمال محسوس نہیں ہوتا بیع واپس کر دیجائے۔ دوم کچھ نقصان آگیا جیسے کپڑا قطع کر ڈالا، اب بائع مختار ہے چاہے ایسا ہی ناقص پھیر لے یا مشتری کو بقدر نقصان عیب دام پھیر دے۔ سوم کچھ زیادتی ہوگئی جیسے کپڑا رنگ ڈالا۔ اب بائع کو واپس مانگنے کا حق نہ رہا مشتری نقصان قیمت پھیر لے اسلئے کہ واپسی میں مشتری کا حق ضائع ہوتا ہے۔ چہارم قدرتی طور پر بیع ضائع ہوگیا جیسے جانور مرگیا پھل سڑ گیا اب عیب سابق معلوم ہوا بائع نقصان قیمت ادا کردے پنجم مشتری نے اسے خرچ یا ضائع کر ڈالا یا بیچا یا ہبہ یا تصدق کر دیا اب کچھ دعوی نہ رہا۔ ششم کسی صورت سے

لہ اس لئے کہ عیب خواہ بیع سے پہلے ہو یا قبضے سے پہلے موجب رد ہے۔ ۱۲ مؤلف

بیع قابل رد نہ رہے جیسے تیسری صورت میں پھر مشتری اُسے کھالے یا پی لے تو بھی نقصان قیمت پا سکتا ہے اس لئے کہ مشتری نے بعد اطلاع عیب ناقابل رد نہیں بنایا بلکہ وہ پہلے ہی سے ایسا ہو گیا تھا اور مشتری کو اس کا لینا لازم ہو چکا تھا **مسئلہ** ایک گھوڑا ہزار کو لیا اور دو ماہ بعد عیب پر اطلاع ہوئی مگر اتنے دنوں میں اس قسم کے گھوڑوں کی قیمت اور مانگ کم ہو گئی تھی تو یہ امتداد زمان عیب نہیں ہے **مسئلہ** وہ تصرفات جنپر جانچ اور تسلیم موقوف ہے عیب حادث نہیں مثلاً تربوز کا ٹکر دیکھا کپڑا تھان سے پھاڑ کر دیا۔ ہندو حلوائی نے مٹھائی تول کر مسلمان کو دی اور پہلا عیب ظاہر ہوا تو یہ سب امور اگرچہ عیب ہیں مگر معتبر نہ ہونگے بخلاف اسکے کہ بائع نے مال دوسرے مقام پر مشتری کے حکم سے بھیجا یہ عیب ہے اس لئے کہ تسلیم مبیع اسی مقام پر ممکن تھا، مشتری نے اپنی راحت یا مصلحت سے اُسے طلب کیا وہی ذمہ دار ہے اور ایسا ہی ہر تصرف جو ضرورت پر زائد ہو عیب ہے جیسے گوشت کا قیمہ بنوا لینا۔ تربوز کا ٹکڑے ٹکڑے کرا لینا۔ **مسئلہ** خیار عیب میں میراث ہے۔ **تنبیہ** عیب دار چیز دانستہ بیچنا سخت گناہ ہے فرمایا من باع معیبا لم ینبہ لم یزل فی مقت اللہ ویلعنہ الملائکۃ اور فقہائے کے نزدیک عیب دار چیز بیچنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے **بیان ولایت** یہ دو نوع پر ہے اول (ولایت عامہ) جو ہر حال اور ہر وقت اور ہر شے پر نافذ ہے یعنی نفوس و اموالِ خلق پر بحسب مصالح شرعیہ احکام نافذ ہوں اور بعض مباحات سے روکدیں یا اُسے لازم کردیں اور یہ ولایت مخصوص بحضرت رسالت ہے اور کوئی بشر اس میں آپ کا ہم پایہ نہیں لیکن آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین اور ان کے بعد سلاطین عادل اور ان کے قاضیوں سے متعلق اور وہ نہ ہوں تو بضرورت دوسرے سلاطین اسلام اور وہ بھی نہ ہوں تو بمجبوری بعض امور میں ہر حاکم مقتدر کچھ کچھ اس کا حصہ لے سکتا ہے مگر احکام ہر درجے میں بدلتے جائیں گے۔ دوم (ولایت خاصہ)

سلہ اسلئے کہ مسلمان کا چھوا ہندو کے کار آمد نہیں مگر مشتری اسمیں مختار کیا گیا ہو اسلئے کہ چھونا متعلق تسلیم ہے ۱۲ مولف

سلہ جسنے عیب دار چیز بیچی اور خریدار کو اسپر مطلع نہ کیا ہمیشہ اللہ کے غضب اور فرشتوں کی لعنت میں ہے ۱۲ مولف

یعنی صغیر و مجنون پر ولایت اور یہ بھی دو طور پر ہے کاملہ کہ نفس و مال دونوں پر ولایت ہو، جیسے نکاح کر دینا۔ تعلیم، پرورش۔ بیع و شرا اخذ و عطا جو کچھ مصلحت ہو قاصرہ جسمیں اموال پر دست اندازی نہ ہو سکے پھر ۱۔ ولایت کاملہ یہ مخصوص ہے باپ سے اور اسکے وصی اور وصی کے وصی سے۔ ۲۔ یہ نہ ہوں تو دادا اور اس کے وصی اور وصی کی وصی سے۔ ۳۔ ورنہ قاضی اور اس کا وصی، ۴۔ اور یہ کوئی نہ ہوں تو ماں کے وصی کو ولایت تحفظ اموال ہے، اور زمین کے سوا منقولات کا بیچنا اور ضروری اشیار کی خرید اس کے اختیار میں ہے پھر ان کے تصرف اموال میں تین قسم کے ہیں۔ ۱۔ صغیر کا مال دوسرے کے ہاتھ بیچیں یا دوسرے سے اس کے لئے خریدیں اس میں انکو پورا اختیار ہے اور یہ لوگ متدین و مصلحت خواہ مان لئے گئے ہیں۔ ۲ صغیر کا معاملہ دوسرے صغیر سے جو اس کی ولایت میں ہو کرنا۔ ۳۔ اپنی ذات سے کرنا پس باپ کو ایسا جائز ہے اگر بدروش مشہور نہ ہو ورنہ اختلاف ہے (عالمگیری) اور وصی اور قاضی کو یہ حق نہیں یعنی نہ خود اپنے وکیل کے ذریعے سے یہ معاملہ کریں نہ اپنے دوسرے صغیر کے لئے جس کے یہ ولی ہوں اور نہ اپنے موکل کے لئے **مسئلہ** قاضی نے جب کسی کو صغیر کا وصی کر دیا اور خود اُس وصی سے خرید و فروخت کی تو یہ معاملہ جائز ہے **مسئلہ** وصی یتیم کی زمین بدون ضرورت شدید نہیں بیچ سکتا مگر یہ کہ دام دونے ملیں یا مورث پر قرض ہو **مسئلہ** جب یتیم کا نہ کوئی وصی ہو نہ ماں نہ قاضی اسلام تو بضرورت دوسرے اقارب اور وہ بھی نہ ہوں تو دیانت دار مسلمان مجاز کئے جائینگے اور ولایت قاصرہ دوسرے اقارب کو بھی ہے۔ وکالت یعنی غیر کو تفویض تصرف۔ ۱ شرط ہے کہ وکیل و موکل مجنون نابالغ اور عبد و طفل مجور[۱] نہ ہوں ۲ جائز نہیں ایسی شے میں وکیل بنانا جو کسی کی مملوک نہ ہو۔ جیسے جنگل کی گھاس یا لکڑیاں جمع کرنا دریا سے پانی کا لانا، غوطہ لگا کر موتی نکالنا۔ یا شیرینی لوٹنے یا صدقہ لینے کے لئے وکیل بنانا۔ ۳ جائز ہے کہ وکیل مفت کام کرے یا اجرت لے، یا نفع میں شریک ہو۔ ۴۔ ہر ایسے تصرف میں

---

[۱] جسے حاکم نے یا ولی نے تصرف سے روکدیا ہو۔ ۱۲ مؤلف

جس کی نسبت اپنی اور موکل دونوں کی طرف کرسکتا ہے وکیل مثل اصیل کے مدعی اور مدعا علیہ بن سکتا ہے جیسے خرید فروخت۔ ۴۔ اور ہر ایسے امر میں جس کی نسبت اپنی طرف نہیں کرسکتا وکیل کو حقوق عقد سے کچھ تعلق نہیں جیسے نکاح۔ طلاق۔ ۵۔ وکیل کو حق نہیں کہ اپنی ذات کے لئے مالکانہ تصرف کرے اس لئے کہ یہ امین ہے۔ ۶۔ تصرف سے پہلے موکل کو معزول کرنے کا اختیار رہے اور بعد تصرف بجز تسلیم وقبول کوئی حق نہیں۔ ۷۔ وکیل کو حق ہے کہ موکل کو بے دام وصول کئے حوالے نہ کرے۔ مگر دے کر واپس نہیں کرسکتا۔ ۸۔ جب تک وکیل دام وصول کرنے کے لئے مال نہ روکے امین ہے اور روکنے کے بعد ضامن ہو جائے گا۔ ۹۔ اور مبیع اس کے پاس مثل رہن کے رہیگا۔ ۱۰۔ وکیل کو جائز نہیں کہ جس چیز کے لئے وکیل بنایا گیا ہے اس کا معاملہ اپنی ذات کے لئے کرے۔

اقسام بیوع

یہ سب پندرہ قسمیں ہیں مگر ایک قسم دوسری میں داخل بھی ہوسکتی ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ ایجاب وقبول خواہ منعقد ہو گا یا نہ۔ اگر منعقد نہیں ہے تو بیع باطل[۱] ہے اور منعقد ہے مگر قبح شرعی کے ساتھ پھر وہ قبح اگر لازم یا داخل عقد ہے تو فاسد[۲] ہے اور صرف مجاور ومتعلق ہے تو مکروہ[۳] ہے اور اگر کوئی قبح شرعی نہیں مگر کسی امر کا انتظار ہے تو موقوف[۴] ہے اور انتظار نہیں مگر امکان فسخ ہے تو نافذ[۵] ہے اور بظاہر وجہ فسخ نہ پائی جائے تو لازم[۶] ہے پھر دونوں بدل ثمن ہیں تو صرف[۷] ہے اور مثمن ہیں تو مقائضہ[۸] ہے اور اگر ایک ثمن دوسرا مثمن ہے اور مبیع موعود و موجل تو سلم[۹] ورنہ بیع محض[۱۰] پھر مشتری معین نہ ہو تو مزائدہ[۱۱] ہے اور ثمن بائع کی لاگت کی طرف منسوب ہو تو تولیہ[۱۲] ہے اور کچھ نفع بھی اسکے ساتھ معین ہو تو مرابحہ[۱۳] ہے اور نقصان معین ہو تو وضیعہ[۱۴] ہے اور انعقاد سے پہلے صرف وعدہ بیع ہو تو عہد[۱۵] بیع ہے۔

بیوع موقوفہ

جس میں بعد صحت کسی امر کا انتظار باقی رہے اور اس کی کئی قسمیں ہیں خیار شرط جس میں

بعد ایجاب وقبول بائع یا مشتری یا دونوں کو پسند کرنے یا پھیر دینے کا حق دیا جائے[1]
پس ۱- بائع مخیر ہے تو مبیع اس کی ملک سے نہ نکلے گی ۲- مشتری مخیر ہے تو بائع
کی ملک سے نکلی مگر مشتری کی بھی ملک میں نہ آئی امام کے نزدیک مگر صاحبین کے
نزدیک مشتری مالک ہو جائے گا **مسئلہ** زید نے نذر کی کہ میں فلاں چیز کا مالک ہو جاؤں
تو میرے ذمے حج ہے پھر وہی شئے جا کر خریدی امام کے نزدیک نہ ملک ہے نہ حج
اور صاحبین کے نزدیک دونوں امر ثابت۔ ۳- اگر مبیع بعد قبض ہلاک ہو جائے تو
خیار بائع میں قیمت اور خیار مشتری میں ثمن عائد ہو گا۔ مدت خیار تین طور پر ہے
اول کچھ مدت مقرر نہ ہو۔ دوم تین دن سے زیادہ نہ ہو۔ سوم جس قدر چاہیں مدت
مقرر کریں شکل اول میں باتفاق عدم جواز ہے اور ثانی میں جواز اور ثالث میں امام
کے نزدیک ناجائز اور صاحبین کے نزدیک جائز[2] سزاوار یہ ہے کہ ایام آمد ورفت
وغیرہ محسوب نہ ہوں صرف نظر و شوریٰ کے لئے تین دن کافی سمجھے جائیں تاکہ توافق
قولین و مراعات تجار و عرف جاری ہو جائے **مسئلہ** خیار میں مدت کا شرط مقام پر
اور کام پر حوالہ کرنا جائز نہیں مثلاً مجھے خیار ہے جب تک میں لکھنؤ میں رہوں یا زید آوے
(عالمگیری) ۴- صاحب خیار[3] ساقط کر دے مگر فسخ بیع کے لئے اطلاع مشروط ہے تاکہ
مایوس ہو کر دوسری تدبیروں کی طرف متوجہ ہو سکے **مسئلہ** شرط اطلاع کبھی عذر معقول
سے ساقط ہو سکتی ہے جیسے مکان معلوم نہیں یا معینہ وقتوں پر بھی ملاقات نہ ہوئی
یا کہیں چلا گیا اب صاحب خیار بیع فسخ کر سکتا ہے اور اس پر گواہ بنا لے **مسئلہ**
دو تین آدمی مخیر ہیں تو پہلے کا قول معتبر ہے اور دونوں کے قولوں میں سبقت ثابت
نہ ہو سکے تو بیع فسخ ہو گئی (شرح وقایہ) **مسئلہ** جس طرح بائع و مشتری کو خیار ہوتا ہے
ان کی طرف سے دوسروں کو بھی خیار ہو سکتا ہے ۵- صاحب خیار پسند کرے یا مر جائے
یا مدت گزر جائے یا مبیع میں کوئی عیب پیدا

موجب اختتام خیار

---

[1] یا دونوں کی طرف سے اجنبی کو پسند کرنے یا پھیرنے کا حق دیا جائے گا۔ ۱۲ سید ارشد حسن تلمیذ افقہ العلماء مفتی اعظم حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ [2] اس کا کچھ ذکر امام محمد سے مروی ہے ۱۲ مؤلف

ہو یا مالکانہ تصرف[1] کرے بالغرض. بیع ایجاب کرے تو خیار باطل ہوا اور بیع لازم مسئلہ خیار شرط میراث نہیں ہوتا پس بعد موت ورثہ کو واپسی کا حق نہ ہوگا. مگر خیار وصف وتعین اور خیار عیب میں میراث ہے۔ (مجلہ)

خیار بیع ہمارے زمانے کے تاجروں میں بکثرت شائع ہے یعنی کسی تاجر کے پاس مال رکھدیا کہ جو بکے اس کے دام اس حساب سے دینا اور باقی واپس. اس کے جواز پہ شبہے ہیں ۱۔ یہ کہ خیار ہے تو مدت مجہول اور دلالی ہے تو اجرت مجہول جواب مدت خواہ تین یوم ہے خواہ جو معین ہو اور ان دونوں کی غرض خواہ رفع نزاع ہے خواہ موقع نظر مشاورت پس منازعت برضائے فریقین مرتفع ہے یا اس لئے کہ جب چاہے واپسی کا اختیار ہے نہ ادھر مجلس نہ ادھر جائے عذر یا یہ کہ پسند کرنے والا مشتری ہی وہ جب آئے اور اثر ابن عباس اس کا مثبت ہے لا باس بان یقول بع ھذا الثوب فما زاد علی کذا وکذا فھولک مضائقہ نہیں کہ کہے یہ کپڑا بیچ اور جو کچھ اس قدر دام سے بڑھے وہ تیری ملک ہے۔ یہ نص صریح ہے اس معاملے کے جواز میں اور تعارفت اس کا معین اور یہ وہم غلط ہے کہ بیچنے والا افزونی تبرعا پائیگا اس لئے کہ نہ معاوضات تبرع کو چاہتے ہیں، نہ لازم تملیک ۔ ۲۔ یہ کہ عرض وایجاب متمم عقد ومسقط خیار ہے حالانکہ اس میں یہی ہوتا ہے۔ جواب یہ تصرف ماذون اور موضوع عقد ہے تصرف مالکانہ کیونکر ہوگا اور مال بیع کے لئے پیش کرنا مسقط خیار نہیں اس لئے کہ اس میں بھی ایک نوع کا امتحان ہے کہ آیا کوئی رغبت کرتا ہے یا نہ اور رغبت ہے تو کتنے دام سے عالمگیری میں ہے کہ دلال کو کپڑا دے کر کہا کہ دس روپے قیمت ہے جو بڑھے میرے اور تیرے درمیان میں مشترک ہے یہ اجرت فاسد ہے ایسے ہی یہاں جواب، وجہ فساد شراکت ہے اور یہاں شراکت نہیں مسئلہ اس جا۔ ۔ ۔ ۔ دونوں مختار ہیں

---

[1] تصرف کی چند قسمیں ہیں ۱۔ بغرض حفظ وبقائے مبیع جیسے گھوڑے پر گھاس لاد کر اسے تھان پر لیجانا ۲ بغرض امتحان گھوڑے پر سوار ہونا کپڑا پہننا عطر سونگھنا تاکہ حالت معلوم ہو ۳ بنظر انتفاع تملک جیسے کپڑا از زینت یا راحت کے لئے پہننا مال کو بغرض بیع پیش کرکے ایجاب کرلینا یہ تصرف مالکانہ ومسقط خیار ہے۔ ۱۲ (مولف)

جب چاہیں واپس لیں **مسئلہ** اگر قابض نے مال بیچا پھر اپنی رضا سے واپس لیا اب مالک اول کو واپس نہ ہوگا مگر یہ کہ حاکم کے حکم سے واپس لیا ہو **مسئلہ** ایسا قابض اپنے لئے خرید کر ارادہ نہیں بدل سکتا خیار تعیین یعنی چند چیزوں سے بعض کے پسند کر لینے کا اختیار اس کی دو صورتیں ہیں اوّل وہ سب چیزیں ایک نوع اور ایک قیمت کی ہوں ان میں تین[1] سے زیادہ میں خیار جائز نہیں دوم مختلف الجنس والقیمۃ اس میں جسقدر ہوں مضائقہ نہیں اور یہ صورت ہدایہ وغیرہ میں نہیں ہے پس ایسی اشیا کی ضرورت نہ صرف تین درجوں پر ختم ہو سکتی ہے اور نہ زیادہ میں کوئی وجہ ممانعت کی ہے۔ اول خیار تعیین میں مدت شرط ہے اور توضیح اس کی خیار شرط میں گذر گئی۔ ۲۔ اسی کے ساتھ خیار شرط بھی[2] ہو چاہے کل پھیر دے یا چاہے بعض چھانٹ لے۔ ۳۔ اسمیں میراث ہے یعنی وارث انتخاب[3] کا حق رکھتا ہے۔ ۴ بیع بقدر تعیین مضمون ہے باقی امانت مثلاً تین تھان ہیں اور کہا کہ دو چھانٹ لونگا یہ دونوں مضمون ہیں تیسرا امانت۔ ۵۔ اگر عیب پیدا ہو یا مال ضائع ہو جائے تو اول شے مضمون کی طرف منصرف ہوگا پھر امانت کی طرف مثلاً تین تھان نو روپیہ کے تھے دو لینا طے کئے تھے اب ایک ضائع ہوا یا دو۔ قابض تیسرا واپس کر دے خرید نہیں سکتا اور تیسرا ضائع ہوا تو امانت ہے اور عیب دار ہو جائے تو وہی بیع ہے۔ ۶۔ جب تین میں سے ایک پھیرنے کا وعدہ تھا تو ایک لینے کا حق نہیں اس لئے کہ صفقہ متفرق ہوتا ہے اور تینوں لینے کا بھی حق نہیں اسلئے کہ صفقے پر زیادہ ہے خیار نقد یعنی اگر اتنی مدت میں مشتری ثمن ادا نہ کرے تو بیع نہیں۔ ۱۔ اس کی مدت مثل خیار شرط کے مختلف ہے ۲ یہ بیع جائز ہے اور مشتری بعد ادائے ثمن مالک و متصرف ۳۔ چاہیئے کہ قبل از ادا مشتری کو قبضہ نہ دیا جائے اور دیا جائے تو وہ انتفاع و تصرف سے باز رہے۔

---

[1] اس لئے کہ ایک ادنیٰ دوسرا اوسط تیسرا اعلےٰ ہے زیادہ کی ضرورت نہیں ۱۲ مولف [2] گو اس کی شرط ہونے میں اختلاف ہے مگر بحسب روایت جامع الصغیر اسکا ہونا ضرور ہے تاکہ بے ضرورت و رضا خرید نا نہ پڑے جن ہر کہ انتخاب میں کوئی بھی پسند نہ آئے ۱۲ مولف۔ [3] مگر مدت نہیں دیجائے گی۔ ۱۲۔ مولف

مقبوض[1] علیٰ وجہ النظر وہ مال جو بلا ذکر ثمن و خرید صرف پسند کے لئے لیا جائے پس
۱۔ زید نے کہا یہ کپڑا پسند آیا تو خرید لونگا۔ (اس میں ثمن مذکور نہیں) ۲۔ زید نے کہا یہ
کپڑا ایک روپے کا ہے عمرو نے کہا لاؤ دیکھوں (اس میں خرید کا ذکر نہیں) اب یہ
کپڑا امانت ہے اگر خود ضائع ہوا کچھ نہ دے اور ضائع کردے تو قیمت عائد ہوگی مسئلہ
اکثر خریدار دوکان پر چیز اٹھا کر دیکھتے ہیں یہ مقبوض علی وجہ النظر کے حکم میں ہے پھر نظر دو
طور پر ہے۔ ۱۔ یہ کہ ناظر بدون اس کے صحیح فیصلہ نہ کرسکے جیسے عطر بے سونگھے لباس
بدون پہنے گھوڑا بدون سواری مٹھائی بدون چکھے سمجھ نہیں سکتا پس اسی قدر استعمال
حلال ہے اور جو ضرر ایسے استعمال میں ہوجائے اس میں مشتری ضامن نہیں مگر یہ
کہ طریق استعمال میں عرف و احتیاط یا اجازت سے تجاوز کرے۔ ۲ استعمال زائد
نہ اس کا مجاز ہے نہ درصورت نقصان عذر۔ مقبوض علی وجہ الشراء وہ مال جو خریدنے
کے لئے معہ ذکر ثمن لیا جائے پس اگر زید نے کہا۔ کپڑا مجھے دو میں پسند کروں گا تو ایک
روپے کو لونگا اب ضائع ہوا تو ثمن[3] ادا کرے تنبیہ۔ یہ دونوں خیار شرط نہیں اسلئے
کہ کسی صورت میں ایجاب و قبول پورا نہیں ہوتا (شامی) بیع فضولی کسی کا مال...
بے اذن شرعی اس کے لئے بیچنا یا خریدنا امام شافعیؒ اسے جائز نہیں رکھتے اور
ہماری دلیل حدیث[2] عروہ ابی جعد ہے اس میں چاہیئے کہ ۱۔ قبضہ جائز ہو ۲ بہ نیت مالک

---

[1] یعنی ایسی نئی شے جسپر قبضہ کیا گیا کہ اسکی برائی بھلائی دیکھے۔ ۱۲ مولف [2] حضور نے ان سے فرمایا کہ ایک دینار کی ایک بکری خرید لاؤ وہ دو بکریاں لائے پھر ایک دینار کو ایک بکری بیچڈالی اور ایک بکری حضور میں حاضر کی اور دینار بھی پیش کیا آپنے انکے حق میں دعائے برکت فرمائی یہ خرید و فروخت دونوں فضولی تھی ۱۲ مولف [3] قلت فی الہدایہ (فی باب خیار الشرط من الہدایہ ص۳۹) وفیہ (ای فی المقبوض علی سوم الشراء) القیمۃ انتہی قال ک قولہ وفیہ القیمۃ ای فی المقبوض علی سوم الشراء القیمۃ اذا لم یکن مثلیا فان کان مثلیا فعلیہ المثل ثم ان المقبوض علی سوم الشراء انما یکون مضمونا اذا کان الثمن مسمی حتی اذا قال اذهب بهذا الثوب فان رضیته اشتریته فذهب به فهلك لا یضمن ولو قال ان رضیته اشتریته بعشرة فذهب به فهلك ضمن قیمته وعلیه الفتوی ۱۲ سید احمد ابن المولف

بیع وشرا کرے ورنہ بیع باطل ہے (دُر) ۳۔ یہ بیع مالک کی اجازت تک موقوف ہے ۴ ۵مشتری اور بائع فضولی دونوں کو حق ہے کہ قبل از اجازت مالک بیع فسخ کر ڈالے ۶۔ مبیع اگر موجود نہ ہے یا بائع یا مشتری نہ ہوں تو اجازت مفید نہیں۔ ۷۔ مالک درصورت عدم رضا بائع و قابض دونوں پر دعویٰ کرسکتا ہے (عالمگیری) ۸۔ مالک کے بعد اس کا وارث اجازت نہیں دے سکتا۔ ۹۔ بعد اجازت مالک ثمن فضولی کے پاس امانت ہے۔ ۱۰۔ اولی یہ ہے کہ فضولی اس معاملے کو اصل کے حق میں مفید اور اس کی رضا کے موافق جانتا ہو اور یہ کہ معاملہ تا حصول اجازت باقی نہ رہیگا یا اس کے بیچنے پر سخت اضطرار ہو جیسے راہن یا وہ مشتری جس نے خرید کر بدون قبضہ روپوشی اختیار کی اور مال ضائع یا صاحب حق منتشر ہوتا ہے۔ پس ایسے معاملے سے دوسرے کو بھی مطلع کردے۔ بیع مُکرَہْ۔ مکرہ وہ جو مجبور کیا جائے کہ اگر یہ معاملہ نہ کروگے تو قتل یا محبوس کئے جاوگے یا مارے جاؤگے اور مجبور جابر کو بظن غالب قادر جانتا ہو، ۱۔ جب مجبوری دفع ہو جائے تو چاہے معاملہ جائز رکھے یا نہ ۲ اگر بائع مجبور تھا اور مشتری نے قبضہ کر لیا تو چاہے جابر پر دعویٰ کرے یا قابض پر ۳۔ اگر مشتری مجبور تھا تو دیا ہوا مال جابر سے پھیر لے اور نہ ملے تو قیمت (شرح وقایہ) ۴۔ دونوں مجبور تھے تو بعد امن و اختیار چاہیں تو بیع جائز رکھیں یا فسخ کردیں، ۵۔ بعد قبضہ گو مملوک ہے مگر باحتمال فسخ مضمون بالقیمۃ و ناجائز النفع ہے ۶۔ جبکہ بمجبوری مشتری نے قبضہ کر لیا اور مبیع ہلاک ہوگیا قابض بری اور جابر ماخوذ ہے (درمختار) ۷۔ ایسے جبری معاملے اگرچہ کئی درجے تک ہوں حکم نہیں بدلتا (درمختار) پس زید نے عمرو سے جبراً ایک باغ خریدا اور بکر کے ہاتھ برضا بیچا بکر بیچا مگر عمرو کو حق باقی رہیگا۔ ۸ تعریف جبر حسب حال مجبور بدلجاتی ہے بعض امور شرفا کے حق میں جبر ہیں اراذل کے حق میں نہیں۔

.... ۵ بیشک درمختار میں ایسا ہی ہے لیکن حسب تحقیق علامہ شامیؒ اس صورت میں بیع باطل نہ ہوگی اجازت مالک پر موقوف ہوگی۔ علامہ شامی) ۱۲ فرید احمد نبیرہ مؤلفؒ۔

محبوس بحق غیر جو چیز کرائے پر دیجائے یا رہن رکھی جائے غیر قابض کے ہاتھ بیچنے سے بیع موقوف رہے گی جب تک مرتہن یا مستاجر اجازت اور قبضہ نہ دے۔ بیع بالوفا یہ کہ بائع نے کہا کہ یہ مکان سو روپئے کو بیچا مگر مجھے اختیار ہے کہ اتنے دنوں میں دام پھیر کر واپس کر لوں یہ معاملہ بجمیع احکامہ رہن ہے اور انتفاع حرام رہی قول بعد بحث مقبول ہے۔ مسئلہ اگر یہ شرط داخل عقد نہ ہو تو بیع صحیح ہے اور جو کچھ کہا گیا وہ دوسری بات ہے (شامی)

بیوع نافذہ

یعنی بیوع صحیحہ اور صحیح وہ بیع ہے جسمیں شرط صحت پائی جائیں اور کوئی وجہ فساد و بطلان و توقف کی نہ ہو پس ۔۱۔ عاقد متعدد ہوں ایک نہ ہو۔ ۲۔ بالکل نافہم نہ ہوں۔ ۳۔ ایجاب و قبول دل لگی سے نہ کرتے ہوں، ۴۔ عبد محجور اور طفل غیر ماذون نہ ہوں۔ ۵۔ ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ختم ہو جائے۔ ۶ ایجاب و قبول میں موافقت ہو۔ ۷۔ ایک دوسرے کی بات سے مطلع ہو جائے۔ ۸۔ دونوں بدل مال متقوم ہوں۔ ۹ ایسا وصف مشروط نہ ہو جس سے مبیع قابل انتفاع نہ رہے۔ مثلاً بادام بدیں شرط لئے کہ نکمی ہوں اس لئے کہ یہ وصف بدون اشتراط مفسد ہے تو شرط میں بدرجہ اولی مفسد ہوگا مگر جب کہ اس سے کوئی غرض صالح متعلق ہو تو مضائقہ نہیں (عالمگیری) ۱۰۔ ایسا وصف بھی مشروط نہ ہو جو شرعاً معصیت ہے مثلاً یہ لونڈی خریدی بدیں شرط کہ خوب گاتی ہے یا یہ مرغ خوب لڑتا ہے اس لئے کہ معاصی کو مقصود و مشروط بنانا جائز نہیں مگر بطور برائت عیب ذکر کرنا جائز ہے (عالمگیری) ۱۱۔ ایسے وصف بھی مشروط نہ ہوں جن کا اثبات و اظہار بالفعل بائع کے اختیار میں نہیں جیسے یہ چڑیا خوب بولتی ہے یا گھوڑی حاملہ ہے یہ مرغی روز دو انڈے دیتی ہے ہاں ایسی باتیں بیان کر دینا جائز ہے اور ان کی ذمہ داری اور الزام مفسد ۱۲۔ ممنوع الملک نہ ہوں جیسے آباد مسجد اور وحشی جانور قبل از شکار ۱۳ مقدور التسلیم ہوں معدوم و غیر مقدور نہ ہوں ۱۴ دونوں عوضوں میں تعیین و توصیف و تقدیر ہو ابہام و جہل نہ رہے ۱۵ مبیع موعود و مؤجل نہ ہو۔

۱۶ بیع مُوقت نہ ہو۔ ۱۷۔ ربائے حقیقی وحکمی سے بری ہو۔ ۱۸۔ مبیع کسی حق ظاہر میں مشغول نہ ہو جیسے اجارہ ورہن۔ ۱۹ کسی قسم کا خیار نہ ہو۔ ۲۰۔ جانبین سے تصور نفع ہو سکے۔ ۲۱۔ اگر اُدھار بیچا ہے تو مدت ادا معین ہو۔ ۲۲۔ کوئی ایسی شرط جو بائع یا مشتری یا مبیع کو نافع ہو نہ ہو۔ ۲۳۔ صفقہ متفرق نہ کیا جائے۔ **بیع لازم** وہ ہے کہ ان شرط کے ساتھ ہوا۔ قبضہ ہو گیا ہو۔ ۲۔ خیار رویت باقی نہ رہا ہو۔ ۳۔ خیار عیب وو صول ثمن وعدم استحقاق گو لزوم میں شرط نہیں ہے مگر بے انکے احتمال فسخ دور نہیں ہوتا۔ بیع صرف جب ثمن و مبیع دونوں جنس نقرہ و طلا سے ہوں شرط ہے کہ اسی مجلس میں بیع تمام ہو جائے خیار شرط و خیار رویت وغیرہ کا جھگڑا نہ رہے۔ **مسئلہ** زید نے کنگن جا کر خریدے اسی مجلس میں پسند کرے تو خیر ورنہ بیع نہ ہوگی ۲۔ مجلس عقد میں دونوں عوض غیر مقبوض رہے یا ایک پر قبضہ ہوا۔ بیع نہ ہوگی اگرچہ مجلس بدلتے ہی قبضہ ہو گیا۔ ۳ جب دونوں جانب ایک ہی جنس ہو جیسے صرف چاندی یا فقط سونا تو مساوی الوزن ہونا شرط ہے چاندی سونے میں صناعت وغیرہ کا اعتبار نہیں۔ **مسئلہ** جائز نہیں کہ کنگن طلا جس کا وزن ۲ تولہ ہے سونے کے پتر سے کم یا زیادہ بیچا جائے **مسئلہ** چاندی کے پتر اور چاندی کا زیور اور روپیہ یہ سب چیزیں آپس میں مساوی الوزن بیچنا چاہیے تفاوت حرام ہے۔ **مسئلہ** جائز نہیں کہ دس تولے کا طلائی طوق ایسی دس اشرفیوں سے بیچا جائے جن کا وزن دس تولے سے کم یا زیادہ ہو۔ ۴۔ جب جنس بدل جائے یعنی ایکطرف چاندی ہو اور دوسری طرف سونا تو شرط سوم یعنی مساوات ساقط ہے جائز ہے کہ ایک اشرفی ایک روپے یا سو روپے کو بیچے **مسئلہ** یہ حکم خاص ہے چاندی اور سونے سے مگر دوسری دھاتیں اگرچہ رنگ یا قیمت میں ان کے برابر یا مثل بھی ہوں مگر اس حکم میں داخل نہیں جیسے گلٹ وغیرہ۔ **فصل احکام مخلوط** خلط یعنی چاندی کا سونے میں یا کسی اور شے کا چاندی یا سونے میں ملا ہونا چار طور پر ہے منفصل یعنی چاندی سونے میں یا اور شے چاندی سونے میں اس طرح ملی ہو کہ

باسانی اس سے علیحدہ کرسکیں یا اس کا علیحدہ حساب اور وزن کرسکیں جیسے تلوار میں چاندیکا قبضہ گھڑی میں سونے کی زنجیر، بالیوں میں موتی پس ان میں چاندی یا سونا جو ہوامیں جملہ احکام صرف جاری ہونگے دوسری شئے میں عام بیوع کی شرطیں کافی ہیں۔

مسئلہ ایک روپیہ اور دو اشرفیاں دو روپئے اور ایک اشرفی سے نقداً بیچنا جائز ہے اب ایک روپیہ مقابل ہے اشرفی کا اور دو اشرفیاں عوض ہیں دو روپیوں کے مسئلہ کسی زیور میں۔ ا تولہ سونا اور ایک کم قیمت موتی ہے اس کا بیچنا ۹ یا ۱۰ تولے سونے سے ناجائز اس لئے کہ کچھ سونا یا صرف موتی زائد دیا جاتا ہے مگر اا تولے یا سو تولے سونے سے بیچنا جائز ہے یہ تمام زائد سونا عوض ہے ایک موتی کا مسئلہ ایک انگوٹھی جس میں ۴ ماشہ چاندی ہے اور شیشے کا نگینہ ایک روپیہ کو خریدنا جائز ہی اس لئے کہ جس قدر افزونی ہے وہ مقابل ہے نگ کے۔ مسئلہ ایک زیور جسمیں سونا ایک تولہ اور شیشے کا نگ ہے ایسے زیور سے بدلا جس میں صرف سونا دس تولہ اور ایک نگ الماس کا ہے جائز ہے۔ اس لئے کہ ایک تولہ سونا ایک تولے کے مقابل ہے باقی سونا اور الماس اس شیشے کا عوض ہے۔ متصل یعنی ایسا مخلوط جس کا علیحدہ کرنا یا علیحدہ اندازہ کرنا دشوار ہو جیسے کمخاب یا بھاری ملمع۔ اس میں بھی بقدر چاندی سونے کے حکم صرف جاری اور نقد دینا لازم ہے۔ لیکن جب وزن صحیح معلوم نہ ہوسکے تو اسقدر نقد دینا جو یقیناً اس چاندی یا سونے سے کم نہ ہو لازم ہے مسئلہ کمخاب کا تھان لیا جس میں غالباً دس تولے چاندی کے تار ہونگے اب دس تولے سے زیادہ چاندی نقد دینا لازم ہے اور اگر ایسا تھان سونے سے خریدا جائے تو کسیقدر سونا نقد دینا ضرور ہے۔ مغشوش یعنی کھوٹا۔ اس میں غالب کا اعتبار ہے ایک تولے میں چھ ماشہ یا اس سے زیادہ چاندی ہو تو چاندی کے حکم میں ہے اور ۶ ماشہ سے کم ہے تو مثل دوسری چیزوں کے ہے اس کی خرید و فروخت میں وہ رعایتیں کی جائیں جو مخلوط میں ہوتی ہیں۔ مسئلہ جب ایک طرف ملی ہوئی چاندی یا سونا ہو، اور دوسری طرف کھری تو اس کھری کا اس مقدار سے زیادہ ہونا شرط ہے جو مغشوش میں ہے تاکہ یہ افزونی

اس میل کی عوض ہو جائے مسئلہ ایک گلاس کھوٹی چاندی کا ہے جس میں دو تولہ چاندی باقی کچھ اور ہے اب دو تولہ سے زیادہ چاندی اس کی قیمت ہونا چاہیئے تاکہ یہ افزونی اس میل کا عوض ہو۔ مسئلہ ان صورتوں میں جو روپیہ دیا جائے وہ پہلی اسی چاندی یا سونے کا بدل سمجھا جائے گا جو مغشوش یا مخلوط میں ہے تاکہ عقد بیع صحیح ہو جائے تابع اسطرح چاندی سونا ملا ہو کہ نہ علیحدہ ہو سکے نہ تخمینہ جیسے نہایت ہلکا ملمع پس یہ چاندی سونا اگر قیمت میں ملحوظ و معتبر ہو تو اس مقدار پر احکام صرف جاری کرنا اولیٰ ہے ورنہ نہیں مسئلہ جس شے کی نسبت کہا جائے کہ اس میں چاندی یا سونا ملا ہوا ہے مگر نہ عرفی طور پہ جدا ہو سکتا ہے نہ ظاہر ہاں کسی تدقیق و ترکیب سے نکل سکے تو اسکی نسبت حکم چاندی سونے کا نہیں ہے اور اسی قبیل سے ہے پھول وغیرہ مسئلہ جو دھاتیں قدیم زمانے سے مسلمانوں کو نہیں ملیں اور اب انکی نسبت چاندی یا سونا ہونے کا خیال کیا جائے تو ان کا حکم ان کی اصلی حالت دریافت ہونے تک چاندی سونے کا نہیں ہو سکتا۔ مخلص زیور میں کچھ نگ وغیرہ بڑھا دینے سے قیمت زیادہ لینے کا حق ہو جاتا ہے یا یہ کہ جنس بدل جائے مثلاً سونے کے کنگن چاندی سے اور چاندی کے چھڑے سونے سے بیچے یا کچھ پیسے بڑھا دے کہ نہ الزام شرعی عائد ہو اور نہ اجرت زرگر ضائع ہو معادن اور سناروں کی مٹی تین شرطوں سے بک سکتی ہے۔ ۱۔ اپنی جنس سے نہ بیچیں جیسے سونے کی مٹی سونے سے اور اگر ایسا کیا تو کچھ ادھر سے بھی خلط کر دیں مثلاً سونے کی مٹی ہے تو خالص سونے میں کچھ اور ملا دیں یا چاندی کی ہے تو خالص چاندی کے ساتھ کچھ ملا دیں۔ ۲ عوض نقد ہو وعدہ نہ کیا جائے مگر جب کہ سوائے چاندی یا سونے کے اور کسی چیز سے خریدیں تو وعدہ صحیح ہے۔ ۳۔ اس مٹی سے کچھ سونا یا چاندی جس کا اقرار ہے ضرور نکلے ورنہ بیع نہ ہو گی اس لئے کہ مٹی اس عقد میں نہ مقصود ہے نہ ملحوظ۔ ۴ خیار رویت اس میں نہیں[۵] مسئلہ سنار کو چاہیئے جب تک اس کا مال مٹی میں نہ ہو نہ بیچے، اس لئے کہ یہ سونا چاندی اس کا نہیں ایسا

---

[۵] پس بہتر ہے کہ ایک مقدار مٹی صاف کر کے دیکھ لے تاکہ جھگڑا نہ رہے۔ ۱۲ مؤلف۔

کیا تو وام بہ نیت مالک تصدق کر دینا چاہیئے۔ **فصل** دو کے شہروں سے چاندی سونے
کی خریداری چار طور پر ہے۔ ۱۔ بائع زیور بھیجدے مگر عوض نوٹ قرار پائے روپیہ
یا اشرفی ندیجائے۔ ۲ مشتری نوٹ بھیجکر مال طلب کرے یہ جائز ہے اس لئے
کہ نوٹ میں تقابض البدلین شرط نہیں گویا ایسا ہے کہ زیور بعوض دو من گیہوں کے
بیچا۔ ۳۔ بعوض منی آرڈر یا ہنڈی کے طلب کرنا یا یہ کہ مال بھیجدو روپیہ معاً دیا جائیگا
یہ جائز نہیں اس لئے کہ تقابض ایک ہی مجلس میں نہیں ہوا۔ ۴۔ قیمت طلب منگانا
اگر ڈاکخانہ کے ذریعہ سے ہے تو صحیح[1] ہے اس وقت ملازمان ڈاک وکیل ہیں از جانب
بائع اور وہی مجلس ہے جسمیں لیا دیا گیا اور اگر بلٹی ویلو کر دے کہ پارسل ریلوے سے
چھڑا لیا جائے تو صحیح نہیں مخلص بیع صرف اگر نقد دینا ممکن نہ ہو تو بائع کو روپیہ
دے کر اسیوقت قرضاً پھیر لے یا اس سے قرض لے کر ادا کر دے یہ حیلہ جائز ہے۔
احکام سکجات سکہ ایک حکم نافذ یا عرف جاری ہے جس سے مسکوک معین قیمت
پر بدون رد و انکار رائج ہوتا ہے اور یہ اگر چاندی سونیکا ہے تو خلقی ہے ورنہ اصطلاحی
اور اصطلاحی دو طور پر ہے۔ ۱۔ مُتَقَوَّم جو سکہ ہونے سے پہلے ایک قیمت رکھتا ہو
جیسے فلوس کہ اس کی اصل تانبا ہے۔ ۲۔ مبتذل جو سکہ ہونے سے پہلے یا سکہ نہ
رہنے کے بعد ایسے کم قیمت والے ہوں کہ قیمت موجودہ کے حساب سے لاشے سمجھے
جائیں جیسے نوٹ **احکام سکہ خلقی**۔ ۱۔ ہمیشہ غیر متعین ہے۔ ۲۔ عقود میں ثمن ہی
ہوتا ہے اگرچہ مبیع کے نام سے پکارا جائے۔ ۳۔ قیمت ان کی نہ سکہ ہونے سے
گھٹتی بڑھتی ہے نہ ان میں تفاوت جائز ہے یعنی حرام ہے کہ سونا اشرفی سے اور
چاندی روپئے سے کم وبیش بیچی جائے۔ ۴ جملہ احکام صرف اس میں معتبر ہیں۔

---

[1] تفصیل اسکی یہ ہے کہ اگر کوئی مال بذریعہ ڈاکخانہ بھیجا جاتا ہے اور لکھدیا جاتا ہے کہ اتنا روپیہ لیکر حوالے کرنا چپراسی ڈاک
بے روپیہ لئے نہیں دیتا اب تقابض البدلین ایک ہی مجلس میں ہوا اور اگر مال ریلوے پر بھیجکر بلٹی اسکی بذریعہ ڈاکخانہ بھیجی جاتی
ہے کہ اتنا روپیہ لیکر بلٹی حوالہ کرنا تو اسے روپیہ دیتے ہی بلٹی مل جاتی ہے، مال ریلوے سے بعد کو ملتا
ہے پس مجلس متحد نہ ہوئی لہذا جائز نہیں۔ ۱۲ مؤلف

۵۔ مستحق ان کے لینے پر مجبور[ؒ] کیا جاتا ہے۔ ۶۔ جب یہ سکے واجب الادا ہوں اور رواج
نہ رہے تو بھی معاملہ باقی اور یہی بعینہ واجب ہونگے بخلاف فلوس کے۔ ۷۔ زکوٰۃ ان
میں فرض ہے احکام سکۂ متقوم پہلا صحیح جو کسی دوسرے کا حصہ واقع نہ ہو جیسے ٹکا
گنڈا، پیسہ، یہ خود ایک قیمت رکھتا ہے اور کبھی بمقابل روپیہ ۶۴ پیسے ہو جاتے ہیں
اور کبھی کم وزیادہ اور ٹکہ ہمیشہ دو پیسے کا اور گنڈا چار کا ہوتا ہے (دوسرا کسر) جو دوسرے
سکے کا کوئی حصہ قرار پائے، جیسے پائی ڈبل۔ ادھنا۔ آنا جسے سرکار انگریزی نے روپے
کی جزویت کے لئے وضع کیا ہے یہ کبھی زائد و کم نہیں ہوتے اگرچہ صراف تفاوت
بھی کریں، مگر خزانہ و دفاتر سرکاری میں ہمیشہ روپے کی ۱۹۲ پائی اور ۶۴ ڈبل
ہوتے ہیں حکم فلوس صحیح۔ ۱۔ سکہ ہونے سے عددی ہو جاتا ہے وزنی نہیں رہتا پس
جائز ہے تانبا ۱۲ سیر لینا اور ایک[۲] پیسے سے دو پیسے خرید نا جب معاملہ نقد ہو۔ ۲۔
ثمن سے ثمن بنجاتے ہیں اور ہمیشہ غیر نقدین کے مقابل میں ثمن سمجھے جاتے ہیں
پس جائز ہے کہ غیر معین فلوس سے کچھ خریدا جائے یا معین کرکے بدلے جائیں اسلئے
کہ اب متعین نہیں رہے۔ مسئلہ بقال کو پیسہ دکھا کر کہا اس کا نمک دے پھر دوسرا
پیسہ دیدیا جائز ہے۔ ۳۔ عاقدین مختار ہیں کہ ان کی ثمنیت یا تعدد و ثمنیت دونوں
باطل کردیں مگر لازم نہیں کہ جب ثمنیت باطل ہو عددیت بھی باطل ہو جائے اور ضرور
ہے کہ جب عددیت باطل ہو ثمنیت بھی باطل ہو جائے مسئلہ جائز[۳] ہے ایک فلوس
سے دو چار فلوس خرید نا .... اس لئے کہ ثمنیت باطل کردی گئی عددی رکھی
گئی ان میں ربوا نہیں۔ مسئلہ جائز[۴] ہے کہ پیسے پیسوں سے وزنا بیچے جائیں اب نہ ثمنیت
ملحوظ ہے نہ تعدد باقی باعتبار وزن تانبے کی طرح بیچے گئے اور دوسرے اموال کیطرح

[۱] مجبور گو یہ حکم عام ہے مگر جبکہ کرا ہو ۲ جبکہ وزن سے یا زیادہ قیمت رکھی گئی ہو ۳ جبکہ عدم رواج کا خوف ہو ۴ جبکہ
دوسرے شہر میں جانے یا بھیجنے کا قصد ہو جہاں اس کا رواج نہیں یا قیمت کم ہے ۵ جبکہ کوئی خاص قسم داخل عہد ہو
جس کا اسکا نہ لینا مصرح ہو گیا ہو ان صورتوں میں لینے والا مجبور نہ ہوگا ۱۲ [۲] فلوس کسری میں جائز نہیں ۱۲
[۳] یہ منشار کسری میں نہیں ہے ۱۲۔ [۴] کسری میں ایسا حرام ہے ۱۲ [۵] بخلاف کسری کے ۱۲ مؤلف

متعین بھی ہو جائیں گے۔ مسئلہ ایسے دو قسم کے پیسے جو رواج و قیمت میں مساوی اور وزن میں متفاوت ہوں باہم دو طور پر بک سکتے ہیں ایک یہ کہ برابر بیچیں باعتبار ثمنیت مصطلحہ دوسرے یہ کہ وزناً بیچیں بابطال ثمنیت مگر یہ سب نقد دادوستد میں ہے۔ ۴۔ نہ ان میں حکم صرف جاری نہ تقابض شرط پس جائز ہے ایک پیسہ نقد دیا جائے اور دوسرا جو اس کا عوض تھا متعین کر کے بعد مجلس دیا جائے جس طرح دوسرے اموال میں ہے مگر اُدھار نہ ہو۔ ۵۔ جب یہ سکے[ا] عوض میں عائد ہوں اور رواج نہ رہے تو امام کے نزدیک بعینہ دیئے جائیں (ہدایہ) اور مفتی ابو یوسف کے نزدیک اس دن کی قیمت دیجائے جس دن[۲] اس کے عوض پر قبضہ ہوا تھا۔ اور امام محمد کے نزدیک اُس دن کی قیمت دی جائے جس دن رواج نہ رہے (قاضیخاں) اور اسی پر فتویٰ بھی ہے (ہدایہ) لیکن جب متعین کر دیے جائیں تو بعینہ واجب الادا ہوں گے رواج رہے یا نہ قیمت بڑھے یا گھٹے (عالمگیری) ۶۔ ان سکوں سے کچھ خریدا اور رواج نہ رہا تو امام کے نزدیک عقد باطل اور صاحبین کی رائے پر اسی تفصیل سے قیمت لازم ہوگی۔ ۷۔ رواج باقی رہا مگر قیمت گھٹ بڑھ گئی تو کچھ تفاوت نہ آئے گا۔ (قاضیخاں) اور شامی میں اس صورت میں بھی قیمت کا دلایا جانا مذکور ہے۔ ۸۔ کہا شامی نے کہ یہی حکم ہے کھوٹے روپیوں کا۔ مگر ان میں احکام صرف کا بھی لحاظ ہے۔ مسئلہ اگر فلوس متعین کر دیے جائیں تو ان کے ہلاک سے عقد فسخ نہ ہوگا۔ ۹۔ ہو سکتا ہے کہ پیسے بھی آنے اور پائی کے معنوں میں مستعمل ہوں اور جزئیت ملحوظ و عددیت متروک ہو۔ مسئلہ کہا کہ یہ چار کتابیں ایک روپے کو فی کتاب سولہ پیسے یا دو پیسے پر بحساب فی روپیہ ۳۲ جز اب مراد جزئیت ہے۔ ۱۰۔ جائز ہے روپیہ اور اشرفیوں سے ان پیسوں کا بیش و کم قرض و نقد خریدنا۔ ۱۱۔ فلوس میں زکوٰۃ چاندی کی واجب ہے اسلئے کہ موضوع ہیں ثمنیت و تجارت کے لئے یا موضوع ہیں روپے کے جزو بننے کے لئے

[ا] بیع کا یہ حکم ہے ۱۲ [۲] بخلاف کسری ۱۲۔

[۳] جیسے سونا چاندی مخلوق ہیں تجارت کے لئے جیساکہ درمختار میں ہے۔ ۱۲۔ سعید احمد۔

مگر جب رواج نہ رہے تو مال[7] ہو جائیں گے اور زکوٰۃ واجب نہ ہوگی مگر بہ نیت تجارت **حکم فلوس کسری** یہ مثل صحیح کے ہیں مگر بعض احکام میں ۱۔ یہ کہ عاقدین ان کی ثمنیت وعددیت باطل[1] نہیں کر سکتے اس لئے کہ وضع سلطنت ہے اور خلاف ورزی جرم مگر جب کہ سلطانی ممانعت نہ ہو اختیار ہے اور یہ موافق ہے مذہب صاحبین کے کہ وہ ایک پیسے کو دو پیسوں سے بیچنا جائز نہیں[8] رکھتے۔ ۲۔ ان پیسوں سے معاملات اگر نقد ہیں تو اعتبار ذات فلوس سے ہے اور قرض ہیں تو اعتبار جزئیت وثمنیت **مسئلہ** ایک روپے[2] ۷۰ یا ۵۰ پیسے نقد خریدے جائز ہے اس لئے کہ نہ قدر ہے نہ جنس اور قرض ہو تو ربوا ہے اس لئے کہ ۶۴[3] جز ۵۰ یا ۷۰ جز کے مقابل ہیں اور ایسے ہی جائز نہیں ایک پیسے سے دو یا چار پیسے خریدنا **مسئلہ** ۱۶ پیسے امانت رکھوائے پھر قیمت گھٹ بڑھ گئی یا رواج نہ رہا۔ یہی بعینہ دیئے جائیں اس لئے کہ ذات موجود ہے اور اگر امین بیع یا خلط سے ذمے دار ہو جائے تو قیمت یعنی روپے کی چوتھائی دینا ہوگی اب اعتبار جزئیت ہے **مسئلہ** ایک شے ۳۲ پیسے کو خریدی اور رواج نہ رہا تو نصف روپیہ اور قیمت گھٹ بڑھ گئی تو وہی پیسے دے مگر بقدر نصف روپیہ امید ہے کہ اختلاف مذکورہ[4] اس قسم میں نہ ہوگا **مسئلہ** جائز ہے اشرفی کے مقابلے میں ان پیسوں کا بیچنا بیش وکم نقد یا قرض ۴۔ زکوٰۃ ان میں باعتبار جزئیت[5] واجب ہے مثلاً ۲۳۲۴۲[6] فلوس ہوں تو نصاب کامل ہے اور زکوٰۃ واجب ہے ہاں جب یا جہاں چلن نہ رہے زکوٰۃ بھی نہ رہے گی اور مثل دوسرے

---

[1] بخلاف صحیح کے ۱۲ [2] بخلاف صحیح کے ۱۲ [3] یعنی روپیہ جو ۶۴ پیسوں کا ہوتا ہے ۱۲

[4] اس لئے کہ امام کا یہ ارشاد کہ بیع فسخ ہو گئی اسلئے تھا کہ فلوس لاشے ہو گئے اور ہلاک بدل موجب ہے فسخ عقد کا اور یہاں فلوس مستقل نہ تھے بلکہ معناً جز ہی روپیہ کا کہ وہ موجود ہے۔ ۱۲ [5] اور صحیح میں باعتبار قیمت مستقلہ ۱۲ [6] اس لئے کہ نصاب ہمارے حساب سے چھتیس تولہ ساڑھے پانچ ماشہ چاندی کا ہے جسکے ۳۵ ہوئے اور ہر روپیہ ۶۴ پیسے کا پس ...... ۲۳۲۴۲ فلوس ہوئے ۱۲

[7] یعنی عروض واسباب ہو جائیں گے ۱۲ (سعید احمد) [8] لیکن اگر مجلس عقد ہی میں بدلیں اور دوسرے قبضہ ہو جائے تو وہ بھی (مثل شیخین) جائز فرماتے ہیں جیسا کہ حاشیۂ الہدایہ سے مفہوم ہوتا ہے ۱۲ فرید احمد غفرلہٗ

اموال کے متعین ہو جائیں گے احکام سکہہائے مبتذل یعنی نوٹ[1] اول یہ ایک عہدنامۂ قرض ہے جو بحکم سلطنت کیطرح واجب القبول بنایا گیا اگر ہم کو اختیار ہو کہ دوسرے اموال کی طرح خریدیں یا نہ تو یہ تمسک ہے اور جب کہ ہم اس کے قبول کرنے پر سکّوں کی طرح مجبور ہیں تو بضرورت حکم سکہ دیا گیا دوم نوٹ خود کوئی شے نہیں بلکہ جسکی طرف منسوب ہوا ہے اسی کا حکم دیا جائے گا۔ (ہمارے[2] جانے ہوئے نوٹ روپئے کے حکم میں ہیں اشرفی سے تعلق نہیں) پس جائز نہیں کہ روپے سے بیش وکم بیچیں اور صحیح نہیں گمان بعض کا جو نوٹ کو ایک کاغذ کی طرح ایک ہزار دو ہزار کو بیچنا جائز قرار دیتے ہیں اور بائع ومشتری کو مختار سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ کاغذ مبیع ہے اور نوٹ سندِ زر ورنہ ۱۔ نوٹ گم وخراب شدہ کا بدل دینا ذمۂ سرکار نہ ہوتا ۲۔ بائع ذمہ دار نہ ہوتا کہ جب چاہو روپیہ پھیر لو۔ ۳ قیمت ہر نوٹ کی علیحدہ علیحدہ معتبر ومرقوم نہ ہوتی باوجود اتحاد مقدار وصناعت وصورت۔ ۴ مستحق لینے پر مجبور نہ کیا جاتا اور تائید فرمائی میرے اس قول کی حضرت فخر الہند سند العلماء سید الفقہا استاذی وملاذی ابو الحسنات مولانا محمد عبد الحی رحمہ ربہ الغنی نے اپنے فتاوے میں اور رد کیا قول اس کا جس نے کجی اختیار کی اس کی مخالفت سے۔ سوم نوٹ میں باعتبار روپئے کے زکوٰۃ ہے۔ چہارم نوٹ نوٹ یا روپے سے جب بدلا جائے تو مساوات باعتبار قیمت شرط[3] ہے اور تقابض لازم نہیں باعتبار اصل وصورت پس جائز ہے نقد بیچیں یا قرض پنجم چاندی یا اس کے ظروف یا زیور اگر نوٹ سے خریدے تو تفاوت حرام اور ادھار جائز ہے۔ ششم جب کسی نوٹ میں بحکم سرکار بٹہ لگے تو قیمت یہی سمجھی جائے گی اور جو نقصان مالکان نوٹ کا اس وقت تک ہوا وہ ذمۂ سرکار رہا اس لئے کہ اموال خلق میں سلطانی تصرفات معتبر نہیں۔ ہفتم جب ایسے نوٹ اس مقام پر

---

[1] اس لئے کہ نوٹ بنایا گیا ہو بمقابلے روپے کے اشرفی کے مقابل میں نہیں بنایا گیا ۱۲ [2] اسلئے کہ حکماً وقصداً نوٹ روپیہ ہے ۱۲ [3] اور قیمت وہی روپیہ ہے ۱۲ مولف [4] مجتہد العصر بحر العلوم حضرت علامہ مولانا سعید احمد شیبا لکھنوی مفتی اعظم ہند ابن مولف کتاب ہٰذا کا فتویٰ آخر کتاب میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۱۲

جائیں جہاں رواج نہ ہو حکم مسکوکیت باقی نہ رہیگا تمسک ہو گئے اب۔ ۱۔ زکوٰۃ مثل دوسرے
دیونکے بعد وصول دینا ہوگی، ۲۔ بیع اس کی نہ ہوگی مگر مدیون یا اس کے گماشتے سے
اور ایسی حالت میں کمی بطور اسقاط قرض جائز اور افزونی ناجائز ہے، ہشتم ایسے سکون
سے اگر کچھ خریدا جائے یا کسی عوض میں لازم ہوں پھر رواج نہ رہے تو روپیہ واجب الادا
ہوگا۔ نہم نوٹ اگر امانت ہوں یا رہن یا کسی کے حکم سے خریدے پھر رواج نہ رہا تو قابض
وہی نوٹ بعینہ دیدے ضامن نہیں مگر جب کہ خلط و منع سے ضامن ہو جائے تو
قیمت واجب ہوگی۔ دہم امانت یا نابالغ یا وقف کے روپئے کے نوٹ خریدنے
کا وہی مجاز ہے جو قرض دینے کا مجاز ہو یا زدہم مستحق کے حکم یا رضا سے نوٹ کہیں
جمع کر دیئے جائیں یا روانہ کئے جائیں یا اپنے قبضے سے خارج کئے جائیں اور وصول
ہونے سے پہلے رواج نہ رہے تو مدیون ذمہ دار نہیں۔ دوازدہم جس طرح روپے
میں اختلاف معتبر ہے مثلاً سکۂ انگریزی یا شاہی وغیرہ ایسے ہی نوٹ بمبئی۔ کلکتہ
وغیرہ کا اختلاف کاغذات زر دہ معاہدے اور کاغذ جو سرکار انگریزی کے تحکم یا اعتماد
یا رضائے عام سے روپئے کی جگہ سمجھے جائیں اور اس کی کئی قسمیں ہیں وثیقہ
یہ ایک معاہدہ ہے جسے سرکار انگریزی نے ہند میں رائج کیا روپیہ دے کر ایک مقدار
ماہوار یا سہ ماہی معین کر دی جاتی ہے جو دینے والے اور اس کی نسل میں دائماً
جاری رہے۔ یہ روپیہ واپسی و ہبہ و بیع و نقل سے محفوظ ہے۔ ۱۔ اس کا منافع سود
ہے اور شرط عدم واپسی تحکم و لغو۔ ۲۔ اصل سرمایہ جو سرکار کے پاس ہے بوجہ امتناع رد
حق زکوٰۃ میں مال ضمار ہے اور منافع بوجہ خبث ربوا نہ قابل قبول حضرت حق ہو نہ زکوٰۃ
اس میں واجب۔ ۳۔ مالک اگر اس نیت سے لیا کرے کہ میں اصل لیتا ہوں تو دینے
والے کا قول اور ارادہ اس کی نیت کا معارض اور اس کے مال کا محرم نہ ہوگا۔

لہ اس لئے کہ قیمت وہی روپیہ ہے ۱۲ سہ یہ عذر کہ جب اصل واپس نہیں ہو سکتی تو دین رہا نہ ہو سو محض حق پوشی
ہو اسلئے کہ ۱۔ روپیہ اگر بطور بیع دیا گیا ہو تو بیع صرف موجل اور ثمن مجہول ہو ۲۔ اگر محض شرط ہو تو شرط باطل اور جو لیا حرام ہو
۳۔ قرض ہو تو شرط عدم واپسی لغو اور جو لیا جاتا ہو حرام ہو بہرکیف فضل خالی از عوض ربائے حرام ہے ۱۲ (مؤلف)

مسئلہ زید نے ہزار روپیہ جمع کیا اور سو روپیہ وصول کرنے کے بعد قصد کیا کہ اب سود نہ لے
لازم ہے کہ نو سو وصول کرے اور اگر پورے ہزار وصول کرے گا تو جو لے چکا ہے وہ سود
ہے بوجہ اتفاق نیت دائن و مدیون اور یہ ہزار اس کے مال طاہر سے ہیں یہی حکم
ہے اس کی اولاد میں۔ **مسئلہ** اولیٰ بلکہ لازم ہے کہ اپنے اس ارادے سے ورثا
کو مطلع کر دے تاکہ مقدار باقی سے زائد وصول نہ کریں، اور اگر زائد لیں گے تو وہ عاصی
ہوں گے اسپر مواخذہ نہیں۔ **مسئلہ** اگر وارثوں کو وہم بھی ہو کہ مورث نے اپنی
اصل میں روپیہ لیا تھا تو مقدار وصول کردہ چھوڑ دیں اور مقدار معلوم نہ ہو سکے تو ایسا
اندازہ کریں جو کم نہ ہو **مسئلہ** بعد وصول کل باقی چھوڑ دینا واجب ہے۔ ۲۔ امانتی
نوٹ یہ مثل وثیقہ ہیں۔ ۳ سودی نوٹ ۱۔ یہ قطعاً تمسک ہے۔ ۲۔ ان کی بیع وشرا
غیر مدیون سے ناجائز۔ ۳۔ جو منافع ملے وہ ربائے حرام ۴۔ ایسے نوٹ بیچنا ہو تو تین
ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ مدیون یعنی سرکار سے اب کمی بطور اسقاط قرض جائز اور
افزونی ناجائز دوسرے یہ کہ کوئی اور لے مگر سونے چاندی کے سوا کوئی اور شے دے
تاکہ یہ نوٹ حوالہ ثمن قرار پائے عین ثمن نہ ہو تیسرے یہ کہ بائع روپیہ قرض لے کر یہ
نوٹ بطور سند دہانید حوالے کرے مگر ان تمام صورتوں میں نوٹ دینا گویا حوالہ دہانید ہو؟
۴۔ سود سے بچنے کی تدبیر مذکورۂ بالا یہاں بھی کافی ہے۔ ۵ یہ اجرتی رسید ہے تاکہ کام
لینے والے کو بلا تردد حسب معاہدہ آسانی ہو جیسے ریل یا ڈاک کے ٹکٹ۔ ۱۔ چونکہ
ان کی حاجت تمام اور عرف غالب ہے لہذا مثل دوسرے اموال کے ان کی بیع جائز
ہے نقد ہو یا قرض قیمت کم ہو یا زیادہ ۲۔ بدون نیت تجارت بھی ان میں زکوٰۃ واجب
ہے ۳۔ ان کاغذات سے اگر فائدہ حاصل نہ کرے تو آپس میں معاہدات قانونی کی
پابندی شرط ہے۔ ۴ ایسے ٹکٹ کا اجازت کے خلاف اور حق سے زیادہ استعمال
شرعاً ممنوع ہے۔ **مسئلہ** ریلوے ٹکٹ مکرر استعمال کرنا یا حد سے زیادہ اس کے
ذریعے سے جانا یا زیادہ بوجھ لیجانا، یا ایک درجے کا مال دوسرے درجے میں بھیجنا ادنی درجے

ف ۵ اس لئے کہ حکم نفی میں ہیں۔ ۱۲ مؤلف

کے ٹکٹ سے اعلیٰ درجے میں جانا. پلندہ وغیرہ میں خط کا رکھنا اور وہ تمام امور جو اس نئے قانون میں ممنوع ہیں اگر بدون علم ہے تو عند اللہ عفو ہیں اور جان بوجھ کر قصداً دیا نۃً الزام ہے۔ ف قوانین سلطنت تین شرطوں سے عام ہو جاتے ہیں۔ ۱۔ یہ کہ کافی اعلان کیا گیا ہو۔ ۲۔ یہ کہ مخالف قوانین شرعیہ نہ ہوں بلکہ مباحات سے متعلق ہوں ۳۔ یہ کہ امور انتظامیہ سے متعلق ہوں تجارتی حیثیت سے نہ ہوں پس ڈاک وریل وتار کے اکثر قواعد تجارتی ہیں ان کا تعلق بلحاظ احکام شرعیہ ایسے لوگوں سے ہے جو واقف ہوں یا جن کو اس سلسلے سے تعلق ملازمت وغیرہ ہے الزام عام نہیں۔ ۵۔ اسٹامپ جن کا کوئی معتبر معاوضہ نہیں ہے غالباً یہ بطور تحکم جاری کئے گئے ہیں۔ ضرورۃً یہ دوسرے مالوں کی طرح بک سکتے ہیں نقد ہو یا قرض بیش یا کم۔ ۶ ہنڈی و منی آرڈر یہ ایک سند ہے جس کے ذریعہ سے روپیہ دینے والا جسے اور جس مقام پر چاہے روپیہ دلا سکتا ہے ان کے منع وجواز میں اقوال مختلف ومتعارض ہیں میرے نزدیک اکابر سے اس میں کوئی روایت نہیں سفتجہ جس کی کراہت منقول ہے ہنڈی نہیں ہنڈی کو قرض. بیع یا امانت قرار دے کر فاسد ومکروہ سمجھنا ایک زبردستی ہے بلکہ ہنڈی حوالہ ہے جس کے لئے کچھ اجرت معین کی گئی ہے اور محتال علیہ یا وکیل کو بعض امور متعلقہ کی اجرت لینے کی ممانعت منقول نہیں پس جائز ہے کہ کچھ اجرت لیجائے اور جہاں اور جب اور جسے دینا مشروط ہو دیا جائے اور نظیر اس کی ماثور ہے ہبہ بالعوض سے جو ابتداءً تبرع ہے اور انتہاءً عوض اور تاویلات محرمہ سے قطع نظر لازم ہے اور ہرگز تسلیم نہ کیجائے گی وہ تاویل جو موجب منع وکراہت ہو اس لئے کہ تجارت میں توسیع معاملات میں آسانی۔ اموال میں حفظ۔ فوائد مسلمین میں سعی حرج وضیق سے آدمیوں کو بچانا ہمیشہ شارع علیہ السلام کے پیش نظر رہا ہے۔ پھر اسکی کئی شکلیں ہیں بعض جائز اور بعض فاسد اول (منی آرڈر) یعنی جسے روپیہ دلایا جائے اسے گھر بیٹھے ایک وقت معین پر ملجاتا ہے۔ دوم درشنی ہنڈی یعنی جب محتال علیہ کو دکھاؤ روپیہ ملجائے سوم یہ کہ روپیہ اتنے زمانے بعد ملیگا اور قبل لینے میں سود دینا

ہوگا اس میں بھی شرط حرام ہے اور تعیین مدت کا مضایقہ نہیں جیسا کہ حوالے میں مدت جائز ہے اور اجیر کے لیئے بھی مدت عمل کا تقرر صحیح ہے چہارم مہاجن سے روپیہ لے لیا جائے اور کسی کے نام ہنڈی لکھدی جائے کہ اتنی مدت میں یہ روپیہ فلاں سے فلاں شہر میں وصول کر لو اور وہ نہ دے تو میں موجود ہوں یہ بھی حوالہ ہے مگر افزونی لینا دینا سُود ہے. پنجم یہ کہ ایک مقدار کی ہنڈی زید کے نام کلکتے لکھدی اور مہاجن کے حوالے کر دی اس سے روپیہ نہیں لیا مہاجن زید سے مطالبہ کرے گا اگر وصول ہوگئی تو روپیہ ورنہ وہ ہنڈی لکھنے والے کو پھیر دے گا مگر ہر صورت میں ایک مقدار معین پانے کا مستحق ہے اور یہ اجرت ہے مضائقہ نہیں. ۶. **بیع مقایضہ** یعنی دونوں عوض سے ایک بھی ثمن نہ ہو بلکہ اسباب ہوں۔ اس میں دونوں بدل مبیع ہیں اور دونو عاقد بائع پس احکام مخصوصہ مشتری و ثمن اس میں جاری نہ ہوں گے **مسئلہ** بعد تمام ایجاب وقبول دونو نکو ایک ساتھ قبضے کا حق ہے. **مسئلہ** دونوں بدلوں میں تعیین شرط ہے قبضہ ہو یا نہ. ۷. **بیع سلم** یعنی مبیع موجل اور ثمن معجل. اس عقد کو سلم اور مشتری کو رب سلم اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مسلم الیہ اور مبیع کو مسلم فیہ کہتے ہیں. جواز سلم میں آٹھ امر مشروط ہیں. اول مدت معین ہو جو بعض کے نزدیک تین دن اور امام کے نزدیک ... ایک ماہ ہے اور یہی صحیح ہے **مسئلہ** اگر مدت نہ ہو تو بیع ہوگی سلم نہ ہوگا. دوم مسلم فیہ معلوم الوصف ہو یعنی جنس و نوع کو بیان کر دیا جائے جیسے تنزیب فلاں قسم کی گیہوں فلاں بلد یا قسم کے **مسئلہ** ایسی شئے میں جو وصف سے سمجھ میں نہ آسکے یا نوع و جنس وغیرہ مذکور نہ ہو سلم جائز نہیں **مسئلہ** قیمتی اشیا میں سلم جائز نہیں. سوم مسلم فیہ ثمن نہ ہو متمن ہو چہارم مسلم فیہ وزنی یا کیلی یا ذرعی یا عددی ہو

بیع سلم

---

۵ البیع بالعرض ۱۲ سید احمد ۵ مقایضہ اسباب کو اسباب کے مقابلہ میں بیچنا کتاب الوکالت فصل فی البیع من الہدایۃ وکذا المقایضۃ. بیع من وجہ شراء من وجہ وفی الحاشیۃ لانہ من حیث ان فی اخراج السلعۃ من الملک بیع ومن حیث ان فیہ تحصیل السلعۃ فی الملک شراء انتہی وفی حاشیۃ تحت قولہ المقایضۃ ای البیع بالعرض فی ترجمۃ الہدایۃ وہمچنیں فروخت رخت بعوض رخت کہ آنرا بیع مقایضہ می گویند. ۱۲ سید احمد.

تاکہ اندازہ ہو سکے۔ **مسئلہ** جائز ہے کہ عددی متقارب یا ذرعی متقارب یعنی مثلی کو وزن یا کیل سے بیچنا **مسئلہ** حیوانات اور قیمتی اشیاء میں بوجہ عدم ضبط سلم صحیح نہیں **مسئلہ** جواہر میں سلم نہیں اگرچہ وزن بھی ان میں معتبر ہو اس لئے کہ ان کے افراد میں باعتبار حسن وصفات تفاوت فاش ہوتا ہے۔ **مسئلہ** چھوٹے موتی جو عدد یا وزن سے بکتے ہیں ان میں سلم تب جائز ہے جب کہ ان کی شناخت وتعین میں جوہریوں کو تکلف واختلاف کا موقع نہ مل سکے **مسئلہ** جائز نہیں سلم کسی خاص پیمانے یا وزن سے کہ اگر تلف ہو جائے تو اسے جان نہ سکیں پنجم ضرور ہے کہ مسلم فیہ وقت عقد سے وقت ادا تک بازار میں برابر مل سکے تاکہ بیع معدوم لازم نہ آئے **مسئلہ** اثمار ایسی فصل میں بیچنا جب کہ نہ وہ درخت پر ہوں نہ دوکان میں پائے جائیں جائز نہیں **مسئلہ** مسلم فیہ وقت عقد موجود تھا پھر نہ باغ میں رہا نہ بازار میں اب سلم باقی نہ رہا **مسئلہ** مسلم فیہ میں ایسی نسبت جو اسے مشخص کر دے جائز نہیں جیسے اسی کھیت یا گاؤں کا گیہوں اس لئے کہ ہلاک اسمیں نادر نہیں بخلاف نسبت بلد کے کہ اس میں ہلاک نادر ہے ایسی ہی صناعت بلاد کارخانہ معتبر ہے تخصیص صنائع خاص نہ ہو۔ ششم مسلم فیہ ایسی شئے ہو جس کی بار برداری دینا پڑے تو مکان تسلیم معین کر دے ورنہ مکان عقد خود بخود معین ہے مگر یہ امر کہ جہاں چاہے دے کر سبکدوش ہو جائے رضائے رب سلم پر موقوف ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ وہ ہر شئے میں تعیین مکان تسلیم کرا سکتا ہے اس لئے کہ اس میں اس کی مصلحتیں ہیں ہفتم راس المال پورا پورا مجلس عقد میں دیدیا جائے ورنہ موعود میں سلم نہ ہو گا **مسئلہ** سو من گندم سو روپے کو لے کر پچاس نقد دیئے اور پچاس کا وعدہ رہا سلم صرف پچاس من گندم میں ہوا ہشتم نہ راس المال میں تبدیل جائز ہے نہ مسلم فیہ میں یعنی اگر کسی وجہ سے مسلم فیہ ادا نہ ہو سکے یا اقالہ کر لیا جائے تو رب سلم اپنا راس المال ہی واپس لے دوسری شے نہ لے لیکن مسلم الیہ کے مجبور ہونے کی صورت میں یعنی راس المال تھا ثمن مگر مسلم الیہ ادا نہیں کر سکتا بلکہ دوسری شے دیسکتا ہے یا راس المال ہی ثمن تھا اور صرف ہو گیا۔ اب قیمت مناسب لینا جائز ہے بشرطیکہ کچھ زیادتی نہ کرے **مسئلہ** جائز نہیں قبضے سے پہلے کسی کو راس المال

میں شریک کرنا یا بیچنا۔ **مسئلہ** ادنیٰ یہ ہے کہ راس المال اگر قیمتی ہو تو اس کی قیمت بھی کہہ دی
جائے تاکہ درصورت واپسی تنازع نہ ہو **مسئلہ** راس المال اگر قدری ہے تو اس کی مقدار
کا ذکر بھی ضرور ہے **مسئلہ** راس المال اگر مستحق نکلے اور مالک اجازت نہ دے یا مسلم فیہ
بازاروں میں باقی نہ رہے تو سلم باطل ہو گیا **مسئلہ** مسلم فیہ نہ ملسکے یا مسلم الیہ عاجز
ہو جائے تو خواہ رب سلم انتظار کرے یا راس المال کو اور وہ نہ ہو تو اس کی قیمت پھیر لے
مسئلہ سلم میں خیار رویت و خیار شرط نہیں ہے۔ **مسئلہ** مسلم الیہ مر جائے تو رب سلم
قبل مدت کے مسلم فیہ طلب کر سکتا ہے **مسئلہ** مسلم الیہ کیطرف سے وکالت ناجائز اور سفارت
جائز ہے **بیع مزایدہ** جسے نیلام کہتے ہیں حضور سے ثابت ہے۔ ۱۔ یہ دستور کہ بولی ختم
ہوتے ہی بائع بیچنے پر مجبور ہو موجب بطلان بیع ہے۔ ۲۔ اگر بائع کہدے کہ میں دس
روپے کو بیچتا ہوں پھر دس پر بولی ختم ہوئی تو بیع لازم ہو جائے گی۔ ۳۔ مبیع کو نہ دیکھا ہو تو
خیار رویت باقی رہے گا۔ ۴۔ حق مرافق[1] جو سرکاری نیلاموں میں بیچا جاتا ہے اگر کچھ
ہے تو بیع فاسد[2] ہے ورنہ باطل **تولیہ** اگر دام کے دام پر فیصلہ ہوا **مرابحہ** اگر نفع معلوم و مشروط
ہو۔ **وضیعہ** جب کہ نقصان معین مشروط ہو بنا اس بیع کی امانت پر ہے پس تینوں میں
شبۂ خیانت بھی جائز نہ ہو گا۔ ۱۔ ضرور ہے کہ وہ مال نقد سے خریدا ہو یا مثلیات سے اسلئے
کہ قیمتی اشیاء کی قیمت حاجت وارادت سے گھٹ بڑھ جایا کرتی ہے البتہ جس کے پاس
وہ شے موجود ہے اس کے ہاتھ بیچنا جائز ہے اس لئے کہ اب جو دیا تھا بعینہ پا سکیگا۔ ۲۔
اُدھار نہ خریدا ہو ورنہ جب مشتری کو معلوم ہو گا پھیر سکتا ہے اگر مبیع ممتنع الرد نہ ہو گیا ہو۔
۳۔ وہ مال کسی اور مال کے شمول میں نہ لیا ہو اسلئے کہ صفقۂ واحدہ میں اگرچہ دام علیحدہ
علیحدہ بھی بیان کر دیئے جائیں مگر نہ تفصیل معتبر ہے نہ شبۂ مراعات سے خالی۔ ۴۔ ثمن
مخلوط نہ ہو مثلاً دس روپے اور ایک تلوار دے کر ایک گھوڑا خریدا۔ ۵۔ کسی حیلے اور شبہے
سے دام بیش وکم نہ ہوئے ہوں مثلاً ایک مال دس کو خرید کر بیس کو بیچکر پھر دس کو خریدنے

[1] یعنی جو حق بائع کا اس گھر یا باغ میں ہو وہ مشتری کو ملیگا نصف کا مالک ہو یا کل کا مرتہن ہو یا راہن یا کچھ تعلق ہی نہو یہ بیع مجہول ہے۔ ۱۲ [2] یعنی اگر بائع کا کچھ اسمیں ہے تو بوجہ مجہول ہونیکے فاسد ہے اور کچھ نہیں ہے تو بوجہ عدم مبیع باطل ہے ۱۲ مؤلف

سے وہ مال مفت پڑے گا اور پچیس کو خریدنے سے پانچ کا رہ جائے گا در صورت مفت نہ تولیہ ہے نہ مرابحہ اور در صورت کمی اُسے باقی قیمت پر بیچ سکتا ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک یہ معاملہ جدید ہے اول کا اعتبار نہیں۔ **ف** بہتر ہے کہ ایسی صورتوں میں بیان کردے کہ احتمال قریب نہ رہے۔ **مسئلہ** جائز ہے کہ میراث کا مال بحساب تقسیم تولیۃً یا مرابحۃً بیچا جائے اور تقسیم نہ ہو تو مورث کی خرید معتبر ہے اور ایسی ہی ہبہ کا حکم ہے (شامی) **مسئلہ** مصارف کا ثمن میں ملانا جائز مگر یہ نہ کہے کہ اتنے کو خریدی ہے بلکہ کہے اتنے کو پڑی ہے۔ **مسئلہ** ایسے مصارف جن سے دام بڑھ سکتے ہیں لاگت میں شامل ہیں جیسے بار برداری نقش و نگار۔ رنگ وغیرہ اور جن سے دام نہ بڑھیں جیسے تنخواہ محافظ دانہ و کاہ جانور کرایہ مکان یہ لاگت میں داخل نہیں۔ **مسئلہ** یہ مصارف زائدہ بشرط رضائے مشتری ملالینا جائز ہے **مسئلہ** جو مصارف عرف تجار میں بڑھائے جاتے ہیں ان کا بڑھالینا بدون بیان صحیح ہے۔ ۶۔ ضرور ہے کہ اصل ثمن یا لاگت و مقدار نفع اسی مجلس میں معلوم ہو جائے پس یہ کہنا کہ فی روپیہ ۲ر نفع ہے کافی نہیں اور یہ کہ دس روپے لاگت ہے اور فی روپیہ ۲ر نفع ہے یہ جائز ہے۔ ۷۔ جب مشتری کو بائع کا فریب ظاہر ہو جائے تو تولیہ میں واپسی اور مرابحہ میں کمی قیمت کا اختیار ہے اور امام محمد کے نزدیک دونوں میں خیار ہے اور ابویوسف کے نزدیک دونوں میں سقوط قیمت زائد۔ ۸۔ کوئی ایسا نفع حاصل کیا ہو جس سے قیمت گھٹ جائے کپڑے کا پہننا موجب نقصان قیمت ہے۔ آئینے کا دیکھنا نفع ہے مگر موجب نقصان قیمت نہیں۔ ۹ کوئی عیب اختیاری حادث نہ کیا ہو، چوہے کا کاٹ جانا عیب اختیاری نہیں اٹھانے بٹھانے میں ٹوٹ پھوٹ یا کپڑا طے کرنے میں بیجا شکن اختیاری ہے **مسئلہ** جو عیب خرید سے پہلے تھا یا اب بدون اختیار ہو گیا مانع تولیہ نہیں مگر بیان کردیا جانا اولےٰ ہے۔

بیع مکروہ

وہ جو کسی قبح شرعی سے موجب معصیت ہو مگر اس کا اثر اس کی صحت و نفاذ سے

متعلق نہ ہو اور اس کی کئی صورتیں ہیں ۱۔ (کراہت باعتبار مبیع) جیسے آلات لہو مثل گنجفہ نرد و شطرنج و کنکوا و مزامیر ولایتی ہوں یا دیسی ہاتھ سے بجیں۔ یا گلوں سے تصویریں بت۔ لوہے پیتل کے زیور افیون[۱]، بھنگ۔ گانجا۔ چرس، چانڈو۔ لڑائی کے مرغ۔ بٹیر اڑنے والے کبوتر، اور کتے وغیرہ ۲۔ (باعتبار ثمن[۲]) جب کہ ظن غالب ہو کہ ثمن مال حرام سے ادا کیا جائے گا۔ جیسے سود خوار زنان فاحشہ جن کی معاش زنا و غنا پر ہے۔ راشی خائن سارق غرض کہ جس کی آمدنی وجہ حرام ہی سے ہو۔ ۳۔ (باعتبار بائع) ایسے شخص سے خریدنا جو غالباً ناجائز طور سے مالک ہو جیسا کہ عالمگیری میں ہے کہ جس بازار میں غالباً حرام کا مال ہو وہاں بعد استفسار معاملہ کرنا چاہیئے۔ **مسئلہ** اگر ان دونوں صورتوں میں قطعی علم ہو تو عدم جواز یا کراہت تحریمی ہے ورنہ تنزیہی۔ ۴۔ (باعتبار مشتری) جیسے آلات جنگ یعنی ہتیار۔ گولی۔ بارود، گھوڑے۔ کفار کے ہاتھ بیچنا جب کہ لڑائی درپیش ہو قرآن مجید یا مسلمان لونڈی کافر کے ہاتھ بیچنا یا غلام امرد بدافعال مردوں کے ہاتھ بیچنا۔ ۵۔ (باعتبار امور خارجیہ) اول۔ بیع بوقت اذان جمعہ اس لئے کہ سعی واجب میں خلل آئے گا اور اگر چلتے ہوئے بیچتے جائیں بدون درنگ و تساہل تو جائز ہے۔ **مسئلہ** جب کہ متعدد مسجدوں میں نماز ہوتی ہو تو جس مسجد کا قصد کرے اس کی اذان سے بیع ترک کرے۔ دوم لوگوں کی ترغیب کے لئے قیمت بڑہانا فرمایا النا جش آکل الربوا قیمت دکہانے کو بڑہانے والا سود خوار ہے۔ **مسئلہ** بہ نیت خرید قیمت بڑہانا جائز ہے۔ سوم جب ایک خریدار سے طے ہو جائے اب دوسرے کو گفتگو کرنا مکروہ ہے چہارم مال کا عیب چھپانا حضور نے عیب چھپانے والے پر لعنت کی اور عالمگیری میں ہے کہ وہ مردود الشہادت ہے۔ پنجم شہر سے باہر نکلکر آنے والے سوداگروں سے اوپر ہی اوپر معاملہ کر لینا **مسئلہ** اگر بضرورت نکلا اور اتفاقاً کسی سے معاملہ ہو گیا تو مضائقہ نہیں **مسئلہ** اگر اس میں اہل شہر کا ضرر نہ ہو تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ بعض احادیث میں خروج مروی ہے۔ **مسئلہ** اگر نرخ شہر چھپا کر تاجروں سے ارزاں لیا تو زیادہ کراہت ہے ششم دیہاتی تاجروں کا

---

[۱] اگرچہ افیون دوا ً بیچنا جائز ہے مگر ہمارے ملکوں میں غالباً اسکی دکان بغرض استعمال ناجائز ہوا کرتی ہے۔ [۲] اسلئے کہ حدیث میں ثمن کلب کو خبیث

اذان اور بیع

سود خوار

دلال بن کر شہر والوں سے بیچنا بھی مکروہ ہے۔ **مسئلہ** اگر ایام قحط و مضرت اہل شہر نہ ہوں تو جائز ہے (عالمگیری) **مسئلہ** اگر دلال نہ بنے اور محض بنظر اخوت و مروت متوسط ہو جائے مضائقہ نہیں جیساکہ ابن عباس سے مروی ہے۔ (بخاری) **مسئلہ** ایسے شہر میں جہاں بدون دلال خرید و فروخت دشوار ہے دلالی بھی جائز ہے اسلئے کہ علت وہاں مرتفع ہے۔ **ہفتم** (احتکار) لغت میں اناج بہ نیت گرانی روک رکھنا اور شرع میں ہر ایسی شے جو انسان یا حیوان کی قوت ہو ایسے موقع سے جہاں کے غلّے اور چارے پر اس شہر والوں کی بسر بھی قبضے میں لاکر حاجت کے وقت روک رکھنا پس (۱) میوہ[1] جات اور کپڑے وغیرہ میں احتکار نہیں۔ غلے، گھاس، بھوسے میں ہے۔ (۲) جس مقام کے غلّے اور چارے پر ان کی گزر نہ ہو۔ (۳) یہ روکنا شہر والوں کو مضر نہ ہو۔ (۴) اپنی زمین کا غلّہ ہو تو ان صورتوں میں احتکار نہیں ہے۔ **مسئلہ** احتکار مکروہ تحریمی ہے **مسئلہ** جب کہ عام ضرر ہو تو امام صاحب سے منقول ہے کہ محتکر اگر حاکم کے حکم سے بھی شرارت ترک نہ کرے۔ تو حبس و تعزیر کا اختیار ہے۔ (ہدایہ) اور قاضیخاں میں ہے کہ امام کے نزدیک محتکر کا غلہ اہل حاجت پر تقسیم کر دیا جائے اور جب ان کو ملے ادا کر دیا جائے اور حضور کے فعل سے بھی اسکا اشارہ نکلتا ہے بخاری میں ہے کہ کسی سفر میں حضور نے زنِ کافرہ کا پانی بدون اذن سب کو پلا دیا اور کچھ اُسے عطا فرمایا مگر اس کی مشکیں باعجاز حضور ویسی ہی بھری رہیں **مسئلہ** ہمارے زمانے میں بوجہ توسیع صیغۂ تجارت و ریل و ڈاک وغیرہ صورت احتکار مشکل ہے نہ کوئی مقام کسی قوم کے لئے خاص ہے نہ لانے لیجانے میں مزید ضرر اسلئے کہ آج گیا کل ضرورت پر آ گیا **تنبیہ** اکثر مسلمان غلے کی تجارت سے متوحش ہیں، یہ ان کی نافہمی ہے، حرمین میں بعہد خلفائے راشدین سوائے صحابہ کے اور کون غلہ فروش تھا، اور جو منافع تجارتی اور مصالح سیاستی غلے سے متعلق ہیں دوسروں میں نہیں پس جواز اس کا بلا تردد ہے۔ **ہشتم** چاندی سونے میں کوئی شے ملانا مکروہ ہے مگر بضرورت صناعت مضائقہ نہیں (عالمگیری) **نہم** زکوٰۃ میں مال دیکھ کر خود خریدنا

---

[1] جہاں میووں پر بسر ہوتی ہو وہاں احتکار ہے۔ ۱۲

مکروہ ہے۔ **دہم** لوٹے کی انگوٹھی اور تانبے پیتل وغیرہ کے زیور بیچنا مکروہ ہے (عالمگیری) **یازدہم** کھلانے کی چیزیں بطور امتحان چکھ لینا تین طور پر ہے۔ (۱) نیت خرید کی نہ تھی یہ مکروہ ہے۔ (۲) نیت تھی مگر چکھنے کے بعد بدون کسی عیب کے ارادہ بدل گیا اب قیمت دے یا معاف کرالے۔ (۳) ناپسند آئے نہ لیا کوئی الزام نہیں **دوازدہم** ہر ایسی شئے جسکا استعمال غالباً معصیت ہی ہوتا ہے لیکن فعل فاعل مختار درمیان میں ہے جیسے تاڑ کے درخت کنکوےکی ڈور، لڑنے والے مرغ، بٹیر، اڑانے کے کبوتر، تلسی کا درخت پوجنے کے قابل پتھر، شراب بھرنے کی بوتل ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جو غالباً اسے حرام میں صرف کریگا امام کے نزدیک جائز اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے مگر ترک اولیٰ واحوط ہے **مسئلہ** اور اگر اس کا استعمال سوائے حرام کے دوسرے طور پر عرفاً وعادتاً ہوتا ہی نہ ہو تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ جیسے کنکوا۔ افیون، بھنگ، گانجا، چرس، مدک، چانڈو جیسا کہ ہمارے دیار میں معمول ہے، گنجفہ، شطرنج، چوسر کی نردیں، سارنگی، ستار طنبور ڈھولک بانسری، اور ہر قسم کے باجے، دیسی ہوں یا ولایتی، یعنی خود بخود بجنے والے، نقرئی علم اور لچر ولوپوچ فاسقانہ قصوں کی کتابیں، اور فنون محرمہ مثل راگ، ونجوم وفال وغیرہ کے رسالے جبکہ بیان اصول علوم ومباحث فنون یا نصائح مفید وتخویف وتہدید سے خالی ہوں اور بارات کی آرائش، اور آتشبازیاں اور ریشمی اور زرتاردہ کپڑے جو مرد ہی پہن سکتے ہیں، اور زردوزی کے مردانہ جوتے وغیرہ ان سب کا بیچنا مکروہ ہے۔ **مسئلہ** مگروہ کتابیں جن میں مذاہب حقہ کی تردید و دین باطل واقوال کفر وشرک یا طریقۂ اہل اہواء وضلال کی تائید ہو یا احکام وعبادات کفر وشرک سے مملو ہوں ان کا لکھنا چھاپنا حرام ہے اور بیع باعتبار مالیت ہوجائے گی اور خرید بنظر تردید جائز ہے وبطمع تجارت وغیرہ معصیت **مسئلہ** جب علتِ کراہت بیع کسی وجہ سے غیر معتبر یا مغلوب ہوجائے، یا اس سے بچاؤ نہ ہو سکے تو صرف احتیاط یا کراہت تنزیہی باقی رہ جاتی ہے **رفع علت** جیسے آلات حرب جو زمانۂ صلح اور امن میں کفار کے ہاتھ بیچنا مکروہ نہیں ترک اولیٰ ہے

؎ اور بعض کی بیع فاسد ہو گی

مغلوبیٔ علت جیسے کتابوں یا برتنوں یا کپڑوں کے ساتھ تصویریں جن کی نہ قیمت ہے نہ اعتبار ضرورت جیسے چہرے دار روپے یا ولایتی اشیاء کے مارکوں میں... تصویریں یہ بوجہ بلوائے عام جائز اور بنانے والے عاصی اور بیچنے والے ماجور ہیں احکام تصاویر حدیث میں جاندار کی تصویر بنانے والے پر لعنت وارد ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہے فرشتۂ رحمت نازل نہ ہوگا۔ مسئلہ تصویر بنانا بنوانا خریدنا، بیچنا لینا، قلمی ہو یا عکسی، مجسم ہو یا منقش صرف چہرہ ہو یا پوری، گناہ ہے پھر معصیت متعلقۂ تصاویر کے کئی درجے ہیں۔ (۱) سب سے زیادہ انبیاء اور ملائکہ اور صلحاء کی تصاویر۔ گستاخی اور معصیت ہے نہ ان کی تعظیم جائز ہے نہ باقی چھوڑنا صحیح بلا تکلف مٹادی جائیں۔ (۲) وہ تصویریں جو پوجی جاتی ہیں۔ (۳) وہ تصویریں جن کی پرستش نہیں ہوتی۔ اور یہ سب اگر بیع میں مقصود ہیں اور سوائے صناعت اور صورت کے ان میں کوئی اور مالیت نہیں تو بیع باطل ہے اور مال بھی ہو تو بکراہت شدید باعتبار مالیت بیع ہو جائے گی اور اگر یہ تصویریں کسی کتاب یا ظرف وغیرہ میں ہیں اور ان کے اعتبار سے قیمت یا خواہش زیادہ ہوتی ہے تو مکروہ ہے اور اگر نہ مقصود ہیں نہ ملحوظ تو بھی خالی از کراہت نہیں اور اگر احتراز متعذر ہو جیسے روپیہ کاغذ، ٹکٹ، کارڈ وغیرہ جن پر تصویر بھی ہوتی ہے تو مضائقہ نہیں۔ بیع فاسد۔ یہ بیع منعقد واجب الفسخ ہے اسلئے کہ اصول بیع پائے جاتے ہیں عقد ہو جاتا ہے اور اس لئے کہ بعض شروط صحت فوت ہو جاتی ہیں بیع فاسد ہو جاتی ہے اور اس لئے کہ اس میں ملک حرام آتی ہے واجب الفسخ ہے اس کو فقہاء کہتے ہیں مشروع بنفسہ و ممنوع بوصفہ یعنی باعتبار اصول مشروع ہے و باعتبار شروط و اوصاف ممنوع ہے اور بنائے فساد چھ امر ہیں۔ اول احتمال نزاع پس۔ (۱) یہ کہ مبیع غیر مقدور التسلیم ہو جیسے پالو جانور جب چھوٹ جائے (۲) یہ کہ مبیع بائع مملوک نہ ہو جیسے گیہوں جو بازار میں ہو اور بائع کا مملوک نہو۔ (۳) مبیع

اس لئے کہ انکی تعظیم اس حالت میں ممنوع ہے اور مٹا ڈالنا واجب پس لازم آئی توہین اور یہ سخت معصیت ہے ۱۲
جیسا کہ مسجد حضار مٹا ڈالی گئی اور کچھ بھی پرواہ نہ ہوئی اسلئے کہ وہ تصویر ان بزرگ سے تعلق نہیں رکھتی۔ ۱۲

یا ثمن معلوم الذات نہ ہو جیسے کوئی گھوڑا بیچا یا کچھ قیمت میں دینگے (۴) معلوم الوصف نہ ہو جیسے پانچ روپے کو لیا، یا دس من گیہوں بیچے اس میں معلوم نہیں کہ کس سکے کا روپیہ اور کیسے گیہوں) (۵) معلوم القدر نہ ہو جیسے چہرہ دار روپیوں سے خرید اڈھاکے کے ململ کے تھان بیچے اب نہیں معلوم کہ کتنے روپے اور کے تھان ہیں۔ (۶) ایسا استثنا جس سے مبیع میں جہل آجائے جیسے اس درخت کے پھل بیچے مگر پانچ سیر نہیں یا اس باغ کے درخت بیچے مگر دو نہیں۔ (۷) ایسی شے کو مستثنےٰ کرے جو علیحدہ قابل بیع نہ ہو جیسے بکری بیچی مگر اس کے پیٹ کا بچہ نہیں۔ (۸) مدت ادائے ثمن کا دینے میں مجہول کرنا (۹) تسلیم مبیع میں ضرر زائد کا لزوم جیسے اس چھت کی دھنیاں بیچیں (جس کے کھودنے میں ضرر ہے)۔ (۱۰) آلات وزن و پیمائش خاص قسم آیندہ کے لئے قرار دینا جیسے یہ گھی اس پتھر سے فی پتھر (عہ/) یہ کپڑا اس چھڑی سے فی چھڑی مہر اگر مجلس میں تول یا ناپ دے تو بہتر ورنہ باحتمال ہلاک و وقوع نزاع بیع فاسد ہے۔ (۱۱) ایسے اوصاف مشروط کرنا جس کا اثبات فی الفور اختیار میں نہ ہو جیسے اس درخت کا آم اتنا بڑا اور اسقدر ہوتا ہے، یہ بکری اتنا دودھ دیتی ہے یہ شرط مفسد ہے اور اگر یہ اوصاف بدون شرط ذکر کرے تو مضائقہ نہیں[۱] (عالمگیری)

دوم بعض شرط لازم کا ترک۔ (۱) جیسے بیع کو موقت کرنا۔ (۲) مبیع کو مؤجل کرنا۔ (۳) ثمن کا غیر متقوم ہونا جیسے خمر و خنزیر سے کپڑا وغیرہ خریدنا سوم بیع کا ناجائز الاستعمال ہونا جیسے ا۔ پوست مردار قبل دباغت[۲] یا ایسے وصف کو مشروط کرنا جو معصیت ہو جیسے یہ مینڈھا ایسا لڑتا ہے، یہ لونڈی خوب ناچتی ہے۔ چہارم شبہ ربوا پس ا۔ ایک شے ادھار کے اسی کے ہاتھ کم پر بیچنا مگر جب کہ ا مبیع متغیر ہو جائے۔ ۲۔ یا ثمن جنس ثمن اول سے نہ ہو ۳۔ یا سب دام ادا کر دیئے ہوں (بعض کا ادا کر دینا کافی نہیں) جائز ہو

---

[۱] قرض میں مضائقہ نہیں ۱۲۔ [۲] دباغت فقہا کے نزدیک یہی ہے کہ چمڑے کی رطوبات بجنہ اور بوے بد دور ہو جائیں عام ازینکہ دواؤں کے ذریعہ سے ہو یا دھوپ میں سکھلایا گیا ہو، پس ہر ایسا چمڑا بک سکتا ہے۔ جانور حرام گوشت ہو یا حلال گوشت مگر ذبح کئے ہوئے جانور کا چمڑا قبل دباغت بھی بک سکتا ہے۔ ۱۲

دوم بیع مزابنہ یعنی خرمائے خشک خرمائے تر جو ہنوز درخت پر ہیں تخمیناً بیچنا اس میں بیشی اور کمی کا احتمال ہو کسی ربوی چیز کا اندازے سے بیچنا جیسے انبار گندم سے دوسرا انبار گندم پنجم طریق ایجاب و قبول میں احتمال ۱۔ ملامسہ ۲۔ بیع منابذہ ۳۔ بالقاء حجر ششم شروط خلاف اقتضائے عقد۔ جس میں بائع کا فائدہ ہو، جیسے یہ مکان بیچا مگر ایک ماہ تک میں رہونگا۔ یا مشتری کا فائدہ ہو جیسے یہ گھوڑا خرید ا اور وہ دوسرا ابھی میرے ہی ہاتھ بکے اور کو نہ دینا۔ یا مبیع جبکہ لونڈی غلام ہو تو اس کا نفع ہو جیسے اس لونڈی کو ام ولد بنانا۔ اس غلام کا نکاح کردینا لیکن جب مبیع آدمی نہ ہو جیسے اس بکری کو ذبح نکرنا اس گھر کو ہمیشہ درست کرتے رہنا یہ شرط لغو اور ساقط ہے اور ایسی شرط جو کسی اجنبی کے حق میں ہو جیسے زید کو قرض دینا بکر کو نوکر رکھ لینا اکثر کے نزدیک لغو ہے مگر ایسی شرطوں پر دعوی اور منازعت عرف میں جاری ہو جائے تو یہ دونوں مفسد ہیں دیکھو مسئلہ ہر ایسی شرط جو حقوق مسلمہ کو ثابت کرے جیسے ادائے ثمن کے لئے ضامن۔ یا ضمان درک شرط خیار وغیرہ صحیح معتبر ہے **مسئلہ** ہر ایسی شرط جو عرف تجار میں جاری ہو جائے اور

حضرت مفتی ۔۔۔ کا حاشیہ ۔۔۔ ضائع ہو گیا

ف ہدایہ اور اسکے حاشیہ سے معلوم ہوا کہ جو شرط مقتضائے عقد یا ملائم (مقتضائے عقد . . . . یا منصوص بالجواز یا متعارف ہو تو اس سے عقد میں فساد نہیں آتا وہ لازم ہو اور ایسی نہو تو اگر اس میں بائع یا مشتری یا مبیع انسان کا فائدہ ہو تو مفسد ہو ورنہ بیع صحیح اور شرط ظاہر مذہب میں لغو ہے (انتہی) مگر اسی شرط پر دعوی

ف ہدایہ صـ۳۲ میں ہے والکتابۃ والاجارۃ والرہن بمنزلۃ البیع لانہا تبطل بالشروط الفاسدۃ غیر ان المفسد فی الکتابۃ ماتمکن فی الصلب اس روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ بیع میں جو شرط خلاف مقتضائے عقد ہو اور اسمیں احد المتعاقدین یا معقود علیہ کا نفع ہو وہ مفسد عقد ہے خواہ یہ شرط صلب عقد میں داخل ہو یا نہ ہو لیکن کتابت میں صلب عقد میں داخل ہو تو مفسد عقد ہے ورنہ مفسد عقد نہیں اس سے عقد کتابت صحیح ہوگا اور شرط باطل ہو جائے گی، اور حاشیہ ہدایہ میں اسکی مثال و دلیل مذکور ہے ۱۲ سعید احمد

ف اور اگر زید کا کھانا پکا دینے کی شرط ہو تو احقر کے نزدیک صفقۃ فی صفقۃ ہونے سے بیع فاسد ہوگی۔ سعید احمد بن المؤلف۔

ف یعنی اگر مبیع کل یا بعض کسی اور کا حق ہو تو میں اس کا ضامن ہوں۔

اقتضائے بیع کے خلاف نہ ہو جیسے کپڑا نہ کر دو ٹوپی قالب پر چڑھا دینا، مال مشتری کے گھر پر پہونچا دینا جائز ہے حکم بیع فاسد قبل قبضہ کوئی حکم نہیں رکھتی ۲۔ بعد قبضہ بطور حرام ملک میں آجاتی ہے مگر اس کے لئے رضا و اذن بائع و مجلس عقد شرط ہے اگر بعد مجلس قبضہ ہوا یا بدون اذن بائع قبضہ کر لیا ملک میں نہ آئے گی ۳۔ بعد قبضہ بھی اگر مال بعینہ موجود ہے، رد و فسخ واجب ہے حکم قاضی کی ضرورت نہیں (تنویر) ۴۔ اگر مشتری یا بائع اصرار و انکار کریں اور قاضی کو معلوم ہو جائے تو بجبر فسخ کرا دے (در) ۵۔ اگر مال بعینہ موجود نہیں تو خریدار قیمت ادا کرے مگر قیمت یوم قبض اور امام کے نزدیک قیمت یوم ہلاک ادا کرے (شامی) ۶۔ اگر مشتری کسی طرح ایسی مبیع بائع کے ہاتھ میں دیدے بیع فسخ اور مشتری بری ہے (تنویر) ۷۔ حق فسخ متعلق بوجود مبیع ہے بائع و مشتری زندہ ہوں یا نہ (تنویر) ۸۔ اگر بائع مر گیا اور مشتری دام دے چکا تھا تو مشتری دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ مستحق ہے یعنی زید نے ایک گھر بطور فاسد خرید کر قبضہ کر لیا اور دام بھی دیدیئے پھر بائع قرضدار مفلس مرا قرض خواہوں کو حق ہے کہ مکان واپس کرا لیں مگر سب سے پہلے خریدار اپنے دام پائیگا۔ ۹۔ معاوضات فاسدہ میں ملک حرام آتی ہے پس جائز ہیں جملہ تصرفات مثل بیع و ہبہ و تصدق وغیرہ کے مگر ۱۔ اس سے نفع نہ اٹھائے کھانے، پینے وغیرہ سے ۲۔ لونڈی ہو تو ہمبستر نہ ہو نکاح سے نہ بلا نکاح ۳۔ ایسی زمین میں حق شفعہ نہیں ۱۰۔ یہ حرمت متعدی نہیں ہوتی لہذا وارث اور

ــہ الا فی ثلاث (نفیہا الا یملک بالقبض ایضا مع کون البیع فاسدا فیہا) فی بیع الہازل وفی شراء الاب من مالہ لطفلہ او بیعہ لہ کذلک فاسدا لا یملکہ حتی یستعملہ والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لا یملکہ بہ (درمختار) قلت یزاد مثلہا وہی بیع المکاتب والمدبر وام الولد علی القول بفسادہ کما مر الخلاف فیہ (ردالمحتار جلد ۴ صـ۱۷۱)

قال فی الاشباہ اذا قبض المشتری المبیع فاسدا ملکہ الا فی مسائل الاولیٰ لا یملکہ فی بیع الہازل کما فی الاصول الثانیۃ لو اشتراہ الاب من مال لابنہ الصغیر او باع لہ کذلک فاسدا لا یملکہ بالقبض حتی یستعملہ کذا فی المحیط الثالثۃ لو کان مقبوضا فی ید المشتری امانۃ لا یملکہ بہ اھ ردالمحتار جلد ۴ صـ۹ ۔۱۲

(سید احمد ابن المولف)

وہ لوگ جو کسی جائز طریقہ سے پائیں لے سکتے ہیں مگر کراہت ہے (شامی) اگر معلوم ہو (اشباہ)
۱۱۔ یہ حکم انہی اموال سے متعلق ہے جن میں سوائے فسادِ عقد اور خرابی نہیں جیسے کپڑا
ثمن مجہول خریدا اور اگر ذاتی خبث ہے جیسے خمر، خنزیر یا اور اشیائے ممنوعہ تو وہ جائز
نہیں ہوسکتیں ۱۲۔ جو نقود ایسے معاوضات میں ملیں ان سے حرمت متعلق نہ ہوگی
اس لئے کہ وہ متعین نہیں تو ضیح اس کی بیان اشیائے نجس و حرام میں گزر گئی۔ مگر
ایسے عقد ناجائز کا وبال اور ملک حرام کا گناہ ضرور رہیگا۔ ۱۳۔ ایسے اموال کے فائدے
تصدق کردئے جائیں ۱۴۔ فقہا کے نزدیک بیع فاسد میں شبہ ربوا ہے۔ لیکن فاسد
تین درجے پر ہے۔ **اول** ظاہر الفساد جب کہ دونوں جانتے ہوں اور اس کا حکم بیان ہوگیا
دوم جائز الفساد جب کہ مشتری و بائع دونوں یا ایک اسے فاسد نجان سکے جیسے زید
نے عمرو کا مال چھین کر بکر کے ہاتھ بیچا اور بکر نے محمود کے ہاتھ بیچا پھر زید نے عمرو کو عوض
دے کر ملک حاصل کرلی اب بیع زید کی بکر سے صحیح اور بیع بکر کی محمود سے فاسد ہے
(ہدایہ) اور ایسی ہی جبکہ وجہ فساد ظاہر نہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ قبل علم تصرف و انتفاع
حلال اور بعد علم اگر مبیع موجود ہے تو رد واجب ورنہ نہ گناہ ہے نہ تاوان **سوم** فساد لازم
جو کسیطرح دور نہ ہوسکے اور یہ تب ہے کہ ایک عوض قابل ملک ہی نہ ہو جیسے شراب
دے کر کپڑا خریدا اب کپڑے میں بعد ادائے قیمت ملک آسکتی ہے مگر شراب تو کسی
طرح قابل ملک نہیں۔ **بیع باطل** ہر ایسی شئے کی بیع باطل ہے جو قابل ملک نہو جیسے
آدمی یا وحشی جانور پکڑنے سے پہلے بحری ہو یا بری پانی اپنے معدن میں جیسے دریا یا
کنواں اور جب کسی ظرف یا حوض میں کرلیا مملوک ہے جنگل۔ اور اس کی روئیدگی، پہاڑ
خودرو گھاس محفوظ کرلینے سے پہلے۔ آگ جب کہ لکڑی کوئلے کے ساتھ نہ ہو۔ آباد
مسجد۔ ارض مکہ۔ صید حرم۔ آدمی کے اجزا۔ آزاد ہو یا عبد۔ ۲ قابل نقل نہ ہو یعنی ایک
ملک سے دوسرے کی ملک میں نہ جا سکے جیسے مدبر۔ مکاتب ۳۔ معدوم ہو جیسے پھل
نکلنے سے پہلے۔ جانور کے بچے جننے سے پہلے حق دین حق علو ۴۔ مشکوک الوجود جیسے
حمل۔ انڈے کا بچہ۔ تھنوں میں دودھ۔ وہ شکار جو اس جال میں آجائے۔ وہ موتی جو اس

غوطے میں ملے ۵۔ مال نہ ہو جیسے خون، مردار، مارا ہوا جانور۔ پیشاب اور بالکل نکمی چیز۔ بیع مال غیر متقوم ہو جیسے خمر، خنزیر۔ جبکہ روپے سے خریدا جائے ۶۔ مبیع مذکور ہی نہ ہو جیسے ایک ہزار کو خریدا اور مبیع کا ذکر نہ کیا اور اگر کہے یہ کپڑا خریدا اور ذکر ثمن سے سکوت کیا تو فاسد ہے ۷۔ یا مبیع ملک غیر ہو جیسے غصب اور سرقے کا مال یا بیع فضولی اپنے لئے ۸۔ یا عقد بیع تصور نفع جانبین سے خالی ہو۔ جیسے ایک درم دو درم سے ۹۔ یا مبیع متعین نہ ہو پس بیع صرف بدون تقابض باطل ہے اس لئے کہ نقد بدون قبض متعین نہیں ہوتا اور غیر متعین بیع نہیں بن سکتا پس جب کہ ایک طرف، یا دونوں طرف سے قبضہ نہ ہوا نہ مبیع پایا گیا نہ بیع ۱۰ بیع بدون رضا جیسے بیع ہازل یا مع الانکار اور چھٹی یا وہ نیلام جس میں رضائے بائع شرط نہ ہو بلکہ آخر بولی پر مال چھوڑنا ہی پڑے ۱۱۔ عاقد واحد ہو جیسے ایک ہی شخص دونوں جانب سے متولی بنے یا عاقد مجنون ہو **مسئلہ** یتیم کا مال بغبن فاحش بیچنا باطل ہے۔ (در)

حکم بیع باطل یہ بیع شرعاً لاشے ہے ملک آتی ہی نہیں اور جو مال عاقد کے قبضے میں آئے بعض کے نزدیک امانت ہے یعنی ضائع ہو جائے تو ضمان نہیں اور بعض کے نزدیک ضمان ہے اور یہی صحیح ہے پھر باطل دو حال پر ہے ایک (ظاہر البطلان) جبکہ بائع و مشتری دونوں واقف ہوں یا وجوہ بطلان قابل اصلاح نہ ہوں۔ جیسے بیع میتہ و خمر و خنزیر۔ دوسرے (جائز البطلان) جبکہ بائع و مشتری یا ایک اسے باطل نہ جان سکتا ہو مثلاً جانور جو کسی کا چھوڑا ہوا پکڑ کر بیچا۔ یا غیر کا مال اپنا کہہ کر بیچا۔ یہ عقد اولاً صحیح اور بوقت دعویٰ و اظہار باطل ہے مگر جو تصرف کئے تھے وہ جائز اور جو فائدے اٹھائے وہ حلال ہیں اور مبیع موجود واجب الرّد اور ضمان بائع پر ثابت ہے۔

ضابطہ عدم جواز بیع کی پانچ علتیں ہیں ۱۔ اباحت عامہ جیسے گھاس۔ شکار، پانی وغیرہ ۲۔ نجاست جیسے خمر، خنزیر۔ مگر بانس اور سرگین کی بیع بضرورت جائز ہے اور

ے (یعنی بیع فضولی کا اپنے لئے باطل ہونا) حسب تصریح در رو بحر ہے لیکن حسب تحقیق علامہ شامی باطل نہیں اجازت مالک پر موقوف ہے۔ ۱۲ (سعید احمد)

استعمال بھی ان کا موجب توہین وابتذال ہے ۳۔ جس میں کوئی نفع نہ ہو جیسے بیکار شے اور ہوام اور حشرات ہم۔ معصیت، محضہ ۵ ممانعت شرعی جیسے مسجد۔ انسان، ارض مکہ پھر جن کے بیچنے یا جن کی اجرت سے نہی وارد ہے جیسے اجرت زنا۔ پس اگر ان علتوں سے کوئی علت پائی جائے تو۔ بیع منع ہے ورنہ ربا مکروہ ہے یا خلاف اولی

ف اگرچہ حدیث میں اجرت زنا وحجامت وثمن کلب تینوں سے نہی وارد ہے۔ مگر زنا حرام تھا اُس کی اجرت بھی حرام رہی اور نہ حجامت میں گناہ تھا نہ کتا نجس العین پس اس کی بیع واجرت پر کراہت یا خلاف اولیٰ کا حکم دیا گیا اور ایسے ہی کیڑے مکوڑوں کا بیچنا خلاف اولی ہے بوجہ معنیٔ نائت کے **بیان ربوا**۔ ربوا لغت میں افزونی ہے اور شرع میں وہ حقیقی یا حکمی افزونی جو معاوضات میں بدون عوض مشروط ہو پس بیع فاسد اور نسا میں افزونی حکمی ہے اور ایک درم دو درم سے بیچنے میں افزونی حقیقی۔ اور قرض انتہائً معاوضہ ہے لہذا اس میں نفع حرام ہوا اور ہبہ وغیرہ میں معاوضہ کا ذکر نہیں پس افزونی حلال ہے اور بدون شرط جو کچھ لیا دیا جائے اسے ربوا سے تعلق نہیں بلکہ احسان وتبرع ہے۔ ربوا شرعاً حرام ہے اور اس کی حرمت کا انکار کفر ہے اور عقلاً نہایت مذموم اس لئے کہ سود خواہ قرض میں ہو یا بیع میں تبرعات کی غرض اور وضع کا مخالف ومبطل ہے مگر قرض محض احسان اور نیکی ہے جیساکہ وارد ہوا کہ قرض دینے میں خیرات سے اٹھارہ حصے زیادہ ثواب ہے اور جب نفع لیا تو نہ احسان رہا نہ ثواب پس حقیقۃً قرض قرض نہ رہا اور بیع دفع حاجت ومنفعت کے لئے موضوع ہے اور ہمجنس کے معاوضے میں حاجت معلوم جیسے گیہوں سے گیہوں بدلنا اور مساوی القدر میں منفعت معدوم پس غرض۔ بیع فاسد ہوگئی۔ اور حرمت شرعی قرآن میں نازل اور احادیث معتبرہ سے متبادر حَرَّمَ الرِّبٰوا۔ سود حرام کیا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ یعنی اگر سود نہ چھوڑ دگے تو اللہ ورسول کی لڑائی سے مطلع ہو جاؤ۔ اور حضور سے سود کھلانی اور اس کی گواہی وکتابت پر لعنت وارد ہے۔ اور احمد اور دار قطنی سے مروی ہے کہ جان بوجھ کر سود کھانا چھتیس زنا سے بدتر ہے۔ اور ابوہریرہ سے مروی ہے کہ سود خواری

کے گناہ کے ستر حصے ہیں کم سے کم ان میں کا اتنا ہے جتنا ماں کے ساتھ زنا کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سود لینے دینے والے دونوں برابر ہیں یعنی گناہ فعل میں مگر گناہ اکل حرام واخذ حرام لینے والے میں بڑھا ہوا ہے۔ سود کی حرمت کا انکار کفر اور اس کا ارتکاب فسق اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کے سوء خاتمہ کا ڈر ہے، اور نازل ہوا یمحق اللہ الربوا اللہ تعالیٰ سود خوار کا مال ضائع کرتا ہے خواہ دنیا میں کمال بخل یا اضاعت یا عدم برکت سے خواہ آخرت میں دبال و نکال سے ایسے ہی ابن مسعود سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا سود کا مال اول چاہے بڑھے مگر آخر کار گھٹ جاتا ہے۔ پھر ہماری تحقیق میں ربوا کی سات ہی قسمیں معلوم ہوئی ہیں ۱۔ ربائے قرض یعنی قرضدار قرض خواہ کو کچھ ماہانہ یا روزانہ یا کوئی مقدار بحسب شرط دے۔ امام مالک سے مروی ہے کہ ایام جاہلیت میں دستور تھا کہ جب قرض خواہ کا وعدہ آجاتا مدیون سے کہا جاتا کہ خواہ قرض ادا کرو یا سود قبول کرو (تفصیل اس کی کتاب الدیون میں آئے گی) ۲۔ ربائے رہن۔ یہ کہ مرتہن راہن سے پائے یا شئے مرہونہ سے فائدہ اٹھائے احکام اس کے کتاب الرہن میں آئیں گے ۳۔ ربائے حبس یہ ہمارے ہندوستان میں بدولت سرکار انگریزی رائج ہوا ہے یعنی نوٹ ودثیقہ چونکہ مدیون یعنی سرکار انگریز اس اصل مال کو واجب الرد نہیں جانتی، پس باعتبار اس حبس بجائے (ربائے حبس) اس کا نام ادنیٰ ہے۔ احکام اس کے نوٹ کے بیان میں ہیں۔ ۴۔ ربائے شراکت یعنی ایک شریک دوسرے کا نفع معین کردے اور جملہ نقصانوں اور فائدوں کا خود مستحق بنجائے (اس کا ذکر شراکت میں آئیگا) ۵۔ ربائے فساد یعنی بیوع فاسدہ ۶۔ ربائے نسیہ یعنی ادھار لین دین میں۔ ۷۔ ربائے فضل یعنی نقد معاملت میں پھر یہ ربائے نسیہ و فضل تین طور پر ہے (منصوص) جو حدیث میں مصرح ہے فرمایا الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل ویداً بید چاندی سونا گیہوں، جو خرما۔ نمک۔ برابر بکے اور دست بدست فمن زاد او استزاد فقد ربیٰ جس نے زیادہ دیا یا مانگا سود کھایا الآخذ والمعطی فیہ سواءٌ (رواہ مسلم) لینے دینے والا اس میں

برابر ہے۔ ظاہر یہ کہ نزدیک ان چھ چیزوں کے سوا کسی میں سود نہیں" اجماعی" وہ اشیاء ہیں جن میں سب مجتہدوں کے نزدیک علت ربوا قائم ہے جیسے وہ غلے جو تول یا ناپ سے بکیں ہمارے نزدیک ان میں علت قدر ہے اور مالک اور شافعی کے نزدیک طعم "مجتہد فیہ" جو بعض مجتہدین کے نزدیک سود ہے اور بعض کے نزدیک نہیں اسلئے کہ مجتہدین انہی اشیائے[1] مذکورہ سے علت مستنبط کر کے دوسری اشیاء پر بھی حکم ربوا جاری فرماتے ہیں کہا شافعیہ نے کہ کھانے والی چیزوں میں طعم علت ہے اور نقود میں ثمنیت، اور جنس شرط ہے اور مساوات مخلص مثلاً گندم میں غلہ ہونا علت ربوا ہے اور جب گندم کے ساتھ گندم بیچے جائیں تو شرط پائی گئی، اب بیشی و کمی حرام ہے اور چاندی یا سونے میں ثمنیت علت ہے جب چاندی چاندی سے یا سونا سونے سے بیچا جائے مساوی الوزن ہونا ضروری ہے اور اگر چاندی سونے کیساتھ یا گیہوں جو کے ساتھ بیچے جائیں تو ان کے نزدیک دوسری حدیث[1] سے حرمت ثابت ہوگی اس لئے کہ علت ربوا موجود ہے مگر شرط یعنی جنسیت مفقود فرمایا۔ فاذا اختلف الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید یعنی جب جنس بدلجائے تو جس طرح چاہو بیچو مگر دست بدست اس سے ادھار بیچنا حرام ہوگیا۔ اور کہا مالکیہ نے کہ علت قوت و ادخار ہے پس ترکاریوں میں ربوا نہیں اور ابن ماجشون ہر نفع والی شے میں ربوا کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک علت قدر[2] و جنس[3] ہے پھر جملہ معاوضات چار قسم کے ہوئے ۱۔ بدون قدر و جنس جیسے کپڑا۔ چائے کے ساتھ بیچا اسے ربوا سے تعلق ہی نہیں نقد بیچیں چاہے قرض ۲۔ مع قدر و جنس جیسے گیہوں گیہوں سے خریدے۔ اس میں نہ نقد میں تفاضل حلال ہے نہ ادھار میں جائز ۳۔ صرف قدر ہے۔ جیسے جو گندم ۴۔ صرف جنس ہے جیسے کپڑوں سے کپڑا اس میں ادھار سود ہے اور نقد حلال ہے۔ مسئلہ گیہوں گیہوں سے جو جو سے۔ لوہا لوہے سے تانبا تانبے سے

[1] یعنی جو حدیث اسی سطر کے بعد ہے جس میں نقد بیچنے کی شرط ہے۔ ۱۲۔

[2] یعنی کیل و میزان۔ ۱۲ [3] یعنی ایک قسم کی اشیا جیسے جو بعوض جو۔ ۱۲۔

گیرو گیرو سے، ہمیہ سوختنی ہمیہ سوختنی سے اگر بیچے تو دو شرطیں ہیں ۱۔ یہ کہ مقدار میں دونوں
برابر ہوں ۲۔ یہ دونو یا ایک عوض ادھار نہ ہو بلکہ نقداً دیا جائے ورنہ سود ہو جائیگا۔
مسئلہ گیہوں جو سے لوہا تانبے سے، زعفران مشک سے تنزیب تنزیب سے
جس طرح چاہو بیچو مگر ادھار نہ ہو اس لئے کہ علت ربوا سے صرف جنس موجود ہے یا
فقط قدر دونوں امر نہیں۔ **مسئلہ** دہ آم جو عدداً بکتے ہیں باہم ہمجنس ہیں کم قیمت ہوں
یا بیش قیمت مگر فضل حلال ہے اس لئے کہ قدر نہیں **مسئلہ** جو آم وزناً بکتے ہیں
ان میں فضل و نسیہ دونو حرام ہیں **مسئلہ** جو آم عدداً بکتے ہیں ان آموں کے
ساتھ جو وزن سے ملتے ہیں صرف جنسیت کی رو سے قرضاً بیچنا نہ چاہیئے نقد فضل
حلال ہے۔ **مباحث جنسیت** ۔ کہا صاحب نہایۃ المحتاج نے کہ جو اشیا ایک
اسم خاص معنی متحد میں داخل ہیں پس کپڑا اسم عام ہے اور اس کے تحت میں
مختلف اغراض و معانی کے کپڑے ہیں جیسے گاڑھا۔ تنزیب۔ اطلس وغیرہ اور تنزیب
یا نین سکھ، یا اطلس یا گاڑھا یہ اسم خاص ہے اور تمام تھان ان کے معنی متحد رکھتے
ہیں **ف** نام تین اعتبار پر ہیں ۱۔ عموم و شمول جس کے تحت میں مختلف غرض و صنعت
و قسم و اصول کے افراد داخل ہوں جیسے غلہ۔ کپڑا۔ حیوان، میوہ، دہات وغیرہ اور یہ
گو معقولیوں کے نزدیک اسم جنس ہے مگر فقہا کے نزدیک نہیں ۲۔ اصل و حقیقت
جیسے گندم، جو، انار، خرما، نین سکھ، تنزیب، لوہا، پیتل وغیرہ ۳۔ باعتبار وصف و حسن
جیسے تنزیب اعلیٰ درجے اور ادنیٰ درجے کی یا انار طائف و کابل و ہند وغیرہ کے، یہ
دونو فقہا کے نزدیک جنس واحد ہیں اور ان میں ربوا متحقق ہے۔ پس انار انار سے۔
خرما۔ خرما سے، تنزیب تنزیب سے بیچی جائیں اور یہ اشیاء قدری ہوں فضل و نسأ
دونو حرام ہیں ورنہ اُدھار بیچنا حرام ہے۔ **مسئلہ** تمر و رطب ایک جنس ہیں۔ (ہدایہ)
مسئلہ اسپات۔ کھیڑی، فولاد اگرچہ سب لوہے ہیں مگر ہمجنس نہیں **مسئلہ** تانبا
پیتل، رانگا سب اگرچہ دھاتیں ہیں مگر ہمجنس نہیں۔ **مسئلہ** الماس، یاقوت، زمرد،

ف ۔ اور نقد حلال ۔ ۱۲۔

عقیق، زبرجد، فیروزہ، اگرچہ سب پتھر ہیں مگر ہمجنس نہیں۔ **مسئلہ** عقیق یمنی اور عقیق جگری ایسے ہی انار ولایتی و ہندی ایک جنس ہیں۔ **تنبیہ** اسم خاص کے تحت میں دو ایسی چیزیں جن کی اصلیں متحد نہ ہوں ہمجنس نہیں جیسے عطر۔ تیل۔ دودھ گوشت وغیرہ پس عطر گلاب و عطر عنبر و مشک و عطر حنا و عطر جوہی میں جنسیت نہیں اور شیر بز و شیر گاؤ و شیر شتر میں جنسیت نہیں۔ در ایسے ہی ان کے گوشتوں میں جنسیت نہیں **تفاوت** دو چیزوں میں دو وجہ پر ہوتا ہے۔ ۱۔ (خلقی) جیسے میووں میں ہوتا ہے کسی مقام پر فصلی یا خلقی تاثیر سے ایک خوشرنگ، خوش مزہ خوشبو، بیش قیمت دوسرا۔ بدرنگ، بدبو۔ بدمزہ، کم قیمت، اس کی نسبت حضور نے فرمایا جَيِّدُهَا وَرَدِيهَا سَوَاءٌ برے بھلے سب برابر ہیں پس دیسی انار ولایتی انار سے اگر بدلا جائے تو برابر **مسئلہ** یہ مساوات مخصوص بربوا ہے ضمان متلفات[1] وتقویم میں ہم کو اختیار دیا گیا ہے ۲۔ (کسبی) وہ وصف جو خاص ہماری صناعت سے پیدا ہوئے ہوں پس اگر ان میں اصل و مادہ بعینہ باقی ہے اور سوائے صناعت کے کوئی ایسی شے زیادہ نہیں ہوئی جس کے ملانے سے کچھ اثر پیدا ہوا ہو جیسے سوت اور کپڑا۔ ریشم اور اطلس لکڑی لوہے تانبے۔ چمڑے۔ مٹی وغیرہ کی اشیا۔ تیل۔ تلی یہ سب ہمجنس ہیں اس لئے کہ اصل و مادہ بعینہ موجود ہے اور سوائے صناعت کے کچھ زیادتی نہیں ہوئی اور اگر اصل و مادے پر کوئی شے زیادہ کی گئی جیسے کاجل اور روشنائی یا روئی اور کپڑا۔ اور رس اور شکر اور مٹھائی یا انار، سیب، بہی۔ انگور اور انکے شربت اور مربے وغیرہ یہ سب غیر جنس ہیں اس لئے کہ ان کی اصل بعینہ باقی نہیں رہی۔ مگر سونا، چاندی کسی دوسری چیز میں ملجائے تو اس کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ ۱۔ سونا چاندی قلیل ہو یا کثیر مقصود و معتبر ہوتا ہے، ۲۔ ان کی اصالت یعنی ثمنیت کسی حال میں باطل نہیں ہوتی بخلاف اور اشیا کے کہ وہ حالت ترکیب میں دوسرا حکم پیدا کرتی ہیں پس جائز نہیں کہ کھوٹی اور کھری چاندی سونے کے باہم بیع وشرا میں

---

[1] یعنی اگر دیسی انار کسی کے ضائع کر دیئے تو ولایتی نہ دلائے جائیں وہی دیسی یا قیمت ۱۲۔

بیشی وکمی کریں مگرجب میل غالب ہو مباحث قدر ا۔ سوائے وزن اور کیل کے اور طرح اگرچہ اندازہ ہو سکے معتبر نہیں پس گز اور عدد قدر شرعی نہیں ہے۔ **مسئلہ** دس گز تنزیب دو گز، تنزیب سے اور دو چاقو ایک چاقو سے بیچنا جائز ہے ۲ میزان اور کیل میں اتحاد نہیں ہے پس کیلی چیز وزنی کے ساتھ بیچے قدر معتبر نہ ہوگا۔ جیسے دودھ شکر سے ۳۔ ایک میزان دوسری میزان سے اور ایک کیل دوسرے کیل سے مختلف ہے جیسے کانٹا جس میں تولے ماشے کا وزن ہے۔ اور تک جسمیں منوں کا حساب ہے ایسے ہی کیل وپیمانہ غلے اور دودھ کا چونے اور سرخی کے پیمانے کا غیر ہے پس ایسے مختلف الوزن یا کیل کی چیزوں میں باہمی قدر غیر معتبر ہے۔ **مسئلہ** غلہ چونے سے یا شکر سے یا عطر سے بیچیں تو قدر معتبر نہ ہوگا۔ ۴۔ جو چیزیں حضور کے زمانے میں کیلی یا وزنی تھیں وہ ہمیشہ ویسی ہی رہیں گی امام کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک بحکم عرف بدل جانا بھی جائز ہے اس لئے کہ نص مبتنی ہے عرف پر اور ہو بھی یہ امر باب عرف ومعاملات سے اور آدمیوں کو عادت سے بدل دینا امر دشوار ہے البتہ برکت اسی میں ہے جس کے ساتھ فعل وقبول پیغمبر متیقن ہو چکا ہے ۵۔ جو چیزیں حضور کے زمانے میں قدری نہ تھیں، انکا قدری ہونا ثابت نہیں ہوا اس میں عرف حاکم ہے چاہے قدری کو غیر قدری کر دے یا غیر قدری کو قدری بنا لے جیسے کاغذ وغیرہ جو آج کل قدری ہو گیا ہے۔ **واضح رہے** کہ ہر شئے میں ایک ادنی مقدار ہوتی ہے جسکا حساب ولحاظ معاملات میں نہیں کیا جاتا ہے جیسے غلوں میں تولے ماشے عطر دان میں رتیاں نہ معتبر ہوا کرتی ہیں نہ ان کے مقابل میں کچھ دام بڑھائے جاتے ہیں اور اتحاد قدر اسی ادنی مقدار کی رو سے معتبر ہے یعنی جن اشیاء کی ادنی مقدار ملحوظ مساوی ہے وہ سب متحد القدر ہیں ورنہ نہ بس بھوسا۔ لکڑی۔ کانپ۔ سرخی۔ کوئلہ متحد القدر ہیں، ہر قسم کے اناج ہم وزن ہیں ہر قسم کی مٹھائیاں، روغن زرد، شہد وبالائی متحد القدر ہیں، لوہا، سیسا، تانبا۔ پیتل، رانگا وغیرہ متحد القدر ہیں۔ چاندی، سونا، ہم وزن ہیں عطر بمشک۔ زعفران۔ ہموزن ہیں یاقوت الماس مروارید ہموزن ہیں اور صرف ایک

میزان میں دو چیزوں کا تولا جانا یا ایک پیمانہ میں پایا جانا کافی نہیں جبکہ ادنیٰ مقدار ملحوظ مساوی نہ ہو اس لئے کہ جو ادنیٰ مقدار لوہے، تانبے میں محسوب ہے شیرینی میں نہیں اور جو شیرینی میں ملحوظ ہے غلے میں نہیں اور جو غلے میں معتبر ہے بھوسے کوئلے میں نہیں اور جو قدر جواہر میں ملحوظ ہے چاندی سونے میں نہیں۔ کیا نہیں دیکھا جاتا کہ سونا چاندی امتحاناً گھسا جاتا ہے اور جواہر میں اتنا بھی ضائع نہیں کیا جاتا۔ اور عطر و روغن خوشبو سونگھنے کے لئے دیا اور ملایا جاتا ہے مگر چاندی سونا اتنا بھی نہیں دیا جاتا، اور جس قدر غلہ یا شکر یا شیرینی بطور نمونہ دی یا کھلائی جاتی ہے عطر ہرگز نہیں ملسکتا۔ مگر ایسی اشیا میں امتیاز اور اتحادِ قدر کا حکم کمال غور و تفقہ کے ساتھ معاملہ دانی اور عرف کی جانچ پر موقوف ہے ممکن ہے کہ ہماری مثالیں کہیں کے عرف کے خلاف ثابت ہو جانے سے غلط ہو سکیں **مسئلہ** جو مقدار قدر سے خارج اور معاملات میں غیر ملحوظ ہے اس میں ربوا نہیں مثلاً دو چٹکی آٹا ایک چٹکی آٹے سے بیچنا جائز ہے (ہدایہ) اسلئے کہ قدری نہیں **مسئلہ** اکثر کسرات کسی زمانہ میں یا بعض ملکوں میں ملحوظ و معتبر نہیں ان کے مقابلہ میں قیمت بھی نہ تھی مگر جب کہ معتبر ہو جائیں تو قیمت بھی انکے مقابلے میں ہو جائے گی۔

توابع مبیع وہ چیزیں جو مبیع کے ساتھ بدون قیمت ملجاتی ہیں تین درجے پر ہیں ۱۔ (ممنوع الاستثنا) جیسے پیٹ کا بچہ یہ بے ذکر داخل مبیع ہے اور خارج کرنے سے خارج نہیں ہو سکتا ۲۔ (تابع) جو اصل غرض مبیع سے متعلق اور اسکے ساتھ متصل باتصال قرار ہو جیسے قفل کی کنجی یا کتاب کی جلد۔ یا دیوار میں جڑی ہوئی کیلیں، یا زمین میں لگے ہوئے درخت یہ بدون ذکر بک جاتے ہیں، مگر یہ کہ بصراحت علیحدہ کرلے ۳۔ (ملحق) جو نہ اصل غرض مبیع میں داخل نہ متصل باتصال قرار ہو تب بک جائیگی جب کہے یہ گھر بجمیع حقوق یا بجمیع توابع یا بجمیع منافع بیچا۔ یہ شے اپنے ..... سازو سامان و ملحقات کے ساتھ بیچی **مسئلہ**۔ جو شے عرفاً تابع ہے وہ بے ذکر بک جائے گی جیسے جانور کے ساتھ لگام وغیرہ **مسئلہ** کھیتی زمین کی بیع میں داخل نہیں

اسلئے کہ علیحدہ کر لینے کے لئے لگائی گئی ہے اور ایسے ہی پھل درخت کے بیع میں داخل نہیں **مسئلہ** درخت زمین کی بیع میں داخل ہے اس لئے کہ اُسے اتصال قرار ہو **مسئلہ** زمین سے یا جانور کے پیٹ سے کوئی شے نکلے اگر اس میں پیدا ہوتی ہے جیسے معدنی چیزیں یا چڑیا کے انڈے یا سیپی میں موتی، تو یہ ملک خریدار ہے اور اگر پیدا نہیں ہوتی ہے تو ملک بائع ہے، جیسے مچھلی یا مرغ کی بیٹ سے موتی یا زمین سے خزانہ **مسئلہ** جو شے تبعاً داخل ہے وہ مثل وصف کے ہے جس کے مقابل ثمن کا کوئی جزء نہیں ہوتا۔

متفرقات متعلق بیع ۱۔ ہر حرام شے جو نجس نہ ہو بک سکتی ہے جیسے چمڑا۔ ہڈی، دانت، بال اور حرام جانوروں کا گوشت جب کہ وہ ذبح کر ڈالے جائیں اور وہ مرا ہوا جانور جس میں خون سائل نہ تھا مگر خنزیر اور اس کے تمام اجزا ممنوع البیع ہیں ۲۔ مگس شہد، اور اس کے انڈے، جوک۔ کچھوا، سانڈا۔ اور اسی قسم کے جانور کسی جائز استعمال کی ضرورت سے بک سکتے ہیں ۳۔ انسان کے کسی جزء کا بیچنا اور اس کا استعمال حرام ہے بوجہ کمالِ تعظیم کے ۴۔ آزاد آدمی نہیں بک سکتا، ۵۔ وہ تمام اشیا جن کی نسبت بدون دلیلِ مقبول نجس ہونے کا الزام لگایا جائے جیسے ادویۂ انگریزی یہ نہ ممنوع البیع ہیں اور نہ ممنوع الاستعمال، ہاں یہ دلیل کہ اکثر انگریزی دوائیں شراب سے مرکب ہوتی ہیں کافی نہیں اس لئے کہ شراب وہی ہو جو شرب اور سرور کے لئے موضوع ہو نہ وہ کہ زہر کی طرح مہلک ہو میری تحقیق میں جو تیز جو ہر انگریزی دوا میں ملایا جاتا ہے اور وہ اپنی اصطلاح میں اسے شراب کہتے ہیں ہرگز شراب نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ دوسرے اشربہ کیطرح پینے کی چیز نہیں ہے اگر اسکا استعمال ہو تو مثل زہر کے مہلک ہے پس ایسی شی حکم خمر میں نہیں ہے رہا یہ امر کہ اس کے چند قطرے پانی وغیرہ میں ملا کر پینے سے سکر پیدا ہوتا ہے قبل از ترکیب موجب حرمت نہیں مثل ایسے شیر دن کے جو ادنی ترکیب سے شراب بن سکتے ہیں نہ یہ حرام ہے نہ نجس ۶۔ وہ مرکب چیزیں جن کی نسبت مشہور

کیاجاتا ہے کہ ان کی ترکیب کسی نجس وحرام شے سے ہے جیسا کہ بعض رنگ اور دواؤں یا شکر کی نسبت مشہور ہے اس وقت تک ممنوع نہیں ہو سکتیں جب تک قابل اطمینان اور معتبر ذریعے سے اس امر کی تصدیق نہ ہو جائے اور تحقیق بھی تفصیلی اور شہادت عینی ہونا چاہیے ورنہ بہت ایسی صورتیں ہیں جنھیں عوام ناجائز جانتے ہیں اور شرعاً جائز ہیں پس انکی تفصیل کسی عالم حاذق کے حضور میں ہونے کے بعد جو حکم ہو قابل اعتبار ہے۔ ۷ وہ چیزیں جن میں غالباً نجس اشیاء ملائی جاتی ہیں، جیسے بسکٹ جن میں تاڑی کا خمیر ہوتا ہے ان کا استعمال غالب امر کے تابع ہے غالباً نجاست ملائی جاتی ہے تو نہ استعمال کیا جائے جب تک اطمینان نہ ہو۔ اور اگر گاہ گاہ نجاست ملائی جاتی ہے تو بدون ثبوت نجس ترک کی ضرورت نہیں۔ ۸ جس کا علیحدہ بیچنا جائز نہیں اسے مستثنیٰ کرنا بھی جائز نہیں جیسے گھوڑے بیچے اور اس کا حمل مستثنیٰ کیا، یا درخت بیچکر آیندہ نکلنے والے پھل مستثنیٰ کئے۔ ۹ غلہ جب کیل یا وزن سے بکے تو شرط ہے کہ خریدار یا اس کا فرستادہ اپنے سامنے تلوائے۔ بائع کے بیان پر اکتفا جائز نہیں۔ مگر تخمینے اور اشارے میں وزن کی ضرورت نہیں۔ ۱۰۔ ایسے ظرف یا بورے جن کا وزن معین و معلوم ہو انمیں وزن مکرر کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ہر ظرف اصطلاحی کیل ہے۔ مسئلہ ہزار من گیہوں دو ہزار کو خریدا اور فی بورا دو من ہے تو پانچسو بورے گن لینا کافی ہے اور یوں سمجھا جائے گا کہ فی بورہ للعہ قیمت ہے۔ البتہ اگر بوروں میں کمی ثابت ہو تو مثل نقصان سنگ ترازو وظرف کیل باقی پانیکا حق ہے۔ ۱۱ زید نے بکر سے ایک بار طے کرلیا کہ فلاں قسم کی اشیا اس نرخ سے لیا کریں گے اب جب تک کوئی نئی گفتگو نہ ہو وہی نرخ واجب الادا ہے۔ اور ایسے ہی حکم ہے اشیائے معروف القیمت کا جن میں کمی بیشی نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ۔ ۱۲ زید نے بکر سے بایں شرط کچھ خریدا کہ دام بازار کے نرخ سے زیادہ ہوں گے تو واپس کردونگا۔ یہ امر خیار شرط میں جائز نہیں اور اگر وعدہ محض ہے تو دیانۃً قابل وفا اور عقد میں داخل کرنا موجب فساد عقد ہے ۱۳۔ قبول میں پچھلا قول معتبر ہے مثلاً زید نے چاقو لیا ایک روپے کو مگر بائع دو روپے

کہتا رہا یہی ثمن ہے اور اگر مشتری نے آخر کو ایک روپیہ کہا اور لے چلا اور بائع کچھ مزاحم نہ ہوا تو یہی ایک روپیہ دام ہیں۔ ۱۴ جنگلی جانوروں کی چار صورتیں ہیں، (ایک) یہ کہ نہ مملوک ہو نہ مقبوض جیسے چڑیا دور سے دکھا کر کہا یہ بیچی یعنی پکڑ کر دینگے یا تم کو اجازت ہے کہ پکڑ لو یہ بیع باطل ہے۔ دوسری یہ کہ مملوک ہو مقبوض نہیں پس اگر قبضے میں بآسانی لانا ممکن یا عادۃً ثابت ہے تو بیع صحیح ہے جیسے پالو کبوتر یلا ہوا ہرن وغیرہ اور اگر پکڑنے کے لئے اسباب و تدابیر کی ضرورت ہے جیسے وہ مچھلیاں جو بڑے حوض میں چھوڑی گئی ہوں۔ اڑ جانے والا کبوتر جو اپنے گھر سے باہر نکلا ہوا ہو پس یہ بیع فاسد ہے **مسئلہ** شکاری باز بحری کتا۔ چیتا چھوٹا ہوا بیچنا جائز ہے اسلئے کہ یہ واپس آجانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ **مسئلہ** چھوٹے حوض کی مچھلیاں، جو پکڑ سکتے ہیں بیچنا جائز ہے۔ تیسری یہ کہ مقبوض ہے مملوک نہیں جیسے کسی کا پالو کبوتر پکڑ لیا یہ مثل مال غیر کے۔ چوتھی مملوک و مقبوض مثل دوسرے مالوں کی جائز البیع ہے۔ ۱۵ بائع نے کہا یہ کپڑا اگر نقد لوگے تو دس کا ہے اور ادھار پندرہ کا یہ معاملہ جائز ہے بشرطیکہ ایک امر طے ہو جائے مجمل نہ رہے یعنی کہا گیا کہ نقد لیا یا ادھار لیا اور اگر مبہم رہا یعنی خریدار کو اختیار رہا کہ چاہے اسیوقت دس دے یا آئندہ پندرہ تو بیع فاسد ہوئی۔ ۱۶۔ غلہ فروش اناج کے چھکڑے اسی طرح لیتے ہیں کہ روپیہ دیدیا اور دام چکالئے وزن کر کے بیچتے گئے جتنا وزن ہوا اسیقدر وضع دیا اگر بائع اول بھی حاضر رہے تو یہ وزن دونوں کی طرف سے ہو سکتا ہے ورنہ بیع فاسد اسلئے کہ ۱ باروزن نہیں پایا گیا۔ ۱۷۔ اگر یہ ٹھہرے کہ بازار کے نرخ سے اسقدر زیادہ لیا جائیگا، یہ بیع میں فاسد ہے، ہاں اگر بائع اول حاضر رہے اور ہر بار مشتری اول کے بیچنے پر اپنی رضا تقریر یا سکوت سے ظاہر کرتا جائے تو گویا یوں سمجھا جائیگا کہ یہ مال تھا بائع اول کا مگر اس نے ہر بار اجازت دی اور بیع صحیح ہو گئی ۱۸ اگوشت لیا اور ہو ضع قطع معین نہیں کیا پھر قصاب نے اسی مجلس میں کاٹکر پیش کیا بشرط سکوت بیع صحیح ہو گی اور خاستہ

لے اس لئے کہ بیع مجہول رکھا۔ ۱۲

۱۹. شیرینی اور تمام ایسی چیزیں جو عادۃً سب یکساں سمجھی جاتی ہیں... ان میں تعین جانب کی ضرورت نہیں، یا عرفاً ایک جانب معین ہے جیسے کپڑا جس کے لئے ایک سرا معین ہو اور اسی طرف سے دیا جاتا ہے دوسری طرف سے نہیں دیا جاتا ان میں عدم تعین جانب سے کوئی فساد نہیں آتا البتہ متفاوت چیزوں میں جب تک جانب نہ متعین ہو یا چھانٹ کر علیحدہ نہ کر لئے جائیں یا کسی اور قسم سے تعین نہ ہو جائے تو بیع فاسد ہو گی مگر یہ کہ اسی مجلس میں تعیین برضائے جانبین ہو جائے۔ ۲۰ یہ شرط کہ بائع کو دام نہ دئے جائینگے بلکہ وہ ہمارے مال سے کوئی مال اوسقدر دام کا لے لے مفسد بیع ہو مگر جبکہ وہ مال جو دیا جائیگا اور اس کے دام سب معلوم کرا دیئے جائیں البتہ یہ جائز ہے کہ مشتری بطور خیار تعیین تین چار چیزوں سے ایک یا دو کے لینے کا اختیار حاصل کرے۔ ۲۱ یہ شرط کہ ہم دام نہ دینگے ہمارے فلاں مدیون سے فلاں مال بیچکر یا فلاں آمدنی سے جب وہ آئے پا سکتے ہو مفسد بیع ہے البتہ دہانید کر دینے میں مضائقہ نہیں۔ ۲۲ بقال سے برابر سودا لینا اور ایک وقت حساب کر کے دام جوڑنے کو فقہانے بنام استجرار ذکر کیا ہے اور استحساناً جواز پر فلاں ضعف زور دیا ہے مگر اس کی چار صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ایک بار دام طے کر لئے اسی حساب سے ہمیشہ لیتا ہے، دوسری یہ کہ دام مشہور ہیں جن میں بیشی کمی کسی خاص وجہ سے نہیں ہوتی جیسے ہمارے شہر میں پوریوں کے دام ہر جگہ ایک ہیں یا بعض ایسی چیزوں کے دام جو سرکار کی طرف سے معین کر دیئے گئے ہیں۔ تیسری یہ کہ مبیع مثلی ہے۔ چوتھی یہ قیمتی چیز ہے، اول دوم میں بیع ہے اور سوم میں صورت قرض اور چہارم میں فساد ہے۔ ۲۳۔ بیع بالحصہ ابتداءً باطل اور انتہاءً جائز ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ زید نے بکر سے دو چیزیں ایک دام میں خریدیں جن میں سے ایک جائز البیع تھی اور دوسری ممنوع البیع جیسے شربت اور شراب دونوں کی بیع ناجائز ہوئی اور اگر دونوں جائز البیع ہیں مگر ایک شے کسی وجہ سے فی الحال نہیں بک سکتی جیسے کسی اور کا مال ہو آمیں دونوں کے دام علیحدہ علیحدہ بیان کر دیئے گئے تھے تو بائع کا مال اپنے دام سے بک گیا اور غیر کا نہیں بکا۔ یہ تقسیم انتہاءً اسلئے ہو کہ بیع تو دونوں میں ہو گئی مگر ایک شئے لبوجہ

استحقاق غیر واپس کیگئی اور پہلی صورت میں تقسیم ابتدائی تھی اس لئے کہ شراب میں ایجاب
قبول ہی غلط ہوا۔ ۲۴۔ اگر ممتنع البیع جائز میں مخلوط ہو مگر اس کے دام نہ کہے جائیں
تو بیع صحیح ہے جیسے وہ برتن بیچا جس میں شراب بھری ہے یا وہ کپڑا جس میں نجاست
لگی ہے ان کا بیچنا جائز ہے۔ ہاں اگر شراب یا نجاست کے بھی دام قرار پائیں مثلاً
کہا جائے یہ پیالہ مع اس کی شراب کے دو آنے کو بیچا اب بیع فاسد ہوگی۔ ۲۵۔ دو
چیزیں دکھائیں ایک جائز البیع دوسری ممتنع البیع اور کہا چاہے ایک لو چاہے دونوں
پہلی میں بیع جائز ہے اور اگر دونوں کا خرید نا شرط بیع ہے تو عقد فاسد ہوا اسلئے کہ غیر
مبیع کا خریدنا مبیع کی خرید میں مشروط ہے۔ ۲۶۔ ثمر خام یا کچی کھیتی بیچنے میں اختلاف
ہے، اس لئے کہ (۱) خواہ پھل ظاہر ہونے سے اور کھیتی نمو سے پہلے بکیگی ۲۔ یا بعد
۳۔ یا جب پکنا شروع ہو ۴۔ یا جب پک جائے۔ شکل اول میں بیع بالاتفاق ناجائز
اور چہارم میں بالاجماع جائز ہے لیکن شکل دوم میں خرید کر کاٹلیں تو خیر اور یہ شرط کہ پھل
پکنے تک درخت پر رہیگا مفسد بیع ہے اور تیسری صورت میں اگر کچھ کچھ خامی باقی ہو
اور پھل پورا نکل آیا تو جمہور فساد بیع کے قائل ہیں مگر امام فضلی و حلوائی نے جواز کا فتویٰ
دیا ہے اور یہ استحسان امام محمد سے مروی ہے اور ترجیح دی اسے شامی نے اور فتویٰ
نقل کیا اسپر عالمگیری میں۔ اور ہدایہ و قاضیخاں میں ہے کہ اگر اپنی حد تک پہنچ گئے
ہوں تو امام محمد کے نزدیک شرط ترک جائز ہے اس لئے کہ قلیل و معدوم تابع ہے
کثیر و موجود کا۔ اور یہی حکم ہے گلاب کے پتوں کا اگرچہ وہ وقتاً فوقتاً نکلا کرتے ہیں
کہا شامی نے ہمارے زمانے میں اس کی سخت ضرورت ہے اور آدمیوں کا عادت سے
روکنا مشکل۔ لیکن ہمارے ملک میں یہ صورتیں کہ صرف ۱۔ پھول آیا اور پھل پک گئے۔
۲۔ چھوٹے چھوٹے پھل بشرط ترک بیچے ان کے عدم جواز میں شبہ نہیں ہاں چھوٹے
چھوٹے پھل خرید کر بائع سے اجازت لے لے یا درخت مع زمین ٹھیکہ میں لے لے
تو بلا تردد جائز ہے اور جب پھل نکلے اور بیچے گئے اور باقرار صریح یا بمقتضائے عرف
پھل پکنے تک درخت پر رہے تو اس کا خلاف مذکور ہو گیا مگر فتویٰ جواز پر ہے جیساکہ...

استحسان ہے امام محمد کا اور متاخرین نے مواعید کو جائز رکھا ہے۔ ۲۷۔ درخت یا وہ زمین جس پر درخت یا کھیت یا عمارت ہو بیچکر یہ شرط کہ اتنی مدت تک زمین خالی نہ کرائی جائیگی موجب فساد عقد ہے ہاں مہلت ملیگی بقدر عرف و فراہمی اسباب لازمی و بار برداری و مقام حفظ جیسا کہ جابر بن عبد اللہ نے راہ میں اونٹ حضور سے بیچکر یہ شرط کر لی کہ مدینے تک میں سوار جاؤنگا۔ اور حضور نے منظور فرمائی۔ ۲۔ برضائے باہمی جب تک چاہیں اختیار ہے لیکن شرط با ترک عقد بیع میں مذکور نہ ہو۔ ۲۸۔ جڑ درخت کی حق مشتری ہے اگر عرف بلد مانع نہ ہو یا بائع مقام معین کر کے اسے مستثنیٰ کر لے۔ ۲۹۔ عرف بلدیہ ہے کہ درخت اوپر سے کاٹ لیا جائے یا ایک گز تک کھود کر تنہ نکال لیا جائے اب اطراف و جوانب سے جڑیں نہ نکالی جائیں گی مگر یہ کہ بصراحت طے ہو جائے مسئلہ جب جڑوں کے قریب ہو۔ مسئلہ جب کوئی عرف نہ ہو تو بدون صراحت موضع قطع یا مقدار قلع بیع فاسد ہو جائے گی۔ ۳۰۔ قاضی یا سلطان کو حق نہیں کہ نرخ مقرر کر دے مگر جبکہ ضرر عام یا غبن فاحش ہوتا ہو اور حاکم حقوق مسلمانوں کے بچا نہ سکے تو بمشورہ نرخ مقرر کرنے میں مضائقہ نہیں۔ ۳۱۔ اجرت وزن و کیل و تکمیل شہادت بیع ذمہ بائع ہے اور روپیہ گننا پرکھنا۔ تحریر بیعنامہ، شہادت ادائے ثمن ذمہ مشتری (مجلہ) ۳۲، کسی مستامن یا ذمی کا غلام یا لونڈی مسلمان ہو جائے یا مسلمان کافر کی ملک میں آئے تو اسے بیچنے پر مجبور کریں اور یہی حکم ہے مصحف پاک کا (عالمگیری) ۳۳ برگ زعفران اور ایسے پتے جو پھل کی طرح کار آمد ہوں مثل ثمر کے ہیں۔ ۳۴۔ مبیع بعد قبض مشتری کی مملوک ہو جاتی ہے دام دیئے ہوں یا نہ پس اگر مشتری مرگیا اور صرف ایک مکان چھوڑا جو قرض خرید کر قبضے میں لایا تھا، اب مکان بیچنے والا اور دوسرے قرض خواہ برابر ہیں۔ مسئلہ اگر مشتری نے قبضہ نہ پایا اور مر گیا تو سب سے زیادہ استحقاق بائع کو ہے جب تک وہ دام وصول نہ کر لے دوسرا نہیں پا سکتا ۳۵۔ جو مال ڈاک یا ریل وغیرہ کے ذریعے سے روانہ کیا جائے وہ اسکے قبضے میں سمجھا جائیگا جس نے یہ حکم دیا ہو پس اگر خریدار نے

(۱) جو اعتراض اسپر حدیث سے کیا ہے اسکا جواب اور حدیث کی تاویل ہمنے حواشی حج میں بیان کر دی ہے ۱۲۔

لکھا کہ فلاں مال ریل یا ڈاک میں بھیجدو اور ضائع ہو گیا، بائع ذمہ دار نہیں اسئے گویا مشتری کے وکیل (یعنی ڈاک یا ریل) کے حوالے کر دیا۔ اور اگر اسکا یہ حکم نہ تھا بائع نے خود بھیجا تو نہ یہ روانگی تسلیم مبیع ہے نہ مشتری ذمے دار۔ **مسئلہ** اگر بھیجنے والے نے خلاف طریق مامورہ روانہ کیا تو وہی ذمہ دار نقصان ہے اور افزونی کرایہ بھی اس کے ذمے ہے **مسئلہ** دیلویعنی قیمت طلب مال بھیجنا نہ تسلیم ہے نہ مرسل الیہ ذمہ دار ۳۶ کسی مال کو یہ سمجھکر کہ قابض نہ مالک جائز ہے نہ مجاز خریدنا یا بیچنا جائز نہیں ۳۷۔ حلت وطہارت ملک وقبض سے تب آتی ہے کہ جس سے پایا ہے وہ شرعاً مالک یا مالک صحیح سے مجاز ہو البتہ بحالت لاعلمی معذور سمجھا جائیگا۔ لیکن مال غنیمت میں کوئی شرط نہیں۔ ۳۸ جس میں ذمہ داری نہیں اس میں نفع بھی حلال نہیں۔ ۳۹۔ نہ وکیل نفع لینے کا مستحق ہے، نہ سفیر نہ ملازم نہ گماشتہ اس لئے کہ وکیل وسفیر متبرع ہیں اور ملازم اور گماشتہ پر تعمیل امر داجب۔ ۴۰۔ قبضے سے پہلے مبیع ہلاک ہو جائے تو عقد فسخ ہو جائے گا۔ اور بائع خود ہلاک کر ڈالے تو قیمت عائد ہو گی (عقود الدریہ) **ف** اولی یہ ہے کہ اس صورت میں مشتری کو اختیار دیا جائے کہ عقد فسخ کرے یا قیمت لے اس لئے کہ بسا اوقات قیمت ثمن سے کم بھی ہوتی ہے پس جانب نقصان ومجبوری ظالم کی طرف ہونا چاہیئے۔ ۴۱ درخت خرید کر کاٹ لیا گیا مگر جڑ باقی ہے اور اقرار یہ تھا کہ یہ مال مشتری کا ہے پھر کچھ دنوں بعد جڑ ہری ہوئی شاخیں پھوٹیں یہ مال مشتری کا ہو اگر بائع کے اذن ورضا سے چھوڑی گئیں تھیں ورنہ بائع کو کرایہ زمین طلب کرنے کا حق ہے۔ ۴۲ عادت ہے کہ مبتذل چیزوں میں گھاتا یعنی مبیع اقرار سے کچھ زیادہ لینا اور عمدہ اموال میں دستوری یعنی ثمن کچھ کم دینا اگر قاعدہ میں مشروط یا عموماً معروف ہو اور تعداد گھاتے یا دستوری کی عرف یا اقرار سے معلوم ہو تو دستوری خارج ثمن اور گھاتا جزو مبیع ہے اور اگر نہ مشروط ہے نہ معروف یا مقدار نہ معین ہو نہ معروف تو دینے والے کی خوشی مگر جبراً لینے کا حق نہیں، اور ایسی منازعت نہ معتبر ہے نہ موجب فساد عقد۔ ۴۳۔ جو گز یا باٹ یا پیمانے یا شمار سے باصطلاح عام زیادتی جاری ہو جائے، وہ اصل کی طرح واجب الادا ہے جیسے آم میں چھپن کا سیکڑہ

سیکڑا، یا خربوزے میں چھ سیر کی پنسیری یا چھاپے خانوں میں بارہ سو کا ہزار ۴۴.
بعض چیزوں میں زیادہ تولنا جاری ہے مگر زیادتی معین نہیں، جیسے گوشت ترکاریاں
یہ افزونی بوجہ جہل جبراً نہ لیجائیگی، دینے والا دے یا نہ، ہاں یہ افزونی بمنزلۂ وصف
مرغوب فیہ ہے اگر لینے والا خوش نہ ہو عقد فسخ کردے۔ ۴۵۔ زید نے کپڑا گز وں سے
خریدا سب لے لیا صرف کنارہ باقی ہے یہ بدون دام کے اُسے ملیگا اسلئے کہ عرف
یہی ہے، ہاں خریدار چاہے کہ میں کنارے کی طرف سے یوں کٹارے کے بھی دام لگائے
یا نہ بائع مجبور نہ ہوگا۔ ۴۶ بائع کو حق ہے کہ بیع مؤجل نہ ہو تو مبیع روک رکھے جبتک
دام دام وصول نہ کرلے ۴۷ جب مشتری نے بائع کے اذن سے قبضہ پالیا اب مطالبۂ
ثمن میں مبیع کو واپس نہ لے (عالمگیری) ۴۸ مشتری کو حق ہے کہ مبیع غائب ہو تو
ثمن نہ دے۔ گو بدون عوض لئے کسی پر دینا واجب نہیں مگر وصول میں حق بائع
مقدم ہے۔ ۴۹ یہ شرط کہ مبیع یا ثمن فلاں مقام پر دیا جائے گا۔ اگر اسکے لئے
بار وحمل ہے تو بلا تامل جائز ورنہ کچھ اختلاف کے ساتھ جواز اولی ہے اس لئے کہ
منافع کثیر ومصالح صحیح اس سے متعلق ہیں ممکن ہے کہ حقدار کو کسی خاص مقام پر
قبضہ کرنے سے ضرر لاحق ہو اور بنائے اختلاف تو عدم فائدہ پر ہے پس بعد ثبوت فائدہ
اختلاف کی گنجایش نرہی ۵۰۔ زید نے ایک کتاب ہند میں چار روپے کو بیچی اور
روم میں خریدار سے یہ اقرار پایا کہ ہندی روپیہ یہاں نہیں ہے اس کی قیمت لے تو یہ
قیمت باعتبار زمان ومکان۔ بیع لازم ہوگی پس اگر ہند میں ان دنوں چار روپے کا
سونا تین ماشے ملتا تھا تو تین ماشے سونا دینا ہوگا (شامی) اور باہمی کچھ فیصلہ کرلینا
بھی ان کے اختیار میں ہے ۵۱۔ کسی مبیع کو ایسی حالت پر کردینا کہ اسکی خوبی اصل سے زیادہ
نظر آئے اور مشتری اسے موجودہ حسن کی رو سے خریدے اور دو چار دن میں اصلی حالت
نکل آئے تو اسکی تین صورتیں ہیں (طور معروف) جیسے کپڑا دھوکر اور کلپ دیکر، زیور وغیرہ صاف اور چمکدار
کرکے ۲ (طور ممتاز) یعنی بہ تکلف وتصنع جو سمجھ میں آسکے۔ یہ صورتیں مروج وجائز ہیں ۳ (فریب)
مثلاً ایک گاؤں کی نکاسی دو ہزار ہے کاغذات اور حسابات بدلکر تین ہزار دکھائے گے اور اسی

اعتبار سے قیمت بڑھائی گئی۔ یا کپڑے پر ایسی آب و تاب ہو کہ ریشمی نظر آئے یا برتن پر ایسا ملمع کہ زرین معلوم ہو۔ یہ سب فریب اور جائز الفسخ ہیں ۵۲ اگر مبیع پر دعویٰ کیا جائے تو خریدار یا مستاجر صاحب حق کو روک نہیں سکتا بائع یا اجیر سے مطالبہ کرے پس اگر خریدار نے خریدی ہوئی زمین پر مکان بنالیا پھر وہ مکان بحق مستحق کھودڈالا گیا یا مستاجر نے زمین پر باغ یا کھیت بویا اور بحق مدعی کھودڈالا گیا بائع یا مستاجر سے مطالبہ نقصان ہو سکتا ہے، امام محمد نے امام سے روایت کی اور حسن کا بھی یہی قول ہے کہ خریدار لکڑی وغیرہ محفوظ رکھے اور جب بائع ملے اس سے اپنی جمع لیلے ف مزدوری بھی نقصان میں محسوب ہوگی اسلئے کہ خریدار کو بائع کیطرف سے دھوکا ہوا ۵۳ مستحق[1] مبیع یا اسکی قیمت قابض سے لے سکتا ہے، مثلاً زید نے عمرو سے ایک گھوڑا خریدا پھر بکر نے کہا یہ مال میرا ہے اگر گھوڑا بعینہ موجود ہے زید سے لیلے اور ناقص یا ہلاک ہوگیا تو اسکی قیمت لے پھر زید نے مدعی کو جو کچھ دیا ہے دام یا قیمت عمرو سے وصول کر سکتا ہے ہاں اگر بدون حکم حاکم خود دعویٰ تسلیم کرکے دیدیا تو عمرو مختار ہے چاہے دے یا نہ دے۔

التزامات

یعنی اپنے ذمے کچھ لازم کرلینا اور یہ تین طور پر ہے عقود جو بطور انشا ہو یعنی یہ چیز بیچی، وہ خریدی مکان بکرایہ لیا۔ یا نوکری کی۔ یا نوکر رکھا، یہ سب واجب الوفا اور لازم العمل ہیں فرمایا یاایُّھَا الذین اٰمَنُوا اَوْفُوا بالعقود انکی صورتیں معین و محدود ہیں جیسا کہ کتاب میں مذکور ہوئی ہیں۔ مواعید جس میں کسی کے فائدہ پہنچانے کی خبر دیجائے، وعدہ خلافی علامت نفاق ہے فرمایا اذا وَعَدَ خَلَفَ منافق جب وعدہ کرتا ہے وعدہ خلافی کرتا ہے اور حضرت اسمٰعیل کی مدح میں وارد ہوا کان صادق الوعد اس میں صرف خبر ہوتی ہے دوسرے کے قبول سے تعلق نہیں ہوتا مثلاً ہم تجھے دو روپے دینگے تیرے گھر آئیں گے پس نہ یہ انشا ہے نہ قبول پر موقوف نہ موعود لہ پر کچھ مشقت، کہ وہ مدعی ہو سکے نہ قاضی کو حق اجبار، البتہ دیانۃً وفا واجب ہے اور عذر و وعدہ خلافی علامت نفاق اور معصیت عہود ماوراے عقود اور جو کچھ ایجاباً و قبولاً بطور عوض و بدل ثابت ہو عہد کے تحت میں داخل ہے چونکہ دونوں جانب ایک طرح کا الزام

[1] مستحق وہ جو دعویٰ کرے کہ میں اس مبیع کا مالک یا شریک ہوں بائع اجنبی تھا یا کسی جز کا شریک ۱۲ [2] یہ فرق ہے وعدہ و عہد میں ۱۲

ہوتا ہے اور ایجاب وقبول کی مشقت منقسم رہتی ہے ہر فریق مستحق ومدعی ہے اور قاضی جبراً عہد پورا کرا سکتا ہے فرمایا ان العہد کان مسئولا حضور نے فرمایا المسلمون عند شرطھم (رواہ البخاری) اور ابو داؤد میں ہے کہ بعض صحابی اس شرط پر اپنے اونٹ دیتے کہ جو مال غنیمت ملے وہ آدھا آدھا بانٹ لیں اور قاضی شریح سے بخاری میں مروی ہے کہ کہا من شرط علی نفسہ طائعاً غیر مکرہٍ فھو علیہ جس نے اپنی رضا سے اپنے ذمے کوئی امر لازم کرلیا تو وہ اسپر لازم ہے اور فتاوی بزازیہ کی کتاب الکفالہ میں ہے ان المواعید باکتساب صُوَرُ التعلیق تکون لازمۃ وعدے شرط کی صورت میں لازم ہوجاتے ہیں۔ اور شامی میں ہے المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وعدے لازم ہوجاتے ہیں اس لئے کہ اس لزوم کی کاروبار میں ضرورت ہے اور ایسے ہی حموی میں تاتارخانیہ اور بحر رائق اور ظہیریہ سے نقل کیا گیا اور اشباہ میں ہے یلزم الوعد الا اذا کان معلقا اور جامع صغیر میں امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی کہ دائن مدیون کو بشرط ادائے نصف بری کرے تو مدیون ...... ادا کرنے سے بری ہوجاتا ہے ورنہ نہ۔ یہ تمام عبارتیں مصرح ہیں لزوم معاہدات وشروط معلقہ پر لیکن ۱۔ ایسی کوئی شرط لازم نہ ہوگی جو کسی معصیت پر شامل ہو جیسے اجارۂ زنا۔ وقتل۔ وغنا۔ وظلم وشرط ربو اور شوت وحلف علی المعصیت فرمایا من شرط شرطاً لیس فی کتاب اللہ فلیس لہ وان شرط مائۃ شرط شرط اللہ احق الخ (رواہ بخاری) ۲ وہ عہد جو مجہول ہو...... یعنی امر مشروط معلوم ومصرح نہ ہوسکے اس لئے کہ وجوب بدون علم وتکلیف زائد از طاقت ثابت نہیں ہے۔ اشباہ میں ہے کہ امر مجہول کا اقرار صحیح نہیں۔ ۳۔ وہ شرطیں جو معارض ومخالف ہوں عقود شرعیہ وحقوق مسلمہ کی اس لئے کہ یہ عقود منصوص ہیں اور عہود تحت عام میں باختصاص بعض داخل پس معارض ومتقابل نہیں ہوسکتے اور وجہ خلاف وتعارض یہ ہے کہ عقد بیع موضوع ہے ملک مطلق وعوض محض کے لئے اور امر مشروط اسپر زائد یا اس کے اطلاق وتمحض کا مبطل پس ثابت نہیں رہ سکتا پھر جملہ شرطیں آٹھ قسم کی ہیں اول مستقل جنکا تعلق کسی عہد وشرط سے نہ ہو۔ دوم ہوں تو کسی دوسری شرط د

عقد کے ساتھ مگر اس میں داخل نہ سمجھے جائیں جیسے مشتری نے بائع سے کہا کہ تو اپنا مال فلاں شہر میں لے چل پسند آئیگا تو خرید لونگا ورنہ مصارف آمدرفت میرے ذمے ہیں یا بائع نے مشتری کو بغرض پسند و خرید کسی مقام سے بلوایا اور ادائے مصارف کا ذمہ دار ہوا یہ شرط گو ضمن بیع وشرا میں ہے مگر اس سے کچھ تعلق نہیں سوم وہ شرطیں جو اقتضا و توثیق عقد سے متعلق ہوں مثلاً ۱۔ مشتری نے بائع سے کفیل لیا کہ مبیع میں کسیکا حق ہے نہ یہ میرے بیان کے خلاف ہے نہ اس میں کوئی عیب ہے۔ ۲۔ رب سلم ؤ مسلم الیہ سے راس المال یا سلم کے ادا کرنے کا ضامن یا رہن لیا۔ ۳۔ بائع نے مشتری سے سلامت و ادائے ثمن کا ضامن لیا۔ ۴۔ بائع نے مشتری سے یا مشتری نے بائع سے گواہ اور تحریر اور رسید و تسلیم بدل کی شرط لے لی، ۵۔ یہ شرط کہ فلاں وقت یا فلاں مقام پر مبیع یا ثمن حوالے کرنا ۶۔ یہ کہ دام اتنے دنوں میں دیئے جائینگے، ۷۔ خیار تعین ۹ خیار عیب ۱۰۔ خیار رویت ۱۱۔ خیار اجازت بیع فضولی میں۔ ۱۲۔ یہ کہ بائع عیوب مبیع سے بری ہے ۱۳۔ یہ کہ اتنے دنوں میں دام ادا نہ کئے جائیں تو بیع نہیں، ۱۴۔ یہ کہ مشتری معاً اثمار خرید کردہ توڑ لے یا جو درخت خریدا ہے کاٹ لے یا اپنا اسباب وغیرہ اٹھا کر مبیع فارغ کردے۔ ۱۵ یہ شرط کہ اثمار پختہ مشتری اتنے دنوں درخت پر رہنے دیگا۔ یا درخت اتنے دنوں میں اپنا اسباب وغیرہ علیحدہ کر کے مبیع فارغ کر دیگا تاکہ اسکے رکھنے یا لیجانے یا فارغ کرنیکا سامان مناسب کر سکے) ۱۶۔ یہ کہ اگر مبیع میں یہ وصف نہ ہو تو خریدا نہ جائیگا ۱۷۔ جب تک دام وصول نہ ہوں گے مبیع حوالے نہ کیا جائے گا۔ ۱۸ یہ کہ مرکان کا راستہ خریدار کا حق ہے۔ ۱۹۔ وہ امور جو عرفاً ذمہ بائع یا اجیر سمجھے جاتے ہیں اور شرع اس کے خلاف وارد بھی نہیں جیسے درزی یا دھوبی کپڑا تہ کر دے، حلوائی یا بقال دونہ بنادے اور مثل اس کے جہاں رواج ہو اور ایسی ہی ہر شرط مناسب و ملائم عقد جائز ہے۔ اور عمل اسپر لازم۔ لیکن شرط لغو یعنی جس میں نہ بائع کا نفع ہے نہ مشتری کا نہ مبیع کا جبکہ وہ آدمی ہو، بلکہ لغویت سے کچھ کہا سنا جائے، مثلاً یہ کتاب بیچی اس شرط پر کہ مشتری اسکی جلد بنوالے یا مطلا کرالے۔ اسے فروخت نہ کرے۔ یہ درخت کاٹا نہ جائے،

یہ مکان کھودا نہ جائے۔ یا ضرور کاٹا یا کھودا جائے نہ ایسی شرطیں لازم ہیں نہ مخل و مفسد چاہے عمل کرے چاہے نہ کرے البتہ ایسی شرطین کرکے انکی پروا نہ کرنا مروت و دیانت کے خلاف ہے **ف** جب اسقدر شرطیں بیع میں جائز ہیں تو حسب ضرورت داعیہ اگر کوئی اور شرط بھی معتبر کرلی جائے غالباً مضائقہ نہ ہوگا۔ **چہارم** وہ شرطین جنمیں بائع یا مشتری یا مبیع کا فائدہ ہو اور یہ فائدہ زائدہ اصل بدل کی طرح مستحق سمجھا جائے۔ ۱ بائع نے شرط کی کہ مشتری اسکا مال کم قیمت پر نہ بیچے، زید کے ہاتھ نہ بیچے۔ فلاں شہر میں نہ بیچے تاکہ آیندہ بائع کی تجارت یا معاہدات میں نقصان نہ آئے۔ یا مشتری اسے قرض دیا کرے یا وہی مبیع یا اور شے اسے بکرایہ یا مستعار دے، ۲۔ مشتری نے شرط لی کہ بائع باقی ماندہ مال میرے ہی ہاتھ بیچے کسی اور کے ہاتھ یا زید کے ہاتھ یا فلاں شہر میں یا میری خرید سے ارزاں یا فلاں مدت تک فروخت نہ کرے، یا اپنا باغ مجھے بکرایہ دے یا میری مہمانی کرے یا مشتری نے اس شرط پر خرید اکہ دام فلاں سے وصول کرلو پھر وہ دے یا نہ دے مجھسے واسطہ نہیں یا بائع نے یہ شرط کی کہ مبیع فلاں قابض سے لینا تمہارے ذمہ ہے یہ تمام شرطیں مفسد بیع ہیں۔ نہ عقد صحیح نہ یہ مشروط واجب العمل اور انہی شرطوں کے ساتھ بیع کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور تمسک کیا اسی سے حنفیہ نے **ف** البتہ ہمارے زمانہ کی توسیع تجارت نے ہمکو بعض شروط پر مجبور کیا ہے لیکن ان کا عمل درآمد بطور وعدہ ہونا چاہیئے نفس عقد سے تعلق نہ کیا جائے مثلاً ایک کتاب چھاپی خریدار کل نہیں لے سکتا اس لئے کہ مبادا وہ پھر چھاپ کر ارزاں کردے ایسی ہی ایک شے کلکتے سے منگائی کہ رنگون میں کمیاب ہے مگر یہ ڈر ہے کہ بائع خود رنگون بھیجکر ارزاں بیچے اس لئے یکمشت خرید نہیں سکتا اور تھوڑی تھوڑی خریدنے میں اسقدر قیمت بعد مصارف ہوجائیگی کہ رنگون میں کوئی نہ لیگا پس اگر بائع سے وعدہ نہ لیا جائے تو کام چل نہ سکے ایسے ہی اکثر اشیا کا تیار کرانا بدون کسی اطمینان کے نہیں ہوسکتا پس ایسی صورتوں میں بعض وعدے ضروری اور لازم الوفا ہیں تاکہ باب تجارت مسدود نہ ہو، مگر ضرور ہے کہ تصریح کردیجائے کہ یہ وعدے یا معاہدے ہیں شروط داخل بیع

نہیں اور مبیع کا نفع مخصوص ہے عبد و کنیز میں۔ لہذا تفصیل بے ضرورت سمجھی گئی پنجم وہ شرطیں جو اجنبی کے حق میں ہوں اور بائع و مشتری کے حقوق سے تعلق نہ رکھیں مثلاً یہ مکان بیچا کہ مشتری بکر کو مستعار دے یا اُسے کچھ قرض دیا کرے یا اس سے کچھ خریدے بعض نے اسے بھی مفسد کہا جیسا کہ درمختار میں ہے اور بعض لغو سمجھتے ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور یہی قوی ہے مگر جبکہ ایسی شرطوں سے منازعت اور دعوے کا استحقاق عرفاً یا قانوناً پایا جائے تو انہیں مفسد قرار دینا اولے ہے۔

مسئلہ زید نے اپنے بیٹے کے لئے مشتری سے شرط لی کہ یہ مکان اسے مستعار دیا کرنا یا قرض دینا یہ مفسد ہے۔ (عالمگیری) **ششم** وہ شرطیں جن پہ شرط کرنیوالے کو قدرت نہیں جیسے بائع نے شرط کی کہ بکری اسقدر دودھ دیگی جب بچہ ہوگا۔ یا یہ جانور ایسا خوش آواز ہے یا یہ مرغ ایسا لڑتا ہے چونکہ یہ امور بائع کے اختیار میں نہیں بطور وصف بیان کرے شرط نہ ٹھہرائے۔ **ہفتم** عین معصیت کو شرط بنانا یہ لونڈی اس شرط پر بیچی کہ خوب گاتی بجاتی ہے، یہ غلام سارق یا جعل ساز یا دغا باز ہے، یا یہ باجا خوب بجتا ہے۔ یہ مرغ لڑتا ہے، یہ کنکوا ایسا اڑتا ہے یہ کبوتر اڑنے اور گرہ کھانے میں ایسا عمدہ ہے۔ یہ امور بطور بیان عیب جائز اور بطور شرط و توصیف مبیع ناجائز ہیں۔ **ہشتم** وہ شرطیں جو عقد سے سابق یا متاخر ہوں وہ بقول صحیح نہ متعلق بعقد ہیں نہ مفسد ہاں اگر کوئی قرینۂ قوی تعلق کا ثابت ہوجائے تو ان پر لحاظ لازم ہوگا

مسئلہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم میرا مکان بکرایہ لو عمرو نے کہا بہتر تم میرا باغ خرید لو اب قبول زید متعلق بقبول عمرو نہیں۔ **مسئلہ** زید نے عمرو سے کہا میں نے اپنا باغ تجھے مستعار دیا تو اس کے پھل کھا عمرو نے قبول کر کے کہا میں نے تیرا باغ ایک ہزار روپے پر رہن رکھا۔ یہ دونوں[1] عقد صحیح ہیں اور جدا[2] جدا ہیں اگرچہ اس میں ایک نوع کی بواخواہی کا طریقہ ہے مگر نہ عاریت لازم ہے نہ رہن بدون ادائے قرض قابل فسخ

مسئلہ وہ وعدے جو عقد کے سوا ہوں داخل عقد نہیں کہ مفسد سمجھے جائیں لیکن

---

[2] اسلئے کہ کرایہ پر لینا ایک معاملہ تھا اور مستعار دینا دوسرا ایک دوسرے سے متعلق نہیں۔ ۱۲

بحیثیت تعلیق لازم ہو جانا مسلم ہے جیسا کہ شامی[۵] میں جامع الفصولین سے منقول ہے
صفحہ ۱۳۲ **مسئلہ** خوب یاد رہے کہ ایسے امور میں تصریح کر دیجائے کہ یہ عہد یا وعدہ عقد
سے خارج ہے پھر عقود و شرط بحالت ترکیبیہ تین حال پر ہیں۔ ۱ شرط و عقد دونوں صحیح
جیسے نکاح۔ ۲ شرط و عقد دونوں فاسد جیسے بیع و اجارہ و مزارعت و اجازت بیع
فضولی و برارت دین و معزولی وکیل و وقف و تحکیم و تقسیم (کنز) شرط ساقط اور عقد
ثابت جیسے بائع کا ولاء[۶] اپنے لئے شرط کر لینا **مسئلہ** زید نے بکر سے ایک مال خریدا
پھر باہم قرار دیا کہ اسکا نرخ اسقدر ہے یا یہ مال فلاں کو نہ دیا جائے بس یہ سب علٰحدے
ہیں جو داخل عقد نہیں اور وفا کرنا ان کا بحکم وعدہ واجب ہے نہ بحکم بیع جیسا کہ شامی
میں ہے کہ وعدے بوجہ حاجت کے لازم ہو جاتے ہیں البتہ اگر داخل عقد بیع کئے
یا سمجھے جائیں تو مفسد ہیں پھر وہ معاملے جو اس التزام و شرط سے متعلق ہیں اور انکی
ضرورت اس درجے کو پہنچ گئی ہے کہ ترک ممکن نہیں غالباً چار قسم کے ہیں۔ اول
"کسی کام پر عہد کرنا" ان کا ذکر بیوع و اجارات میں گزرا دوم "کسی اثر پر عہد کرنا"
یعنی فعل کا اعتبار نہ کیا جائے اور مشروط و ملحوظ ہو مثلاً معلم سے یہ شرط کہ اگر یہ لڑکا
لکھ پڑھ جائے تو سو روپے دیں گے ورنہ نہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ وہ
جنکا وقوع بہمہ وجوہ اللہ ہی کی طرف منسوب ہے جیسے پانی برسنا ہوا چلنا۔ مرنا جینا
ان میں اثر کا مشروط کرنا جائز نہیں جیسا کہ عالمگیری میں ہے کہ معلم سے حذاقت شاگرد
کی شرط لینا اجارۂ فاسدہ ہے۔ ۲۔ وہ جن کا وقوع حسن سعی و تلاش کامل کیطرف
عادۃً منسوب ہے ان میں اثر کا شرط کرنا جائز ہے جیسا کہ عالمگیری میں بحق دلال منقول
ہے کہ جب تک مال نہ بکے اجرت نہ پائے پس یہاں اجرت مشقت پر نہیں کارگزاری

---

[۵] ردالمحتار ج ۴ باب البیع الفاسد وطلب فی الشرط الفاسد اذا ذکر بعد العقد او قبلہ ص۱۶۷
میں ہے قلت وفی جامع الفصولین ایضا لو ذکر البیع بلا شرط اھ او درمختار ج ۴ ص۳۴۲
مطلب فی بیع الوفار میں ہے لان المواعید قد تکون لازمۃ اھ ۱۲ (سعید احمد)۔

[۶] میراث ہے غلام آزاد شدہ کے مرنے کے بعد آزاد کرنے والے کو ملتی ہے۔ ۱۲

اور اثر پر موقوف ہے، یہ فرق نہایت نفیس ہے ورنہ بسا اوقات دام مفت دینا پڑیں گے جس کی نظیر شرع میں نہیں مسئلہ وکیل[1] سے شرط کامیابی اور طبیب سے شرط شفا جائز ہے۔ مسئلہ اگر دوا بھی معالج کے ذمہ ہو تو مثل خیط خیاط و صبغ صباغ آلہ معقود علیہ ہے۔ اور مریض کے ذمے ہو تو صرف معالجہ وخدمت ہے، مسئلہ کسی عمل پڑھنے والے، تعویذ لکھنے والے سے یہ شرط کہ کام ہونے پر اسقدر دیا جائے گا، نذر کی طرح واجب الوفا ہے سوم (بیع کا معاہدہ کرنا یعنی بیچا نہیں مگر بیچنے کا اقرار کر لیا اور خریدا نہیں مگر خریدنے کا اقرار کر لیا اور دونوں اپنے قول وقرار کے پابند ہو گئے نہ اس میں بیع ختم کی جاتی ہے کہ مبیع کا موجود مقدار کا معلوم ہونا لازم ہو اور ایجاب وقبول قطعی ہو جائے آیندہ پر اوٹھ نہ رہے۔ اور نہ محض وعدہ ہے کہ دونوں مختار ہیں اور ضرورتیں اس کی اس حد تک بڑھ گئی ہیں کہ تجارتی کام ہوں یا ذاتی سلطنت کا انتظام ہو یا امر رفاہ عام، غرض کوئی کام بھی بدون ایسے معاہدوں کے انجام نہیں پا سکتا مثلاً زید کو کسی محکمے یا کارخانے یا فوج کے لئے ایسی اشیاء کی ضرورت ہے کہ جو نہ عام طور پر کار آمد ہیں کہ بازاروں میں موجود رہیں نہ بدون فرمایش واطمینان کوئی اسے تیار و مجتمع کرتا ہے جیسے گوڈر، ردّی، ہڈیاں وغیرہ، اور بہت چیزیں ایسی ہیں کہ سوائے فصل کے (وہ بھی بعض ... مقامات پر دستیاب نہیں ہوتیں یا گراں ہو جاتی ہیں پس اگر ایسے معاہدے نہ کئے جائیں تو نہ ہر وقت اور ہر جگہ یہ چیزیں کافی طور پر ملیں گی اور اتنے دام ایک وقت میں دیئے جا سکتے ہیں اور نہ اس کی فراہمی اور نگرانی کا اہتمام آسان ہے پس ایسی سخت ضرورتیں یوں ہی پوری ہو سکتی ہیں کہ زید و بکر میں معاہدہ ہو جائے کہ ہمنے اتنا مال اس قسم و صفت کا اس قیمت پر ان قسطوں سے ان ان مقاموں پر بیچنے اور خریدنے کا معاہدہ کیا اس میں شرط ہے کہ تمام امور کی تصریح ہو جائے مثلاً فلاں شئے فلاں صفت اور قسم کی۔ اسقدر ان قسطوں سے ان وقتوں اور مقاموں پر اس نرخ سے بیچیں اور خریدینگے

---

[1] مراد وکیل عدالت ہے۔ ۱۲

اولیٰ یہ ہے کہ ایسی شروط و عہود قلم بند ہو جایا کریں جیسا کہ باب سلم میں تحریر مناسب ہے۔ پھر عقد بیع اور عہد میں فرق ہے۔ بیع میں ۱۔ مبیع مشتری کی ملک میں آجاتا ہے، قبضہ ہو یا نہ۔ ۲۔ مشتری جب چاہے قبضہ کرنے اور نفع اٹھانے کا مستحق ہے بائع حاضر ہو یا غائب زندہ ہو یا میت راضی ہو یا ناخوش، ۳۔ وہ تمام حقوق جو کسی وجہ سے بائع کی ذات یا مال پر عائد ہوں مبیع سے متعلق نہیں ہوتے، ۴۔ مشتری کی ذمہ داریوں کا اثر مبیع پر پہنچتا ہے مقبوض ہو یا نہ۔ ۵۔ بائع کو مبیع کا روک رکھنا اور اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں لیکن عہد بیع میں نہ مبیع خریدار کی ملک ہوتا ہے نہ اسے انتفاع اور قبضے کا حق ہے۔ نہ ورثائے بائع و مشتری پر دعویٰ ان ذمہ داریوں سے مستثنیٰ ہے جو بائع کی ذات یا مال سے متعلق ہوں البتہ بائع مجبور کیا جائے گا کہ بحکم عہد وہ اشیاء اپنی شروط و اوقات پر موجود کر دے اور اس موجود کرنے میں اس کے نقصان اور معذوری پر توجہ نہ کی جائے گی، اور ایسے ہی مشتری لینے اور دام دینے پر مجبور ہو گا ضرورت رہے یا نہ اور وہی رضائے سابق بحکم عہد رضائے حال سمجھ لی جائے گی۔ پس ظاہر ہو گیا فرق درمیان وقوع اور اقتضائے وقوع کے **مسئلہ** زید نے بکر سے کہا کہ ایک مشک پانی کی روزانہ دیا کر اور ۸ ر ماہوار یا فی مشک پاؤ آنہ لے یہ معاہدہ بیع صحیح ہے۔ **مسئلہ** زید نے ایک فوج کے افسر سے یہ عہد کیا کہ اس قدر فلاں فلاں شے فلاں وقت اور مقام پر اس نرخ سے دیا کروں گا یہ سب معاہدہ بیع ہے **چہارم "کسی شے کے بنانے کا معاہدہ" یعنی استصناع** امام کے نزدیک جب چیز تیار ہو تو بنوانے والے کو خیار ہے قبول کرے یا نہ۔ اور بنانے والا دکھانے سے پہلے مخیر ہے کہ یہ نہ دے دوسری بنا دے مگر جب آمر نے دیکھ لیا اور پسند کیا اب اسے اختیار نہ رہا، مگر مفتی ابو یوسف کے نزدیک ایجاب و قبول کے بعد نہ آمر رجوع کر سکتا ہے نہ صانع۔ بیع لازم ہو جاتی ہے اور اسی فتوے پر استصناع کی غرض پوری ہو سکتی ہے ورنہ ایسی متردد حالت میں فرمایشوں کی تعمیل مشکل ہے۔ رہا خیار رویت وہ نمونے یا بیان شافی سے ساقط اور خیار صانع بحکم عہد

باطل ہے۔ پھر صحت استصناع کی تین شرطیں ہیں۔ ۱۔ مال مصالحہ کاریگر کا ہو ورنہ اجارہ ہوجائے گا۔ مگر جب کہ کچھ مال صانع کا ہو اور کچھ آمر کا تو قلیل[۱] تابع کثیر ہو گا یعنی اگر آمر کا مال زائد ہے تو اجارہ ہے اور صانع کا زائد تو استصناع۔ ۲۔ مدت نہ دیجائے مہلت ہو ورنہ بیع سلم ہو جائے گی۔ لیکن مدت سے مراد مدت استحقاق ہے مثلاً ایک صندوق بنوایا کہ دس دن میں تیار کر دے اگر مدت ہے تو دسویں دن سے پہلے نہ طلب کا حق ہو گا نہ قبضہ و انتفاع کا اگرچہ بن بھی جائے اور مہلت ہے تو مانگ بھی سکتا ہے اور نفع و قبضہ کرنے کا بھی حق ہے۔ اور یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ مدت طویل قرار نہ پائے ورنہ اکثر اشیاء کا تیار ہونا ممکن نہ ہوگا اور زیادہ تر ضرورتیں انہی چیزوں میں رہتی ہیں جن کی تیاری کو مہینے اور برس چاہئیں۔ ۳۔ وہ شے بنوائی جائے جو مستعمل ہو غیر مستعمل وغیر متعارف نہ ہو ورنہ عقد[۲] فاسد ہوگا لیکن اس کی ضرورت امام صاحب کے قول پر ہے، اس لئے کہ جب آمر کو خیار ہے تو نئی شے کے بنانے سے صانع کو ضرر ہونے کا احتمال ہے اور مفتی ابویوسف کے نزدیک جب کہ عقد لازم ہے تو شرط استعمال بیضرورت بلکہ مانع استصناع ہے اکثر وہی اشیاء بنوائی جاتی ہیں جو جدید قسم یا خاص وضع کی ہوتی ہیں اگر ایسی چیزیں استصناع سے خارج سمجھی جائیں تو استصناع کی ضرورت ہی کیا رہی، کیا نہیں دیکھا کہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں ممبر چوبی بنوایا جب کہ استعمال کیسا ممبر کا نام تک مدینے میں معروف نہ تھا مسئلہ مناسب ہے کہ استصناع

---

[۱] تو ر تلیل آہ ۱۔ اس لئے کہ اکثر حکم کل میں ہے ۲ ضرورت استصناع کبھی کبھی چاہتی ہے کہ بعض چیزیں آمر کی ہوں تاکہ وضع مرغوب وطرز جدید حاصل ہو سکے اور اقتضائے ذاتی مخالف شرط صحت نہیں ہو سکتا۔ ۳۔ جب کہ اجیر کو بعض چیزیں اپنی لگانا جائز ہیں، جیسے رنگ۔ تاگہ تو آمر کو کیوں جائز نہ ہوں گی۔ ۱۲

[۲] اس لئے کہ استصناع خلاف قیاس ثابت ہوا اپنے موضع پر مقصور رہے گا لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اسکا محل شے متعارف ہی قرار پائے بلکہ اصل ضرورت شے متعارف میں کم ہوتی ہے وہ تو بازاروں میں بھی ملتی ہے نئی چیزوں میں بنوانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۱۲

میں جملہ شروط لکھ لی جایا کریں اور ہر امر کا بیان نہایت واضح ہو تاکہ منازعت کا احتمال نہ رہے۔ مسئلہ کتابوں کا چھپوانا آلاتِ جدید اپنی فرمایش اور انداز سے بنوانا یہ سب داخل استصناع ہیں۔

شراکت کئی حقوق کا ملجانا کہ امتیاز نہ ہو سکے۔ اور یہ دو طور پر ہے (اختلاط) یعنی ہوں تمامک اور حقوق جدا جدا مگر ملیں اس طرح کہ نہ شناخت ہو سکے نہ علیحدگی جیسے گیہوں گیہوں[1] میں دودھ یا شکر پانی میں تل[2] رائی میں خشخاش، سرسوں میں خوب ملجائیں۔ ۱۔ یہ آمیزش اگر بدون عزم و فعل ہوگئی یا آپس کی رضا سے کی گئی، تو جب تک تقسیم نہ ہو جائے یا باہمی مصالحت نہ کرلیں نہ کوئی تصرف[3] جائز نہ بیچنا مگر اپنے شریک سے (شامی) ۲۔ کسی ایک نے خود ایسا کیا تو وہ غاصب ہے اور بعد ادائے مثل یا قیمت مالک اور جب تک دوسرا عفو نہ کرے عاصی ہے" اتحاد: یعنی حقوق ایک دوسرے کے عین ہو جائیں مثلاً اس فرش میں ربع زید کا اور تین ربع عمرو کے اب ہر ہر جز میں دونوں اسی تقسیم سے شریک ہیں اور اسے شیوع کہتے ہیں پس ہر شریک اپنے حصے میں وہی تصرف کر سکتا ہے جس سے نہ اصل[4] ہلاک ہو نہ اسکے منافع مثلاً بیع یا ہبہ کرنا جائز ہے (شامی) اور مشتری یا موہوب لہ اسکی جگہ شریک ہو جائے گا مگر پھلوں[5] کا کھالینا۔ لکڑی[6] کا جلا ڈالنا، مکان میں[7] رہنا، گھوڑے پر سوار ہونا جائز نہیں۔ البتہ آپس میں تقسیم کرلیں یا یہ ٹھہر جائے کہ ایک ماہ زید مکان میں رہیگا۔ ایک[8] ماہ عمرو، پھر شراکت کی دو قسمیں ہیں۔ اول **ملک** جیسے کئی آدمی بذریعہ خرید یا ہبہ یا میراث کسی شے کے مالک ہو جائیں۔ **دوم عقد** یعنی ایجاب و قبول کے ذریعے سے اپنے اپنے حقوق و اموال متحد کر دیں اور شرکا بھی دو

---

[1] یہ مثال ہے دو ہمجنس مالوں کی ۱۲ [2] یہ مثال ہے غیر جنس مالوں کی ۱۲۔

[3] اس لئے کہ حقوق ہیں جدا جدا اگر کوئی شخص اپنا حق نہ علیحدہ کر سکتا ہے نہ تعرف خاص۔ ۱۲ [4] مثال ہے ہلاک زوائد کی ۱۲ [5] مثال ہے ہلاک اصل کی ۱۲ [6] مثال ہے ہلاک نفع کی ۱۲ [7] یعنی جسقدر حصہ ہو۔ ۱۲

حیثیت پر ہیں ایک یہ کہ ہر شریک مالک و متصرف یا صرف مالک یا صرف متصرف ہو
گو باہمی مشورے پر عملدرآمد رہے دوسرے یہ کہ جملہ شرکار مالکانہ حیثیت سے جدا
ہوکر ایک نظام قانونی کے تابع بنجائیں اور تمام نظم و نفاذ ایک یا کئی شرکار یا
اجنبیوں کے ہاتھ میں دیدیا جائے اور کسی شریک کو بجز استحقاق ملک و اخذ نفع کی
اور کچھ مداخلت نہ ہو۔ شکل اول میں چھ صورتیں ہیں ۱۔ دونوں طرف سے مال
۲۔ ایک طرف صرف مال دوسری طرف مال و عمل دونوں، اسے مفاوضہ یا عنان
کہتے ہیں، ۳۔ ایک کا مال دوسرے کی محنت، یہ مضاربت ہے۔ ۴۔ صرف عمل یہ
شرکت صنائع ہے، ۵، یا صرف تدبیر و وجاہت یہ شرکت وجوہ ہے۔ ایک طرف
عمل دوسری طرف مال و عمل یہ فاسد ہے۔ **اصول شراکت عقد جو ہر موقع پر ملحوظ**
ہیں ۱۔ سرمایہ شراکتی ایسے اموال ہوں جن پر ملک آسکے پس جنگل کی گھاس۔ اور
دریا کے پانی۔ اور شکار وغیرہ میں شرکت جائز ہی نہیں **مسئلہ** مسلم کو خمر و خنزیر
میں شراکت کا حق نہیں **مسئلہ** تصاویر و آلات غنا۔ و زنا۔ و لہو لعب کے بنانے
یا بیچنے میں شرکت کا حکم مثل بیع کے ہے یعنی جسقدر ان میں مال ہے اسمیں شراکت
ہے اور جو جز و صناعت وغیرہ ہے مال نہیں اس میں شراکت نہیں **مسئلہ** سور کی
ہڈی یا بال سے کوئی شے بنائی گئی تو ہڈی میں شرکت باطل ہے **مسئلہ** کسی حریر
پر تصویر کھینچی صناعت میں شرکت نہیں، مالیت حریر میں ہے۔ ۲۔ اموال میں بطور
شیوع و اتحاد شرکت ہو صرف خلط کافی نہیں پس سرمایہ نقد ہو تو ذمہ کرنا کافی ہے
در اگر دوسری قسم کا مال ہو تو مباطہ کرنا لازم ہے جیسے اس انبار گندم کا نصف تمہارے
انبار گندم کے نصف سے بدلا یا اپنے اس تمام مال کا ربع تمہارے اس تمام مال
کے تین ربع سے بدلا شکل اول میں شرکت بالنصف اور شکل دوم میں شرکت
بالربع ہوگئی اور اگر یہ کہا جائے دس من گندم میرے اور دس من تیرے تو شرکت
نہ ہوگی اختلاط ہوگیا **مسئلہ** نقود میں ذمے داری کافی ہے مگر دوسرے اموال میں
موجود کر دینا ضرور ہے۔ ۳۔ شرکار میں قابلیت و کالت ہونا ضرور ہے پس صغیر و مجنون

آلات غنا

دمجورؔ[۱] کی شراکت صحیح نہ ہو گی ۴۔ تعدادِ شرکار محدود نہیں دو ہوں یا ہزار ۵۔ شرکار آپس میں امین و وکیل و کفیل ہیں مگر انہی معاملات میں جن میں عقد شرکت کیا عام طور پر نہیں پس تاوان و دَین ایک کا دوسرے سے متعلق نہ ہو گا اور معاملۂ شرکت کے تمام مطالبات و حقوق ایک کے دوسرے سے متعلق رہیں گے جو کچھ ایک کرے دوسرے نہ اس سے بری ہیں نہ مجاز عذر، ۶۔ استحقاق نفع تین وجہوں سے ہوتا ہے ۱۔ ضمان (یعنی یہ ٹھہرالیا کہ جو کچھہ دینا پڑے وہ برابر برابر واجب الادا ہے، یا دو حصے ایک پر ایک حصہ دوسرے پر اس ذمہ داری سے حق نفع پیدا ہو گیا، (مال) جیسے رب المال (عمل) جیسے مضارب ۷۔ مقدار منافع دو ہی امروں کے اعتبار سے ضمان پس جسقدر ذمہ داری ہے اسی حساب سے منافع ۲ قرارداد وہ جو آپسمیں شرط ہو رہا مال اور عمل اس کے لئے بدون تقرر نفع نہیں ہی جیساکہ بضاعتؔ[۲] اور قرض میں ہیں مسئلہ ضمان کے خلاف قرار دینا معتبر نہیں پس یہ کہ زید ضامن ہے نصف کا اور نفع اس کا ربع یا دو ثلث ہے جائز نہیں مسئلہ ضمان مذکور نہ ہو تو جو قرار پائے منافع وہی ہے مال کم ہو یا زیادہ، ۸۔ مقدار نقصان باعتبار مال یا ضمان ہے، نفع پر قیاس صحیح نہیں مسئلہ جب ضمان کا مذکور نہوا اور نقصان پڑے تو مقدار منافع سے مقدار ضمان کا حساب کیا جائیگا مسئلہ مضارب پر نقصان عائد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ نہ مال ہے نہ ضمان، ۹۔ شریک شراکتی کاموں میں اجیر نہیں ہو سکتا جو کچھہ کرے وہ شرکت میں داخل ہے اور خوشی خوشی کچھہ لینا دوسرا امر ہے، ۱۰۔ سرمایہ تجارت و حقوق مشترکہ تین ہیں۔ ۱۔ اموال موجودہ، ۲۔ دیون ۳۔ حقوق جیسے دکان کا نام جس کے اعتبار پر دور دور سے معاملات ہو سکتے ہیں یا وہ معاہدات جو معاملہ داروں سے کئے جائیں لیکن طمع موہوم معتبر نہیں جیسے کرائے کی دوکان، ملازم وغیرہ کہ یہ دوسروں کے اختیار میں ہے۔ ۱۱۔ شراکت قائم رکھنے

---

[۱] وہ غلام جسے مولی نے اجازت بیع و شرا دی ہو یا وہ سفیہ جسے حاکم نے تصرفات سے روک دیا ہو ۔۱۲

[۲] بضاعت یہ کہ زید نے بکر کو مال دیا کہ تجارت کرے اور نفع خود لے ۔۱۲

۵ مسئلہ زید نفع برابر کا لیتا ہے اور مال ایک ربع ہے یا دو ثلث یہ جائز ہے۔

والا توڑنے والے سے زائد مراعات کا مستحق اور حقوق تجارت کا حقدار ہے پس جب کسی شریک کو علیحدگی لازم یا منظور ہو جملہ حقوق جو بقاے تجارت سے متعلق ہیں باقی رکھنے والی کے لئے خاص ہو جائیں گے توڑنے والا نہ نام کا نہ دوکان کا نہ کسی فرمائش کا کچھ معاوضہ پا سکتا ہے۔ ۱۲۔ جو اموال موجودہ اور حقوق ثابت ہیں ان کی تقسیم شرکا کرا سکتے ہیں۔ ۱۳۔ جب کوئی شراکتی کاروبار ٹوٹ جائے تو تمام موعودہ ذمے داریاں متعلق بہ تجارت ساقط ہو جائینگی البتہ وہ حقوق جو کسی عوض صحیح یا شروط سے ثابت ہو چکے ہیں شرکار کے ذمے باقی رہینگے مثلاً دوکان لی تھی ایک سال کے لئے یا کسی سے بیع یا خرید کا وعدہ کیا تھا۔ یا چاقو دس روپے درجن والے نو روپے درجن لینا طے کئے اس طور پر کہ سو درجن پورے لونگا ایسے حقوق کا پورا کر دینا شرکار کے ذمے ہے۔ ۱۴۔ جب بعض شرکار علیحدہ ہو جائیں اور بعض بدستور کام کرتے رہیں تو جملہ حقوق کی نسبت ایسا ہی سمجھا جائے گا کہ گویا کاروبار بدستور جاری ہے۔ ۱۵۔ جو عہدہ ذمے داری کسی شریک کی ذات پر ہو شراکتی تجارت سے متعلق نہ ہوگی البتہ شریک مدیون کا مال اسکے حصے کی مقدار حقدار ۔ ۔ ۔ ۔ لے سکتا ہے۔ ۱۶ جب شریک علیحدہ ہونا چاہے تو شریک قائم کو زائد تعجیں سے ضرر دینا نہ چاہیے مثلاً ایک معاہدہ ہزار کی خرید یا فروخت کا ہو گیا تھا۔ اب آدھا روپیہ دیدیا جائے تو فرمایش پوری نہ ہو سکے گی یا مال بانٹ دیا جائے تو خریدار کو پورا مال نہ ملسکے گا ایسے تمام عذروں پر دانشمندانہ نظر کر کے شریک قائم کو مناسب موقع دینا ہوگا تاکہ کسی فریق کو زائد ضرر نہ اٹھانا پڑے وہ امر جنسے **شراکت فاسد یا باطل** ہو جائے۔ ۱۔ اصول صحت کی خلاف ورزی۔ ۲۔ اموال ناقابل ملک میں شراکت۔ ۳۔ تقسیم پس اگر یہ ٹھہرا کہ زید حساب کیا کرے اور بکر بیچے اور یہ ذمہ داری شرط عقد سے ہے شرکت فاسد ہو گئی اور اگر انتظامی طور پر ایسا کرتے ہیں تو اختیار ہے اگر یہ قرار پایا کہ روغن و مائدہ زید کا اور شکر بکر کی حلوا بنا کر بیچا جائے یہ شراکت نہیں ہر شخص اپنے مال کی قیمت پائے گا۔ ۴۔ نفع کی تعیین یا تخصیص جیسے زید سو روپے زائد

لہ فرمایش مثلاً ایک ہزار روپے کے مال کی فرمایش ہے ابھی تعمیل نہوئی کہ ایک علیحدہ ہو گیا۔ ۱۲

یا دس ماہوار لیا کرے گا۔ یا اس درخت کے پھل یا فلاں مال یا خریدار کی بکری عمرو کی ہے یہ سب شرطیں مفسد اور محاصل اس کے سود ہیں۔ اور مسلمان کو ایسے شخص کی شراکت سے احتراز چاہیئے جس سے شراکت کی حلت و حرمت میں بحث ہو۔ ہاں اگر وہ قبول کرے کہ میں خلاف شرع تصرف نہ کرونگا تو جائز ہے **مفاوضہ**[۵۱] جب کہ دونوں مال و دَین و حقوق تجارت میں مساوی اور باہم وکیل و کفیل ہوں **عنان** جب کہ ایک خاص طور کی تجارت میں شریک ہوں اور نہ مال میں حقوق میں مساوات مشروط ہو اور نہ عام طور پر وکالت و کفالت ہو ا۔ ہر شریک دوسرے کا کفیل و وکیل و امین ضرور ہے مگر اسی کام میں جسمیں شریک ہیں، ۲۔ نفع بحسب قرارداد ملیگا۔ سرمایہ کم ہو یا زیادہ، ۳۔ نقصان ہمیشہ بقدر سرمایہ ہے۔ نفع کم ہو یا زیادہ۔ ۴۔ کسی شریک کو حق نہیں کہ جس میں شرکت کی ہو اس میں کوئی ذاتی معاملہ کرے یا کسی اور کا اس میں وکیل ہو۔۔۔ **مسئلہ** زید عمرو کپڑے کی تجارت کرتے ہیں اب زید کو حق نہیں کہ سوائے ذاتی ضرورت کے کپڑا خریدے یا بیچے یا کسی کا اس امر میں وکیل بنے مگر جب کہ اسکی اور دوکانیں بھی ہوں یا دوسروں کا بھی شریک ہو تو اسکا ہر معاملہ قرینہ و مقام پر محمول ہوگا جس شراکتی دوکان پر جو کام کرے گا وہ اُسی دوکان کی طرف منسوب ہوگا اور جب قرینہ نہ ہوگا تو یہ معاملہ اس کی ذات کے لئے خاص ہوگا نفع ہو یا ضرر **مسئلہ** جو معاملہ کسی خاص دکان کے نام سے کیا وہ اسی دوکان سے متعلق ہے **مضاربت** جب ایک کا مال ہو دوسرے کی محنت اس میں ۱۔ مال اور تصرف مضارب کو دیدینا شرط ہے ہاں اطمینان کے لئے رب المال نگرانی کر سکتا ہے اور برضائے مضارب کچھ کام کرنا بھی ممتنع نہیں، ۲۔ جملہ امور کی تصریح ہو جانا چاہیئے کہ تجارت کس قسم کی اور کس شئے کی ہوگی اور طرز معاملات کیا رہیگا۔ ۳۔ جائز ہے کہ عام اختیار دیدیا جائے۔ ۴۔ جب کوئی تصریح نہ ہوگی عُرف تجار پر چلنا ہوگا۔ ۵۔ مقدار نفع حسب قرارداد ہے۔ ۶۔ نقصان ذمۂ مضارب نہیں، ۷۔ جبتک

[۵۱] بیان شرکت معاوضہ ۱۲۔

حساب نہ ہو جائے یا مضاربت ختم نہ ہو جائے مضارب نفع کا مالک نہ ہوگا۔ پس اگر ایک شے میں سو کا نفع ہوا اور دوسری میں دو سو کا نقصان تو اگر حساب ہو چکا تھا تو یہ دوسرا نقصان ذمۂ رب المال ہے اور حساب نہوا تھا تو نفع منفی کر کے زائد نقصان ذمۂ رب المال ہوگا۔ ۸۔ مضارب جب مال پر قبضہ کر لے امین ہے اور معاملہ کرتے وقت وکیل اور نفع ہو تو شریک۔ اور نقصان ہو تو بری۔ اور مضاربت فاسد ہو جائے تو اجیر۔ اور خلاف قرارداد یا عرف کام کرے تو غمین ہے ۹۔ ہر ایسے سفر کا خرچہ جس سے مضارب رات کو گھر نہ آسکے ذمے تجارت کے ہے۔ ۱۰۔ مزدوروں اور ملازموں کا خرچ بھی ذمۂ تجارت ہے مگر جو کچھ مضارب اپنے ہاتھ سے کر سکے اس کی اجرت نہیں۔ ۱۱۔ رب المال نہ کسی مال کے خریدنے کا مجاز ہے نہ بیچنے کا اور نہ کسی معاملے کا مختار مگر مضارب کی رائے سے۔ ۱۲۔ مضاربت فاسدہ میں مضارب کو اجرت مثل دلائی جائے گی۔ ۱۳۔ مضاربت فاسدہ وہ ہے جسمیں شرطیں خلاف اصول تجارت یا محتمل النزاع ہوں **شرکت صنائع**۔ کئی پیشہ والے مل جلکر کام کریں جیسے خیاط۔ نجار وغیرہ۔ ۱۔ ضمان تاوان و تحمل مصارف حسب قرارداد ہے۔ ۲۔ منافع باندازۂ ضمان و مصارف ہے کام کے اندازے پر نہیں پس اگر ضمان برابر ہے اور کام بیش و کم منافع برابر ہی تقسیم ہوں گے۔ ۳۔ جو شخص کام نہ کرے یا نکر سکے علیحدہ کر دیا جائے ورنہ منافع کم دینا جائز نہ ہوگا۔ ۴۔ اگر یہ قرار پائے کہ ہر شخص اپنے کام کی مقدار منافع پائے یا کچھ فیصلہ نہ ہوا ہو، شرکت نہ رہے گی۔ ۵۔ ہر ایک دوسرے کا وکیل ہے۔ تقاضا کرے اور مطالبات کا جوابدہ بنے۔ ۶۔ جائز ہے کہ مختلف پیشہ وروں کی جماعت باہم شریک ہو **شرکت وجوہ** چند آدمی قرض لے کر تجارت کریں ۱۔ نفع بقدر ضمان ہے۔ ۲۔ اسکے خلاف تقرر نفع لغو ہے۔ ۳۔ ہر ایک دوسرے کا وکیل ہے دینا ہو یا لینا۔ **شکل دوم** (شراکتی جماعت) جب کہ ایک جماعت کسی نظام قانونی کی ماتحتی میں کام کرے اور ہر ایک شریک اپنے آپ کو مالکانہ حیثیت سے علیحدہ تصور کرے۔ ۱۔ جائز ہے کہ ایک شخص یا کئی آدمی شرکا سے یا اجنبیوں سے

نظم و عملدرآمد قانون و اجرائے کار کے لئے بمشورہ شرکاء منتخب ہوں، ۲. کوئی شریک بالانفرادہ حق تصرف نہیں رکھتا البتہ حق ملک حاصل ہے، ۳. جماعت بہیئت مجموعی مالک و متصرف ہے اور یہ ہیئت مجموعی خواہ باتفاق کل حاصل ہو سکتی ہو۔ یا بغلبۂ آراء ۴. ایسی جماعت کے شرکار اجیر و ملازم بن سکتے ہیں۔ ۵ علیحدگی کسی شریک کی نہیں ہو سکتی البتہ بذریعۂ ہبہ یا بیع اپنا حصہ منتقل کر سکتا ہے، ۶۔ جبکہ تعداد شرکار محدود اور تمام ہو جائے پھر کوئی شریک اپنا حصہ بیچے تو دوسرے شرکاء مثل شفیع[1] کے مقدم سمجھے جائیں گے۔ ۷۔ جب کوئی حصہ میراث یا بیع وغیرہ کے ذریعہ سے کئی ٹکڑے کر دیا جائے تو کارکنان جماعت زحمت مزید پر مجبور ہوں گے خواہ سب شرکا ملکر وادستد کریں یا ایک کو دکیل کر دیں۔ ان کا مجموعہ ایک ذات کے برابر سمجھا جائے گا۔ ۸۔ قانون قرار دادہ کی پابندی سے کوئی آزاد نہیں ہو سکتا البتہ مخالف شرع قانون بنانا معصیت اور اس کی پابندی ناجائز ہے۔ ۹۔ ایسے جملہ قانون جو کسی نظمی حالت کے لئے وضع کئے جائیں مباحات سے متعلق رہیں گے اور منصوصات شرعیہ میں ان کا اثر کچھ نہیں ۱۰۔ یہ شرط کہ شرکار ذاتی طور پر کسی دَین اور نقصان کے ذمے دار نہیں بعد اعلان معتبر ہے مثل عبد ماذون کے صرف سرمایہ شراکتی ذمے دار رہیگا۔ فسخ شراکت اسکی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ دونوں فریق راضی ہوں مثلاً کام ختم ہو گیا یا دوسری مصلحت سے علیحدگی منظور ہے۔ دوم یہ کہ ایک فریق علیحدگی چاہے جیسے مرگیا یا مجنون ہو گیا یا حاکم کی طرف سے حجر قائم ہوا یا کسی مطالبے میں مال دینا پڑا جس سے سرمایہ قائم نہیں رہ سکتا۔ یا کوئی اور وجہ علیحدگی کی ہے۔ ان تمام صورتوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ورثائے میّت و اولیائے مجنون اگرچہ شراکت کو باقی رکھنا چاہیں مگر وہ

---

[1] .... ہرچند ایسی مشترک چیزیں اجنبی کے ہاتھ بدون رضائے شریک بیچنا جائز ہے مگر کوئی شریک بدون رضائے شرکا، شرکت عقد میں داخل نہیں ہو سکتا تو جب تک حق شرکت عام ہے اجنبی کی خریداری بھی صحیح ہی مگر جب حق شرکت عام نہ رہا تو اجنبی بدون رضا عقد میں نہیں داخل ہو سکتا اور جو علت حق شفعہ میں ہے اس سے زیادہ یہاں ہے۔ ۱۲۔

توڑنے والوں کے حکم میں ہیں، ۱۔ جملہ دیون ادا کر دئے جائیں، ۲۔ ان معاہدوں کی بھی تکمیل کا انتظام ہو جائے جو شراکت کے ذمے تھے ۳۔ وہ تمام حقوق جو "اصل دہم" میں معتبر سمجھے گئے ہیں مثل اموال قیمتی کے تقسیم ہونگے۔ ۴۔ دیون جو لینا ہیں وہ بوقت وصول حصہ رسد ملا کریں گے اور ہر شریک دوسرے کا وکیل سمجھا جائے گا تاکہ تقاضا اور وصول کرتا رہے، ۵۔ فسخ قسم دوم میں مراعات ذیل لازم ہیں، اول یہ کہ ذمے داریوں کے بارے چھوڑنے والا یا اس کے قائم مقام سبکدوش نہو سکیں گے۔ مسئلہ سرمایۂ شراکتی میں ایک ہزار نقد اور ہزار من گندم قیمتی دو ہزار کے اور ہزار روپے کے دوسرے اموال موجود ہیں اور دو ہزار گرفتنی ہیں اب کل چھ ہزار ہوئے مگر زید سے معاہدہ ہوا تھا کہ اگر ہزار من روغن لوگے تو بارہ سو کو دیا جائے گا پھر پانسو من مال لیا گیا اور پانسو من کی نسبت یہ ٹھہرا کہ بعد دو ماہ کے روپیہ دے کر لیں گے اور عمرو سے معاہدہ تھا کہ چھ ماہ کے اندر ایک ہزار من گندم اور ایک ہزار من جو اس نرخ سے دیا جائے گا۔ اب اگر کل مال تقسیم ہو جائے تو فریق باقی ۱۔ چھ سو دے کر باقی روغن کہاں سے لے اس لئے کہ اس کے پاس پانچ ہی سو بچتے ہیں۔ ۲۔ گندم و جو کیونکر عمرو کو دے حالانکہ یہ دونوں ذمہ داریاں رضائے فریقین سے ہوئی تھیں اب ضرور ہے کہ ایک مناسب وقت تک نہ روپیہ تقسیم ہو نہ گندم صرف وہ مال جس کا تعلق اس معاہدے سے نہیں بانٹ دیا جائے اور فریق باقی سے ایک مناسب وعدہ لیا جائے کہ وہ اس مدت میں ان معاہدوں سے سبکدوش ہو کر ادا کر سکے۔ اور کوئی نفع ونقصان فریق خارج سے متعلق نہو گا مسئلہ اگر بعض معاہدے ایسے ہیں جن کو فریق باقی موجب خسارہ جانتا ہے یا ان کی تکمیل کی ذمہ داری نہیں کر سکتا تو فریق باقی اصالتاً یا وکالتاً ان کے اختتام تک بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ جملہ حقوق معتبرہ مثل دوکان ونام وغیرہ میں فریق خارج کو کوئی حق نہ دیا جائے گا۔ ۶۔ مضاربت میں حسب ذیل مراعات ہونگی ایک یہ کہ جملہ ذمے داریاں رب المال کی طرف منتقل ہو جائیں گی

دوسرے یہ کہ مضارب وصول دیون کے لئے رب المال کو وکیل کردے یا خود آمادہ رہے۔ تیسرے یہ کہ اگر مال موجود ہے تو اسکے بکنے تک مضاربت باقی رہیگی یا رب المال اسے راضی کرلے چوتھے یہ کہ حقوق معتبرہ میں بھی مضارب کو حصہ ملیگا اگر تجارت میں نقصان نہ ہو ورنہ نہ۔ ۷۔ شراکتی جماعتوں پر بدون حکم قانون تجارت یا حکم حاکم ایسے انفساخ کا اثر نہیں پڑ سکتا اس لئے کہ کسی شریک کی موت و جنون و حجر و افلاس سے اسے تعلق نہیں ہے۔ ۸۔ تقسیم کی یہ ترتیب ہے۔ ۱۔ دیون و ایفائے معاہدات کا انتظام پیش نظر رہے۔ ۲۔ جملہ حقوق معتبرہ و اموال قیمتی کی قیمت کردیجائے اور درصورت اختلاف و نزاع قرعہ سے فیصلہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ ۳، فریق خارج کو کوئی حق آیندہ نہ دلایا جائے گو ذمے داریوں سے وہ بری نہیں ہے ۴۔ گرفتنی میں حسب دستور وکالت رہے گی وصول ہونے پر حصہ رسد تقسیم کرنا چاہیئے۔ ۵۔ اور درصوت ضرورت حسب تفصیل باب دیون حوالہ وغیرہ ہوسکتا ہے۔

مزارعت:۔ مسائل متعلقہ زراعت تین طور پر ہیں **اول** لگان یعنی مالک یا قابض سے زمین ایک معین معاوضے پر لینا۔ اس کے احکام اجازات سے متعلق ہیں۔ **دوم** (بٹائی) اور اسیکو مزارعت کہنا چاہیئے، یعنی جو پیدا ہو اس میں سے ایک مقدار صاحب زمین کی اور دوسری مقدار بونے والے کی۔ حضور نے اہل خیبر سے یہی معاملہ کیا تھا اس میں زمین محل ہے اور بقر اور ہرٹ وغیرہ (آلات) اور تخم اور جو کچھ آب پاشی وغیرہ میں خرچ ہو۔ "مصارف" اور عمل سے نظم و نسق مراد ہے اور جو کچھ کام ہاتھ سے کرے یا خاص اپنی طرف سے کرائے وہ بھی داخل عمل ہے پس ضرور ہے کہ محل یعنی زمین کا مقابلہ عمل سے کیا جائے یعنی ایک شخص کی زمین ہو تو دوسرے کی طرف عمل۔ رہے مصارف بحکم شرط مشترک رہیں یا مختص **مسئلہ** جائز نہیں کہ کوئی شخص صرف تخم یا صرف بقر یا صرف دوسرے آلات و مصارف دیگر مستحق شراکت قرار پاجائے۔ زمین ایک کی ہو اور دوسرے کے ذمہ عمل دوسری چیزیں مشترک ہوں یا مختص **مسئلہ** جائز ہے کہ مزارع شریک خود عمل کرے یا اپنے صرف

سے کسی اور کو اس کا ذمہ دار بنا دے۔ مسئلہ اگر عقد فاسد ہو جائے تو پیداوار صاحبِ زمین
کی ہے اور عامل کو مصارف کی قیمت اور عمل کی اجرتِ مثل دیجائے سوم (شرکت)
یعنی دو یا کئی آدمی مل کر کسی کی زمین، لگان یا بٹائی پر لیں اس میں مضاربت ہی
یا شراکت۔ مسئلہ نفع کا حساب بعد وضعات خراج یا عشر کیا جائیگا مسئلہ
جب عقد تمام ہو گیا اور کچھ کام شروع کر دیا پھر بدون تراضی فسخ کرنے کا کسی کو حق
نہیں ف خصوصاً جبکہ کسی ایک کی حق تلفی ہوتی ہو مسئلہ جو حقوق مالک زمین
کاشتکار پر معین کرے اگر ان میں نہ شروط فاسدہ ہوں نہ مجہول تو معتبر ہونگے
اور مجبر د تحکم ظلم ہے اور استدلال تعامل لغو و غیر معتبر اور اگر شرع مانع ہو تو جبراً لینا
حرام اور برضا رشوت مسئلہ جس تعامل کی بنا نص پر ہو وہ حجت نہیں ہو سکتا۔
مسئلہ زرِ لگان معینہ اوقات پر واجب الادا ہے کھیت بویا جائے یا نہ پیداوار
کم ہو یا زیادہ، خام ہو یا پختہ درگزر مروت و احسان ہے واجب نہیں مسئلہ بٹائی
کا تخمینہ کر کے روپیہ قائم کر لینا صلح ہے حق سے۔ بیع نہیں مسئلہ بٹائی میں جو تخمینہ
کیا جائے اس کا تسلیم کر لینا لازم نہیں دونوں راضی ہوں تو بہتر۔ مسئلہ کاشتکار
کو بٹائی کی صورت میں اشیائے مشترکہ سے بدون اذن کچھ لینا جائز نہیں مسئلہ
جو زمین کسی شخص سے کرائے پر لیجائے اس میں زراعت ہو تو عشر ذمہ کاشتکار ہے،
اور اگر خراج ہو تو ذمہ صاحب زمین اس لئے کہ عشر پیداوار پر ہے اور وہ حق کاشتکار
ہے اور خراج زمین پر ہے اور وہ ملک اس کی ہے جو لگان یعنی نفع لیتا ہے فریب
اور اس کی دو حالتیں ہیں اول وہ فریب جو بیان و تقریر سے دیا جائے مثلاً کسی
سے کہا کہ یہ شہد خالص ہے یا یہ نافہ مشک اصلی ہے اور نکلا اسکے خلاف اس صورت
میں اگر مبیع نکما اور بالکل بدلا ہوا نکلا تو بیع باطل ہے اور کچھ خرابی ہو تو خیار عیب حاصل
اور ایسی شئے سے جو نقصان ہو وہ ذمہ بائع مثلاً عرق بادیان لیا اور دوا میں ملایا اور
تھا وہ کسی ایسی چیز کا عرق یا ایسا خراب جس سے اطبا کی رائے پر دوا کی تاثیر بالکل خراب
ہو گئی تو قیمت سب دواؤں کی جو اس عرق کی آمیزش سے نکمی ہو گئیں اس فریب

دینے والے سے لیجائے گی البتہ اگر کوئی خرابی اس ملی ہوئی دوا کے استعمال سے واقع ہو تو بائع ذمہ دار نہیں ہے[1] مگر بضرورت وانسداد فتنہ حاکم سیاسۃً کچھ کرسکتا ہے معاوضۃً نہیں **دوم** وہ فریب جو کسی قرینے اور عنوان سے خریدار کو دیا جائے مثلاً گھی ۸ رسیر بیچتا ہے خریدار نے کہا اس میں میل ہے تب اُسنے دوسرا گھی نکالا اور کہا اچھا یہ لیجئے ۱۰ رسیر، اس سے امید دلائی گئی کہ یہ خالص ہے یا بوقت معاملہ اپنی دیانت یا دوستی وغیرہ کے اظہار سے خریدار کو مطمئن کردینا پھر کرنا اسکے خلاف یا کوئی شے ایسے طور سے پیش کرنا کہ دیکھنے والا اس کے عیوب سے مطلع نہو اس قسم میں بائع ذمے دار نہیں ہوسکتا البتہ اگر مبیع بدلا ہوا یا عیب دار نکلے تو اس کا حکم مرتب ہوگا اور اصل اس میں وہ حدیث ہے جو مسلم نے نقل کی کہ آپ نے ایک بائع کے گیہوں اٹھاکر دیکھے تو تلے سے نم تھے فرمایا یہ کیا ہے عرض کی مینھ کا پانی پہنچ گیا ہے فرمایا کیوں نہ اسے اُوپر کردیا کہ آدمی دیکھتے ۔من غش فلیس منی لیکن ۱۔ عرف جاری ہو۔ ۲ ضرورت۔ ۳ صناعت ۴۔ تزئین۔ ۵۔ کوئی اور غرض صالح فریب نہیں ہوسکتی مثلاً شہر میں عرف ہے کہ دودھ میں پانی ملاکر فروخت کیا جائے یا قلیل میں سے جس سے بچاؤ مشکل ہے جیسے گیہوں میں جو ملے ہوئے یا صناع کو کچھ میل کرنا جیسے جڑاؤ زیور میں یا خوشنمائی کے لئے سلیقے سے مال دکھانا جیسے تھان شربتی وچکن وغیرہ کے جن کے اندر کوئی خوشنما کاغذ رکھدیا جائے کہ دیکھنے سے رغبت زیادہ ہو یا نگ کے تلے ڈاک وغیرہ یا میوہ اس طرح چننا کہ خوشنما نظر آئے ایسی تمام صورتوں میں فریب ثابت نہ ہوگا ہاں اگر قدر عرف سے زائد یا بطور عیب پوشی و مغالطہ دہی ہو تو تحت فریب میں داخل ہوسکتی ہے **مسئلہ** ہر ایک ایسی بات فریب ہوسکتی ہے جو اس امید کے خلاف ہو جو کسی بیان یا عنوان سے

---

[1] اس لئے یہ خرابی خالص اس کے عرق سے نہیں ہوئی بلکہ دوسری ترکیب سے جس میں بائع کو دخل نہ تھا البتہ اگر وہ شے جو عرق کے نام سے بیچی گئی بدون ترکیب ۔ آمیزش سخت ضرر رساں یا مہلک ثابت ہو سلطان وقت سیاسۃً کچھ کرسکتا ہے۔ ۱۲

جانب مقابل کو دلائی جائے اگرچہ حکم ایسے مصنوعی فریبوں کا صرف معصیت ہے قضاءً کوئی تاوان بوجہ عدم صراحت عائد نہیں ہو سکتا ہے **عرف** وہ امر جو عام طور پر شائع اور معمول ہو جائے اور اس کے اثبات پر نہ نص مذکور ہو نہ اجماع منقول اور اس کی چار قسمیں ہیں **عام** یعنی عامہ مسلمین سلفاً وخلفاً کرتے آئے ہوں اور رد وانکار پایا نہ جائے، یہ حجت ہے اور قیاس پر راجح **خاص** یعنی کسی قوم یا شہر کا معمول اسطرح کہ دوسرے مسلمان نہ اس کے منکر ہوں نہ پابند یہ بھی اپنے مقام پر حجت ہے عام طور پر نہیں۔ **متعارض** یعنی ایک شہر کا عرف دوسروں کے خلاف وضد ہو یہ عرف بھی اس طور پر معتبر ہے کہ تعارض لازم نہ آئے مثلاً لکھنؤ میں خربزے کی تول فی پسیری چھ سیر اور آم کی گنتی فی سیکڑہ چھبیس پنجے ہے اور دوسرے شہروں میں وہی وزن اور شمار معمولی ہے یا کچھ اور، اب جہاں عقد بیع واقع ہو وہیں کا عرف دیکھا جائے گا اور اگر معاملہ تیسرے مقام پر ہو تو کسی فریق کو اپنے عرف سے فائدہ اٹھانے کا حق نہ ہوگا۔ بلکہ جس کا عرف امر واقعی کے قریب قریب یا مثل ہو وہی معتبر ہوگا اور دونوں اگر اصل کے مخالف ہوں تو دونوں عرف ساقط ہو جائیں گے۔

مسئلہ زید کلکتے میں ہے اور عمرو لکھنؤ میں پھر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی اور خط کے ذریعے سے ایجاب وقبول ہوا اب اگر دونوں مقامات کے عرف باہم متحد ہوں تو بہتر ورنہ امر اصلی پر فیصلہ ہوگا۔ اس لئے کہ عرف خاص نہ غیر پر حجت ہے، نہ بحالت تعارض معتبر عالمگیری میں ہے کہ شہر میں، روٹی کا ایک نرخ معروف ہے اور زید کو گراں دیگئی اگر اسی شہر کا رہنے والا ہے تو کمی لے سکتا ہے اور دوسری جگہ کا رہنے والا ہے (جہاں نرخ معروف نہیں) تو کمی کا دعویٰ نہیں کر سکتا، اس لئے کہ یہ عرف اس کے حق میں نہ تھا، **عرف مردود** وہ امر مشہور جو نص کے خلاف اجماع کی ضد واقع ہو جیسے چاندی سونا قرضاً یا بیش وکم بیچنا، یا جبر اگھا نا دستوری یہ سب ناجائز ہیں۔

ف اس سے وہ سب خارج ہو گئے جو کسی ملک کے نوجوان آزاد منش خیالات کی رو سے داخل ہو جائیں اسلئے کہ مسلمان خصوصاً متقی مسلمان ضرور اس سے متنفر ہوں گے۔

مسئلہ قیاس عرف پر راجح نہیں ہوتا مگر جب کہ بنائے قیاس علت منصوصہ ہو مسئلہ جب کہ نص یا قیاس مجتہد یا اجماع کسی عرف و علت پر مبتنی ہو اور وہ عرف یا علت بدل جائے تو دوسرا عرف جو اس کے خلاف یا عرف و علت سابقہ کی غرض کا معین جاری ہو تو مردود نہ ہو گا بلکہ اس کے اعتماد اور جواز کے لئے اعتبار مقصود و حصول غرض و لحاظ حاجت عمدہ دلیل ہے **ف** شامی کے اکثر مقامات پر مع عبارت درمختار جو مباحث متعلق رد و قبول عرف منقول ہیں ان سب کا مآل ہماری تقریر میں ملحوظ ہے۔

اجارات

اجارہ۔ نفع مقصود[۱] کا کسی نفع یا مال سے بدلنا جیسے کرایہ مکان کا عوض خدمت یا روپیہ قرار دینا **اجیر** جو کام کرے **موجر** جو اپنا مال بکرایہ دے یہ دونوں مثل بائع کے ہیں مستاجرہ وہ شے جو کرایہ پر دیجائے۔ **معقود علیہ** وہ منافع جن پر عقد اجارہ واقع ہو یہ مثل مبیع کے ہے مستاجر کرائے یا اجرت پر لینے والا مثل خریدار کے ہے **اجرت** کرایہ یا تنخواہ، یا مزدوری یہ مثل ثمن کے ہے **اجارہ** بجمیع احکامہ مثل بیع کے ہے پس شرط ہے اہلیت عاقدین و قابلیت محل و ارتباط ایجاب و قبول و مجلس و تعیین و تقدیر اور شروط انعقاد و صحت و نفاذ و لزوم وغیرہ مگر یہ چند صورتیں کچھ کچھ جدا ہیں **اول** بیع ذات ہے اور معقود علیہ نفع پس ۱۔ جائز ہے کہ تحدید و تعیین من وجہ پر کفایت کی جائے، ۲۔ اور بوقت عقد صرف محل و آلات نفع کا موجود ہونا اور انپر قدرت کافی ہے جیسے جانور، گاڑی۔ مکان، آدمی اور ان کی تندرستی و توانائی وغیرہ ۳۔ بیع میں تابید شرط ہے اور اجارے میں توقیت[۵] لازم تاکہ ذات اور اس کے اثر مہمل نہو جائیں ۴۔ بیع کا سوائے سلم کے موعود و موجل ہونا جائز نہیں اور اجارے میں معقود علیہ ہمیشہ حادث ہوا کرتا ہے، ۵۔ عیب لاحق بیع میں معتبر نہیں اور اجارے میں معتبر ہے اس لئے کہ ہر عیب لاحق باعتبار نفع آیندہ عیب سابق ہے **مسئلہ** ایک گاڑی کا کرایہ فی گھنٹہ ۸ رہے جب زید اسپر سوار ہوا تو اس کی رفتار میں کچھ نقصان تھا جس کا فی گھنٹہ

---

[۱] نفع مطلق پر اجارہ نہیں ہے ۱۲۔ [۵] تابید کی صورتیں بضرورت جائز رکھی گئی ہیں۔ ۱۲۔

۶ر نرخ تھا اور دو گھنٹے بعد ایک اور عیب پیدا ہوا جس سے اسکا نرخ بازار فی گھنٹہ
۴ر رہ گیا اب مستاجر دو گھنٹے میں ۴ر کم کر کے ۱۲ر دے اور اس کے بعد جتنی دیر رہی
اس کا کرایہ بحساب ۴ر فی گھنٹہ لگائے۔ اور اگر ایسی گاڑی خریدی گئی ہوتی تو صرف
پہلے عیب کا اعتبار ہوتا، ۶۔ مبیع بجمیع وجوہ مشتری کی ملک ہو جاتی ہے اور منافع
سب کے سب مملوک نہیں ہوتے ورنہ لازم آئے تعطل ذات پس حق شفعہ جو بعد
اجارہ پیدا ہو حق مالک ہے اس کی توضیح زوائد میں آئے گی، ۷۔ جس میں بالفعل فائدہ
نہ ہو اس کا بیچنا جائز ہے اجارہ صحیح نہیں جیسے جانور کا بہت چھوٹا بچہ، یا ایسی زمین
جس کے اطراف دوسرے کی ملک سے محدود اور راہ بالکل مسدود ہو اور مستاجر کسی
شرط و حق سے آجا نہ سکے پس ایسی زمین بکسکتی ہے اس لئے کہ وضع بیع
ملک کے لئے ہے اور ملک ممکن ہے اور کرائے پر دینا صحیح نہیں اس لئے کہ کوئی فائدہ
نہیں ہاں اگر کسی اور طریق سے فائدہ ملسکے یا کوئی ہمسایہ اس سے بکرایہ نفع پاسکے
تو مضائقہ نہیں، ۸۔ مشتری مبیع کو تلف کرنے کا مختار ہے اور مستاجر کو عین کے ہلاک
کا حق نہیں ہے پس وہ خوفناک اور نہایت مضر استعمال سے روکا جائے گا۔
جیسے چراگاہ کی گھاس چرانے کا اجارہ یا درخت کا اجارہ کہ پھل پھول، خشک لکڑی مستاجر
لے۔ حوض کا اجارہ کہ پانی پیئے جائز نہیں، ۹۔ بائع مشتری کو تصرف ناجائز سے نہیں
روک سکتا اور مستاجر روکا جائے گا اس لئے کہ نفع حادث ہنوز ملک مستاجر نہیں پس
موجر کا سکوت امر حرام پر حرام ہے۔ مثلاً مزدور سے کہا گیا کہ شراب بنا۔ یا بیچ، یا مکان
میں شراب کی دوکان رکھ۔ اب مالک مکان کو روکنے کا حق ہے اور اجیر اسکے حکم کی
مخالفت کرنے کا مجاز، ۱۰۔ اجارے بعض وجوہ سے فسخ ہو جاتے ہیں، اس لئے
کہ قبض و تسلیم ایک وقت میں غیر ممکن ہے اور بیع لازم فسخ نہیں ہو سکتی دوم
نابالغ یا عبد مجور یا مکرہ اجیر یا موجر ہو تو اجرت لازم اور مستاجر عاصی ہے اور مستاجر ہو
تو اذن و اختیار پر موقوف سوم بائع اپنا مال پھر خرید کر سکتا ہے اور موجر مستاجر

سہ یعنی بوقت عقد۔ ۱۲۔

اول یا ثانی سے اجرت پر نہیں لے سکتا **مسئلہ** زید نے عمرو کو اپنا مکان بکرایہ دیا پھر عمرو سے کرائے پر نہیں لے سکتا اور ایسے ہی اگر عمرو نے بکر کو بکرایہ دیا تو اس سے بھی لینا نہ چاہیئے۔ **چہارم** بائع کو حق ہے کہ پہلے ثمن وصول کرلے تب مبیع دے اور اجیر یا کرائے والے کو تب حق ہوتا ہے جب معقود علیہ تسلیم کرے۔

انواع اجارات

باعتبار معقود علیہ کے اجارے کی پندرہ قسمیں ہوجاتی ہیں اس لئے کہ معقود علیہ ۱۔ خواہ عمل محض ہے جیسے نوکری، ۲۔ یا نفع محض ہے جیسے رکوب و لباس و سکنیٰ ۳۔ یا عمل اصل ہے اور مال تابع جیسے سلائی، رنگائی جس میں تاگا درزی کا اور رنگ رنگریز کا ہوتا ہے۔ ۴۔ یا منافع اصل ہے اور عمل تابع جیسے گاڑی گھوڑے کے ساتھ سائیس کی خدمت، ۵۔ یا اثر محض ہے جیسے دلاّلی جس کی اجرت بکجانے پر موقوف ہے پھر یہ پانچوں یا مباح ہیں۔ یا معصیت، یا اطاعت، اور باعتبار اجیر و موجر تین حال ہیں اس لئے کہ اگر اجیر ایک کے لئے مخصوص نہیں بلکہ متعدد آدمیوں کا کام کرتا ہے جیسے رنگریز، درزی، دھوبی، حجام، خاکروب وغیرہ تو اسے **اجیر مشترک** کہتے ہیں یا اس کا کل وقت یا بعض ایک ہی کیلئے مختص ہے پس اگر بطور لزوم و دوام ہے تو ملازم[1] ہے ورنہ **اجیر خاص** جیسے مزدور جو یومیہ پر کام کرتا ہے اور یہی حال ان یکوں اور گاڑیوں اور ریلوے گاڑیوں کا، جو ایک کے لئے مخصوص نہوں یا سرا کے مکانوں کا

احکام اجیر مشترک ۱۔ اس کا کوئی وقت محبوس و مخصوص بحق متاجر نہیں اس طرح کہ دوسرے کا کام یا سکون و آرام جائز نہ ہو اس لئے کہ اسی عمل پر استحقاق اجرت ہے، وقت سے علاقہ نہیں البتہ بطور توقیت و تعجیل اس کا وعدہ اسے مجبور کرسکتا ہے **مسئلہ** بوہار یا رنگریز نے وعدہ کیا کہ تیرا کام شام تک کردونگا دوسرے کا نہ کروں گا تاہم اگر وہ دوسرے کا کام کرے تو ملزم نہیں ہوسکتا، البتہ اس کام کے پورا کردینے کا

[1] ملازم اجیر خاص میں داخل ہے۔ ۱۲۔

ذمہ دار ہے۔ **مسئلہ** اگر یہ ٹھہرا کہ جب تک تیرے کام سے فارغ نہ ہوں دوسرے کا کام نہ کروں گا۔ اب بحکم عہد دوسرا کام نہیں کر سکتا تاہم اگر کیا تو خلاف وعدے کے سوا اجرت حرام نہ ہوگی۔ **مسئلہ** یہ جائز نہیں کہ کہا جائے تیرا کام شام تک ختم کردینے اور دوسرے کے کام نہ کرنے کا ذمہ دار ہوں بلکہ خواہ عمل خواہ وقت ایک ہی شے کی ذمے داری صحیح ہے۔ ۲۔ یہ بدون عمل اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔ ۳۔ صاحبین کے نزدیک درصورت نقصان ضامن بنانا جائز ہے **مسئلہ** جس طرح اجیر خاص ومشترک ہوتا ہے کرائے کی چیزیں بھی خاص ومشترک ہوا کرتی ہیں، جیسے سرائی کوٹھریاں جہاز۔ ریلوے درجے۔ یکے، گاڑیاں وغیرہ۔ پس اگر کسی ایک کے لئے مخصوص ہو جائیں یا بعض امور باہم طے ہو جائیں یا عرف کسی طور پہ جاری ہو تو اس کی پابندی لازم ہے ورنہ موجر مختار ہے جسے چاہے گاڑی یکے میں بٹھلا لے، سرائی کوٹھری میں آتارے اور اگر کرائے داروں میں کچھ نزاع ہو تو فیصلہ موجر کے ذمے ہے اور موجر شرط یا عرف پر مجبور ہے پھر اگر موجر اور کسی مستاجر میں منازعت ہوئی ابتدا میں عقد فسخ ہو جائیگا اور درمیان میں مستاجر مختار ہے کہ خواہ بقدر انتفاع اجرت دیکر علیحدہ ہو جائے یا مقدار باقی کم کرے **مسئلہ** زید یکے پر سوار ہوا اور کرایہ دو آنے ٹھہرا آدھی دور چلکر یکہ بان نے دوسری سواری بٹھانا چاہی جس سے زید کو عار یا ضرر ظاہر کا عذر ہے اب زید خواہ وہ کرایہ جو دوسرے سے یکے بان کو ملیگا دے کر اُسے جگہ ندے یا بقدر مسافت کرایہ دیدے یا کل سے کم کرلے اور خود علیحدہ ہو جائے **مسئلہ** ایسے بار یا سواری کا موجر کو اختیار نہیں جو عرفاً پہلے سوار کو سخت مضر یا موجب عار ہو **مسئلہ** یکے یا گاڑی کے لئے اگر کوئی راہ مشروط نہ تھی تو اسی راہ پر چلا جائے گا جو جاری اور مامون اور نزدیک ہے **مسئلہ** بلا ضرورت سست یا تیز کرنے یا زیادہ سکون کا موجر کو حق نہیں **مسئلہ** جس مکان یا سواری میں جماعت قلیل ہی کی گنجایش ہو تو عورت کے بعد مرد اور مرد کے بعد عورت کو بدون باہمی رضا کے بٹھلانے کا موجر کو حق نہیں ہے اسلئے کہ ایسا عرفاً عار سمجھا جاتا ہے۔

احکام اجیر خاص، ایک صرف حاضر باشی سے مستحق اجرت ہو جاتا ہے کام کم ہو یا زیادہ، مگر جب خود کام نہ کرے تو مستحق نہ ہوگا (مجلہ) ۲۔ کسی اور کی نوکری آقا کے وقت میں نہیں کر سکتا (ہدایہ) اگرچہ اجرت بہت زیادہ ملتی ہو (عالمگیری) ۳ نقصان کا یہ ضامن نہیں ہوتا مگر اتلاف میں۔ ۴ پھر اجیر خاص کی چند حالتیں ہیں **صرف حاضری** اسمیں خدمت شرط نہیں اور جو کچھ ہو جائے وہ تابع ہے جیسے کسی سے کہا کہ یہاں شام تک موجود رہو، اجرت حاضری پر ثابت ہوگی اور کام مثل وصف مرغوب کے ہے **صرف خدمت** جیسے منتظم، فروشندے۔ وکیل وغیرہ جنسے حاضری مقصود نہیں ہوتی بلکہ بوقت ضرورت موجودگی اور خدمات مُفوّضہ کی بجا آوری مقصود ہوتی ہے **مسئلہ** ان کے لیئے ایسی غیر حاضری یا بیخبری یا کسی امر میں مشغولی جو غالباً بوقت ضرورت ادائے خدمت سے روکدے جائز نہیں البتہ جن امور سے آدمی کو چارہ نہیں انمیں معذور سمجھا جائیگا۔ **مسئلہ** یہ کسی اور کی نوکری نہیں کر سکتے اس لیئے کہ بوجہ عدم تخصیص تمام وقت مشغول بحق آقا ہے **مسئلہ** نہیں باعتبار ایام و شہور اجرت دیجائے گی نہ حاضری مشروط ہے نہ قدر عمل محسوب **عمل بہ تعیین وقت** جیسے کہا کہ دو پہر کو پنکھا جھلا کرو۔ بوقت خواب پاؤں دبایا کرو غرضکہ کاموں کے لیئے ایک وقت مقرر ہے **مسئلہ** انہیں ان وقتوں میں اور طرف توجہ جائز نہیں جب تک اپنی خدمت سے فارغ نہ ہولیں **وقت بہ تعیین عمل** مثلاً صبح سے ظہر تک کتابت کیا کرو۔ یا پہرہ دو یا دیوار بناؤ۔ **مسئلہ** اس میں تمام وقت معین حق آقا ہے وقت فارغ رہے یا مشغول **مسئلہ** اجرت باعتبار وقت ملیگی کام کم ہو یا زیادہ مگر خود کام چوری میں مستحق اجرت نہ ہونگے **وقت مع العمل** مثلاً چھ گھنٹے روز حاضر ہو اور جو کام ہو کرو کوئی خاص کام معین نہیں **مسئلہ** لازم ہے کہ جنس عمل معلوم ہو جیسے محرری۔ خدمتگاری۔ معلمی۔ سپاہ گری وغیرہ پس وہ تمام کام جو اس منصب کی مناسب ہیں بے عذر کرنا ہونگے اور خلاف صریح جیسے محرر سے خدمتگاری اور معلم سے پاسبانی لازم نہیں اجیر کی خوشی ہے **مسئلہ** بعد وقت اس سے مزاحمت

جائز نہیں اگرچہ کام باقی رہ جائے **تعیین وقت مع تقدیر عمل** مثلاً چھ گھنٹے روزحاضر
رہ کر ایک جز کتابت کر دیا کرو۔ اس قدر دیوار بنا دیا کرو۔ یہ شرط مفسد اور تنخواہ اگر
وقت پر مشروط ہو تو عمل تابع رہیگا اور کام پر نظر ہے تو وقت تابع ہے۔

پس اصل پر تنخواہ اور تابع مثل وصف ہو ورنہ اجارۂ فاسد

دلّالی۔ جائز ہے اور اس کی اجرت لازم (درمختار) مگر ۱۔ دلال ایک ہی جانب سے
سعی کرے یہ دورخی دلالی جو ہمارے زمانہ میں شائع ہے کہ بائع سمجھے کہ میرا
خیرخواہ ہے اور مشتری اپنا کارپرداز جانے فریب اور ناجائز ہے۔ ۲۔ اجرت
مقرر ہو جانا چاہیئے ورنہ اجرت مثل پر فیصلہ ہوگا۔ ۳۔ دلال جب تک بیچ نہ لے
اجرت کا مستحق نہیں ہوتا اگرچہ محنت شاقہ اٹھائے (عالمگیری) ۴ خریدار مال پھیر دے
تو بائع دلالی پھیر سکتا ہے اور بائع خود واپس لے تو حق استرداد نہ ہا (عقود الدریہ)
۵۔ دلال پر تقاضا جائز ہے (ہدایہ) ۶۔ ...... وغیرہ کی نسبت بعض فقہا عدم جواز کے
قائل ہیں اور بعض جواز پر مصر بظاہر ممانعت کے لئے وجہ کافی نہیں ہے۔[۱] **احکام ملازم**
ملازمت تین حال پر ہے ۱۔ یہ کہ ملازم صرف ایک ہی معین وقت کا پابند ہے باقی
...... مختار ہے جو چاہے کرے جیسے معلم وغیرہ یہ اپنے معین وقتوں میں اجیر خاص
ہے۔ ۲۔ بمعاوضہ کام کرے اور ایسی کسی نوکری، یا اجرت یا سفر کا بدون اجازت مجاز
نہیں جس سے بوقت ضرور حرج و تعذر ہو، ۳۔ یہ کہ تنخواہ حاضری پر مرتب نہ ہو۔
۱۔ ، کی تعطیلات آقا کی رضا پر ہیں چاہے رخصت دے چاہے کام لے۔ اسے
، ایسا شغل یا سفر جو موجب حرج کار آقا ہو جائز نہیں اس لئے کہ تمام وقت
مشغول بحق آقا ہے۔ **مسئلہ** ان دو قسموں کے نوکروں کو تعظیم آقا۔ و حق نمک
کا لحاظ اولی اور ہر وقت خیرخواہی پر توجہ اور بدخواہی سے اجتناب لازم ہے **مسئلہ**
زید بکر کا مزدور ہے اور دیوار بناتا ہے ناگاہ زید کا گھوڑا کھل گیا بکر پر لازم نہیں کہ اسکے
پکڑنے پر سعی ضرور کرے البتہ ملازم قسم دوم و سوم کو ایسی کوشش لازم تھی **مسئلہ**

---

[۱] علامہ عینی نے شرح بخاری میں اس مقام کو بکمال وضاحت و جمع مذاہب لکھا ہے۔ ۱۲

مسئلہ اگر رات کو معلوم ہو کہ آج آقا کے گھر میں فلاں طریق سے چوری ہونے والی ہے تو ملازم دوم وسوم پر واجب ہے کہ تدبیر حفظ واطلاع میں سعی کرے اسلئے کہ آقا نے اسکے تمام وقت کی قیمت اداکردی ہے بخلاف ملازم قسم اول واجیر کے **مسئلہ** جن امور کی بصراحت اجازت یا ممانعت ہو اس کی پابندی لازم ہے اگر شرع کے مخالف نہ ہو اور امور غیر مصرحہ میں عرف حاکم ہے **مسئلہ** اقرار موت جائز ہے جس طرح فوجی سپاہی اور دلیل اس کی بیعت رضوان ہے جسمیں صحابہ نے موت پر بیعت کی...... اور غرض اس کی کمال ثابت قدمی، اظہار شجاعت وجاں نثاری ہے خوامخواہ مرجانا لازم نہیں **مسئلہ** سپاہی ایسی شرط کے ساتھ اگر بھاگے تو بھی اجرت ساقط نہ ہوگی اس لئے کہ قرار وفرار حالت اختیار نہیں اور اضطرار میں اثر عقد ضعیف ہو جاتا ہے **مسئلہ** ملازم مجبور نہیں کہ آقا چاہے جس کا مطیع کردے، ہاں محکمہ جات و دفاتر میں جہاں ایسی ترتیب جاری ہے عذر قابل سماعت نہیں پھر ملازمت چار حال پر ہے ۱. کسی کی ذاتی خدمت جیسے خدمتگاری باورچی گری وغیرہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں نوکر رکھنے والا مومن ہو یا کافر متقی ہو یا فاسق البتہ امور محرمہ کے ارتکاب واعانت کے لئے نوکری عذر نہیں۔ ۲. وہ امور نظم ملک سے ایسا تعلق رکھتے ہوں جن سے عباداللہ پر ظلم نہ ہو جیسے خزانچی، چپراسی، محرر، نقل نویس۔ محافظ دفتر۔ یا ڈاک ریلوے کے ملازم اور مثل ان کے یہ بھی جائز ہے۔ ۳. ایسے قانون کا اتباع کرنا پڑتا ہے جس میں حرام حلال خلط ہو جیسے احکام ظلم کے پہچانے والے یا کچھ کچھ اس میں مدد کرنے والے ۴. وہ جو پورے طور پر ایسے مخلوط قانون پر حکم کرنے اور اس کے نافذ کرنے کے ذمے دار ہیں جیسے حکام عدالت اور انکے اعوان پس اس چوتھی قسم والے بیشک ان تمام امور میں گناہگار ہیں جو ان کے ہاتھ یا ذریعے سے صادر ہوں اور غالباً یہ مرتکب فسق وظلم کبیرہ کے ہو جاتے ہیں مگر نفس اجرت حرام نہیں اور قسم سوم والوں کا بھی حالت مشکوک ہے اور خالی از کراہت نہیں لیکن قطعی فیصلہ ہر صورت پر بطور

خاص ہے عام حکم سے اندازہ نہیں ہوسکتا کیا برابر ہو جائے گا غیر عادل گواہ سی فیصلہ کرنے والا اور گواہ عدول کو ناجائز مباحث سے رد کرنے والا سود کی ڈگری دینے والے کے اور وہ کسی جان یا آبرو کو ظلماً مٹانے والے اور ناجائز مال چھین لینے والے کے لیکن ان سب میں حکم کرنے کی نوکری خصوصاً مقدمات فوجداری میں اور پولیس اور جنگی اور سزا دینے کی نوکری زیادہ قابل افسوس ہے، اور فوجی نوکری ہمیشہ ایسے حاکم کی حرام ہے جو امام عادل کے مقابل ہونے کے لئے تیار ہو یا باعانت کفر مسلمانوں کو دھمکی دیتا رہے اس لئے کہ حالت امن میں اس کی فوج اللہ والوں کو ڈراتی اور دھمکاتی ہے اور ان کو ان کے مبارک خیالوں سے ہٹاتی ہے اور حالت جنگ میں تو کھلے طور پر یہ لوگ کلمۂ کفر و بغاوت کو بلند کرتے اور اسلام اور تقوٰے کے دشمن ہیں العیاذ باللہ، مگر ایسی نوکریاں بھی امام صاحب کے نزدیک بتادیل خدمات قابل اجرت ہیں اگرچہ معصیت سے بچاؤ نہیں اور صاحبین کے نزدیک نہ اجرت ثابت نہ اثم ساقط۔ اور بیشک خاص اسی کام کی اجرت بھی ناجائز ہے اللہ سے ڈرنے والو بچتے رہو **احکام وجوب تنخواہ واستحقاق تعطیلات ملازمین۔** ۱۔ حساب اُن مہینوں سے ہوگا جو قرار پائیں یا جو معمول ہو اور اگر نہ مذکور ہوں نہ غالب العرف تو اسلامی مہینوں سے حساب ہوگا۔ ۲۔ عرف وعمل در آمد نوکر رکھنے والے کا نوکر سے زیادہ معتبر ہے، ۳۔ ایام تعطیل میں وہ عرف معتبر ہے جو بلا اتفاق ہو یا عقل وانصاف کے خلاف نہ ہو پس ایسا عرف جو تمام ملک میں ایک حال پر نہیں یا ایسا عرف جو عقل ونقل کے خلاف ہو معتبر نہ ہوگا۔ ۴۔ ایام تعطیل ورخصت اگر مشروط ومعروف ہوں تو تابع ہیں ایام خدمت کے ورنہ تبرع وانعام پس جب ایام خدمت پورے ہوں گے تعطیل پوری ملے گی ورنہ حساب[ف] سے کم ہو جائے گی مثلاً زید ہر جمعے کو رخصت پاتا ہے غالباً ماہانہ ایام خدمت اس کے ۲۶ یوم ہوئے اگر تیرہ دن

ف اس لئے کہ اگر تنخواہ ایام تعطیل انعام ہے تو وجوب نہ ہونا چاہیئے اور مستقل ہے تو عوض بدون معوض کے نہیں ملسکتا ہے کیا ہوسکتا ہے کہ زید ۲۶ یوم غیر حاضر ہے اور چاروں تعطیل کی تنخواہ لے لے۔ ۱۲

حاضر رہا تو آدھی تنخواہ پائیگا اور ۲۶ دن میں پوری. ۵۔ سبب استحقاق تعطیل مجموعۂ ایام خدمت ہے اور وجوب ادا جزو متصل سے وابستہ مثلاً جمعہ اسکا استحقاق ہوگا جبکہ شنبہ سے پنجشنبہ تک نوکری کی ہو اور جب پنجشنبہ ختم ہوگا اجرت یوم جمعہ واجب ہوگی اور ایسی ہی دوسری تعطیلیں مثل عید و شعبان وغیرہ کی اپنے مہینوں کی طرف منسوب ہیں اور یوم سابق سے متعلق پس عید اضحی کی تعطیں نو دن کے مجموعی سے اور عید الفطر کی تعطیل آخر یوم رمضان یا رویت ہلال سے متعلق ہے اب اس کی آٹھ شکلیں ہیں **اوّل** ابتدا میں حاضر تھا جیسے شنبے سے دوشنبے تک **دوم** انتہا میں حاضر تھا جیسے سہ شنبے سے پنجشنبہ تک، **سوم** درمیان میں غیر حاضر رہا جیسے دوشنبے سے چہارشنبہ تک نہ آیا، ان صورتوں میں نصف یوم پائیگا۔ **چہارم** آخر یوم ... یعنی پنجشنبے کو نوکر ہوا **پنجم** اول میں نوکر تھا پھر برطرف ہو کر اخیر میں نوکر ہوا اب تعطیل پوری ملے گی اسلئے کہ وجوب ادا پالیا گیا اور اس کے حق میں وجوب ادا اسی یوم سے متعلق تھا لیکن غیر حاضر کے لئے یہ حکم نہیں اس لئے کہ اس کے حق میں وجوب ادا پورے مجموعی سے متعلق ہوگا بوجہ باقی رہنے اثر عقد کے پس اُسے تنخواہ جمعہ کی بقدر ایام حاضری ملے گی **ششم** آخر یوم یعنی صبح پنجشنبے کو برطرف ہوا تعطیل بالکل نہ ملے گی بوجہ نہ ثابت ہونے وجوب ادا کے اور اگر غیر حاضر ہوتا تو صرف چھٹا حصہ جمعہ کا کم ہوتا **ہفتم** زید نے مثلاً تین دن کی رخصت لی اب اگر بلا وضعات ہے تو پورا جمعہ ملیگا اور رخصت ... بوضعات ہے تو آدھا جمعہ ملیگا۔ **ہشتم** عید وغیرہ کے تعطیلات کے یوم متصل میں حاضر تھا اگر اول سے مجموعی میں کچھ کمی ہے مثلاً ذی الحجہ کی پہلی سے چوتھی تک نہ آیا پھر پانچویں سے نویں تک حاضر رہا تو اولی یہ ہے کہ یہ تعطیل کم نہ کی جائے اس لئے کہ ان تعطیلوں میں شائبۂ تبرع و انعام بھی ہے آقا کی طرف سے اور استحقاق بدل و شرط ہے ملازم کی جانب۔ ۶۔ حساب تنخواہ کا ایام مدت خدمت کے اعتبار سے ہوگا جو بعد وضع تعطیلات باقی رہیں مثلاً زید سو روپیہ ماہوار کا نوکر ہے اور مہینہ ۲۹ روز ہے اور جمعے چار ہیں اب ایام خدمت ۲۵ رہے۔ فی یوم

چار روپے دئے جائیں اور اسی صورت میں اگر زید ۴ یوم غیر حاضر رہا تو اُسے ۴ روپے دیئے جائیں گے، **لوازم عقد**۔ بوقت عقد امور ذیل کی تصریح ہونا چاہیئے، ۱۔ اجرت نقدی یا مثلی کے لیئے نوع و وصف و مقدار بیان کرنا اور قیمتی ہو تو اشارے سے معین کرنا مثلاً پانچ روپے چہرہ دار یا دو من گیہوں فلاں قسم کا دیں گے یا یہ چاقو وہ صندوق دیں گے، ۲۔ محل معقود علیہ اگر شئے معین ہے مثلاً یہ مکان یہ گھوڑا تو اس کا دکھا دینا۔ اور دیکھا اور سمجھا ہو تو کسی نشان سے معین کر دینا شرط ہے اور اگر معین نہ ہو جیسے اس وصف کا مکان ایسا چھکڑا اس طرح کی گاڑی، تو ایسی توضیح لازم ہوگی کہ پھر احتمال نزاع نہ رہے۔ ۳۔ جنس و نوع و وصف معقود علیہ کی تصریح کرنا، جیسے معلمی عربی یا فارسی یا اُردو کی محرری فلاں محکمے کی طبابت یا وکالت فلاں عدالت کی۔ مکان میں سکونت منظور ہے یا کوئی کارخانہ کیا جائے گا۔ زمین میں زراعت مقصود ہے یا کوئی اور کام؟ اور زراعت ہوگی تو کس شئے کی، گاڑی میں سواری ہوگی یا بوجھ لادنا ہے غرضکہ وہ تمام امور بیان کر دینا چاہئیں جن کی نسبت نزاع گفتگو کا احتمال ہے۔ ۴۔ مقدار یعنی چار گھنٹے روز کام لیا جائے گا یا ایک سال مکان پر قبضہ رہیگا۔ یہ گاڑی تمام دن کے لیئے، یا یہاں سے وہاں تک، یا یہ کرتہ سی دو دیوار پوری اٹھا دو اسی حاصل ایسی کامل تصریح و توضیح ہونا چاہیئے کہ آخر کار احتمال منازعت نہ رہے۔ **نکتہ** معقود علیہ جب کہ عرض حادث ہے اور طریق استعمال مختلف پس تعیین و تقدیر اتم متعذر ہے اور وجوہ نفع اور طریق استعمال و مقدار کا انحصار غیر ممکن پس اسقدر توضیح و بیان جو بآسانی ہو سکے اور جہالت مفضی الی النزاع سے عرفاً بچائے کافی ہے **مسئلہ** بعض کام بالخصوص ایسے ہیں جن میں زیادہ تصریح غیر متعارف بلکہ سخت مضر ہے جیسے خدمتگار سپاہی وغیرہ جنسے انواع انواع کے کام مختلف اطوار سے لیئے جاتے ہیں جیسا کہ عالمگیری میں معلموں کی نسبت ہے کہ تعداد اطفال بتا دینے کی ضرورت نہیں **مسئلہ** بعض اجرتیں بھی تصریح مزید قبول نہیں کرتیں جیسے شرط طعام و لباس وغیرہ گو اس کے جواز میں کلام ہے مگر ضرورت داعیہ

وعرف مستمر نے اس کی صحت میں کوئی شبہ باقی نہیں چھوڑا اور ایک مرتبہ اس کا اخر مسئلہ نظیر میں ظاہر ہو چکا ہے پھر یہ چار طور پر ہے **پہلے** یہ کہ لباس وطعام اس قیمت کا ہوگا **دوسرے** یہ کہ جو ہم کھائیں تم بھی کھانا **تیسرے** یہ کہ جو ہمارے دوسرے ملازم کھائیں تم کو بھی ملیگا **چوتھے** یہ کہ جو اس ملک میں یا اس درجے کے ملازموں کے لئے معروف ہے، اور یہ سب صورتیں جائز ہیں **مسئلہ** جب اجرت یا عمل یا نفع کامل طور پر بیان نہ ہو سکے **عقد اجارہ** جائز ہے لازم نہیں مثلاً ملازم نے ایک ماہ کے لئے نوکری کی اب آقا اس کی خدمت سے ناخوش یا ملازم اسکے طعام یا تشدد سے نالاں ہے اجارہ فسخ کردے اب کوئی الزام نہیں **مسئلہ** آقا کو ملازم کی اجرت میں نقصان یا خدمت وعمل میں شرط سے زیادہ تشدد اور ملازم کو آقا کے حقوق میں تغافل وتحقیر وتوہین جائز نہیں کنارہ کشی کا دونوں کو اختیار ہے اگر کوئی وجۂ لزوم نہ ہو، **مسئلہ** ہر ایسا عقد جس میں حاضری محسوب ہو ملازم کا دیر میں آنا یا جلد چلا جانا، درمیان میں غیر حاضر ہو جانا یا کسی ایسے کام میں مشغولی کہ حاضری کا فائدہ منعدم ہو جائے جائز نہیں، اور اجرت بھی باعتبار نقصان حاضری کم ہو سکتی ہے **مسئلہ** ہر ایسا عقد جس میں وقت اور عمل دونوں مشروط ہوں مثلاً صبح سے ظہر تک پہرا دو ملازم کو بیکار رہنے، اور تساہل کرنے اور کوئی دوسرا کام کرنے سے روکتا ہے مگر (اول) حاجات ضروریہ جیسے کھانا، پینا، بول، براز وغیرہ (دوم) وہ سب کام جو عادت جاری وعرف بلد سے جائز ہوں جیسے معلمین جو زائد لڑکے پڑھا کر ان سے کچھ لیتے ہیں اور اس پر اعتراض نہیں کیا جاتا۔ (سوم) وہ جس کے لئے اذن صریح ہو (چہارم) وہ کام جو آقا کی خدمات میں نہ خارج ومخل ہوں نہ ان سے ممانعت کیگئی ہو (پنجم) وہ کام جو درمیان درمیان کی فرصت معینہ میں کیا جائے مثلاً دو پہر کو دو گھنٹے کی چھٹی ہے اس میں کچھ کر لینا جائز ہے **مسئلہ** اگر ایسی چھٹی جس کا خاص منشا راحت واستقامت نفس ودرستی حواس واصلاح دماغ ہے تاکہ پھر صحیح کام کرنے کی قوت آجائے البتہ ملازم کو دوسرے کاموں سے جو اس غرض کے منافی ہو سکیں

مسئلہ نظیر نمبر دودھ پلائی

روکے گی۔ مسئلہ نماز پنجگانہ مع سنن و نماز جمعہ و عیدین اوران کے مقدمات جیسے غسل، واستنجا وضو، اور مسجد میں جانا کسی عہد و شرط سے ممتنع نہیں ہو سکتے ہر شرط خلاف حکم خالق اکبر مردود ہے۔ مسئلہ نوافل بدون اذن پڑھنا جائز نہیں۔ مسئلہ اگر جامع مسجد دور ہے تو نہ آقا کو حق منع ہے نہ نوکر کو حق ترک مگر تنخواہ بقدر آمد و رفت و شغل نماز وضع ہو سکتی ہے (عالمگیری) مسئلہ ہر ایسا فرض جو حقاً للہ تعالیٰ بالخصوص اس کے ذمے ہو جیسے نماز و سفر حج۔ یورش کفار پر غازیوں کی اعانت، کسی آدمی کو ڈوبنے یا جلنے سے بچا لینا۔ نماز جنازہ جبکہ دوسرے نمازی نہوں امر بالمعروف و نہی عن المنکر جبکہ اس کے سوا دوسرا نہ ہو کسی عقد و شرط سے ساقط و متاخر نہیں ہو سکتا ہاں یہ لحاظ کہ مستاجر کو ایسا ضرر مزید نہ ہو جو ان حقوق کے برابر ہو سکے مثلاً زید مسافر سخت بیمار صاحب فراش ہے کوئی اسکا معین و خادم نہیں اب بکر اس کا ملازم اُسے چھوڑ نہیں سکتا یا اس کی عورتیں چھوٹے لڑکے یا مال اسکی سپردہیں اب ملازم ایسے کاموں سے جو موجب اضاعت مال و عیال ہوں رُوکا جائے گا۔ اللہ مستغنی ہے اور بندہ محتاج اللہ کے حقوق غالب العفو ہیں بندے کے حقوق غالب الاخذ البتہ اگر ملازم ضرر آقا کو روک کر ایسے فرائض ادا کرے تو اولیٰ ہے مسئلہ حقوق عباد دو طور پر ہیں ایک وہ جن کا اثر اخروی باز پرس کے سوا اور نہیں جیسے باپ کا حق دوسرا وہ جو دنیا میں بھی معتبر ہے جیسے شوہر کا حق پس حق اول حق مستاجر کا معارض نہیں اور حق ثانی ابتدائے عقد میں موثر ہے مثلاً باپ نے بیٹے کو نوکری سے منع کیا یا اس کے معین اوقات میں اسے طلب فرمایا نہ اسکے منع سے نفس عقد میں لغزش ثابت ہوگی نہ اس کی طلب پر اجیر وقت مستاجر میں تاخیر و خیانت کر سکتا ہے، مگر شوہر کی ممانعت کے ساتھ بی بی نوکری نہیں کر سکتی، بوجہ سبقت حق زوج و حرمت نشوز مسئلہ آقا نے ملازم سے کہا دیکھو جامع مسجد میں نماز جمعہ تیار ہو تو میں بھی چلوں ملازم آیا اور امام کو خطبے یا نماز میں پایا اگر جانتا ہے کہ باوجود رجوع و خبر ضرور نماز پالیگا تو آقا کو خبر کر کے شریک ہو جائے

اس لئے کہ حق اللہ میں دونوں مساوی ہیں اور حق آقا مزید براں اور اگر نماز قضا ہو جانیکا احتمال ہے تو حق حاضر مقدم ہے اور آقا کی نماز تو ہر حال میں گئی۔

حکم ضمان، ۱۔ اجیر خاص ضامن نہیں، ۲۔ اجیر مشترک صاحبین کے نزدیک ضامن ہے۔ ۳۔ موجران نقصانات کا ضامن نہیں جو اس کے مال کی خرابی سے مستاجر کو پہنچے مثلاً چھت ٹپکی اسباب خراب یا جان تلف ہوئی۔ گاڑی خراب تھی ٹوٹ گئی۔ ۴۔ مستاجر ہر ایسے استعمال کا ضامن ہے جو عرف و اذن کے خلاف ہو پھر اجارہ خواہ مطلق ہو گا جیسے یہ گاڑی نواب گنج تک عذر پر یا مقید ہو گا کہ اس پر گیہوں لادے جائیں یا مصرح ہو گا مثلاً لوہا لادا جائے پس۔ ۱۔ ہر مخالف فعل میں مستاجر ضامن ہے۔ ۲۔ کسی موافق امر میں ضامن نہ ہوگا۔ ۳۔ درصورت اطلاق اگر عرف کو مخالف استعمال کیا ضامن ہے۔ ۴۔ اگر عرف موافق ہے تو ضامن نہیں۔ ۵۔ اگر بین بین ہی تو بقدر حصۂ تجاوز ذمہ دار ہے مثلاً گاڑی دس کوس کی منزل کرتی ہے پندرہ کوس خلاف اور صریح تعدی ہے گیارہ اور بارہ کوس بین بین ہے اب اگر ۱۵ کا نقصان ہوا تو صرف دو روپے کا مستاجر ضامن ہے۔ **مسئلہ** بین بین وہ ہے جسے عرف میں غالباً غیر مضر سمجھیں اور کبھی کبھی ایسا بھی کہا جائے ورنہ سر مو بھی تفاوت خلاف ہے اگر احتمال ضرر قوی ہو۔ **مسئلہ** ہر صورت تعدی میں اگر نقصان ہوا مستاجر ضامن ہے ورنہ عاصی ضرور ہے **مسئلہ** تجاوز کبھی بُعد سے ہوتا ہے کبھی زیادتی بار سے کبھی اور طریق سے جیسے خراب راہ میں لیجانا یا نہایت سردی یا گرمی کے وقت یا اس طرح کہ عادت کے خلاف ہو اور غالباً موجب ضرر و ہلاک ہو لیجانا یا روئی کی جگہ لوہا پتھر لادنا **جرمانہ** اور اس کی کئی صورتیں ہیں، ۱۔ بطور معاوضہ یعنی جو وقت یا مال ملازم نے ضائع کر دیا اس کا عوض **مسئلہ** ملازم دیر حاضر یا غیر حاضر ہے یا وقت سے پہلے چلا جاتا ہے۔ یا کام میں عمداً تساہل کرتا ہے جس سے اسکی شرارت کا یقین ہو سکے اب حساب سے اجرت کم کر لینے کا اختیار ہے۔ **مسئلہ** ملازم نے عمداً مال ضائع یا ناقص کر دیا یا پہرا چھوڑ کر کہیں چلا گیا، اب آقا کو حق ہے کہ بقدر

نقصان اس سے لے لے مسئلہ ایک ملازم کے تعلقات دوسرے ملازمین سے ہیں اس طرح کہ اس کی غیر حاضری یا سستی سے وہ سب بیکار رہیں پھر اسنے آپ سے غفلت کی اور کوئی عذر معقول پیش نہیں کر سکتا تو ان تمام نقصانوں کا ذمہ وار ہے جو دوسرے ملازمین کے بیکار رہنے سے ہوں گے مسئلہ مگر ایسے نقصان جو متعلق بہ ثمرات عمل ہوں مضمون نہیں ہو سکتے مثلاً آقا کہے اگر تم کام کرتے تو مجھے اس قدر فائدہ ہوتا .... یا تمہاری غفلت سے یہ خسارہ ہوا اسکا عوض نہیں ہو سکتا البتہ اگر شرط قرار پا گئی ہو تو سیاستہً جائز ہو سکتا ہے تاکہ نظم درہم برہم نہ ہو۔ ۲ مخالف امر۔ اور اسکی بھی کئی شکلیں ہیں۔ ۱ مخالفت صریح وشدید سے جو کھلا کھلا نقصان ہو اور کسی طرح اجازت کی تحت میں نہ آسکے جیسے محرر سے کہا کہ تجارتی حساب بنا دو۔ گلستان کی نقل کر دو مگر اس نے گاؤں کا کاغذ تیار کیا اور بوستان لکھدی اب آقا کو حق ہے کہ اس وقت کی تنخواہ مع قیمت سیاہی و کاغذ لے لے، ۲۔ مخالفت خفیف و مشتبہ جس میں نوکر کو عذر کا موقع مل سکے کہ یہ امر میں داخل اذن یا مصلحت آقا کے مناسب سمجھا تھا۔ جیسے معلم نے لڑکوں کو چھٹی دیدی اور داروغہ نے بعض مزدوروں پر تخفیف کر دی اسمیں سوائے زجر کے جرمانہ نہیں ہو سکتا مسئلہ جب جرمانہ ثابت ہو تو وہ عمل جسکی اجرت اس کے اجزاءؔ پر منقسم نہیں ہوتی سب کا سب ساقط ہو جائیگا اور جس کی اجرت اس کے اجزاءؔ پر منقسم ہوتی ہے وہ بقدر نقصان ساقط رہا باقی ثابت رہیگا، ۳۔ جبر و تحکم۔ یعنی کوئی معتبر معاوضہ نہیں صرف گستاخی کی یا ناخوش کیا۔ ایسی سب صورتوں میں بحکم شرط یا سیاستہً کچھ ہو سکے تو ہو سکے مقتضائے عقد سے نہیں اور مسئلہ سیاست متعلق بہ سلاطین وحکام ہے مستاجر و آقا کو یہ حق نہیں۔ ہاں حیلۂ معتبر یہ ہے کہ آقا جرمانہ مشروط کرے یعنی اگر آیندہ تعلق منظور ہو تو اسقدر تاوان دو ورنہ معزول مسئلہ آقا کو بحسب منزلت ملازم ایسی خطاؤں پر کچھ تبنیہ بانی جائز ہے،

ؔ جیسے روٹی تنور میں لگا کر نکالنے سے پہلے کوئی شئی نہیں ۱۲، ؔ جیسے دیوار بنا کر نصف وربع سب بکار آمد ہے۔ ۱۲

مسئلہ ایسے مسائل میں زیادہ تنقیح و تفتیش کرنے سے اولی یہ ہے کہ امور نظمیہ و مراتب مشروط کا لحاظ ہر حال میں کیا جائے۔

استیجار علی المعصیت اس کے تین درجے ہیں **اول** یہ کہ معقود علیہ عین معصیت ہو جیسے ناچ گانا بجانا، زنا، چوری، جعل سازی، چغلخوری، تعزیہ، بت تصویر، شراب کشی، ...... امور شرک و کفر و حرام ترویج بدعات و فجور یہ بالاتفاق ناجائز اور اجرت غیر لازم اور احتراز واجب اور جو کچھ اسمیں پایا خبیث واجب الرد لازم التصدق ہے **دوم** یہ کہ معقود ہو کوئی اور شئی مباح مگر ضمناً گناہ اور فعل حرام پایا جائے جیسے محض ملازمت مگر کام کرنا پڑتے ہیں حرام جیسے آقا شراب بکوائے ناقوس بجوائے، بت خانہ بنوائے۔ تعزیہ اٹھوائے یا لیا مکان بکرایہ پھر اس میں زنا قمار رقص وغیرہ کرتا ہے یا سپاہی کو لڑائی پر بھیجا جس میں خون ناحق کرنا پڑے۔ یا قوانین ظلم کو نافذ کرایا ان سب صورتوں میں اجرت ثابت ہے اور فعل حرام۔

سوم یا وہ اجارہ ایسے افعال ممنوعہ کی طرف منسوب ہو جیسے شراب بکوائیں گے تعزیہ اٹھوائیں گے، بت خانہ کی خدمت کرنا ہوگی یا عورت کو نوکر رکھا کہ خلوت میں پنکھا جھلے پاؤں دابے وغیرہ اس میں امام کے نزدیک باعتبار عقد اجرت ثابت اور صاحبین کے نزدیک باعتبار فعل حرمت لازم اور اجرت ساقط ہے۔ مگر ترک ایسے امور کا بالاتفاق واجب اور درصورت ارتکاب معصیت لازم ہے۔ امام صاحب عقد پر نظر فرماتے ہیں کہ صحیح ہے یا نہ اور اجرت کو متعلق بہ عقد کرتے ہیں اور صاحبین حاصل و غرض عقد پر نظر فرما کر حکم ابطال دیتے ہیں **مسئلہ** کوئی عضو کٹوانا حرام ہے اور کاٹنا معصیت اور اجرت اسکی حرام مگر یہ کہ بطور علاج ہو۔ **مسئلہ** ڈاڑھی منڈوانا حرام ہے اور صرف ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت بھی حرام۔ **مسئلہ** ایسے زیور چاندی سونے کے اور لباس ریشمی جو سوائے مردوں کے عورتیں پہنتی ہی نہیں پس اگر یہ عدم استعمال یقینی ہے تو ایسی اجرت اور بیع ناجائز مثلاً قبائے ریشمی، اور اگر عدم استعمال غالبی ہے جیسے چاندی سونے کے بتام یا گھڑی تو اجرت و بیع امام کے

نزدیک جائز ہے اس لئے کہ فعل فاعل مختار کا درمیان میں ہے اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے اجارہ ہو یا بیع پس چار صورتیں ان میں نکلتی ہیں۔ ۱۔ یہ کہ فعل و اجرت دونوں حرام جیسے زنا کا معاوضہ یا شراب کی قیمت، ۲۔ فعل و اجرت دونوں مباح ہیں جیسے معماری اور زرگری یا مباح چیزوں کا بیچنا۔ ۳۔ فعل جائز اور معاوضہ ناجائز جیسے نر جانور کو مادہ پر چھوڑنا اس کی اجرت حدیث سے منع ہے مگر بدون اجرت اگر ایسا کیا جائے تو جائز اور بدون شرط کچھ اسے ملجائے اس کا لینا جائز ہے (مشکوٰۃ) اور ایسی ہی صورت ہے ثمن کلب کی کہ فعل[1] جائز اور ثمن ناجائز[2]۔ ۴ فعل ناجائز اور عوض جائز جیسے غلام مسلم کو کافر کے ہاتھ بیچنا رشوت یہ بھی اجارۂ محرمہ باطلہ سے ہے چونکہ ہر موقع پر اس کی کثرت ہے اور لوگ بعض صورتوں میں اسے شیر مادر کی طرح نوش جان کر جاتے ہیں اور فقہائے اس کی تفصیل غیر مروی ہے۔ لہٰذا ذکر اس کا مناسب مقام ہے۔ رشوت بالکسر وہ مال جو اپنے موافق حکم کرانے کے لئے دیا جائے (شامی) یا ناحق کارسازی کے لئے دیا جائے (منتخب) یہ رشوت قطعی حرام اور غیر مملوک ہے اور لینے دینے والے دونوں پر لعنت وارد ہے۔ رشوت لینے والا خواہ سلطان یا کوئی حاکم مجاز یا اس کا وہ ملازم یا مشیر ہو جو ایسے کاموں میں دخیل ہو یا ایسا ملازم جسے دخل نہ ہو یا اجنبی اور جس کام کے لئے مال دیا جائے وہ خواہ قطعاً عین ظلم و اتلاف حق ہو یا ایسا احتمال ہو یا ضمناً ظلم و حق تلفی کا احتمال ہو یا کوئی غرض مباح و جائز ہو یا اپنی ذات یا مال سے دفع ظلم مقصود ہو پس ۱۔ مال اس لئے دیا جائے کہ صریح ظلم و حق تلفی کی جائے۔ ۲۔ یا ایسے احتمال پر دیا جائے تو لینے دینے والے دونوں ملعون مال حرام ہے جیسے کہے کہ زید کی جان یا آبرو یا مال کو ناحق ضرر پہنچا دے یا اس کا مال مجھے دلوا دے یا یہ کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں پس مجھے جتا دے ثبوت کافی ہو یا نہ یا ایسے امور جو شرعاً

---

[1] فعل یعنی کسی کو اپنا کتا دینا جائز ہے بدلیل جواز سگ صید و زراعت۔ ۱۲۔
[2] یعنی کراہت سے بدلیل حدیث۔ ۱۲۔

حرام یا قانونًا[1] ممنوع ہیں میرے فائدہ کے لئے بخلاف میرے فریق کے کردے۔ ۳ صرف ضمنًا حق تلفی کا احتمال ہے جیسے کسی سرکار میں کچھ مال خریدنے کا حکم ہوا یا کچھ آدمی نوکر رکھنا یا کسی شے کا ٹھیکہ دینا ہے یا چند مقدمات پیش ہوں گے یا کچھ تقسیم کیا جائیگا اب زید نے کچھ مال دیا کہ کارپرداز اسے پیش کردیں دوسروں سے پہلے تاکہ یہی کامیاب ہوجائے یا اس کی تعریف کردیں اس صورت میں مال دینے والا اور ساعی اگر اجنبی ہے تو دونوں بری ہیں اس لئے کہ ہنوز کسیکا حق ثابت متعلق نہیں ہوا ہے اور ہر شخص اپنی کامیابی میں محنت اور مال سے کوشش کرنیکا مجاز ہے البتہ حاکم یا اس کا پیش دست اور مشیر عاصی ہیں اور یہ مال ان کے حق میں رشوت خبیث ہے اس لئے کہ ان لوگوں نے اپنے واجب کے ادا کرنے میں خیانت کی اور اس خیانت کا عوض لیا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ جو پیچھے ڈالدیئے گئے انہیں میں کچھ اسکا فائدہ ہو ملازم اور مشیر پر اچھا مشورہ دینا واجب تھا اور ایک ہی شخص کے پیش کرنے اور دوسروں کے علیحدہ کرنے سے انہوں نے حق واجب ادا نہ کیا بلکہ دوسی چھپایا اور صرف ملازم گو ذمہ دار نہ تھا مگر جب کہ اس کام میں در آیا تو بحیثیت ملازمت خیرخواہ سمجھا گیا حالانکہ ایسا نہ تھا اور حاکم مستقل نے فریب سے مال لیا۔ ۴ کسی مباح امر کے لئے مال دیا جسمیں کسیکا کوئی حق نہیں جیسے مجھے نوکر رکھ لو مجھے فلاں ٹھیکہ دلوادو میرا کام جلد انجام دو اس میں بھی اجنبی اور دینے والا بری باقی سب ماخوذ اور مال حرام ہے۔ ۵۔ کسی مظلوم نے کچھ مال دیا۔ یہ کہ یہ ظلم مجھپر سے ٹل جائے میرا حق ملجائے مجھپر سے بیجا الزام دور ہو اس میں دینے والا مضطر و بری ہے اور اجنبی اجیر اور باقی سب لینے والے ماخوذ ہیں۔ **مسئلہ** قاضی و حاکم پر واجب ہے کہ سماعت دعوے میں انصاف اور سہولت کا ساعی رہے اور یہی حال ہے ان تمام ملازمین کا جو اس کی ماتحتی میں ہیں **مسئلہ** ہر ملازم پر لازم ہے کہ آقا کی ضرورتوں کے انجام دینے میں کمال دیانت واحتیاط و مستعدی کرے **مسئلہ** زید عمرو کا ملازم ہے کہ ماہانہ

[1] مراد وہ انتظامی قانون ہے جس کی شرع میں ممانعت نہ ہو۔ ۱۲

حساب ملازمین پیش کرے اب اسے حلال نہیں کہ کسی ملازم سے ایک حبہ لے تاکہ اس کا حساب جلد یا عمدہ کر کے دکھائے **مسئلہ** ملازم ایسے کام کر دینے پر کسی سے کچھ لے لے جس کا اسے عنوان خاص سے کر دینا نہ اس کے ذمے ہو اور نہ اس میں کسی کا حق تلف ہوتا ہو تاہم ملازم کو لے لینا حرام نہ ہو تو مکروہ ضرور ہے اور دینے والے پر کوئی الزام نہیں، اس لئے کہ اس نے محض اپنی راحت اور فائدے کے لئے بدون اضرار و خیانت مال صرف کیا جیسے ریل کا ٹکٹ صرف زحمت سے بچنے کے لئے کچھ دیکر لیا جاتا ہے **مسئلہ** وہ لوگ جو محض حاضر باش ملازم ہیں اور اپنے آقا سے دوسروں کے کام نکلوانے یا کوئی معاملہ کرا دینے کے لئے کچھ لیتے ہیں اگر کسی کی حق تلفی اور آقا کا ضرر اور خیانت نہ ہو تب بھی کراہت سے خالی نہیں پس ایسے معاملوں میں کچھ لینا دینا بچنا چاہیئے۔ **اجارۂ طاعات** طاعت تین درجے پر ہے۔ واجب جیسے خدمت والدین اتباع امر امام عادل۔ نماز جنازہ عورت کو اپنے شوہر کے خانگی امور کا انتظام ماں کو اپنے بچے کا دودھ پلانا ان تمام صورتوں میں ثواب ثابت اور اجر ساقط اور جو کچھ تبرعاً ملجائے وہ حلال طیب ہے، **مسئلہ** گواہی واجب اور اجرت اس کی ناجائز مگر ہرج وقت اور طے مسافت اگر ضرورت سے زائد ہو پا سکتا ہے، خصوصاً موجودہ عدالتوں میں کہ نہایت تضییع اوقات ہوتی ہے، ۲۔ (خیر محض) جو مخصوص باسلام نہیں جیسے معماری مسجد۔ پانی پلانا، مسافروں کی خدمت، کتابت علوم بلا خلاف احسن اور جائز ہے اور اجرت لازم **مسئلہ** جائز ہے اجرتِ کتابت قرآن **مسئلہ** جائز ہے اجرتِ نکاح خوانی **مسئلہ** جائز ہے دعا اور تعویذ لکھ کر کچھ لینا اگر اس میں کوئی امر ممنوع نہ ہو، ۳۔ طاعات مختصۂ باسلام اسے صاحب ہدایہ نے ناجائز قرار دیکر فرمایا کہ متاخرین نے بضرورت فتوی جواز دیا ہے، اور شافعیہ نے مطلقا جائز کہا مگر بات وہ ہے جسے علامہ شامی نے بکمال بسط لکھا اس کا خلاصہ مع دیگر وجوہ ہم بھی نقل کرتے ہیں واضح ہو کہ ایسی طاعتیں دو قسم کی ہیں **اول** وہ جن میں سوائے ثواب آخرت نہ کچھ اور مقصود ہے نہ موضوع، جیسے تسبیح و تہلیل تلاوتِ قرآن

نوافل۔ ان کا اجارہ ناجائز اور عوض غیر حلال اس لئے کہ ثواب موقوف ہے نیت خلوص وللہیت پر اور یہاں ہمہ تن اجرت ہے پس اجر نہ رہا اور بعد نفی اجر نہ ان کے لئے صحت ہے نہ فائدہ، کیسا اجر اور کس کا اجارہ اور اگر ثواب فرض کیا جائے تو اجرت مکرر کی وجہ، پھر ثواب عطیۂ الٰہی ہے ملک عبد نہیں جو وہ بیچ سکے دوم جس میں علاوہ ثواب اور فائدے بھی ہیں پس انہی فوائد کی ضرورت دلیل جواز ہے جیسے تعلیم قرآن مؤذنی، امامت، قضا جن پر اشاعت وتقویت وبقائے اسلام واصلاح ونظم مسلمین مبتنی ہے ان پر اجرت جائز ہے اور اسی پر متاخرین نے بہت کچھ زور دیا ہے اور تمسک کیا گیا حدیث نبوی سے فرمایا اضربوا لی سھماً یہ مال جو تم دعا ورقیہ میں لائے ہو اس میں میرا بھی حصہ لگاؤ اور فرمایا ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ جس پر تم کچھ اجرت لو ان میں کتاب اللہ مستحق تر ہے اور حدیث نہی محمول ہے کمال نزاہت یا نسخ پر پھر اس کے لئے ایک وجہ بھی ہے کہ یہ اجرت نفس تعلیم وقضا واذان کی نہیں جس کے حق میں ارشاد ہوتا ہے ومااجری الا علی اللہ رب العالمین بلکہ عوض ہے پابندی شرط زائد رتحمل وتکلم مستاجر کا مثلاً مولوی صاحب فلاں مقام پر جائیں، اتنی دیر حاضر رہیں یہ کتاب پڑھائیں۔ اس مسجد میں اذان دیں مگر یہ بات تب معتبر ہے کہ مستاجر کو نفس عمل سے بحث نہ رہے کہ کیوں نہ پڑھایا اور اس قدر پڑھایا یا وہ امر جس پر اجرت کا اعتبار کیا جائے بعض امور اہمۂ عقد سے ہو یہ کہ محض غیر مہتم بالشان اور غیر مقصود واعتبار کو معقود علیہ قرار دیں اور جب کہ ایسا نہیں تو کمزور حیلہ ہے ہاں دوسری وجہ میرے ذہن میں یہ آتی ہے کہ تدبیر معاش مقدم اور موجب قیام امر ہے اور بعض خدا پرست نہیں چاہتے کہ اپنے اوقات دوسرے کاموں میں مشغول کریں اگرچہ وہ موجب اجر ہیں تاہم دنیاوی زق زق بق بق سے خالی نہیں پس اس شوق سے کہ تمام وقت اللہ ہی

ف۵ کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمرؓ تین معلموں کو جو مدینے میں لڑکوں کو پڑھاتے تھے پندرہ پندرہ درھم دیا کرتے تھے اور اس زمانے کا پڑھنا غالباً قرآن یا مثل اس کے ہوگا۔ ۱۲

کے ذکر میں گذرے درس قرآن ہو یا بیان فقہ یا حفظ حدیث یا اہتمام نماز و خدمت مسجد و اذان وغیرہ پس وہ بھی ذریعہ اختیار کرتے ہیں اور جب کہ نہ اہل زمانہ بدون شرط سلوک کرتے ہیں نہ دل مطمئن نہ سوال اور مفت خوری پسندیدہ شرط اجرت بھی خالی از حسن نہیں ولکل امرء مانوی امید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ امر موجب اجر ہو مسئلہ تراویح یا قرآن پڑھنا بشرط اجرت نہ موجب ثواب ہیں نہ قابل عوض علما نے اسے حرام واجب التردید قرار دیا ہے مسئلہ تسبیح تلاوت قرآن پر کسیکو نوکر رکھنا ناجائز اور عبث ہے، پڑھنے والا ثواب ہی کا کب مالک ہے کہ وہ دوسرے کو دے اور عوض لے۔

منافع زوائد ایک نیا مسئلہ ہے جس کا ذکر فقہائے نہیں فرمایا مگر ان کے قواعد میں اس کی ایسی دلالت موجود ہے کہ خوشہ چینوں کے لئے شکایت تہیدامنی نہیں رہ سکتی واضح رہے کہ مبیع دشمن ذات ہیں ان کا احاطہ اور تملیک تمامہ آسان ہو اور معقود علیہ عوارض وصفات ہیں نہ انحصار آسان ہے نہ بالکلیہ تملیک جائز ورنہ لازم آئے تعطل ذات مستاجر اور باقی نہ رہے فائدہ سلامت و ملک اور جب کہ ایک آن ایک حالت میں متعدد افعال وعوارض کا ظہور ممکن ہے تو جائز ہوا کہ مالک و مستاجر دونوں اس کے فوائد میں شریک ہو جایا کریں اس کے علیحدہ کرنیکا ایک ضابطہ ماثورہ یہ ہے کہ جملہ فوائد تین حال پر ہیں

۱۔ وہ جو مقصود عقد ہوں جیسے مکان کی سکونت جانور کی سواری، مزدور کی خدمت،

۲۔ وہ جو مقتضائے ذات ہوں جیسے مکان میں حق شفعہ یا مزدور سے عین شغل خدمت میں کوئی اور فعل پہرے والا کسی کو کچھ بتا کر عوض حاصل کرلے زبانی خرید و فروخت کرے کچھ سیکھ لے۔ کچھ دیکھ یا سن یا چکھ لے، ۳۔ وہ فائدے جن کا وقوع حصول دوسرے کے ذریعے سے ہو مثلاً زید ملازم نے بغرض تجارت پارچہ براہ دریا سفر کیا راہ میں مچھلی پکڑی، موتی نکالا، کسی سے ملاقات ہوگئی اس نے دعوت کی کچھ ہدیہ دیا۔ کوئی اور معاملہ اس سے ہوا پس جملہ فوائد شکل اول جو جنس معقود علیہ سے ہیں ملک مستاجر ہیں مسئلہ زید باجرت عمرو کا کپڑا بیچتا ہے مزدوری کے وقت میں مجاز

تجارت پارچہ نہیں۔ مسئلہ زید عمرو کا پارچہ فروشی میں ملازم ہے یہ مجاز نہیں کہ کسی وقت تجارت پارچہ کرے یا منتظم و رازدار ہے تو کسی کو اس پیشے کے خاص اسرار جو آقا کے خلاف ہوں بتائے۔ البتہ اپنی ذاتی ضرورتوں کے لیے خریدنا اور بیچنا کپڑے کا اسے جائز ہے اور ایسے ہی کسی دوست یا عزیز کے لئے تاکہ اس کی ذات معطل نہ ٹھہرے اور جملہ فوائد شکل دوم جو بمقتضائے ذات مستاجر پیدا ہوں اور تحت عقد اجارہ داخل نہ ہوں ملک اجیر ہیں جیسے مکان میں حق شفعہ یا کسی درخت کا اوگنا وغیرہ اور فوائد شکل ثالث دو حال پر ہیں اگر جنس معقود علیہ سے ہیں اور بواسطۂ ذات اجیر صادر ہوئے تو وہ حق مستاجر ہیں اور اگر جنس معقود علیہ سے نہیں مگر اسی کے ضمن و سبب سے حاصل ہوئے تو حالت غالب پر نظر چاہیئے اگر غالباً اثر مستاجر سے ہے تو دیانۃً و بطور ادوبیت اسی کے لئے ہیں اور قضاءً اس کے مملوک اور اس پر حلال ہیں اور اگر اس کی ذات کا اثر غالب ہے تو کسی طرح مستاجر کو اس سے تعلق نہیں مسئلہ زید اجیر ہے کہ جنگل سے شکار پکڑے دریا سے جواہر نکالے۔ اسے ان چیزوں میں کچھ حق نہیں اگرچہ حکم آقا سے زیادہ یا اس کے علاوہ بھی پالے مثلاً زید سے کہا گیا تھا کہ چار کبوتر پکڑ لائے یا دس موتی نکالے اور یہ قید احترازی نہ تھی کہ اس سے زیادہ کا حکم ہی نہ ہو تو زیادتی بھی ملک مستاجر ہے اور اگر زیادتی ممنوع تھی تو اس عمل میں (اگر عمداً کیا ہے) عاصی ہے اور حاصل ملک اجیر مسئلہ حکم ہے موتی نکالے سیپیاں بھی ملگئیں مچھلی پکڑنے مونگا نکل آیا یہ سب ملک مستاجر ہے، ہاں اس ضمن میں جو پھل جنگل کے توڑے یا کھائے یا لکڑی لے آیا۔ دریا کا پانی پیا۔ اور کوئی بہتی چیز لے آیا یہ اس کی ہے اگر مستاجر کے خلاف یا اس کے حکم میں حارج نہ ہو ورنہ عاصی ہے۔

مسئلہ زید نے گاڑی بکرایہ لی راہ میں کسی نے کہا کہ مجھے بٹھا لو یا میرا صندوق بکرایہ لے چلو یہ حق مستاجر ہے، مگر جو اور فائدے گاڑی بان نے راہ میں حاصل کیئے یا کوئی شئے خریدی یا کسی مدیون سے روپیہ وصول کیا یا کسی سے کرایہ ٹھہرایا اگر اس میں کچھ خلل و ضرر مستاجر کا نہ تھا تو یہ سب اسے حلال ہیں پھر منافع زمین و مکان وغیرہ چار قسم کے

ہوتے ہیں۔ ۱۔ جو مستاجر کے کسب وسعی سے ہوں اور خلاف مشروط و مضر نہ ہوں جیسے گھاس بوئی، یا شکار پھنسانے کی جگہ یا کوئی اور شے بنائے یا برساتی پانی جمع ہونے کا حوض بنایا یہ سب ملک مستاجر ہیں۔ ۲۔ وہ جن میں کسب کو دخل نہ ہو اور خود اشیائے مباح سے ہو جیسے شکار، برسات کا پانی۔ برف یا کسی نے کچھ مال ڈالا یا وہ اس گھر میں گرا یہ بھی حق مستاجر ہے اس لئے کہ اول وہ آدمی ہے پس اس مال کا مستحق ہے دوسرے من حیث الاجارہ بھی قابض ہے۔ ۳۔ وہ منافع بھی جو باقی نہ رہ سکیں جیسے کسی باغ کی خوشبو کسی چراغ کی روشنی یہ کسی کی ملک نہیں اور سب کے لئے حلال ہیں۔ ۴، نہ متعلق باکتساب ہے نہ شے مباح ہے نہ عوارض وصفات سے ہیں بلکہ ذات سے ہیں جیسے بادشاہ نے حکم دیا کہ فی گھر ایک روپیہ دیا جائے یہ حق مالک ہے اور اگر فی آدمی ہوتا تو حق مستاجر ہوتا۔ **ف** وہ فوائد جو ضرورۃً آدمی یا کسی شے میں زاید ہوتے ہیں مثلاً کاریگر میں حذاقت تعارف، وقعت اعتماد یا مکان میں آبادی بڑھ جانے سے افزونی کرایہ یا کسی نئے باغ یا سڑک سے دلچسپی وغیرہ اس میں مستاجر کا کوئی حق نہیں ہے۔

عذر فسخ اجارہ۔ عقد اجارہ بیع سے زیادہ محتمل فسخ ہے اور یہ کئی طور پر ہے **اول** دبحکم عقد جیسے خیار شرط، خیار رویت خیار عیب۔ استحقاق غیر عدم قابلیت عاقدین۔ **مسئلہ** مکان کرائے پر لیا کہ عورتیں پسند کریں، یا نوکری کی کہ اگر والدین اجازت دیں گے پھر یہ مکان یا گاڑی یا خدمتگار بوقت ملاحظہ پسند نہ آیا تو یہ سب عذر ہیں فسخ کے لئے **مسئلہ** عیب مبیع میں قبل قبض معتبر ہے اور معقود علیہ میں ہر وقت اس لئے کہ منافع وقتاً فوقتاً حادث ہوتے جاتے ہیں اور حکم عیب قبل از وجود باطل ہے لیکن جو عیب بوقت عقد قبول کر لیا گیا اس کی بنا پر مستاجر کو حق نہ رہیگا۔ **مسئلہ** اگر جانور یا مزدور کمزور یا کچھ سست ہو گیا یا چھت ٹپکنے یا گھر کے گر پڑنے کا ڈر ہے۔ گاڑی ٹوٹ جانے کا خوف ہے یا رفتار اس کی خراب ہو گئی زمین سیلاب میں کچھ کچھ ڈوبی ہے یا مستاجر مفلس ہو گیا جس سے

وصول اجرت ہے نہ کوئی کفیل ہے اب اختیار ہے کہ عقد فسخ یا اسی حالت پر کفایت
کرے مگر ایسے کام لینے کا اختیار نہ ہوگا جو اجیر بیمار یا ٹوٹی ہوئی گاڑی کو زیادہ ضرر دے۔
دوم بحکم اضطرار جیسے شے مستاجرہ ملک غیر نکلے عاقد نابالغ۔ یا مجنون، یا عبد محجور تھا
یا اجیر سخت بیمار ہوگیا۔ گاڑی ٹوٹ گئی مکان کسینے چھین لیا زمین غرقاب ہوگئی۔ کاتب
اندھا۔ مصحح بہرہ۔ پیک لنگڑا۔ خیاط لولا ہوگیا یا غرض اجارہ بالکل فوت ہوگئی، باورچی بلایا
کہ شادی کا کھانا پکائے باہم منازعت ہوگئی۔ طبیب بلایا مریض صحیح ہوگیا یا مرگیا۔
وکیل کیا اور خصم سے صلح ہوگئی، سپاہی نوکر رکھے پھر لڑائی ملتوی ہوگئی، ان تمام
صورتوں میں بالضرورت اجارہ فسخ ہوگیا۔ **سوم** وہ عذر جو مقتضائے عقد ہوں نہ انسان
کو مجبور کریں مثلاً عزم سفر ترک کیا اب سواری کیا ہو، سفر پر کمر باندھ لی اب مکان کس کام
کا، یہ بھی عذر ہے مگر واضح ہوجانا چاہیئے کہ فی الواقع یہ عذر ہیں یا حیلہ عذر **مسئلہ** جب
اجارہ فسخ ہوتو اس قدر اجرت جس وقت یا حصول بعض منافع کے مقابل سمجھی جائے
واجب الادا ہوگی **ف** عقد اجارہ موضوع ہے حصول انتفاع واجرت کے لئے پھر جب
یہ ناقص یا متعذر ہوجائیں تو عقد خود مقتضی فسخ وترک ہوگا۔ اب جو نقصانات کسی جانب
متصور ہوں ان کا اعتبار نہیں اسلئے کہ حکم خلاف مقتضی ولغو ہے **تنبیہ** وہ حقوق جو ماسوائے
ایجاب وقبول لازم وعائد ہوں ان کی رعایت ضرور ہے اور تحقیق اس کی تحت اجارہ مشروطہ
میں آتی ہے **چہارم** ہلاک اس میں ہمارے فقہائے نے بنظر اصل حکم انفساخ پر اتفاق
فرمایا ہے مگر برعایت حفظ حقوق وشیوع اجازات وامتداد وقت وکثرت شروط قدرے
تفصیل لازم ہے۔ ۱۔ فوت محل جیسے اجیر یا مستاجرہ مثل مکان وسواری وغیرہ
ان کا باقی یا قابل نہ رہنا بالضرورت موجب انفساخ ہے جیسے ہلاک مبیع قبل قبض
۲۔ (فوت عاقد) اگر موجر ہے تو ایفائے عقد لازم اور وجہ انفساخ غیر ملزوم اور اگر
مستاجر ہے تو اس کے ورثہ مختار ہیں فسخ کریں یا تمام، ہاں اس معاہدے پر
نظر کی جائے جس سے موجر یا اجیر کو اپنے کسی ثابت حق کی شکایت پیدا ہوسکا۔
اس کی مراعات اس حد تک کی جائے جو اصول مسلمہ کے معارض نہ ہو اور اسی طرف

منہاج میں علماے شافعیہ کی توجیہ ہے۔ **مسئلہ** زید کے دو گماشتے دو دو کانوں پر ہیں
ایک بمبئی میں ایک کلکتے میں اور کئی مکان اس نے کرائے پر لئے اور ان میں۔
اسباب بھرا اور اکثر رئیسوں یا تاجروں سے بعض اشیا کے بیچنے یا تیار کرنیکے معاہدے
کئے اور دوسروں سے ایسے معاہدے لئے اب زید نے انتقال کیا تو اگر دفعۃً
اس کے گماشتے معزول ہو جائیں اور مکانات اس کے قبضے سے نکل جائیں اور تمام
ٹھیکے فسخ ہو جائیں تو نہ صرف ورثائے زید بلکہ دوسرے معاملے دار سخت اضطراب
ونقصان میں پڑ جائیں گے ممکن نہیں اسلام ایسے ضرر وحرج کو جائز رکھے لازم
ہوا کہ تمام کام اور معاہدے بدستور باقی اور واجب التعمیل رہیں ہاں ملازمین اور
معاملہ داروں کو یہ حق ہے کہ کسی مناسب مہلت اور عنوان سے علیحدگی کی درخواست
کریں اور ورثائے زید کو انتظام کا عمدہ موقع دیں اور اس کا کوئی مالی وانتظامی ضرر
جائز نہ کہیں اور ایسے ہی ورثا کو بھی دوسرے معاہدے داروں اور ملازمین سے
بسہولت علیحدگی کا حق ہے اسلئے کہ وہ اطمینان یا وہ خالص رعایت یا خصوصیت
جو زید سے ہے اب باقی نہیں ہے۔ **مسئلہ** زید بادشاہ ہے ایک ملک کا اس نے
لشکر کسی دشمن کے مقابلے میں بھیجا اور لڑائی میں مارا گیا یا مر گیا تو یہ اسکے ملازمین
کو حق ہے کہ آپ کو معزول تصور کر کے دشمن کے سامنے سے ہٹ جائیں **مسئلہ**
مستاجر نے اجیر سے عہد کر لیا کہ ضرورت ہو یا نہ اجرت دیجائے گی یا اجیر نے مستاجر
کے وعدے اور ترغیب سے اپنی مزدوری چھوڑ دی یا اس کی طلب سے مشقت یا نقصان
اٹھایا اب کوئی عذر اس کے نقصان کو باطل نہیں کر سکتا۔ سیر الکبیر میں ہے کہ کشتی
دریا میں ہو یا کھیتی کچی ہو اور مدت گزر جائے تو فسخ اجارہ نہیں ہو سکتا جدید اجرت پر
ضرورت تک زمین اور کشتی بحق مستاجر مشغول رہیگی ایسی ہی کسی ضرورت کے وقت
ملازم یا وکیل یا مزدور علیحدگی چاہے تو مجبور کئے جائیں گے البتہ اگر اجیر نے کہدیا ہو کہ
میں کسی ضرورت کے وقت کا پابند نہیں جب چاہوں علیحدہ ہو جاؤں تو جائز ہے،
مسئلہ ایسے ملازم جن سے کوئی کام دائمی مشروط ہو۔۔ مگر غرض اصلی عقد کی کچھ اور ہی

ہو جیسے فوج کہ قواعد کرے پہرہ دے کچھ اور بھی کام کرے۔ مگر غرض اصل قتال وغیرہ ہے تو ایسے نوکروں کو کسی طرح وقت پر عذر جائز نہیں ہاں کوئی کام اس کی طاقت سے زیادہ یا منصب کے خلاف لیا جائے تو وہ عذر کر سکتا ہے اور اگر وہ ضرورت دائمی نظر آئے تو اجیر ایک مناسب وقت تک ادائے خدمت کر کے قبل سے مطلع کر کے جدا ہو سکتا ہے اسلئے کہ ملازم ہے غلام نہیں **مسئلہ** جن اجارے محض پسند اور اطمینان قلب و حسن ظن پر مبتنی ہیں جیسے وکیل، طبیب، معلم وغیرہ ان کے فسخ کر دینے کے لئے کسی معتبر عذر کی ضرورت نہیں البتہ جسقدر فائدہ اٹھایا یا اجیر کا ہرج کیا ہے اضاعت وقت یا اطمینان و عہد وغیرہ سے وہ واجب الادا ضرور ہوگا

وجوہ فساد اجارات وہ تمام امور جو بیع میں موجب فساد ہیں اجارے میں بھی ہیں ہاں کبھی کبھی کچھ فرق ہے جو اپنے موقع پر مذکور ہوا ہیں۔ ۱۔ جہالت وابہام اجرت، ۲۔ جہالت وابہام معقود علیہ مثلاً گاڑی کرائے پر کی اور مزدوری طے نہیں کی یا یہ نہ کہا کہ کتنی دور یا کتنی دیر کے لئے ہے، ۳۔ اجرت کا مال غیر متقوم ہونا جیسے خمر خنزیر، ۴۔ معقود علیہ کا جائز الاستعمال نہ ہونا جیسے اجازات علی المعاصی بعض باطل ہیں اور بعض فاسد، ۵۔ اجرت و معقود علیہ کا ہم جنس ہونا جیسے سکے بعوض سکہ و سواری بعوض سواری۔ لیکن دو عقد مستقل ہوں تو صحیح ہے۔ **مسئلہ** زید نے عمرو سے مکان چھ روپیہ ماہوار لیا پھر اپنا مکان ۵ یا للعہ ماہوار پر دیا یہ دو عقد علیحدہ اور صحیح ہیں **مسئلہ**۔ زید نے اپنا مکان بعوض مکان کرایہ پر دیا یہ فاسد ہے، ۶۔ بعض منافع معقود علیہ کو اجرت قرار دینا جیسے یہ دس من گیہوں کا نبور لیجاؤ ایک من تمہاری اجرت ہے۔ یا اس سوت کا کپڑا بنو۔ دو گز تمہاری اجرت ہے اور اگر یوں کہا جاتا کہ دس من گیہوں لے چل یا سوت کا کپڑا بن اسکی اجرت ایک من گندم یا دو گز کپڑا فلاں قسم کا ہے تو صحیح ہوتا اس لئے کہ اول میں بعض معقود علیہ اجرت کے لئے متعین ہے پس اجیر شریک ہو گیا اور مستاجر بدون اجیر ادا سے عاجز اور دوسری صورت میں اجرت معین نہیں چاہے جو گیہوں دے دے یا اور ۷۔ تقدیر وقت و عمل یعنی یوں کہے کہ دو گھنٹے روزانہ کام کرو اور اس قدر کر دو یہ شرط

فاسد ہے اس لئے کہ اگر وقت ختم ہوگیا تو اب کام لینے کا محل نہ رہا اور کام تمام ہوا تو وقت کس لئے ہے مگر ہاں یہ امور اگر انتظام و تخمین سے ہوں اور اجرت ان پر منقسم نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ ۸۔ یہ شرط کہ اگر یہ کپڑا آج سی دو تو روپیہ ورنہ ۸ر اجرت ہے امام کے نزدیک مفسد اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور عالمگیری میں اسی کو ترجیح دی ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ ۸ر اجرت قرار دے اور افزونی انعام مشروط۔ ۹۔ یہ شرط کہ مرمت ذمے مستاجر ہے مفسد ہے اس لئے کہ بوجہ جہل صرفِ مرمت کرایہ مجہول ہوگیا اور غالباً صاحب مکان منازعت کرے کہ مرمت زیادہ کی جائے اور ہر امر مفضی الی النزاع موجب فساد ہے۔ ۱۰۔ یہ شرط مفسد نہیں کہ اگر اس کپڑے کی قبا سی دو تو ۸ر اور اگر کرتا بنا دو تو ۸ر اس لئے کہ دونو مقصود و معقود علیہ ہیں مثل خیار تعیین کے اجیر مخیر ہے۔ ۱۱۔ ہر وہ شرط جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو مفسد ہے جیساکہ بیع میں مذکور ہوا۔ ۱۲۔ ہر وہ شرط جس میں بالخصوص اجیر یا مستاجر کا نفع ہو مفسد ہے زید نے بکر سے ایک زمین بکرایہ لی کہ اس میں باغ لگائے یا مکان بنائے اور بعد درستی بکر کو بکرایہ دی یہ اجارہ فاسد نہیں جائز ہے (شامی) اس لئے نہیں کہ مالک کو اجارے پر دینا جائز ہے بلکہ اس لئے کہ یہ عمارت ملک زید ہے رہا اجارہ صرف عمارت اور درختوں کا ایسی صورت میں کہ نہ مزاحمت مالک غیر تھی نہ شغل غیر مستاجر صحیح ہے

متفرق مسائل۔ ۱۔ اجارے میں خیار رویت و خیار شرط و خیار عیب مثل بیع کے ہے (عالمگیری) ۲۔ اجرت کوئی عمل یا کسی شے کا نفع قرار پائے تو بیع مقائضہ پر قیاس ہوگا۔ ۳۔ شے مستعار کو استعارے یا اجارے میں دینا تب جائز ہے کہ ۱۔ طریق استعمال خلاف شرط نہ ہو، ۲۔ مستاجر معین نہ ہو مثلاً یہی آدمی سواری کرے اب غیر سوار نہیں ہو سکتا، ۳۔ مالک مال کو اجارے پر نہ دیا ہو، ۴ اجرت قبل تسلیم معقود علیہ یا امضائے مدت واجب نہیں ہوتی ہاں مستاجر پہلے دیدے یا شرط پیشگی کی ہو تو مضائقہ نہیں، ۵۔ جب اجرت پیشگی دیدی جائے تو دینے

والے کو حق واپسی نہیں رہتا، ۶۔ پیشگی اجرت دینے پر اس امر کی ضمانت کہ اگر کام نہ ہو سکے تو اجرت واپس دیجائے گی جائز ہے، ۷۔ وہ اجیر جس کے عمل کا اثر مال میں رہتا ہے جیسے رنگریز کپڑا اپنی اجرت میں روک سکتا ہے اور جس کی اجرت کا اثر نہیں جیسے معمار یا نجار یا بنائی ہوئی دیوار تراشی ہوئی لکڑی اجرت کے وصول ہونے تک نہیں روک سکتا (ہدایہ) ۸۔ اگر مستاجر شرط کرے کہ یہی آدمی کام کرے یہی گاڑی یہی گھوڑا مجھے دیا جائے اب تبدیل جائز نہیں ورنہ اختیار ہے (تنویر) ۹۔ بیع کی طرح اجارے میں ابتدائً تفریق صفقہ ممنوع اور بقائً جائز ہے **مسئلہ** زید نے ایک سال کے لئے مکان بکرایہ لیا درمیان سال نہ اسے حق ترک نہ اُسے مجال منع البتہ اگر مکان گر گیا۔ غصب ہو گیا تو صفقہ متفرق اور اجرت بقدر حصہ عائد ہوگی۔ بس دس بیگہ زمین بکرایہ دس روپے سال لے اور پانچ بیگہ کسی وجہ سے اس کے قبضے میں نہ آسکے تو پانچ روپے سال لازم الادا ہے۔ ۱۰۔ بیع کی طرح اجارہ بھی تعاطی سے ہو سکتا ہے جب کہ نرخ معروف اور شے اجارے کے لئے مہیا ہو مثلاً کشتی پر سوار ہو کر پار چلے گئے اور جو سب دیتے ہیں دیدیا حجام سے حجامت بنوائی اور اجرت معینہ دیدی۔ ریلوے کرائے اور ڈاک کے بیرنگ محصولات اسی طور پر ہیں الحاصل تعاطی میں شرط ہے۔ ۱۔ اجیر یا مال اجارے کے لئے مہیا ہو۔ ۲۔ وہ اجرت یا کرایہ ایسا مشہور و معلوم ہو کہ آخر کار نوبت بہ رد و تکرار نہ آئے۔ **مسئلہ** یہ تعین جواز جانب حکومت ہو تاہم جیسے گاڑی فی گھنٹہ اسقدر لازم و جائز نہیں اس لئے کہ تعین عرف برضائے کل ہے اور تعین حکومت تحکم البتہ اگر یہ تعین کسی عام مصلحت ملکی یا ضرورت سلطنت پر مبنی ہو اور کوئی عذر شرعی اس میں نہ پایا جائے تو مضائقہ نہیں،۔۔۔ جب باہم توضیح نہوئی ہو یا کچھ منازعت ہو تو مستاجر و اجیر دونوں عرف بلد کے پابند ہیں اور خوفناک امور سے بچنے پر قادر **مسئلہ**: زید نے گاڑی کانپور تک بکرایہ لی اور ایسی راہ سے جانا چاہتا ہے کہ گاڑی ٹوٹ جائے یا الٹ جائے یا زیادہ چکر ہو گاڑیبان منع کر سکتا ہے اور اگر دونوں راہیں مسافت میں برابر اور امن و سلامت میں مساوی ہیں تو مستاجر کی رائے پر عمل لازم ہے

مسئلہ زید نے اپنے ملازم کو حکم دیا کہ شب تاریک میں فلاں جنگل یا ویرانے سے گذرے
جہاں خوف ہے ملازم مجبور نہیں ہو سکتا **مسئلہ** محرر سے پاسبانی معلم سے وکالت
طبیب سے دواسازی کا حکم اجیر کی رضا پر ہے قبول کرے یا نہ **مسئلہ** زمین میں ایسی
چیز بونا جو اُسے مضر ہے بدون اذن مالک جائز نہیں، ۱۱ ہر عام اجازت نہ اپنی جنس
سے متجاوز ہو سکتی ہے نہ محذورات شرعیہ کو شامل **مسئلہ** محرر سے وعدہ ہوا کہ جو
کام چاہیں لیں اب حق نہیں کہ کلمات کفر یا احکام خلاف شرع لکھوائے اور نہ یہ کہ
اس سے خدمتگاری کا کام لے البتہ محذور عقلی رضائے صریح سے جائز ہو جائیگا جیسے
خوفناک راہ سے سفر، یا فوجی آدمی کو توپ و تبر کے سامنے صبر۔ ۱۲، مدت اجارہ جب
تمام ہو جائے اور عاقدین خاموش اپنا کام کرتے رہیں تو دوسرا عقد حکمی ہو جاتا ہے
اس لئے کہ سکوت بعد قبول رضا ہے (مجلہ) **مسئلہ** ایک شخص ماہانہ ملازم ہو ایک
مکان ماہانہ کرائے پر ہے بعد ختم ماہ مستاجر مکان میں رہا یا نوکر سے کام لیا یا نوکر حاضر رہا
یہ عقد حکمی ہے (ہدایہ) **مسئلہ** مزدور سے کہا یہ مٹی اٹھا اٹھا کر دہ گڑھا پاٹو فی ٹوکری دو
کوڑی دینگے ہر ٹوکری پر عقد جدید حکماً ہوتا جائیگا۔ ۱۳۔ اگر ایسی شے غصب کیجائے جو کرائے
کے لئے تھی تو غاصب پر اجر مثل عائد ہوگا اور اگر کرائے کے لئے نہ ہو تو اجرت عائد نہ ہوگی
معصیت ضرور ہے (مجلہ) ایک معمار کو پکڑ کر دیوار بنوائی شام کو اجرت دلائی جائے گی
اور اگر مزدوری پیشہ نہ ہوتا تو بجز معصیت غاصب پر مالی تاوان نہ تھا **مسئلہ** کرائے
کی زمین پر زید نے ایک ماہ تک قبضہ جابرانہ رکھا کرایہ مثل لازم ہوگا **مسئلہ** ایسے
مکان پر قبضہ رکھا جو کرایہ کے لئے نہیں کرایہ نہ دلایا جائے گا۔ ۱۴۔ شریک اگر کام کرے
تو اجرت عائد نہ ہوگی تفصیل زاید باب شرکت میں ہے۔ ۱۵۔ یہ قید کہ اس گھوڑے
پر سوائے زید کے اور سوار نہ ہو یا اس مکان میں مرد ہی رہیں عورتیں نہ رہیں، یعنی
طریق استعمال کا مخصوص کر دینا تب لازم ہے کہ اختلاف استعمال سے نفع و ضرر
ہوتا ہو ورنہ لغو (مجلہ) پس اگر کہا کہ اس چھکڑے میں گیہوں لادے جائیں جو لائے نہ جائیں
یہ قید عبث ہے اور اگر کہا کہ لوہا، سیسا، پتھر نہ لادنا۔ یہ قید مفید اور لازم ہے۔ ۱۶ ا بقا کرا جائے

کے لئے شرط ہے کہ مزدور یا وہ شے جس کا کرایہ لیا جاتا ہے ابتدا سے انتہا تک قابل انتفاع مشروط رہے پس اگر مزدور بیمار ہوگیا یا کسی عضو میں ایسا نقصان آیا کہ کام نکر سکے یا مکان ٹپکنے لگا یا کسی نے چھین لیا، اس کی اصلاح ذمے مالک ہے، مستاجر در صورت نقصان نفع مختار ہے کہ اسی پر قناعت کرے یا ترک کر دے اور در صورت انعدام نفع اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ **مسئلہ** علاج اجیر و مرمت مکان دگاڑی و خوراک جانور ذمہ مالک ہے۔ **مسئلہ** دانہ اور گھاس جانور کا اگر اجرت میں مشروط ہے تو مثل طعام اجیر ہے مگر مرمت مکان ذمہ مستاجر ہو نہیں سکتی اس لئے کہ وہ ایک حصہ ہے اجرت کا متردد و مجہول نہیں رہ سکتا، ۱۷۔ اجارہ اغراض صحیحہ و استعمال شرعیہ کے لیے موضوع ہے، پس گھوڑے اونٹ، سپاہی، زیور، جہاز وغیرہ محض جلوس و تزئین کے لئے کرایہ پر لینا، اسلئے کہ تفاخر و اسراف ممنوع و فضول ہے جائز نہیں **مسئلہ** عورتوں کی تزئین کے لئے زیور وغیرہ کرائے پر لینا جائز ہے **مسئلہ** جائز نہیں کہ درہم و دینار اسلئے بکرایہ لئے جائیں کہ دوکان پر زینت کیلئے لٹکائے جائیں گے ہاں تولنے کے لئے جائز ہے۔ کلیہ ایسی صورتوں میں جو عوض قرار دیا جائے وہ بطور وعدہ لازم ملسکتا ہے بطور اجرت نہیں، ۱۸۔ جس شے کو اجارہ پر لیں جائز ہے کہ سوائے مالک کے کسی اور کو اجارے پر دیں۔ ۱۹۔ مالک ایسی شے جو اُسنے رہن رکھی یا مستعار دی یا اجارے پر دی اجارہ میں نہیں لے سکتا نہ ان لوگوں سے جن کو دیا نہ دوسروں سے، ۲۰۔ صورت مقایضہ میں یہ لحاظ ضرور ہے کہ جنسیت متحد نہ ہو جیسے مکان بکرایہ دیا اور اس کی اجرت میں دوسرا مکان لیا لیکن جب کہ انواع نفع مغائر ہوں مثلاً زمین کھیت کے لئے لے اور اپنی زمین تجارت گاہ بنانے کو دے۔ اس وقت شبہ ربوا نہ رہا اور اگر عقد علیحدہ ہو یعنی مکان زید کو پانچ روپے ماہوار پر دیا پھر اس کا مکان پانچ یا کچھ کم زیادہ پر لیا تو مضائقہ نہیں، ۲۱۔ اجارۂ فضولی مثل بیع فضولی کے صحیح ہے۔ ۲۲۔ اجارے میں صورت سلم نہیں جو دیا وہ پیشگی، ۲۳۔ مرد عورت اور عورت مرد کو ایسے کاموں میں نوکر

نہیں رکھ سکتا جو شرعاً جائز نہیں جیسے خلوت میں طلب کرنا پاؤں دبوانا، بدن ملوانا وغیرہ، ۲۴۔ عورتیں تزئین کے لئے مشاطہ نوکر رکھ سکتی ہیں، ۲۵۔ زید نے عمرو سے کوئی کتاب تصنیف کرائی یہ اجارہ صحیح ہے جیسے کھانا پکوانا، علاج کرانا وغیرہ ۲۶۔ جب تک پانی اپنے معدن میں ہے کسی کا مملوک نہیں جیسے نہر یا کنوئیں یا تالاب کا پانی جب کہ سوتوں سے نکلتا ہو پس ایسی نہر یا کنوئیں یا تالاب کا ٹھیکہ اسطرح جائز ہے کہ بعض حصہ اس کا بکرایہ لے لیا جائے یا اجارہ دینے والا اسکے بھرنے یا جاری کرنے وغیرہ کا ذمہ دار ہو۔ **مسئلہ** یہ امر کہ ہم اپنے نہر کا منہ تمہارے کھیت میں کھول دیں گے یا کھول دینے کی اجازت دینگے قابل اس کے ہے کہ اس کا معاوضہ لیا جاوے ایسے ہی چراگاہ یا شکارگاہ یا تالاب وغیرہ کا اجارہ کہ گھاس یا مچھلیاں یا شکار حاصل کرے زمین کے ساتھ جائز ہے اور صرف گھاس اور شکار اور مچھلیوں کے لئے صحیح نہیں اگرچہ وہ مملوک بھی ہوں، ۲۷۔ ایسے طور پر اجرت ٹھہرالینا جس میں شئے مستاجر پر کوئی اثر نہ پڑے جائز نہیں مثلاً زید نے عمرو سے کہا تم اپنے باغ کا دروازہ کھول دو تاکہ ہم اس کے پھول دیکھیں یا خوشبو سونگھیں یا جو چراغ وہاں روشن ہیں ان کی روشنی ہمارے مکان میں آئے یا ادھر سے ہوا ادھر آئے تو یہ دروازہ کھولنا یا کوئی سوراخ کر دینا البتہ ایک شئے قابل عوض ہے مگر وہ فائدے جو حاصل کئے جائیں گے قابل عوض نہیں ۲۸۔ زید نے بکر کو کسی کام کا ٹھیکہ دیا کہ جس قدر کام ہو اس قدر اجرت دیجائے گی مگر اس غرض سے کہ نہیں معلوم کس وقت ضرورت ہو تم کو فلاں وقت تک حاضری بھی ضرور ہے اب بکر کو کام ہو یا نہو حاضری لازم ہے اسلئے کہ گویا بکر نے یہ شرط کی ہے کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک ہرج نہ ہونے پائیگا ۲۹۔ زید نے ٹھیکہ لیا کہ اس تمام مکان میں جسقدر چھپر یا خس کی ٹٹیاں مطلوب ہونگی یا خس کی ٹٹیوں کے چھڑکنے کو یا فلاں باغ سینچنے کو یا فلاں جماعت کی ضروریات کو جس قدر پانی مطلوب ہوگا یا ان سو آدمیوں کے لئے جسقدر طعام یا فلاں کتاب چھپنے میں جسقدر سیاہی یا فلاں مکان کی آرائش میں جسقدر فرش درکار ہوں یا اس جلسے

کی روشنی میں جسقدر تیل صرف ہو وہ سب اپنے پاس سے صرف کرونگا پس اگر مقدار اور وصف ان چیزوں کا جو خرچ ہوں گی بیان یا عرف سے معلوم ہے جیسے اس قسم کا کھانا یا فلاں قسم کا فلاں فلاں مقامات کا فرش اور معاوضہ بقدر اموال ہے جیسے فی شئی عہ یا فی چاندنی سے یا فی سیر طعام ۲ر تو یہ معاہدہ بیع ہے اور انعقاد اس کا روزانہ ہوا کرے گا اور نمونہ معین ہے تو خیار رویت بھی نہ رہیگا اور اگر قسم مقدار معلوم ہے مگر ایک معین معاوضہ ہے جیسے ہزار روپے ماہوار تو یہ اجارہ ہے اور معقود علیہ فقط اثر ہے نہ وہ اشیاء یعنی اس مکان کا خس پوش، ہو جانا یا ٹٹیوں کا تر ہونا یا باغ یا کھیت کا سیراب ہونا یا کتاب کا چھپ جانا یا آدمیوں کا آسودہ ہونا یا روشنی کا ہونا اور اس کے نظائر کتب فقہ میں بہت ہیں جیسے یہ کپڑا زرد زعفران سے رنگدو یہ کپڑا سرخ ریشم سے سیدو یا یہ کتاب شنجرف سے لکھدو یہاں بھی مال ہے اور اس کی حد معلوم نہیں مگر اصل معقود علیہ وہی اثر ہے یعنی رنگنا سینا وغیرہ اور یہ اموال موقوف علیہ یا آلات یا توابع معقود علیہ سے ہیں اور پانی پینے اور حمام میں جانے کا عوض باتفاق جائز ہے باوجودیکہ کوئی شخص پانی کم پیتا ہے اور کوئی زیادہ حمام میں بعض آدمی پانی کم گراتے ہیں اور جلد فارغ ہو جاتے ہیں اور بعض آدمی دیر تک رہتے ہیں اور پانی زیادہ صرف کرتے ہیں اس لئے کہ ایسا جہل جس سے بچاؤ بمشکل ممکن ہو اور عادۃً آدمی اس کی پروا نکرتے ہوں معاف ہے (کلام طیبی از حاشیۂ ترمذی شریف صفحہ ۲۱۰) اور اسی بنا پر دودھ پلائیکا اجارہ دایہ کو درست ہے اس لئے کہ معقود علیہ پرورش یا خدمت ہے اور دودھ اس کا تابع موقوف علیہ ہے غرضکہ جب عین شے معقود علیہ کی موقوف علیہ یا آلہ یا تابع ہو تو اس کا بھی داخل ہو جانا مضر نہیں البتہ صرف عین شے پر اجارہ نہیں ہو سکتا جیسے چرائی کا اجارہ جس میں گھاس عین معقود علیہ ہے اور یہ تقریر کہ اس میں بھی جانوروں کی پرورش مقصود ہے باطل ہے کیونکہ یہاں پرورش صرف گھاس سے ہوتی ہے، مواجر کا کوئی فعل نہیں البتہ اگر مالک زمین یہ کہے کہ میں تیرے اتنے جانور اتنے روپے پر اپنی اس زمین پر چرایا کروں گا تو معقود علیہ

چرانا اور گھاس آدہ ہے اور اجارہ صحیح (مفہوم از عالمگیری) یا زمین کا اجارہ لے اور گھاس وغیرہ پر بطور منافع تصرف کرے **مسئلہ** ایسے اجاروں میں جو مال لگایا جائے وہ بعد تمام یا فسخ اجارے کے جسقدر باقی رہے اجیر کی ملک ہے اس لئے کہ متاجر کو صرف انتفاع اور اثر سے تعلق تھا نہ اصل شے سے پس خس کی ٹٹیاں یا کھانا یا سامان روشنی وغیرہ بچا ہوا یا وہ پرزے جو کسی آلے میں لگائے تھے سب کو سب اجیر لیجائے گا۔ **مسئلہ** زید نے بکر کو ایک کتاب چھاپنے کا ٹھیکہ دیا اور تیج اور پتھر چھاپے کے اپنے پاس سے دئے اور قرار پایا کہ جو مرمت مطلوب ہوگی وہ بکر کے ذمے ہے بس بکر نے جسقدر روشنائی اور کاغذ وغیرہ مطلوب تھا خرچ کیا اور تیج کے بعض پرزوں کی مرمت کرائی اور کچھ پرزے جو بیکار ہو گئے تھے اپنے پاس سے نئے بنوائے پھر ٹھیکہ تمام ہوا اب سیاہی اور کاغذ بچا ہوا اور وہ نئے پرزے جو بکر نے لگائے تھے بکر کے ہیں مگر وہ پرزے جن میں صرف مرمت کی تھی اس میں بکر کو کچھ حق نہیں اس لئے کہ بکر نے اپنی غرض سے اپنا مال صرف کیا اور زید نے کوئی کرایہ اپنے آلات کا بکر سے نہیں لیا بس زید اس زرِ مرمت کا ضامن نہیں اور اگر کرایہ بھی لیا ہوتا اور وہ پرزے بدون اس مرمت کے بھی بحسب قرار داد نفع دے سکتے اور بکر انہیں درست کرواتا تو بھی زید ضامن نہ ہوتا لیکن ان صورتوں میں بکر کسی نقصان کا جو اس کے قصد سے نہ ہو ضامن نہیں اس لئے کہ اشیائے مستعار یا اجارہ جو استعمال مشروط میں ناقص ہوں ان کا ضمان نہیں، ۳۰۔ زید نے بکر کو ایک زمین دی کہ باغ لگائے یا مکان بنائے یا درست کرکے کار آمد کرے اور یہ قرار پایا کہ اتنے دنوں یا کبھی بکر سے واپس نہ لی جائے گی پس اگر یہ معاملہ بدون اجرت ہے تو موقت مستعار اور مؤبد ہبہ ہے اور مالک کو بحکم شرط واپسی کا حق نہیں اور اگر باجرت ہے تو اجارہ ہے مگر بحکم شرط فسخ نہیں ہو سکتا اور ہر حال میں یہ حق قابل بیع و وارث ہے۔ علامۂ شامی نے اول بیع میں اسے بمدو شد لکھا ہے

باب دوم عطیات

بدون عوض مالی یا بدنی جو لیا دیا جائے وہ سب عطا میں داخل ہے، پھر اگر ملک عین کے لئے موضوع ہے تو ہبہ ہے یا اس کے توابع سے اور ملک منافع کیلئے ہے تو عاریت ہے یا اس کے مثل اور اگر تملیک منافع بحبس عین ہے تو وقف ہے، قسم اول کے دو حال ہیں **اول** (مصارف واجبہ) جس کا کرنا ضروری اور ترک معصیت ہو۔ **زکوٰۃ** یہ واجب نہیں مگر مسلم، عاقل، بالغ پر جو بعد ادائے دین جو ایک یا کئی نصاب کا مالک ہو۔ ۲۔ زکوٰۃ نہیں ہے مگر چاندی یا سونے پر یا مال تجارت پر یا ان جانوروں پر جو نر و مادہ ملے جلے اکثر مفت ہی چرا کریں، ۳۔ **نصاب نقرہ**[۱] ۳۶ تولہ ۵ ماشہ **نصاب طلاء** ۵ تولہ ۲ ماشہ اور تجارتی مالوں کا باعتبار قیمت اسی پر قیاس کریں مگر جانوروں کے نصاب و احکام اور ہیں، ۴۔ سال گذر جانے پر چالیسواں حصہ واجب الادا ہوتا ہے، جو بنی ہاشم کو اور باپ کو نہ دیا جائے اور غنی کو اسلئے کہ بے ضرورت ہے اور نہ انہیں جن کا نفقہ اسپر واجب ہے، نہ دیں زکوٰۃ سوا مسلم کے دوسرے کو نہ دیجائے، ۵۔ اقارب و یتامیٰ و مساکین محلہ کے ہوتے ہوئے اوروں کو دینا اور ایک آدمی کو بقدر نصاب دینا بہتر نہیں **قربانی** یعنی بعد نماز عید اضحیٰ اونٹ یا گائے یا ایک بکری بھیڑ ذبح کرنا شرط ہے کہ جانور عیب دار نہ ہو **فطرہ** یعنی آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا اس کی قیمت فقیروں کو دینا نماز عید سے پہلے دینا اولی ہے قربانی اور فطرہ اس شخص پر واجب ہے جو کہ ایک

---

[۱] شرح وقایہ کے حاشیہ صفحہ ۲۸۵ ج۱ میں حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ نے بھی یہی نصاب تحریر فرمایا ہے جو اس کتاب میں ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا نصاب زکوٰۃ ہے۔ جب نصاب میں اختلاف ہوا تو اچھا یہی ہے احتیاط پر عمل کیا جائے۔ احتیاط اس ہی میں ہے کہ نصاب زکوٰۃ کی مقدار یہی رکھی جائے جو کہ اس کتاب میں ہے اس لئے کہ رد المحتار ج ۲ صفحہ ۸۲ میں ہے الاخذ بالاحتیاط فی باب العبادات واجب ۱۲ - (سید ارشد حسن)

نصاب مال کا مالک ہو جو اس کی ذاتی ضرورتوں میں نہ ہو گو اس نصاب پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہو مگر قربانی اور فطرہ واجب اور زکوٰۃ لینا حرام ہوتا ہے جیسے گھر، برتن، لباس وغیرہ جو ضرورت سے زیادہ ہوں **نذر** جو منت اللہ کے لئے مانی جائے اس کا ادا کرنا واجب ہے **مسئلہ** نذر غیر اللہ حرام و کفر ہے **کفارہ** جو کسی قصور کی وجہ سے عائد ہو جیسے قسم کا خلاف کرنا۔ روزۂ رمضان عمداً توڑ ڈالنا وغیرہ یہ بھی واجب الادا ہے ان کے مستحق مساکین ہیں مومن ہوں یا ذمی **نفقات** ماں باپ۔ بی بی اولاد یہ بقدر استطاعت واجب اور بہترین صدقات سے ہے تفصیل ان کی کتب فقہ میں دیکھیے **دوم تبرعات** جو بدون لزوم وجوب احسان و مروت و خیر پر مبنی ہوں اور اس کی پانچ صورتیں ہیں ہبۂ **محض** یعنی تملیک شے بدون عوض ،۱۔ واہب کا آزاد۔ عاقل، بالغ ہونا شرط ہے پس غلام، مجنون، نابالغ ہبہ... صحیح نہیں، ۲۔ موہوب بالفعل قابل تملیک و قبض ہو پس ۱۔ مرہون، مستعار، امانت وغیرہ بوجہ حق غیر قابل ہبہ نہیں، ۲۔ درخت کی شاخیں، چھت کی کڑیاں مشغول ہیں فی الحال قبض نہیں، ۳۔ مال مباح جیسے وحشی جانور۔ دریا کا پانی۔ جنگل کی گھاس مملوک ہی نہیں تملیک کیسی، ۴۔ مال معدوم جیسے پیٹ کا بچہ۔ پھل نکلنے سے پہلے موجود ہی نہیں ملک و قبض کا کیا ذکر البتہ اگر یہ موانع مجلس ہی میں دور ہو جائیں اور قبضہ کر لے تو ہبہ صحیح ہے (۳) مال غیر متقوّم جیسے خمر و خنزیر نہو، (۴) ہبہ موقت و موعود و معلق نہ ہو جیسے دو ماہ کے لئے ہبہ کیا یا دو دن کے بعد دینگے، یا یہ کام ہو جائے تو دیں (۵) موہوب لہ قبول بھی کرے (۶) قبضہ مجلس ہی میں ہو جائے **حکم** ۱۔ بعد عطا و اخذ کے موہوب لہ مالک و متصرف ہو جاتا ہے، ۲۔ واہب کو حق رد باقی رہتا ہے، اگرچہ رد کر لینا مکروہ تحریمی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العائد فی ھبتہ کالکلب یعود فی قیئہ دے کر پھیر لینے والا مثل کتے کے ہے کہ قے کر کے نگل جائے ہاں، ۱۔ اگر موہوب لہ ذو رحم محرم ہو جیسے بیٹا بیٹی، بہن۔ ۲۔ اگر واہب یا موہوب لہ یا دونوں مرجائیں، ۳۔ شے موہوب ہلاک

۱؎ یہ مال مستعار ہے ۱۲ ۲؎ یہ وعدہ ہے ۱۲ ۳؎ یہ شرط ہے ۱۲

یا مشغول بحق غیر ہو جائے تو واہب کو حق استرداد باقی نہ رہے گا **مسئلہ** باپ کی دو تھان ایک چھوٹے بیٹے کے لئے اور ایک بڑے بیٹے کے لئے علیحدہ کئے چھوٹے بیٹے کا حصہ مقبوض ہو گیا حق رد نہ رہا اس لئے کہ باپ نے ولی بن کر قبضہ کر لیا اور بڑا ہنوز قابض نہیں ہے **مسئلہ** ایک تھان بھائی کو دیا اور ایک بھاوج کو پہلا نہیں پھیر سکتا اس لئے کہ بھائی ذو رحم ہے دوسرا پھیر سکتا ہے کہ بھاوج اجنبیہ ہے **مسئلہ** زید نے عمر کو مکان دیدیا عمر نے اسے مرمت کیا یا درخت بوئے، یا کچھ بنایا اب زید کو حق رد نہیں رہا **مسئلہ** اگر موہوب ناقص ہو جائے یا ایسی زیادتی اس میں ہو جس سے سب کا حق واجب متعلق نہ ہو تو حق رد باقی رہے گا جیسے مکان گر گیا۔ یا غلام لکھہ پڑھ گیا۔ پھل پال میں پک گیا۔ لیکن کمی کا الزام اور ضمان موہوب لہ پر نہیں ہے **مسئلہ** ایسی زیادتی جو جدا ہو سکے مانع رد نہیں جیسے مکان میں جوڑیاں چنائیں کتاب کے لئے جزدان بنایا **مسئلہ** ایسے حال میں کہ موہوب لہ کو ضرر یا عار لاحق ہو رد جائز نہیں جیسے کشتی دریا میں جا رہی ہے یا گھوڑے پر سوار ہو کر یا کپڑا پہن کر کسی بازار یا محفل میں گیا اب جب تک وہ کام ختم نہ ہو لے یا دوسری شے اس کے قائم مقام نہ ملے مالک پھیر نہیں سکتا۔ **مسئلہ** شے موہوب کے خرید نے یا بطور ہبہ لینے میں مضائقہ نہیں **مسئلہ** ایسے اجنبی کو ہبہ کرنا جو اس پر قابض ہے محتاج قبض جدید نہیں **مسئلہ** شیرینی اور کھانا وغیرہ جو مجالس میں تقسیم کیا جاتا ہے اولی یہ ہے کہ تحت ہبہ میں داخل کیا جائے تاکہ غنی و فقیر دونوں کو لینا عار نہ ہو اور قبل قبض ملک نہ آئے۔

ہبۂ **مشاع** یعنی کوئی شے بدون تقسیم ایک جماعت کے لئے ہبہ کر دی جائے جیسی یہ غلہ تم یہ دو یا دس آدمی لیلیں، ۱۔ اگر موہوب قابل تقسیم ہے تو بالاتفاق ہبہ ناجائز ہے مگر یہ کہ تقسیم کر دی جائے، زبانی طور پر جیسے آدھا آدھا لیلو یا زید دو من لے اور بکر باقی لیجائے یا عملی طور پر علیحدہ کر دے تو جائز ہے۔ ۲۔ اگر موہوب قابل قسمت نہیں جیسی چکی، تلوار، بندوق۔ کتاب۔ سلا ہوا کپڑا وغیرہ تو امام کے نزدیک ناجائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ ۳۔ اور اگر یہ کہے کہ جو پائے لیجائے جیسے نکاح کی شیرینی

یا نقد وغیرہ جیسے ہمارے عرف میں (لٹا دینا) کہتے ہیں یہ جائز ہے اور پانے والا مالک۔ ہبہ بالعوض[۱] یعنی موہوب لہ کی طرف سے بھی کوئی خدمت یا مال بدل قرار پائے یہ انتہاءً بیع ہے اور دونوں جانب سے تسلیم بدل لازم اور رد ممتنع اور در صورت استحقاق حق رجوع حاصل (عالمگیری)، ہدیہ جو محبت و مراسم یا جزائے احسان و مراعات حقوق کے طور پر لیا دیا جائے جیسے نذر مشائخ و علماء و امراء اور شادی بیاہ و عید بقر عید کے ان میں نہ حق رد منقول ہے نہ معمول۔ ۱۔ انعامات جو امراء و سلاطین سے رعایا و ملازمین کو عطا ہوتے ہیں۔ ۲۔ وہ تبرکات جو علماء و مشائخ اپنے خدام کو عنایت فرماتے ہیں۔ ۳۔ مراعات باہمی جو احباب و اقارب میں جاری ہیں ۴۔ مرسومات شادی بیاہ جو ہند میں مروج ہیں جیسے سلام کرائی، شربت پلائی، منہ دکھائی وغیرہ۔ ۵۔ وہ انبساط جو کھانے پینے یا معمولی اشیاء میں باہم ہوا کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کو زبانی اذن نہ دے مگر حکم اذن میں ہے ایک دوست نے دوسرے کے رومال سے منہ پونچھ لیا اس نے اس کے آئینہ یا شانہ یا سرمہ کا استعمال کر لیا یہ سب جائز ہیں انتفاع حلال اور ملک صحیح مسئلہ[۲] ان تمام وجوہ میں ثواب ہے مگر جب کہ مال خبیث دیا جائے یا کوئی ناجائز غرض درمیان میں آئے جیسے رشوت یا سود کی امید پر یا کسی زن فاحشہ یا قمار باز یا شراب خوار کو دینا اسراف و اضاعت ہے۔

---

[۱] ہبہ بالعوض اگرچہ تعریف ہبہ سے خارج ہے اس لئے کہ اس میں شرط ہے تملیک بدون عوض مگر بعض وجوہ سے داخل رکھا ۱۲ [۲] بیع میں اور ہبہ بالعوض میں اس قدر فرق ہے کہ ہبہ یہاں خرید فروخت کا نام نہیں لیا جاتا بلکہ لفظ ہبہ مستعمل ہوتا ہے [۳] اکثر بلکہ ہمیشہ بدل ہبہ قیمت سے بہت کم ہوا کرتا ہے اور ثمن غالباً برابر ہوتا ہے ۱۲ [۴] مؤلف نے ملک حلال کے چھ سبب لکھے ہیں ہر باب میں ایک سبب بیان کیا گیا ہے مؤلف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ سلام کرائی منہ دکھائی وغیرہ میں جو رقم ملتی ہے نہ ملک حلال قرار پائے گی اور روپیہ دینے والے کو ثواب بھی ملے گا بشرطیکہ کوئی ناجائز غرض درمیان میں نہ ہو حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب نے سلام کرائی و منہ دکھائی وغیرہ برغبت دینے کو جائز بتایا ہے جس کی اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے زمانہ میں کسی غریب آدمی کو کوئی تقریب پیش آتی تھی اگر اس کے عزیزوں کو گنجائش ہوتی تھی تو بطور امداد کسی بہانہ سے بخوشی کچھ دیدیتے تھے (دینا لازم نہیں سمجھتے تھے) دینے والے کا منشاء نہ تفاخر ہوتا تھا نہ بدلہ طلب کرنا جو تا تھا اس لئے پرانے زمانہ کے علماء کرام اس کو ناجائز نہیں قرار دیتے تھے۔ اس زمانہ میں سلام کرائی و منہ دکھائی وغیرہ میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ (۱) ریاء (۲) تفاخر (۳) جبر فی التبرع۔ آجکل کوئی نہ دے تو وہ بدنام کیا جاتا ہے جس کے دباؤ سے وہ دیتا ہے۔ (۴) (اگر کراہت التزام مالا یلزم کو مختص بدین نہ سمجھیں تو) التزام مالا یلزم ہے جو کہ مکروہ ہے۔ (۵) آجکل اس کی نوعیت مجہول بجہالت مفضیہ الی النزاع ہو گئی ہے کہ دینے والا تو اس کو قرض سمجھ کر منتظر اس کے عوض کا رہتا ہے ہو سکتا ہے کہ لینے والا اس کو ہبہ سمجھ کر نہ دے۔ اگر یہ قرض ہے تو مقدار قرض مجہول ہے۔ اگر یہ ہبہ ہے تو نہ دینے پر گرانی کیوں ہوتی ہے۔ (۶) موجودہ زمانہ میں سلام کرائی منہ دکھائی وغیرہ میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اگر خواص ان تمام خرابیوں کو دور کر کے آجکل اسکو کریں تو کم از کم عوام کے عمل فاسد کی تائید تو ہو ہی جائیگی۔

ایک بہت بڑے درجہ کے عالم صاحب نے سلام کرائی و منہ دکھائی وغیرہ کو بدعت میں داخل کیا ہے یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ دین میں تو کوئی نئی بات نکالی نہیں ہے۔ ۱۲ سید ارشد حسن۔

صدقہ یہ مثل ہبہ کے ہے مگر صدقے میں اصل نیت ثواب و اعانت محتاج ہے پس
۱۔ قبضہ شرط ہے۔ ۲۔ حق استرداد نہیں اگرچہ غنی بھی پالے اس لئے کہ ثواب لیچکا
اور صدقہ اولاً حضرت رب الارباب اپنے دست قدرت میں لے لیتا ہے، پھر فقیر کو عطا
ہوتا ہے۔ اس لئے عالمگیری میں بعض اکابر سے مروی ہے کہ صدقہ نکالنے کے بعد
اگر فقیر نہ لے یا اُسے نہ پہنچ سکے تو بھی دینے والے کو اپنے تصرف میں لانا اولیٰ نہیں
۳۔ صدقہ پانے والا اگر دوسرے کو دے یا بیچے تو اس پانے والے کے حق میں صدقہ
نہیں رہا جیسا کہ حضور نے بریرہ سے فرمایا لك صدقة ولنا هدية اے بریرہ یہ گوشت
تیرے حق میں صدقہ ہے (اس لئے کہ کسی نے اس پر تصدق کیا تھا) اور میرے حق میں ہدیہ
ہے (اس لئے کہ بریرہ نے حضور کو بطور ہدیہ نذر کیا تھا) **مسئلہ** زید کچھ صدقے کا
مال لایا اور اپنی بی بی کو دیا یہ لے سکتی ہے اگرچہ غنیہ یا ہاشمیہ بھی ہو۔ **مسئلہ** بنی ہاشم
کو سزاوار نہیں کہ صدقہ کا مال لیں۔ **مسئلہ** بہترین صدقات نفقہ عیال و نفس ہے۔
سوال یہ اصل میں حرام ہے اور اس کا جمع کیا ہوا مال خبیث فرمایا من سأل الناس
اموالهم تكثرا فانما يسئل جمرا فليستقل او ليستكثر جو مال جمع کرنے کے لئے مانگا
جائے وہ چنگاری ہے زیادہ کرے یا کم مگر بحکم ضرورت جائز ہے اور ہر حال میں ترک
سوال و اختیار قناعت اولیٰ پس وہ عاجز جو کسب پر قادر نہ ہو اور قوت یک روزہ
بھی اس کے پاس نہ ہو بقدر سیری شکم مانگ سکتا ہے۔ ۲۔ مدیون بقدر ادائے
دین سوال کر سکتا ہے۔ **مسئلہ** گو سوال حرام ہے مگر سائل پر زجر ممنوع ہاں اگر یہ
زجر بطور نہی عن المنکر و دفع ایذائے خلق یا کسی اور مصلحت صحیحہ سے ہو اور بخل و خبث
و بد خلقی سے نہ ہو تو جائز ہے جیسا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے **مسئلہ**
عالمگیری کے باب الہبہ کے آخر میں ہے کہ سائل کو جامع مسجد میں دینا اچھا نہیں (غالباً
اس لئے کہ کثرت سائلین سے حاضرین کو ایذا ہوگی)۔ **واضح رہے** کہ ہر درخواست
سوال نہیں ہے ورنہ آدمیوں کے کام رک جائیں، سوال وہی ہے جو کمال عجز و
ابتذال و خساست پر عادةً و ارادةً مبتنی ہو اور ۔۱۔ کمال بے تکلفی میں، ۲۔ بحق

قرابت و دوستی و ہمسائگی و شاگردی و استادی وغیرہ۔ ۳۔ اتفاقیہ کسی مصیبت میں
بعض عالی ہمت سے استعانت، ۴۔ اشیائے مبتذلہ متعارفہ کی طلب جیسے حقہ
پان۔ تمباکو۔ پانی آگ وغیرہ، ۵۔ کوئی شے مستعار مانگنا۔ ۶ قرض مانگنا، ۷۔ یا
کسی خدمت یا کام کا سوال۔ ۸۔ باہم عزیز واحباب سے بمقتضائے بے تکلفی کچھ
مانگ لینا، یہ جملہ سوال ممنوعہ سے نہیں، حضور اقدس نے بعض خدمات اور اشیاء
اپنے اصحاب خالص سے طلب فرمائی ہیں۔

قسم دوم عاریت ہی جو ملک نفع کیلئے موضوع ہے

عاریت یعنی اپنے مال کا نفع کسی کو بلا عوض حلال کر دینا۔ جمہور کے نزدیک مستعیر لہ
انتفاع کا مالک ہو جاتا ہے پس دوسرے کو مستعار نہیں دیسکتا۔ ۱۔ **حوط** یہ ہے کہ اگر
ایسی شے ہو جس پر استعمال کرنے والے کا اثر دوسرے طور پر پڑتا ہے مثلاً بے تمیز
عبا کو جلد میلی اور خراب کر دیتا ہے، اور تمیز دار دیر تک ویسی ہی رکھ سکتا ہے، یا یہ سمجھا
جائے کہ مالک دوسرے کو دینا پسند نہ کرے گا تو نہ دے ورنہ اختیار ہے پھر اذن
تین حال پر ہے، ۱۔ اذن مطلق یعنی مال دیا، اور وقت و طریق استعمال سے کچھ
بحث نہ کی، اس میں استعمال ضرر رساں و خلاف عرف جائز نہیں اور جب تک
مالک طلب نہ کرے استعمال جائز ہے۔ ۲۔ اذن موقت جیسے یہ گھر دو ماہ کی
لئے اب دو ماہ سے زیادہ سکونت جائز نہیں اگر مالک کو قابض نہ بنا سکے تو خود بھی
نفع نہ لے، ۳۔ اذن معین: جس میں کیفیت استعمال معین کر دی جائے
مثلاً یہ چادر اوڑھی جائے بچھائی نہ جائے اس میں مخالفت نہ کرنا چاہیئے، پھر استعمال
تین طور پر ہے، ۱۔ بحسب عرف یہ ہمیشہ ثابت ہے مگر یہ کہ ممانعت کر دی جائے۔ ۲۔
مضر یہ ہمیشہ ممنوع ہے مگر یہ کہ بصراحت اجازت دیجائے، ۳۔ ماذون یہ بلا تردد
جائز ہے **حکم** ۱۔ مستعیر لہ شے مستعار کے منافع کا بقدر اذن مجاز یا مالک ہو جاتا ہے
۲۔ شے مستعار امانت ہے ضمان نہیں جب تک جائز استعمال سے تجاوز نہ کیا جائے
۳۔ مستعیر ہر وقت اپنی شے واپس طلب کر سکتا ہے اگرچہ مدت اذن باقی بھی ہو

مسئلہ اگر وقت اذن نہ گذر گیا ہو اور شے مستعار کسی ضرورت سے متعلق ہو جیسے کشتی وسط دریا میں گاڑی راہ میں یا لباس پہنے ہوئے کسی محفل یا بازار میں ہے اور مالک واپسی چاہے تو اس پر اپنے وعدے کی پابندی[۱] لازم آئے گی اور مستعیر لہ کو اس کے فارغ کر دینے میں مناسب عجلت "لا ضرار فی الاسلام" اور اگر وقت گزر چکا ہے تو بھی مستعیر لہ باجرت مثل اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے (شامی اجارہ) **مسئلہ** زید نے عمرو سے ایک کشتی مستعار لی پھر خود سوار ہوا یا مال لادا اور دریا میں چلا وسط راہ میں عمرو نے کشتی طلب کی پس اگر وقت اذن گزر چکا ہے تو زید اجرت مثل دیکر منزل مقصود تک لیجائے ورنہ بدون اجرت روک سکتا ہے **ہاں** اگر زید حیلہ جوئی کرتا ہے اور ایسی تدبیر کر رہا ہے کہ کشتی ایک وقتِ دراز تک کنارے پر نہ آئے تو خواہ عمرو اجرت پر راضی ہو یا باعانت حاکم اس کی شرارت ثابت کر کے خالی کرالے اور یہی قیاس ہے اس شے پر جو کرائے پر دیجائے **مسئلہ** مستعیر لہ جب اذن یا عرف کے خلاف کرے یا وقت سے زائد استعمال میں رکھے یا بوقت طلب واپسی میں غیر ضروری[۲] عذر کرے ضامن ہو جائے گا **مسئلہ** کمال بے تکلفی میں جو استعمال ہوا کرتے ہیں اور جن کی اجازت ذہن میں منقش ہو جاتی ہے وہ باجازت حکمی جائز ہیں **مسئلہ** قرآن مجید مستعار لیا اور اس میں کچھ غلطی پائے مناسب خط سے تصحیح جائز ہے (شامی) **مسئلہ** جب کہ شے مستعار سے بدون ہلاکِ عین نفع ممکن نہ ہو تو یہ ہبہ ہو سکتا ہے، عاریت نہیں **مسئلہ** غلہ، سونا، چاندی، روپیہ، وغیرہ مستعار لینا جائز نہیں اس لئے کہ ان سے بدون ہلاک عین انتفاع کی صورت نکل سکے ہاں اگر کسی جائز انتفاع کی صورت نکل سکے تو مضائقہ نہیں
قسم سوم جب ملک منافع بشرط واپسی مثل اصل ہو اور ... اسی کو دین کہتے ہیں

---

[۱] یہ نہ کہا جائے کہ محض وعدے لازم نہیں اس لئے کہ یہاں شے موعود مقبوض ہو چکی ہے پس واپسی بدون ضرر جائز ہے اور مع ضرر ناجائز اور اثبات غرور و فریب ۱۲۔ [۲] ضروری یہ ہے کہ مکان پر چادر مستعار رکھی ہے اور مالک نے بازار میں مانگی اب مکان پر جانا اور لانا عذر ہے جس کے لئے مناسب توقف چاہیئے ۔ ۱۲۔

دیون وہ مالی حقوق ہیں جو بدون تعلق عین[1] ذمے پر ثابت ہوں فقہائے اس کی کئی قسمیں کیں ہیں، خونبہا۔ ارش۔ ضمان۔ متلفات۔ تاوان۔ نفقات۔ مہر۔ بدل خلع۔ عقر[2]۔ مال صلح۔ ثمن۔ اجرت۔ کرایہ۔ زکوٰۃ۔ نذر۔ قربانی و فطرہ۔ کفارہ۔ قرض ضمانت۔ کفالت۔ حوالہ نوائب[3] وغیرہ۔ اس مقام پر صرف دین اور قرض کا فرق اور حکم بیان ہوگا **قرض** یہ ابتدا میں تملیک بالمثل[4] ہے اور تبرع ہے اور انتہا معاوضہ ۱۔ قرض انہی چیزوں میں ہوسکتا ہے جو مثلی ہیں قیمتی اشیا میں نہ مثلیت معتبر ہے نہ قرض[5] جائز ہے جیسے ظروف، زیور جواہر[6] جانور اور تمام مصنوعات۔ ۲۔ قرض ایسے پیمانہ سے دینا جو معروف نہ ہو باحتمال اضاعت وجہل جائز نہیں، ۳۔ ہر ایسا قرض جس میں کوئی نفع مشروط ہو ربوا ہے فرمایا کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نفعاً فھو ربوا ہر قرض جس میں نفع لیا جائے سود ہے، ۴۔ اسی بنا پر قرض میں لزوم مدت سے منع فرمایا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ تعین مدت سے فساد[7] نہیں آتا اور مدت من حیث شرط لازم ہو جاتی ہے

---

[1] اس لئے کہ متعلق بالعین امانت ہو یا غصب ثابت بذمہ نہیں اور رہن متعلق بدین ہوتا ہے اس طرح کہ مرتہن عین رہن کو نہیں لے سکتا بلکہ بغرض توثیق و اطمینان ہے کہ اسے بیچکر دین وصول کرلے ۱۲ [2] عقر اُس وطی کا عوض جو اپنی لونڈی یا بی بی کے شبہ میں کی جائے اور حد لازم نہ آئے ۱۲ [3] نوائب وہ مال جو بادشاہ اسلام کسی دینی ضرورت یا عام رفاہ کے لئے آدمیوں پر معین کرے اور شرط یہ ہے کہ بیت المال خالی ہو جیسے مصارف حفظ حدود و دفع اعدا و امن راہ و شہر وغیرہ ۱۲ [4] بالمثل یعنی جو قرض میں دیا اسی کے مثل صوری و معنوی ادا کیا جائے پس روپے کا قرض روپے سے اور گیہوں کا قرض گیہوں سے ادا ہوگا۔ ۱۲ [5] قضیۂ عقلیہ ہے جو بضرورت ثابت ہوتا ہے پس اسکی تردید ان احادیث سے جن میں اونٹ وغیرہ کا قرض مذکور ہے صحیح نہیں اسلئے کہ ممکن ہے کہ اس وقت کسی وجہ سے مماثلت اونٹوں میں مان لی گئی ہو یا ہر شخص کو دوسرے کے انصاف و رضا پر پورا اعتماد ہو پس ایسی علت عام نہیں ہوسکتی اور باوجود ایں ہمہ اب بھی اگر کوئی ایسا کرے اور لینے دینے میں احتمال منازعت منقطع اور رضا ثابت رہے تو دیانۃ کوئی ہرج نہیں دار القضا میں یہ بات نہیں مانی جائیگی ۱۲ [6] مگر وہ موتی جو وزن نا بکتے ہیں یا اور کوئی جوہر جو وزنا بکے اس سے مستثنی ہے ۱۲ [7] فساد نہیں آتا فقہا کے اسمیں دو قول ہیں۔ (باقی صفحہ آئندہ پر)

من حیث قرض لازم نہیں ہوتی۔ اگر قرض خواہ قبل از مدت طلب کرے تو اسے یہ حق ہے اور مدیون کو چاہیئے کہ تا بہ امکان ادا کر دینے کی کوشش کرے۔ ۵۔ قرض دینے والا مدیون سے اپنا قرض ادا کرنے سے پہلے نفع اٹھائے تو وہ نفع اگر موعود تھا اسکی حرمت میں شبہ نہیں اور بدون وعدہ و شرط بھی علما کا اس میں اختلاف ہے امام محمدؒ جواز کے قائل اور ایک گروہ منع کی طرف مائل مگر بات یہ ہے کہ اگر یہ نفع بطمع قرض یا مہلت و تسامح ہے تو ناجائز اور اگر بسبب مروت و شکر و احسان یا مراسم قدیم یا جدید ہے تو جائز اور حضرات سلف صالح کا احتراز مجرد وہم حرمت و کمال اتقائے سے تھا اور احادیث منع اسی پر محمول ہیں اس لئے کہ احسان غیر مشروط اور شکریہ محو... سے ممانعت خلاف اصل ہے۔ مسئلہ بقال کو روپیہ دے کر یہ شرط کہ جب چاہیں پیسے لیا کریں لشبہہ نفع ناجائز اور بدون شرط جائز ہے۔ مسئلہ یہ شرط کہ ہمارا قرض فلاں شہر میں ادا کرنا لازم سمجھی جائے تو ناجائز ہے۔ ۶۔ اگر بدون شرط کچھ زیادہ دیا جائے تو مستحسن اور حلال اور حضور سے ثابت ہے اور طلب میں نرمی مستحسن ہے۔ ۷۔ قرض فاسد بعینہٖ واجب الرد ہے۔ ۸۔ اگر قرض خواہ قرضدار کا کچھ مال پائے تو اسے لے لینے کا حق نہیں، مگر یہ مال جنس قرض سے ہو جیسے روپیہ دیا۔ روپیہ یا چاندی پائے تو لے سکتا ہے اور ابھی مدت باقی ہے تو یہ مانع نہیں ہوسکتی اس لئے کہ لازم نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۱۔ یہ کہ شرط مدت سے قرض فاسد ہو جاتا ہے، اور جواب یہ ہے کہ ایک تو سود تبرعات میں ہوتا ہی نہیں اور قرض ابتداءً تبرع ہے، جیساکہ ابن ماجہ سے مروی ہے، فرمایا حضور نے میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقے کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا دوسرے شرط نفع بحق مقرض حرام ہے نہ بحق مستقرض... اسلئے کہ وہ تو نفع ہی کیلئے قرض لیتا ہے، تیسرے علقمہ بن یسار قرض لیا کرتے اس وعدہ پر کہ جب بیت المال سے انکا حق ملیگا ادا کرینگے (موطا) چوتھے لزوم بھی ممتنع نہیں ہوسکتا اسلئے کہ نفع مقرض ہے اور امام مالک سے مروی ہے کہ قاضی مدت معین کر دے تو لازم ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ حرام قاضی کے حکم سے جائز نہیں ہوسکتا اور عدم لزوم میں کاروبار بند بلکہ تجارتی قرض بے سود نہیں نہیں وبال جان، بربادکن خانماں ہو جائے گا اور قرض مجرد لزوم شرط کو نہیں چاہتا کیونکہ تبرع ہے مگر وعدہ وغیرہ سے لزوم کا مضایقہ نہیں پس یہ لزوم بمجرد قرض ہونے کے نہیں بلکہ وعدے سے ہے اور فقہا نے وعدے کو بوجہ حاجت لازم مان ہی لیا ہے۔ ۱۲۔

دین وہ جو کسی عوض میں لازم ہو جیسے اجرت، کرایہ، ثمن وغیرہ، ۱۔ اسمیں مدت لازم ہے قبل مدت دائن کو طلب کرنے کا حق نہیں اور مدیون جب چاہے دیسکتا ہے مگر یہ کہ دائن کو کوئی عذر قوی ہو جیسے خطرراہ۔ یا خوف عدد وغیرہ، ۲۔ جب مدیون مرجائے دائن کو حق ہے کہ معاً وصول کرلے مدت باقی ہو یا تمام ہوگئی ہو ف مگر ہمارے زمانے میں اس قاعدے سے کارخانے تباہ اور معاملات درہم برہم ہو جائینگے پس اگر متروکہ تقسیم ہو.... تو حق دائن مقدم ہے اور کوئی مستقل منتظم قرار پائے اور ظاہر حال قابل اطمینان ہو تو ورثہ کو حق مدت سے محروم کرنا انہیں صریح ضرر دینا ہے

احکام مشترک مابین دین و قرض ۱۔ تملیک دین اور تقسیم قبل قبض جائز نہیں مسئلہ زید نے عمرو سے کچھ خریدا اور شرط کی کہ ثمن بکر سے لے لو جو میرا مدیون ہے نہ دہائیہ صحیح ہے نہ بیع جائز ہاں حوالہ کرادینا جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اس سے لو اور وہ نہ دے تو ہم دیں گے۔ مسئلہ دائن اپنا دین نہ کیسے ہاتھ بیچ سکتا ہے نہ کسی عوض میں دیسکتا ہے مسئلہ زید اور عمرو دونوں کے قرض جابجا پھیلے ہیں اب باہمی فیصلہ کرکے بعض قرض زید نے لے لئے اور بعض عمرو نے نہ یہ تقسیم لازم ہے نہ ایک قرض سے دوسرے کا حق ساقط ہاں دونوں اس پر راضی رہیں کہ وہ مختار ہیں ورنہ جو ایک وصول کرے گا دوسرا بھی اس کا شریک سمجھا جائے گا، البتہ اگر اضطرار ہو جیسے زید و عمرو دونوں کا قرض مختلف بلاد میں ہے اب زید نے عرب جانے کا قصد کیا اور وہاں کا قرض اپنے حصے میں لے لیا اور عمرو کو یہاں کا قرض دیدیا اور صورت یہ تھی کہ ایک کو دوسرے پر پورا امن و اطمینان نہیں یا راستے جاری اور امن قابل اعتبار نہیں یا اور کوئی ضرورت اور وجہ مقتضی تقسیم ہے تو ایسی صورت میں حضرت ابن عباس کا قول لائق بالعمل ہے جیسا کہ بخاری کے اوائل کتاب الحوالہ میں ہے کہ آپ میراث میں دین کو بھی تقسیم کردیتے اس لئے کہ اس کے ترک میں حرج عظیم ہے، ۲۔ تملیک دین مدیون کو جائز ہے مسئلہ زید نے عمرو مدیون سے کچھ خریدا

سلہ اس لئے کہ مشتری اس میں بالکل بری اور بائع دین کا مالک ہو جاتا ہے۔ ۱۲

اور ثمن کو دین میں وضع کر دیا یا ہزار دین تھے اور پانسو ثمن پھر کہا کہ وہ ہزار پانسو میں دیئے جائز ہے۔ مسئلہ عمرو کے ایک من خرمے ہندمیں زید کے ذمے ہیں پھر دونوں عرب گئے اور عمرو نے تقاضا کیا زید بحساب قیمت عرب ادا کرے گا کم ہو یا زیادہ (شامی) ۳۔ تعلیق دین جائز ہے مثلاً زید نے عمرو مدیون سے کہا اگر آج ادا کر دو تو نصف یا ربع سے بری کر دونگا (جامع صغیر) یا یہ کہ نصف آج دیدو تو باقی کے لئے چار ماہ کی مدت ہے یہ صحیح ہے، ۴۔ فلوس یا روپے قرض تھے یا دین اور رواج نہ رہا یا قیمت گھٹ گئی امام کے نزدیک بعینہ دیئے جائیں اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت یوم قبض اور محمد کے نزدیک قیمت آخر یوم رواج عائد ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے (شامی) ۵ میت کے مال سے ادائے دیون بعد تجہیز و تکفین جملہ حقوق پر مقدم ہے مگر دین صحیح مقدم ہے دین غیر صحیح پر۔ ۶۔ ایسا دین جو متعلق بعین ہو جیسے زر رہن یا کرایہ پیشگی، یہ تجہیز و تکفین پر بھی مقدم ہے۔ ۷۔ اگر دین متروکہ سے زیادہ ہے تو حصہ رسدی سب قرض خواہوں کو ملیگا اور مال نہیں ہے تو کچھ نہ ملیگا، اور کل دین یا باقی آخرت کے حساب میں ہے دنیا میں ورثہ سے حق طلب نہیں اور اگر کم ہے تو بعد ادائے دین وصیت و میراث ادا کی جائے مسئلہ مفلس کا دین ادا کر دے تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس میت کو بری کر دے۔ ۸ کسی دین یا عوض کے فارغ الذمہ ہو جانے کے لئے مال حلال شرط نہیں یعنی اگر زید بکر کا قرضدار ہے اور مال خبیث قرض میں دیدے تو بری الذمہ ہو جائے گا۔ مگر ایسے تصرف سے زید عاصی ہے اور بکر اگر جان کرلے تو اسے بھی جائز نہیں مسئلہ زید بکر کا حق مال حرام سے ادا کرتا ہے بکر کو اختیار ہے کہ نہ لے اور اگر لے چکا ہے اور بعینہ موجود ہے تو واپس کر دے اس لئے کہ کوئی شخص معصیت پر مجبور نہیں ہو سکتا اور مال حرام لینا معصیت ہے۔ مسئلہ کافر کے پاس جو مال حرام ہو اس کا لینا اس سے کسی معاوضے میں جائز ہے جیسے .... کافر سے وہ پیسے لینا جو شراب کے عوض میں آئے ہوں، مگر ایسا مال حرام جو اسکے دین میں بھی حرام ہو یا جس میں ملک ہی نہ آئے لینا جائز نہیں جیسے بدل زنا چوری۔ غصب

مسئلہ زید نے عمرو سے دس اشرفیاں قرض لیں بعدازاں عمرو سے کہا کہ دوسو روپے لو اور دس اشرفیاں میرے ہاتھ بیچو اور روپیہ دیدیا پھر مبیع یعنی دس اشرفیاں اپنے قرض میں محسوب کر دیں یہ معاوضہ صحیح ہوگیا اور زید کا قرض ادا ہوگیا عام ازینکہ وہ دس اشرفیاں دوسو روپے کی ہوں یا زیادہ یا کم کی لیکن اگر یہ کہے کہ میں نے وہ اشرفیاں جو میرے ذمے ہیں دوسو کو خریدیں یہ جائز نہیں (شرح وقایہ)

ف ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ زید کہے دوسو لیلے اور مجھے قرض سے بری کر اور عمرو قبول کرلے تو بطور تعلیق براءت ہوجائیگی اور کوئی گناہ بذمہ زید اس امر میں لازم نہ رہیگا۔

رہن چونکہ دیون ہی سے متعلق ہے اس کا ذکر مناسب ہے **رہن** وثیقہ وصول دین **مرہون** وہ شئے جو کسی حقدار کے اطمینان کے لئے اس کے قبضہ میں دیدیجائے **شروط جواز رہن**، ۱۔ قبضہ پس جس شے پر قبضہ خالص ندیا جائے یا ممکن نہو وہ رہن نہیں ہوسکتی جیسے پھل بدون درخت یا درخت پر لگے ہوئے، یا درخت۔ یا کھیت۔ یا عمارت بدون زمین، یا زمین بدون درخت وعمارت جو اسپر ہو یا کسی شے کا نصف ربع ثلث اس لئے کہ ان میں قبضہ مشترک ہوتا ہے، ۲۔ ایسی شے رہن نہیں ہوسکتی جو بک نہ سکے جیسے حمل۔ یا خمر۔ یا خنزیر وغیرہ، ۳۔ مرہون دوبارہ رہن نہیں ہوسکتا نہ راہن کو حق ہے نہ مرتہن کو اور اگر دونوں راضی ہوجائیں ..... تو رہن اول باطل اور دوم ثابت ہوگیا۔ (شامی) ۴۔ بعوض حق متردد ومضمون بنفسہ رہن جائز نہیں۔ حق متردد یہ کہ کہا جائے اگر ہمارا تمہارے ذمے نکلے اسکے عوض یہ شے رہن ہے اور مضمون بنفسہ وہ شے جو بعینہ واجب الادا ہو اور اگر ضائع ہوجائے تو قیمت دینا پڑے جیسے امانت[1]، یا کچھ دینا نہ پڑے جیسے مبیع کہ درصورت ہلاک مبیع بیع فسخ اور ثمن متردد ہوجاتا ہے، ۵۔ جب راہن باذن مرتہن قابض ہوجائے۔ رہن باقی نہ رہا مثلاً راہن کے پاس امانت رکھدیا یا اُسے مستعار دیا

---

[1] ہاں اگر یوں رہن رکھا جائے کہ درصورت نہ ملنے مبیع کے اس کا ثمن ادا کردوں گا یا امانت کی قیمت ادا کردوں گا تو مضائقہ نہیں۔ ۱۲

یا اسے ہبہ یا بیع کی اجازت دے۔" انتفاع رہن" منافع راہن کے مملوک ہیں اور مرتہن پر حرام، ۱۔ اگر مرتہن بدون اذن راہن اسکے کسی نفع پر تصرف کرے جیسے درخت کا پھل کھایا یا مکان میں رہا یا اسے کرائے پر چلایا تو وہ غاصب اور ضامن ہے، ۲۔ اگر اذن تھا تو دو حال سے خالی نہیں خواہ عقد رہن میں مشروط[1] اعرفاً داخل ہے یا نہ شکل اول میں عین ربوا یا مشتبہ بر بوا ہے اور شکل ثانی میں ؛ لیکن اس اجازت سے عقد رہن کو کچھ تعلق نہ ہوگا مثلاً زید نے اپنا مکان عمر کو مستعار دیا پھر اسی کے پاس رہن رکھا یا رہن رکھہ کر مستعار دیا تو ہر وقت مختار ہے کہ بجسب احکام عاریت اپنی اجازت واپس لے یعنی وہ منافع جو جائز کر دیئے تھے ناجائز کر دے مگر اسکی وجہ سے عقد رہن پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا مرہون بدستور مرتہن کے قبضے میں رہے گا اور منافع محبوس **مسئلہ** انتفاع رہن بطمع قرض اور قرض بطمع انتفاع رہن ربوا ہی اگر کوئی حیلہ شرعی کر لیا ہے تو عنداللہ ماخوذ رہیگا اور کوئی حیلہ نہیں تو قضائً ایسا عقد باطل ہو جائیگا، واللہ یعلم ما فی انفسکم **مسئلہ** بیع بالوفا بقول صحیح رہن[2] ہے" مصارف رہن" دو طور پر ہیں اول مصارف بقا یہ ذمہ راہن ہیں[3] جیسے مرمت مکان اور جانور کا دانہ چارہ اور سائیس یا باغبان وغیرہ کی تنخواہ دوم مصارف حفظ یہ ذمہ مرتہن ہیں خود اس کا متکفل ہو یا اپنے مال سے دوسرے معتمد کو معین کرنے **مسئلہ** ایسے مکان کا کرایہ جس میں شے مرہون رکھی جائے ذمہ مرتہن ہے مگر ابو یوسف کے نزدیک راہن ادا کرے (ہدایہ) **مسئلہ** جب ایسے منافع راہن مرتہن کو ہبہ کردے تو مصارف بھی مرتہن کے ذمے ہو جائیں گے **زوائد مرہون** دو طور پر ہیں، ا۔ جو جزو

---

[1] یعنی جب کہ نہ مشروط ہو نہ عرفاً داخل [2] رہن یعنی بیع مثل مرہون مشتری کے پاس رہے اور مشتری کوئی نفع اس سے نہ لے ہاں فائدہ اس کا یہ ہے کہ مدت گزرنے کے بعد خود بخود بیع ہو جائیگی ایجاب قبول جدید کی ضرورت نہ ہوگی اور یہ معاملہ مفید ہے مرتہن کو کہ اگر راہن لینے والی کرے تو یہ مالک بنجائے۔ ۱۲

[3] مگر فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ شے ایسی ہے جس کیلئے مکان کے کرایہ کی ضرورت نہیں جیسے زیور وغیرہ تو ذمہ مرتہن ہونا چاہیئے اور اگر ضرورت ہے جیسے گھوڑا یا چھکڑا وغیرہ تو ذمہ راہن ہونا چاہیئے ۱۲

مرہون ہیں یا کسی جزو کا بدل جیسے درخت کے پھل یا ان کے دام یہ اصل رہن کیساتھ محبوس رہیں گے جب تک دین ادا نہ کر دیا جائے، ۲۔ مکاسب و منافع جیسے مکان کا کرایہ وغیرہ وہ مرہون و محبوس نہیں ہو سکتے باذن راہن دین میں وضع کرنا جائز ہے، پھر ایسے زوائد اگر باقی رہ سکتے ہوں تو ان پر مرتہن کسی تصرف کا مالک نہیں اور اگر باقی نہ رہ سکیں جیسے بکری کا دودھ، درخت کا پھل تو اگر راہن نے مرتہن کو اجازت دی ہے یا کوئی اور شخص برضائے فریقین وکیل بیع قرار پا چکا ہے یا قاضی نے حکم دیدیا ہے تو مرتہن بیچ سکتا ہے ورنہ قیمت کا ضامن ہوگا، لیکن مرتہن درصورت عدم اذن مذکور خاموش رہے تو ان زوائد کے ہلاک ہوجانیکا ضامن نہیں ہے۔

مسئلہ راہن خود ایسی سریع الہلاک اشیا بیچ سکتا ہے بشرطیکہ مرتہن اذن دے یا رہن میں ایسا اذن مشروط ہو یا ثمن مرتہن کے قبضے میں مثل رہن کے رکھدیا جائے ورنہ خراب ہوجانے والی چیزیں بدون رضائے فریقین مثل رہن کے محبوس رہیں گی بک نہیں سکتیں۔ **مسئلہ** اور یہی حکم ہے جب کہ رہن ہلاک ہوا جاتا ہو مثلاً بکری مررہی ہے مرتہن بدون اذن ذبح کرنے سے ضامن ہوگا۔ اور بعد ذبح اس کا گوشت بک کر...... اور کھال بعینہ رہن رہیگی۔ انتظام مرہون جب ایسی شے رہن رکھی جائے جو محاصل اور منافع کے لئے بنائی گئی ہو جیسے کرائے پر چلنے والے مکان، باغ، کھیت یا دودھ دینے والے جانور تو اس کا انتظام یعنی زمین کو باجارہ دینا یا اس میں کھیت کرنا باغ کی پرورش جانوروں سے دودھ دوہنے اور اس کے بیچنے کی کوشش اور مکان کرائے پر دینے کا بندوبست یہ سب رضائے فریقین ہونا چاہیئے یا کوئی وکیل پہلے سے معین ہو چکا ہو وہ کرے ورنہ راہن خواہ اس طرح کر سکتا ہے کہ قبضۂ مرتہن میں کوئی نقص نہ آئے اور یہ کچھ نہ ہو تو مرتہن کے ذمے اس کا انتظام ہے اس لئے کہ یہ بھی امور حفظ سے متعلق ہیں لیکن مصارف قلیل ہوں یا کثیر ذمے راہن رہیں گے اور اس کی اجازت سے (اگر وہ یا اس کا وکیل مجاز موجود ہو) ورنہ قاضی کے حکم سے اندازہ کیا جائے گا ورنہ

بطور تبرع[۵۱] مرتہن کو حق طلب نہیں راہن دے یا نہ دے "تصرفات" ۱۔ راہن کسی تصرف سے روکا نجائے گا جب کہ مرتہن کی حق تلفی نہ ہو مثلاً بیع یا ہبہ بشرط اذن[۵۲] کرنا یا مرتہن کو مستعار دینا، ۲۔ مرتہن سوائے امور متعلقہ، حفاظت بدون اذن راہن کچھہ تصرف نہیں کرسکتا، ۳۔ عقد رہن ہر ایسے قبضے سے باطل ہو جاتا ہے جو موجب ضمان ہو مثلاً راہن کو اجارے پہ دینا یا رہن رکھنا، ۴۔ عقد رہن کو وہ قبضہ باطل نہیں کرتا جو موجب ضمان نہیں جیسے عاریت پس جائز ہے کہ راہن مرتہن کو شے مرہون بطور عاریت دیدے جب تک مرتہن بطور مستعیرلہ استعمال کرتا رہے گا امین ہے اور جو کچھہ ایسے استعمال سے نقصان ہوگا وہ ذمہ راہن ہے مرتہن کے دین میں محسوب نہ ہوگا اور جو نقصان غیر حالت استعمال میں ہو وہ دین میں محسوب ہے جس کی تفصیل ابھی آتی ہے اور اگر مرتہن شے مرہونہ کو راہن سے بکرایہ لے تو رہن باطل اور اجارہ ثابت ہو جائے گا اور راہن یا مرتہن بیع کریں یا رہن کہیں یا اجارے پہ دیں تو درصورت رضائے فریقین یہ تصرف صحیح اور رہن فسخ ہوگیا اور معاوضے اس کے راہن کی ملک ہیں اور مرتہن کا دین ذمہ راہن **مسئلہ** اگر راہن خود مرتہن سے مرہون کو مستعار لے یا اجارے پہ لے رہن باطل اور مرہون مقبوض راہن ہوگیا۔ زوائد مرہون۔ جو کرایہ یا پھل یا درخت یا بچے اور کوئی شے اصل سے پیدا ہو وہ حق راہن ہے اور مرتہن مثل اصل کے ان کا بھی محافظ رہیگا۔ اور یہ سب اصل رہن سے متعلق ہیں اس سے سمجھا گیا کہ مرتہن اپنے حق کی محافظت کے لئے ایسے مصارف اور تصرف جس کی اجازت نہ راہن سے ملی ہو نہ قاضی سے اور نہ کوئی طریقہ حصول اذن کا مل سکے ایسی ضرورت کے وقت کرسکتا ہے جب کہ اُسے اپنے حق ضایع یا ناقص ہونے کا خوف ہو مثلاً بکری کا دودھ یا درخت کے پھل جو ٹھہر نہیں سکتے بیچ ڈالے یا درختوں اور کھیتوں کو پانی پہنچائے پس ایسے عام تصرف جائز ہیں اور تمام مصارف وضع ملیں گے اذن ہو یا نہ ہو اور ارشاد فقہا کا بدون

---

[۵۱] اس کی تفصیل اخیر میں آئیگی۔ ۱۲۔ [۵۲] از مرتہن۔ ۱۲۔

اذن تصرف ناجائز اور مصارف تبرع ہیں مبتنی ہے اس پر کہ راہن یا قاضی سے اذن
لے سکتا ہو یا شئے مرہون ضائع نہ ہوتی ہو۔ **مسئلہ** محاسن رہن اگر جنس دین سے
ہوں تو دین میں وضع کئے جائیں ورنہ اصل رہن کے ساتھ محبوس رہیں مثلاً
کرائے کا روپیہ آیا اور قرض بھی تھا روپیہ قرض میں وصول کرلے **مسئلہ** زید نے عمرو
سے سو روپیہ قرض لیا اور مکان رہن رکھا جسکا کرایہ ۱۲ روپیہ سالانہ ہے اور مرمت
وغیرہ ۱۰ یا ۱۲ پائی سالانہ یہ دین تین سال میں ادا ہو جائیگا۔ اس لئے کہ آمدنی
تین سال کی ۱۲، خرچہ ۱۲، قرضہ ۱۰۰ جملہ ۱۲ **وکیل رہن** اگر
بوقت رہن تیسرا شخص برضائے عاقدین وکیل کر دیا جائے خواہ اس لئے کہ جملہ تصرفات
رہن اس کے ذریعہ سے ہونگے جیسے مصارف کرنا یا زوائد کا بیچنا یا انتظامات وغیرہ
یا اسلئے کہ یہ رہن کو بیچکر دین ادا کرے ایسا وکیل تاختم رہن یا بدون اتفاق
عاقدین معزول نہیں ہو سکتا **واضح** رہے کہ ہر ایسے رہن میں جس سے فائدے حاصل
ہوتے ہوں جیسے مکان زمین وغیرہ یا جس کی پیداوار کے بیچنے کی ضرورت ہو جیسے
پھل بچے وغیرہ جسے بیچکر قرض خواہ کو روپیہ ادا کرنا لازم ہو یا کسی معتبر کو وکیل کر دینا
چاہیئے اور اگر اس وکیل کے لئے کوئی محنتانہ قرار دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔
قسم چہارم جب کہ اصل محبوس و نفع مملوک کر دیا جائے، اور اسے وقف کہتے ہیں
وقف یعنی کسی مال کا نفع بغرض خوشنودی نفس یا رضائے الہی دائمی طور پر کسی شخص
یا کام کے لئے مخصوص کر دینا **اول** وقف امام کے نزدیک ملک مالک میں محبوس اور
صاحبین کی رائے میں اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ **دوم** اصل وقف بالاتفاق محفوظ
اور منافع مستحقین کے لئے ہیں، **سوم** مثبت وقف وہ کلمے اور نیت مع التسلیم ہے
جو معنی وقف پر دلالت کرے پس ضرور ہے کہ اگر متولی ہے تو بعض منافع مستحقین
کے حوالے کئے جائیں اور متولی کوئی اور ہے تو اسے قابض کر دے۔ **مسئلہ** ہمارے
زمانے میں لزوم کے لئے حکام کی طرف احتیاج نہیں ہے۔ **چہارم** مبطل وقف، ۱۔
وہ کلمے جو معنی خلاف پر دلالت کریں مثلاً کہے یہ گاؤں درویشوں کو دیا۔ یہ مکان مدرسے

کے لئے ہے. یہ وقف نہیں ہبہ و تصدق ہے. **مسئلہ** وہ تمام معافیاں اور جائدادیں
جنکے وقف ناموں میں اسی قسم کی عبارتیں ہوں ہبہ ہیں وقف نہیں۔ ۲. مصارف
محرمہ جیسے بتخانے کے خرچ کے لئے وقف کرنا (عالمگیری) یا تعزیہ داری یا مجالس
رقص و غنا وغیرہ کے لئے. **مسئلہ** یہی حال ہے سانڈ کا کہ وہ نہ حد وقف میں داخل
ہے نہ ملک مالک سے خارج ۳ مال کا غیر متقوم وممنوع النفع ہونا جیسے محض نجس
شئے یا خمر یا خنزیر یا تصاویر یا.. مزامیر وغیرہ، ۴۔ غیر مملوک یا مستحق کا وقف کرنا
غصب کی زمین یا جسمیں حق شفعہ یا حق مرتہن وغیرہ باقی ہو، ۵۔ توقیت و خیار یعنی
یہ کہے کہ یہ زمین دس برس کے لئے وقف ہے یا مجھے اختیار ہے چاہوں وقف
باقی رکھوں یا نہ **پنجم** شرط ہے کہ اصل وقف محفوظ رہے اور منافع اس کے تقسیم ہوا
کریں پس ۱۔ روپیہ، اشرفی، کھانے پینے کی چیز اور ایسی شئے جس سے بدون
ہلاک کئے فائدہ نہ اٹھا سکیں وقف نہیں ہو سکتے **مسئلہ** عالمگیری میں ایک
قول یہ بھی ہے کہ روپیہ بغرض قرض حسنہ و مضاربت وغیرہ وقف ہو سکتا ہے۔
۲۔ جماعت مستحقین پر اصل وقف تقسیم نہیں ہو سکتا منافع بانٹ دیئے جائیں
۳۔ بیع و ہبہ و رہن وغیرہ اس میں جائز نہیں ہیں. ۴۔ پہلے آمدنی اصل وقف کی باقی
رکھنے میں صرف ہو بعد ازاں مستحقین کو دیجائے. ۵۔ اگر اصل وقف بدون صرف باقی
نہ رہ سکے اور آمدنی نہ ہو تو ایک جزو بیچکر باقی محفوظ رکھنا چاہیئے **ششم** مصرف وقف
واقف کی رائے پر ہے چاہے اپنے نفس کے لئے یا اپنی اولاد یا بعض اقارب و احباب
کے لئے وقف کرے یا کسی شخص یا جماعت یا کسی امر خاص میں وقف کرے بشرطیکہ
وہ صرف معصیت نہ ہو. **مسئلہ** جائز ہے کہ مصارف مرتب ہوں یعنی شرط
کردیجائے کہ پہلے فلاں کو اور جوان سے بڑھے فلاں کو دیا جائے یا میری اولاد کو
اس کے منافع ملیں اور وہ نہ رہیں تو فلاں جماعت کو مگر ہر حال میں جب مصارف
معینہ نہ رہیں تو فقرا مستحق ہیں. **ہفتم** جائز نہیں کہ مجنون یا نابالغ متولی ہو ہاں غیر
متدین فاسق کا بھی متولی ہونا مناسب نہیں بلکہ جب خیانت و مخالفت کا خوف ہو

تو بحکم قاضی اسلام معزولی ہو سکتی ہے۔ مسئلہ متولی پر واجب ہے کہ پابندی شرائط
وقف و احکام شرع کمال دیانت و کفایت شعاری سے وقف کی محافظت کرتا
رہے۔ مسئلہ جائز نہیں کہ مقابر موقوفہ یا مہمان سرائے موقوفہ کی اجرت لیجائے
ہاں کچھ حق خدمت احساناً دینے کا اختیار ہے۔ مساجد یہ بھی اوقاف سے ہیں مگر باوجود
مراعات شرائط وقف اس کے لئے بعض احکام خاصہ بھی ہیں، ا مسجد ہونا موقوف
اس پر کہ بانی اس میں اذن عام دے اور کم سے کم ایک بار نماز ہو جائے۔ اور
ایک راستہ بھی اس کا کسی اور کی ملک سے نہ ہو، ۲، متولی مسجد غیر مسلم نہیں ہو سکتا
۳۔ متولی مسجد اس کا بانی ہے یا اس کے ورثہ یا جسے یہ لوگ متولی بنادیں اور یہ
نہوں تو محلے کے مسلمان۔ ۴۔ متولی کو حق ہے کہ جس طرح چاہے مسجد کی عمارت اور
انتظام کرے مگر یہ کہ نہ اسے ضایع کرے نہ اسمیں کوئی امر ناجائز۔ ۵۔ دوسرے مسلمان
گو خدمت مسجد کر سکتے ہیں مگر نظم و نسق متولی کی رائے پر ہے، ۶۔ مسجد کی تعظیم
واجب ہے پس حق نہیں کسی کافر یا مسلم کو کہ مسجد میں ایسی مداخلت کرے جو شرعاً
مسجد میں منع ہے۔ ۷۔ مسجد کی پرانی چٹائی بیکار، چونا، اینٹ، لکڑی وغیرہ جہانتک
ہوسکے اسی میں صرف ہو اور ضرورت نہ ہو تو بیچکر اس کے دام مسجد میں لگاؤ جایز
(عقود الدریہ) ۸۔ مسجد شکستہ کا کوئی متکفل نہ ہو تو پہلے اس کے متعلقات مثل حجرہ
وغیرہ کے اس میں لگا دیئے جائیں اور آخر بعض حصے اس کے ایسی سخت ضرورت
میں جو بقا و حفظ کے لئے کافی ہو صرف کئے جائیں و ہی بعینہ یا ان کی قیمت ۹ ٹوٹی
مسجد کی چیزیں دوسری مسجد میں لگانا تب جائز ہے کہ نہ اس کی ضرورت ہو حفظ ممکن

لہ گو یہ صورت نظر میں نہیں گذری مگر میرے نزدیک تولیت مسجد کی ایسے مسلمان کو بھی نہ دیجائے جو اعتقاداً
بانی کے بالکل خلاف ہے مثلاً اہل سنت اپنی مسجدوں میں خلفائے راشدین کے فضائل ذکر کرتے ہیں بانی شیعہ
اس نیت پر کبھی مسجد کو نہیں بنا سکتا اور شیعہ انکی خدمت کرتے ہیں جسے اہل سنت روا نہیں رکھ سکتے پس ہر بانی
اپنے اعتقاد و دیانت سے مسجد کی بنا انہی اصول پر کرتا ہے جو اسکے نزدیک عبادت ہیں معاصی پر نہیں کرتا اب بدون رضا متولی یا سکوت
دوسرے مذہب والے کو جبراً قبضہ کر لینا جائز نہیں ہو سکتا ہاں اگر مذہب بانی سے کوئی نہ ہو یا بالکل خبر گیری نہ کرے
تو بحق اسلام و حق مسجد دوسرے مسلمان قابض و متولی ہو سکتے ہیں واللہ اعلم ۱۲۔

نہ آبادی کا گمان ۔۱۰۔ اوقاف مسجد ملک مسجد ہیں، جیسے دکانیں وغیرہ چونکہ ان تمام عطیات کی بنا صحت اقرار پر ہے اور حکم اقرار باعتبار حالت صحت و مرض مختلف لہذا مرض الموت کا بھی کچھ ذکر اس مقام پہ مناسب نظر آیا

مرض الموت وہ مرض شدید جسمیں بدون صحت موت آجائے ایسے مریض کے تصرف اور اقرار حکم وصیت میں ہیں پس ۔۱۔ دین صحیح سے موخر ہونگے مثلاً زید سو روپے کا قرضدار تھا پھر مریض ہوا اور بکر کے حق میں سو روپے کی امانت کا اقرار کر کے مرگیا جب تک وہ قرض کے روپے اس کے ترکے سے ادا نہو لیں یہ امانت ادا نہ کیجائے گی ، ۲۔ اگر کوئی شے بیچی یا خریدی اور مرگیا تو اس بیع و شرا میں اگر نرخ بازار سے نقصان ہے تو وہ نقصان مثل وصیت کے ادا کیا جائے گا ، مثلاً ایک مکان قیمتی چھ سو کا تین سو کو بیچ ڈالا اور گیا مال ترکہ چھ سو روپیہ ہے ، اب نو سو سمجھے جائیں گے تین سو نقصان کے اور چھ سو یہ اور یہ نقصان تہائی مال سے پورا ہو گیا اور مکان تین سو کو بک گیا لیکن اگر تین سو بچتا تو کل متروکہ چھ سو سمجھا جاتا ہے نقصان والے تین سو اور بچے ہوئے تین سو اب دو سو روپیہ نقصان میں مثل وصیت معتبر ہوگا اور سو روپئے کا مطالبہ خریدار سے کیا جائے گا اگر خریدار ثمن قرار داده یعنی تین سو پر سو اور بڑھا کے مکان لے سکتا ہے ورنہ بیع فسخ ہوئی اور ایسی ہی اگر سو کا مال تین سو کو خرید لیا اور متروکہ چار سو بچا یا اس سے زیادہ تو خیر تین سو ادا کئے جائیں اور اگر متروکہ کم ہے مثلاً سو روپیہ ہے اب کل تین سو مال متروکہ سمجھا جائیگا نقد ایک سو اور نقصان والے دو سو پس ایک سو بائع کو زیادہ دیئے جائیں گے چاہے مال بیچے یا واپس لے **مسئلہ** اگر کوئی وارث نہ ہو یا وارث راضی ہو جائیں تو یہ اقرار بھی مثل وصیت کے بعینہ نافذ ہونگے

باب سوم زوائد

زوائد وہ افزونی ہے جو مال مملوک سے حاصل ہو اور یہ بھی دو حال پر ہے ۔ افزونی

اعیان جیسے جانوروں کے انڈے۔ بچے، زمین کی روئیدگی، اس کے پھل پھول لکڑی وغیرہ۔ افزونی منافع جیسے مکان کرائے پر لیا اس میں درخت اُگا اسکے سائے سے انتفاع (جوکہ اصل عقد میں نہ تھا) کرائے کی زمین میں چھتری گاڑے یا کوئی ایسی جگہ بنائے جہاں وحشی جانور آکر پھنسیں وہ سب فوائد زوائد ہے، زمین پست ہے اس میں پانی جمع ہوا۔ یہ بھی فائدۂ زائدہ ہے حکم یہ زوائد اصل کے تابع ہیں اگر اصل مملوک یا حلال ہے تو زیادتی بھی مملوک یا حلال ہے پس کرائے کی زیادتی اور مال مستعار کی زیادتی مالک کی ملک ہے اور منافع اس کے حلال البتہ اگر کرایہ دار یا مستعیر نے اپنی سعی سے وہ زیادتی پیدا کی جیسے درخت بویا، تو اسی کی ملک ہے، اور درصورت ضرر مالک ضامن ہوگا یعنی ایسے درخت بوئے کہ کھیت ناقص ہوگیا درخت لے لے اور نقصان ادا کرے۔

باب چہارم اباحت

مُباح وہ جو نہ مملوک نہ ممنوع بلکہ محض تمتع و انتفاع کے لئے مہیا کی گئی اور اس کی دو قسمیں ہیں، اباحتِ عامہ۔ اباحتِ خاصہ پھر اباحت عامہ دو طور پر ہے **اصلی** یعنی وہ چیزیں جن کو ربوبیت عامہ و رحمت تامہ حضرت خداوندی نے عام مخلوق کیلئے خلق فرمایا کہ ہر ضعیف و قوی، ہر محتاج و غنی بلکہ وحش و طیور ان سے متمتع ہوسکیں اور بیشک مباحات میں مردِ دانا کے لئے کفایت ہے مکاسب و مصائب سے مثلاً دریا جنگل پہاڑ اور ان کی چیزیں، وحشی جانوروں کا گوشت پوست مینھ کا پانی یہ سب مباح ہیں وطعام ولباس وسکونت کے لئے کافی **حکم مباح** ا۔ نہ مملوک ہوتا ہے نہ جائز التصرف[ع]، ۲۔ تمام مخلوق کو اس میں مساوی حق ہے، ۳۔ اس پر تعلق و قبضے سے حق و ملک آجاتی ہے، ۴۔ ایسے مالوں کو بیضرورت ناقص وغیر منتفع کردینا جائز نہیں **مسئلہ** دریا کا پانی جنگل کی گھاس پہاڑ کے پتھر وحشی جانور قبضے میں لانے سے پہلے اگر بیچے جائیں تو بیع باطل ہوگی اور جملہ تصرف مثل ہبہ و وصیت

ع یعنی بیع و ہبہ وغیرہ جائز نہیں اور استعمال جائز ہے۔ ۱۲

وشراکت لغو مسئلہ ایسی چیزوں پر قبضہ کر لینے میں کسی کو استحقاق مزید نہیں ہے،
مسئلہ بعض تدابیر سے حق عام اپنے منقطع ہو سکتا ہے جیسے چھتری باندھی
کہ کبوتر بیٹھے۔ جال لگایا کہ چڑیا پھنسے حوض کھودا کہ دریا سے مچھلی آجائے یا درخت لگائے
کہ جانور انمیں رہیں اب دوسروں کو ان پر دست اندازی کا حق نہ رہا لیکن ایسی
تدبیروں میں شرط ہے کہ خواہ ایسا ارادہ ہو یا وہ شے اسی غرض کے لئے موضوع ہو
جیسے چھتری یا جال جو اسی کام کے لئے موضوع ہیں اور حوض یا درخت وغیرہ میں
یہ ارادہ بھی شرط ہے لیکن جو چیزیں ایسی تدبیروں سے محفوظ و محبوس کی جائیں وہ
ملک میں نہ آئیں گی جب تک اس طرح پر قابو نہ ہو جائے کہ ان کے قبضے میں....
کسی حیلے اور تردد کی ضرورت نہ ہو جیسے جانور جال میں پھنس گیا کبوتر کابک میں
چلا آیا مچھلی چھوٹے حوض میں گھر گئی اب مملوک بھی ہو گئی مسئلہ ایسی مباح چیزیں
اگر حرام سے حاصل کی جائیں تو حرمت کو ان سے تعلق نہ ہو گا مثلاً سود کے روپے
سے کنواں کھودا یا رشوت کے ڈول میں پانی بھرا یا غصب کی زمین میں کنوئیں
کھودے یا حرام مال سے جال خریدا تو وہ پانی اور یہ شکار حرام نہ ہو گا، اس لئے
کہ ملک ان میں معاوضۃً نہیں آئی ہے اور قبضہ میں خبث نہیں مسئلہ ہر شے
مباح قبضے سے مملوک ہو جاتی ہے اور جب تک باقاعدہ ملک سے خارج نہ کیجائے
ملک سے باہر نہیں ہوتی پس موتی مونگا۔ جواہر، لکڑی پھل پھول گھاس۔ پانی
جانور مچھلیاں، کنکر۔ پتھر، اور جملہ معدنیات بعد قبض مملوک ہو جائیں گی، اور قبل قبض
ہر شخص مستحق و مجاز ہے کہ قبضہ کرے۔ مسئلہ اور قبضے سے پہلے ان سے کوئی فائدہ
اٹھانا ممنوع نہیں پس ان چیزوں کی سیر اور درختوں کے سائے اور ہوائیں جائز
الانتفاع ہیں۔ مسئلہ زید نے کسی درخت کے تلے بستر لگایا اب دوسرا اُسے
اٹھا نہیں سکتا اگرچہ اور کہیں سایہ نہ ہو مسئلہ زید و عمرو دونوں ایک شکار کے
درپے ہوئے یا کسی درخت وغیرہ پر دست اندازی کی اب جو سبقت کر لیجائے
وہی مالک ہے۔ مسئلہ دو آدمیوں نے شکار پر برابر تیر چلائے جس کا تیر پہلے لگا

وہی مالک ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو جس نے تیر پہلے پھینکا وہ مستحق ہے ورنہ دو
شریک ہیں عارضی یعنی کسی آدمی نے انہیں مباح کر دیا ہے پھر ان کی دو
صورتیں ہیں مباح الذات، مباح الانتفاع۔ مباح الذات وہ مال جس کی نسبت
کہدیا جائے کہ جو چاہے اسے لیلے اور مباح الانتفاع حکم اوقاف میں ہے جیسے
مساجد او بعض کنوئیں، پل، راہیں وغیرہ ان میں بعض ضروری ملاحظوں کیساتھ
عام حق ہوتا ہے مثلاً مسجد میں ہر شخص مختار ہے کہ صف اول میں جلبے مگر امام
یا خطیب یا مکبر یا مؤذن کی خصوصیات کا لحاظ شرط ہے۔ راہ میں ہر شخص چلسکتا
ہے مگر... اس طرح کہ دوسروں کے حقوق کو ضرر نہ پہونچے پس تنگ راہ میں ایک
طرف سے گھوڑا آتا ہے اور دوسری جانب چھکڑا۔ گھوڑا روکا یا پھیرا جائیگا اس لئے
کہ اس میں آسانی ہے ایک گاڑی وسط راہ میں جاتی ہے اور اس کی سست روش
سے پیچھے کے آدمی ضرر پاتے ہیں گاڑی ایک طرف کر دی جائے گی، ایسے ہی
ہر ایسا کام جو موجب ایذائے عام و ضرر عوام ہو روک دیا جائیگا اباحت خاصہ
جیسے دعوت کا کھانا یا سبیل کا پانی جو ایک شخص یا گروہ یا کام کے لئے خاص کیا جاتا
ہے پس ۱۔ جائز نہیں کہ آدمی طعام دعوت میں دوسرے کو بدون اذن شریک
کر لے۔ ۲۔ بچا ہوا لیجائے یا کسیکو دیدے (عالمگیری) ۳۔ یا وضو کا پانی
غسل میں یا اور کام میں صرف کرے۔

متعلقات سلطنت واضح رہے کہ کسی بادشاہ کو حق نہیں کہ ایسی چیزوں پر
قبضہ کرکے حکمت بالغہ الٰہی کے مٹانے کے در پے ہو اور خلق اللہ کو بے زاد سرمایہ
بنائے پس جنگل کی گھاس دریا کا پانی، پہاڑ کے پتھر اور جو کچھ انمیں سے نکلے نہ
روکے جائیں نہ اجارے میں دئے جائیں اور معادن پر اس سے زیادہ محصول نہ لگائے
جائیں جو حقوق معینہ پر بڑھ جائیں مگر اول بحق عام و حکم انتظام کسی راہ کو بند کرنا
کسی جنگل کو کاٹ ڈالنا یا پرورش کرنا اور کسیکو دخل نہ دینا جائز ہے دوم بحق حفظ جیسے
حفاظت راہ و دفع قطاع الطرق و جانوران موذی و درستی طرق و انتظام امن و

آسائش کے لئے اسباب فراہم کر کے تجارت کی توسیع میں مصارف منظور کرنا اور آدمیوں کو باہمی تنازعات اور ناجائز وعدوں سے روکنا، یہ سب وہ کر سکتا ہے مگر ان تمام امور کا ایسا نتیجہ پیدا کرنا جس سے شے مباح و شے خرید کردہ میں فرق بین نہ رہے اور محاصل ملک بڑھ جائے اور مصارف سے بہت زیادہ آمدنی ہونے سے خلق اللہ کو نقصان ہو جائز نہیں۔ **سوم** بضرورت ملک کسی جنگل کی لکڑی یا معدن کی شے کو مخصوص و ممنوع کر دینا یا کسی جانور کو خاص کر لینا تاکہ ملک کو قوت اور مجاہدین کو تقویت ہو یا عامہ خلائق کسی ضرر سے بچیں یا دشمن کی دست اندازی یا مفسدہ پردازی سے امن ہو ایسی ضرورتوں کیلئے وہ سب کچھ کر سکتا ہے والاعمال بالنیات

باب پنجم غلبہ و قہر

یعنی جو مال کفار سے جبراً و قہراً چھینا جائے یا حاکم وقت کے ذریعہ و اعانت سے حاصل ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول ملک عین، دوم ملک منافع۔ **ملک عین** یہ دو طور پر ہے ۱۔ **غنیمت** جو لڑائی یا بدون لڑائی قہر و غلبہ سے ہاتھ آئے اس کی کئی شرطیں ہیں، ایک یہ کہ کافر حربی سے ملے دوسری یہ کہ قہر اور غلبے سے چھینا جائے خوشی و سرقہ و فریب و معاوضہ وہبہ و تصدق نہ ہو تیسری یہ کہ وہ مال دارالحرب سے دارالاسلام میں لایا جائے چوتھی یہ کہ امام تقسیم کر دے قبل احراز و قسمت ملک تصرف نہیں مگر حسب ضرورت استعمال جائز ہے نہ بغرض تملک و تمتع مثلاً کھانا پانی گھاس۔ دوا۔ آلات حرب کا بوقت حاجت استعمال اور جو باقی رہے پھر اس میں ملا دے۔ **حکم** ۱۔ مال غنیمت مملوک اور غایت درجہ طاہر ہے۔ ۲۔ اس میں سے پہلے خمس نکالا جائے اور فقرائے بنی ہاشم و یتامیٰ و مساکین و مسافرین کو دیا جائے اور چار خمس باقی مجاہدین پر تقسیم کر دئے جائیں۔ ۳۔ کافر بھی ہمارے مال پر قابو پا جائیں تو مالک ہو جائیں گے اور ہم ان سے خرید سکتے ہیں مگر ہم ان کے نفوس کے مالک ہو سکتے ہیں اور وہ مالک نہیں ہو سکتے **فصل** حکومت اور وار کو بھی مالی احکام میں دخل مزید ہے لہذا اسکا بیان ضروری ہوا

واضح رہے کہ شرعاً دنیا کے دو حصے ہیں دارالاسلام اور دارالکفر دارالاسلام وہ جہاں
بلا مزاحمت[۱] شرعی احکام نافذ و شائع ہو سکیں کوئی مسلمان حاکم مستقل ہو یا کسی کافر
کا ماتحت و باج گزار دارالکفر جہاں نہ حاکم مسلمان ہو نہ احکام شرعی کے اجرا کی تاکید
یہاں کے احکام یہ ہیں، ۱۔ وہاں توطن بدون مجبوری جائز نہیں مگر یہ کہ ضروریات
کے ادا اور عقائد اسلام کے اظہار پر تمکن و امن ہو۔ ۲۔ قضائے شرعی نافذ نہ ہو
جیسے حدود و قصاص وغیرہ اگرچہ مرتکب ایسے افعال کا عاصی ہوگا۔ ۳۔ جہل عذر سمجھا جائے
یعنی احکام شرعی نہ جاننے والا عنداللہ معذور سمجھا جائے البتہ اگر علماء کافی طور پر موجود
اور تعلیم اسلام بلا مزاحمت شائع ہو تو جہل عذر نہیں، ۴۔ عدم توارث یعنی ایک
بادشاہ کی رعیت دوسرے بادشاہ کی رعیت کی وارث نہ ہو سکے اگرچہ باہم قرابت
قریبہ بھی ہو بخلاف مسلمانوں کے کہ وہ شرقاً و غرباً باعتبار وحدت قانون ایک سمجھی گئی ہیں
میراث منجملہ نظم مملکت ہے اور یہ نظم اسلام میں متحد ہے گو شامت سے عمل نہ کیا
جائے، اور کفر میں ہر شخص اپنے قانون کا مختار ہے گو کسی مصلحت سے وہ متفق ہی
ہوں، ۵۔ عدم عصمت یعنی نہ قتل حرام ہو نہ غلام بنا لینا ناجائز نہ مال لے لینا ممنوع مگر یہ
کہ وہاں کے باشندے مسلمان ہوں پس مسلمان کہیں ہو مال و نفس سے محفوظ ہے
یا باہم کفر و اسلام میں صلح و عہد ہو تو کسی قسم کی دست اندازی جائز نہ ہوگی مسئلہ
جو مال ایسے دارالکفر سے لایا جائے جہاں سے مصالحت و معاہدہ نہیں یا بقہر غلبہ ملے
یا بخدع و حیلہ حلال ہے اور اگر برضائے غیر معتبر[۲] ملے جیسے سود۔ قمار۔ بدل زنا وغیرہ تو
ملک آجائے گی، اس لئے کہ وہ مال غیر معصوم ہے اور حلت نہ آئے گی اس لئے کہ طریق
حصول شرعی نہیں مسئلہ جو مال ایسی ملک سے لیا جائے جہاں صلح و عہد ہے
اگر بقہر و حیلہ ہے غیر مملوک و حرام ہے اور اگر ایسی رضا سے لیا ہے جو شرعاً ممنوع ہے جیسے
حر کی بیع یا سود یا قمار وغیرہ تو ملک آجائیگی برعایت صورت رضا اور حلت نہ آئے گی

---

[۱] مراد مزاحمت سے کفار کی مزاحمت ہے اگر مسلمان احکام شرعی کے نافذ کرنے سے تغافل یا ممانعت کرے تو اسکا یہ تصرف ناجائز ہے اور حکم دار نہ بدلیگا۔ ۱۲ [۲] جو شرعاً رضا نہ ہو۔ ۱۲

بوجہ مخالفت شرعی۔ اور اگر وہ رضا شرعاً معتبر یا مسکوت عنہ ہو تو ملک بھی آئے گی اور حلت
بھی اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ دار الکفر میں باامان رہتے ہوں یا داخل ہوں یا باہم
صلح وعہد رکھتے ہوں انہیں ایسا کوئی معاملہ کرنا جو شرعاً ناجائز ہو جیسے بیع یا اجارہ
فاسد و باطل یا شرط یا ربوا یا رشوت وغیرہ ہرگز جائز نہیں اور حدیث لا ربوا بین المسلم
والحربی کے یہ معنی ہیں کہ مسلمان دار کفر میں کافر سے سود لے تو وہ سود خوار اور موجب
وعید ربوا نہ ہوگا اگرچہ ملک حرام کا مواخذہ باقی ہے مگر سود دینا کسی طور پہ جائز نہ ہوگا
مگر جبکہ اس سود لینے والے سے وہاں کے لوگوں سے عہد و صلح ہو یا یہ وہیں کی
رعیت ہو تو لینا بھی جائز نہیں مسئلہ اثر صلح اسی گروہ پر مرتب ہوگا جسکے ارباب
حل وعقد نے صلح کر لی ہو دوسرے گروہوں سے واسطہ نہیں، ۲۔ رکاز یعنی وہ
دبا چھپا مال جو دریا یا پہاڑ یا زمین کے اندر سے نکالا جائے پس اگر وہ خلقی ہے
جیسے سیسا لوہا تو معدن ہے اور وضعی ہے جیسے زیور روپیہ تو کنز ہے پھر کنز
دو طرح پر ہے (کنز الاسلام) جو اسلامی عہد حکومت میں دفن کیا گیا ہو یا دریا
میں غرق ہو گیا ہو اور شناخت اس کی یا بشہادت ہو سکتی ہے یا بعلامت
قرائن جیسے سکۂ اسلامی یا طرز اسلامی وغیرہ اور (کنز الکفر) جس کی نسبت خیال
ہو کہ کفر کے زمانے کا ہے یعنی کوئی شہادت یا علامت کفر کی پائی جائے۔ اور اگر نہ
کوئی علامت ہو نہ قرینۂ قوی تو (کنز مشتبہ) ہے بعض اسے کنز اسلام کے تحت میں
داخل کرتے ہیں اور بعض کنز کفر بتاتے ہیں۔ پھر جہاں یہ چیزیں پائی جائیں وہ چار
حال سے خالی نہیں ۱۔ ارض مباح ۲۔ عشری و خراجی، ۳۔ ارض مملوک جیسے
باغ یا کھنڈر وغیرہ، ۴۔ محفوظ جیسے گھر۔ ضوابط ۱۔ جو معدنی دھات کی قسم سے
ہو جیسے لوہا، سیسا، تانبا، رانگا، پارہ۔ چاندی، سونا، پیتل اسے منطبع کہتے ہیں
ان کا خمس بیت المال میں داخل ہونا چاہیئے، ۲۔ دوسری قسم کی معدنیات جو

ف ۱ اسلئے کہ دوسرے گروہ پر انکی مصلحت اور عہد کا اثر نہیں پڑ سکتا اور دہیں انکی معاہد جدا جدا ہیں جیسے ابو نصیر مستثنیٰ سمجھے گئے اور یہ حکم مستفاد ہے آخر سورہ انفال سے جیسا کہ فرمایا الا علی قوم بینکم وبینہم میثاق۔ ۱۲۔

غیر منطبع ہیں جیسے نمک، کوئلہ، جواہرات وغیرہ ان میں کچھ بھی دینا لازم نہیں ہاں سلطان اگر کسی وجہ سے کچھ حق حفاظت وغیرہ معین کر لے مضائقہ نہیں بشرطیکہ خمس کی حد سے کم رہے[1] ۳۔ مزدور جو کچھ پائے وہ مستاجر کی طرف منسوب ہوگا۔ ۴۔ کرائے کی زمین میں کرایہ دار جو پائے وہ مالک کا حق ہے، ۵۔ ایسے مالوں میں شرکت باطل ہے[2] مثلاً دو آدمی شریک ہوکر معدن کھودیں تو جو پائے وہ مالک ہے دوسرے کو صرف اجرت مثل دلائی جائے گی اور بخوشی خاطر حصہ بانٹ کریں تو مختار ہیں، ۶۔ جب کہ مصرف خمس نہ پایا جائے اور بیت المال حسب حکم شرع نہ ہو تو سزاوار ہے کہ پانے والا خود فقرائے سادات ویتامیٰ ومساکین ومسافرین کو تقسیم کردے، ۷۔ جو حربی دار اسلام میں امن لے کر آئے اور زمین کھودے اگر یہ شرط ہو کہ معدنیات وغیرہ سے کل یا جز اُسے دیا جائیگا تو بقدر شرط دینا چاہیئے، ورنہ نہیں۔ ۸۔ مسلم دار حرب میں امان لے کر آئے تو ایسے مال انہی کو واپس کردے اور اگر چور اگر یا کسی فریب سے لیا بطور تمار وہاں سے لائے گا۔ تو مالک ضرور ہو جائیگا، مگر ملک خبیث ہے اور اس میں خمس نہیں ہے البتہ اگر کفار سے یہ شرط ہو گئی ہو کہ جو معدن سے پاؤ کل یا جز لیجاؤ تو لے لینے کا حق ہے اور خمس نہیں ہے۔ خمس اسمیں ہے جو اسلامی زمین سے دستیاب ہو یا دارِ حرب سے بطور قہر وغلبہ لائے حکم تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ جو مال پایا جائے وہ خواہ معدنی منطبع ہوگا یا کنز الاسلام یا کنز کفر۔ اور جہاں پایا جائے وہ مقام خواہ مباح ہوگا یا عشری یا خراجی یا مملوک۔ یا محفوظ، یہ بارہ مسئلے ہوئے پس کنز اسلام زمین عشری وخراجی میں لقطہ ہے، ۲۔ اور ارض مملوک یا محفوظ میں ملے تو اسے دیا جائے جو بزور فتح اسلام کی طرف سے مالک بنایا گیا ہو وہ نہ ہو تو اس کے وارث پائیں اور اگر کچھ پتہ نہ چلے تو وہ مالک مسلم پائیگا جس سے پہلے کا مالک معلوم نہ ہو ورنہ حق بیت المال ہے، ۳۔ معدنی منطبع ہمیشہ

[1] تاکہ عفو شرعی کا اثر بالکل مٹ نہ جائے۔ ۱۲

[2] یعنی قاضی اس عقد کی رو سے کوئی حکم نہیں دے سکتا ہاں بلحاظ وعدہ وفا لازم ہے۔ ۱۲۔

پانے والے کا حق ہے مگر زمین مباح وعشری میں خمس بالاتفاق ہے اور اگر گھر میں ہو کچھ نہیں اور ارضِ مملوک میں اکثر کے نزدیک خمس نہیں۔ ۴۔ کنز کفر جہاں پایا جائے پانے والے کا حق ہے مگر ارض مباح وعشری وخراجی میں خمس واجب اور ارض مملوک میں اختلاف اور گھر میں معاف ہے **لقطہ** پڑی ہوئی چیز پانے والے کا حق اس میں کچھ بھی نہیں مشہور اور شائع کیا جائے اور جو شخص اپنی ملک ثابت کردے وہ لیجائے اور اگر انتظار کسی وجہ سے ممکن نہیں یا وہ شے انتظار کے قابل نہیں یا اشاعت میں کوئی خوف ہو تو تصدق کردے مگر جب کبھی مالک پیدا ہو اسے اختیار ہے کہ اپنا مال لے یا اس کا ثواب لے **مسئلہ** فقیر کو یہ بھی اختیار ہے کہ لقطہ اپنے استعمال میں لائے۔

حکومت یعنی وہ حقوق واموال جو حکومت کے ذریعے سے حاصل کئے جائیں چار درجے پر ہیں **اول** وہ جو سلطنت اسلام واتباع شرع سے مختص ہیں جیسے عشر زکوٰۃ۔ خمس۔ جزیہ۔ اموال لاوارث۔ جُعل یعنی فوجی یا ملکی ضرورت سے رعایا پر بقدر مناسب مال معین کرنا اس میں شرط ہے کہ ۱۔ بیت المال سے انتظام متعذر ہو ۲، ضرورت مسلم ہو ۳۔ حاجت عام ہو۔ **دوم** حقوق ہر بادشاہ کو جائز ہیں جیسے خراج۔ ملکی محاصل جو انصاف پر مبنی ہوں **سوم** ناجائز وظلم جیسے جرمانۂ مالی۔ کسی اور قسم کے ٹیکس، چنگی جب کہ عشر تجارت کی بناء پر نہو۔ یا اور جو کچھ جبراً لیا جائے۔ **چہارم** جو قضا اور فیصلے سے متعلق ہے اور اس میں پانچ امر ہیں، ۱۔ دعوی، ۲۔ دلیل دعویٰ، ۳۔ انکار دعوی ۴۔ باہمی فیصلہ۔ ۵ حکم **پس** دعوی خواہ مبنی ہوگا وجوہ جائزہ پر جیسے ثمن بیع، اجرت قرض۔ امانت۔ ضمان۔ غصب وغیرہ یا مبنی ہوگا بنائے فاسد پر جیسے سود، رشوت قمار۔ معاملات ناجائز وغیرہ **اول** صحیح اور جو اس سے فائدہ ہو وہ حلال ہے اور دوم ظلم ہے ابتداءً وانتہاءً اور **دلیل دعویٰ**، ۱۔ کبھی یقینی ہوتی ہے جیسے مدعی کو اپنے حقیت کا خود علم ہے اب اسے فائدہ اٹھانے کے لئے کسی امر کی حاجت نہیں صرف قطع حجت ودفع نزاع کے ثبوت اور فیصلے کی ضرورت ہوگی۔ ۲۔ کبھی ظنی ہوتی ہوتی ہے جیسے کسی معتبر ذریعے سے خبر ملے کہ اس کا حق زید پر ہے یا کارندے نے

حساب سے زید پر فاضل نکلا اس میں جب تک مدعی علیہ اقرار نہ کرے یا فیصلہ شرعی اس کیلئے مفید نہ ہو جائے کوئی فائدہ اسپر حلال نہ ہوگا مگر دعوی کرنا جائز ہے۔ ۳۔ کبھی وہمی ہوتی ہے کسی غیر معتبر نے کچھ کہدیا یا مشکوک حساب سے کسی رقم کا شبہہ ہوگیا اب مدعا علیہ اقرار کرے تو خیر ورنہ نہ دعوے حلال ہے نہ فائدہ جائز، ۴۔ کبھی دلیل خود متردد ہوتی ہے مثلاً مدعی کہتا ہے کہ میں نے تجھسے گھوڑا لیا اس میں عیب ہے مدعا علیہ نے کہا جس وصف کو تم عیب کہتے ہو وہ عیب ہی نہیں یا وہ عیب ہے مگر تیرے پاس پیدا ہوا یا میں بری ہو چکا تھا، غرضکہ ہر فریق ایک معقول وجہ اپنے استحقاق یا بریت کی پیش کرتا ہے۔ اب دعوی کرنا جائز مگر جب تک کوئی امر بصلح باہمی نہ قرار پائے یا حاکم حکم نہ کردے نہ نفع حلال نہ ملک صحیح **حاصل** جو دعوی بنائے شرعی پر یقین کی حد تک پہنچ جائے اور مدعا علیہ سوائے تمرد و شرارت دوسری دلیل اپنی برارت کی نہ لاتا ہو اس سے نفع اٹھانے میں شاہد اور حکم کی ضرورت قطع منازعت و آداب نظم کے لئے ہے حلت کے لئے نہیں **اور** جو دعوی بنائے فاسد پر ہو یا درجۂ ظن غالب تک بھی اس کا ثبوت مدعی کے علم میں نہ ہو اس کا پیش ہی کرنا ظلم ہے اور جو اس سے فائدہ اٹھایا جائے حرام مگر یہ کہ مدعا علیہ بخوشی اس کی حقیت کا اقرار کرے تو مضائقہ نہیں اور بین بین امور میں دعوی کرنا جائز اور ملک و نفع حلال ہونا دو امر پر مشروط ہے، ۱۔ یہ کہ حاکم کو کسی ناجائز ثبوت سے مغالطہ نہ دیا جائے، ۲ یہ کہ اس کا فیصلہ اصول شرع کی مخالفت پر نہ ہو۔ **مسئلہ** جو کچھ حسابی طور پر ثابت ہو وہ یقینی ہے جبکہ حساب اصول صحیح سے مرتب کیا جائے اور مدعی خود بھی جانچ کرے یا بوجہ کثرت کار و اعتماد قوی کارندوں پر اطمینان کی وجہ ہو **اور دعوے سے انکار** دو طور پر ہے ایک یہ کہ قطعاً کہدے کہ ایسا نہیں دوسرے یہ کہ کہا جائے مجھے اسکا علم نہیں پہلی صورت تب جائز ہے کہ مدعا علیہ کو اپنی برارت کا علم یقینی ہو اور دوسری صورت تب جائز ہے کہ اسے مدعی کے حقدار ہونے کا علم نہ ہو **حکم موافق**[۱] حرام کو حلال نہیں بنا سکتا صرف ممانعت

[۱] یعنی جو دعوی تھا ویسا ہی حاکم نے فیصلہ کیا ۔ ۱۲ ۔

یا شبہ دور کر دیتا ہے یعنی اگر جس کی نسبت کسی فائدہ کا حکم ہوا ہے اور وہ فائدہ اسپر شرعاً حرام ہے تو حلال نہ ہو جائے گا ہاں اگر مدعا علیہ اس کے حق ثابت کو روکتا تھا یا اسے خود اپنے حقدار ہونے میں کچھ شبہ تھا تو قاضی کے حکم سے وہ ممانعت و شبہ دور ہو جائیگا اور ایسے ہی مدعا علیہ بری ہو جائے گا یا اسے اپنی برارت میں کچھ تردد تھا تو دور ہو جائیگا اور شبہ اور ممانعت بھی ایسے حکم سے اٹھ سکتی ہے جو حاکم جائز نے اصول دیانت پر دیا ہو **حکم مخالف** وجوب ثابت کرتا ہے پس اگر حکم اصول شرعیہ پر نہیں تو یہ وجوب عقلی ہے یعنی اپنی حفاظت کے لئے جیساکہ مکروہ مضطر ہیں اور اگر اصول صحیحہ اسلام پر حاکم مسلم نے فیصلہ کیا ہے اور جس کے حق میں مخالف ہے نہ اسے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ نفس الامر میں قاضی کو فریب دیا گیا اور نہ وہ اس کی تعمیل کو شرعاً ممنوع جانتا ہی تو دیانۃً واجب التعمیل ہے ورنہ بظاہر اتباع لازم اور بدون مخالفت ظاہر آپ کو بچا سکے تو بچانا جائز ہے مگر دیانۃً وجوب نہ حاکم غیر مسلم کے فیصلے سے ہو سکتا ہے نہ ایسی حکم سے جو اصول شرع پر مبتنی نہ ہو **مسئلہ** دعوائے باطل یا موہوم پر سعی کرنا ظلم ہی اور حق ثابت سے برارت کی سعی کرنا سخت معصیت ہے **مسئلہ** ایسی تدبیریں جو بظاہر کچھ کچھ بناوٹ ہوں مگر ہوں امر حق اور اثبات صدق کے لئے جائز ہیں، **مسئلہ** جب کہ قانون رائج یا غالب حالات حاکم سے یہ یقین ہو کہ صاف صاف بیان کرنے سے ایسا حکم ہو گا جو خلاف شرع و باطل ہے تو ایسے طور پر پیش کرنا کہ نہ کذب صریح ہو نہ مثبت امر باطل..... بغرض حفظ حق جائز ہے **مسئلہ** شہادت تب واجب الادا ہوتی ہے جبکہ شاہد کو یہ یقین نہ ہو کہ فیصلہ مخالف دیانت و شرع کیا جائے گا۔ **تنبیہ** جو ہم نے لکھا ہے اس سے فائدہ اٹھانا ایک دانشمند متدین مجبور کا کام ہے نہ یہ کہ حیلۂ مقدمہ بازی بنایا جائے

ہاں خرچۂ عدالت جو ایک امر جدید اور حکام میں کثیر الشیوع ہے اس کی تین صورتیں ہیں، ۱۔ مصارف اسٹامپ، ۲، طلبانہ وغیرہ، ۳۔ خرچہ وکالت۔ اور حق تو یہ ہے

---

[۱] یعنی اس کی تعمیل واجب ہو جاتی ہے ۱۲۔

کہ ایسے مصارف عدالت کو رعایا سے لینا جائز اور نہ جیتنے والے کو ہارنے والے سے لینا روا ہیں اس لئے کہ دینے والا مظلوم ہے اور مظلوم دوسروں پر ظلم نہیں کر سکتا۔ **صرف** مختار الاختیار سے اسقدر سمجھا جاتا ہے کہ طلبانہ لینا جائز ہے یعنی اگر مدعا علیہ تمرد و شرارت سے حاضر نہ ہوتا ہو تو قاضی اپنے پیادوں کے ذریعے سے اُسے طلب کرے اور یہ خرچہ اس سے لے **لیکن** ۱۔ اسلئے کہ ہر دعوی کرنے والا ایک مقدار خرچ پر مجبور ہے اور یہ اضطرار اُسے نہیں لازم ہوتا مگر مدعا علیہ کی طرف سے کیونکہ مدعا علیہ خوب جانتا ہے کہ اگر میں مدعی کا حق روکونگا تو اُسے چارناچار اسقدر روپیہ اٹھانا پڑیگا ایسی صورت میں اگر کہا جائے کہ جیتنے والے کو ہارنے والے سے یہ مصارف بھی دلالینا بطور دفع اضرار یا ضمان عذر جائز ہیں تو کوئی امر بعید نہیں **لیکن** ایسے خرچے جس درجے میں جائز ہوں انہی لوگوں سے لے لینا جائز ہوں گے جن کی شرارت و حق تلفی نہایت واضح طور پر متیقن ہو جائے اور اسے اطلاع ہو چکی ہو کہ اگر اب ادائے حق میں کوتاہی کروں گا تو حقدار کہ فضول مصارف کی زیر باری ہوگی ورنہ صرف ظن و اشتباہ پر مصارف لینا جائز نہیں اس لئے کہ ممکن ہے کہ مدعا علیہ نے سکوت وانکار سے اپنی برارت کا ارادہ کیا ہو حق تلفی کا ارادہ نہ ہو اور کوئی شخص ایسی حق کے روکنے سے ماخوذ نہیں ہو سکتا جسے وہ خود لازم و واجب نجانتا ہو واللہ اعلم بالصواب

باب ششم حقوق

حقوق دو طور پر ہیں (حق ملک) یہ زیادہ تر بیع واجارات سے متعلق ہیں اور اپنے اپنے مقاموں پر مذکور (حق حصول ملک) جیسے شفعہ کہ اس کے ذریعے سے مالک ہو جانے کا حق ہو سکتا ہے۔ یا نسب جو سبب بنجاتا ہے میراث کا خود کوئی شے نہیں پھر یہ حقوق دو طرح سے ثابت ہوا کرتے ہیں، ۱۔ یہ کہ شریعت لازم کردے جیسے شفعہ، ۲۔ یہ کہ عرف و رواج میں تسلیم کو لئے جائیں جیسے کسی خاص گلی میں دروازہ بنانے کا حق شکل اول بدون عذر مقبول ہے مگر شکل آخر تین شرطوں سے قابلِ تسلیم

١۔ یہ کہ بجبر واکراہ جاری نکرائی گئی ہوں جیسے سرکاری وہ ٹیکس اور زمینداروں کی وہ نذریں اور حقوق جو کسی معاوضے کی بناپر نہ ہوں ہرگز لازم نہ ہوں گے۔ ٢۔ یہ کہ کسی شرعی حق کو متغیر نہ کردیں جیسے عشر کی جگہ خراج یا نقد لینا یا آٹھواں یا بارھواں حصہ مقرر کر لینا، یہ ہرگز جائز نہیں، ٣۔ یہ کہ شرعی مخالفت پر مبنی نہ ہوں جیسے گھاٹا، دستوری بدون فیصلہ ورضا۔ یا ڈوم ڈھاریوں کے مراسم معینہ یا کفار کے مذہبی تہواروں کے حقوق جو شرعاً جائز نہیں، پھر حصول ملک کی دو حالتیں ہیں اول یہ کہ وہی دعویٰ عین مقصود ہو جیسے حق مرور۔ اس لئے کہ مقصود وہی مرور وگزر ہے دوم یہ کہ دعویٰ متعلق ہو کسی دوسرے امر سے خود کوئی شے نہ ہو جیسے ارث کہ صرف وارث بنجانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود[١] ترکا پانا ہے۔ اور یہی پچھلی صورت فقہا کے نزدیک مسمی بحق مجرد ہے اور اسی کے معاوضے ناجائز قرار دئے گئے ہیں اس باب میں فقہا کے اقوال منتشر اور کسی ایک ضابطے میں غیر منسلک پائے جاتے ہیں جنہیں یہ خوشہ چین انہی حضرات کے افادات متفرقہ سے جمع کرکے بتوفیق الٰہی ایسے کلیے میں عرض کرتا ہے جس کے تحت میں غالباً کل افراد مذکور ہو جائیں پھر ان تمام حقوق کی چار قسمیں ہیں انشاء اللہ تعالےٰ

اول حقوق مختصہ غیر منتقل جو نہ دوسری طرف منتقل ہوں نہ میراث حق شفعہ یہ مخصوص ہے زمین اور مکان[٢] کے وارث یا خریدار یا موہوب لہم یا کسی اور طرح سے شریک ہوں (خلیط فی حق المبیع) جبکہ اس زمین یا گھر یا باغ میں شرکت نہو بلکہ ان کے حقوق میں شرکت ہو جیسے حق مرور۔ حق مسیل، حق شرب وغیرہ (جار) یعنی ہمسایہ جب کہ گھر متصل اور دروازیکا راستہ متحد ہو اس کے سوا کوئی اور شفیع نہیں ہو سکتا

مسئلہ شفع میں نہ میراث ہے نہ تملیک[٢] نہ صلح[٣] سے لزوم مال **مسئلہ** دعوے شفع میں تعجیل مشروط ہے یعنی سنتے ہی دعوی کردے اور کوئی امر مانع ہو تو طلب حق

ف ١ اس لئے کہ وارث کبھی مفلس مرتا ہے یا محجوب ہو کر ۱۲۔ ف ٢ اس لئے کہ جب وہ خود مالک نہیں تو مالک کیسے بنائے گا۔ ۱۲ ف ٣ یعنی اگر شفیع صلح کرے کہ میں دعوی نکرونگا تو مجھے اتنا مال دے تو دعوی ساقط ہو جائے گا اور مال دینا نہ پڑیگا اسلئے کہ شفعہ صرف اسلئے قائم کیا گیا تھا کہ ہمسایہ کو ضرر لاحق نہ ہو اور جب سنے ہمسائگی قبول کر لی ضرر رہا نہ حق اب بعوض کیسا ہوگا

پر دو گواہ کر دے ورنہ حق ساقط ہو جائے گا (ہدایہ) حق نفقہ یہ حق بطور صلہ ثابت ہوتا ہے، بس نہ دوسرا مستحق صلہ ہو سکتا ہے نہ یہ حق منتقل پھر اس کی پانچ قسمیں ہیں، ۱۔ (نفقۂ زوجات) انکا نفقہ بقدر استطاعت واجب ہے بی بی مومنہ ہو یا کتابیہ غنیہ ہو یا فقیرہ ہاں مطیعہ ہو ناشزہ[1] نہ ہو مرد موجود ہو یا مفقود۔ صحیح ہو یا معذور۔ فقیر ہو یا مستطیع **مسئلہ** نفقہ پیشگی دیا ہوا یا باقی رہا ہوا موت کے بعد نہ میراث بنے گا نہ اس کا حساب ہے نہ طلب مثلاً عورت کے سو روپے بابتہ نفقہ یک سالہ ذمہ زوج ہیں عورت مر گئی اسکی ماں یا دوسرے ورثہ طلب نہیں کر سکتے اور زوج مر گیا تو عورت اس کے مال سے لے نہیں سکتی ایسے ہی اگر عورت پر پیشگی تھا تو زوج اور اس کے وارثوں کو حق تردید نہیں **تنبیہ** جو عورتیں بدون نکاح گھر میں ڈال لیجائیں اگرچہ رسم نے انکے نفقات قائم کر رکھے ہوں مگر بحالت تلویث ناجائز حرام ہیں اس لئے کہ عوض ہیں فعل حرام کے اور تعلق ناجائز باقی نہ رہا ہو تو بھی ثابت و لازم نہیں، ۲۔ (نفقۂ اولاد) ۱۔ اگر محتاج اور نابالغ ہے تو صرف باپ نفقہ دے اور بالغ ہوں تو دو تہائی باپ کے ذمے ایک تہائی ماں کے ذمے ہے دین متحد ہو یا نہ ماں باپ فقیر ہوں یا غنی **مسئلہ** مرد بالغ تب نفقہ پا سکتے ہیں جب محتاج اور اپاہج ہوں اور عورت کا محتاج ہونا کافی ہے۔ **مسئلہ** مرد پر نہ ولد الزنا کا نفقہ ہے نہ میراث نہ نسب ۳ (نفقۂ آباء) اولاد غنی ہو اور ماں باپ محتاج تو نفقہ واجب ہے، کافر ہوں یا مومن۔ **مسئلہ** ماں کا شوہر باپ کی بی بی۔ اور کوئی موں بولا رشتہ دار۔ اور ناجائز یعنی زنا سے رشتہ دار مستحق نفقہ نہیں ہے، ۴۔ نفقۂ اقارب ذو رحم) بھائی، بہن، چچا۔ پھوپھی، خالہ، ماموں بھتیجا۔ بھتیجی، بھانجا، بھانجی اگر محتاج ہوں اور دین متحد ہو تو نفقات انکے غنی پر واجب ہیں **مسئلہ** انکے نفقے میں ارث کا حساب ہے اگر دو بھائی غنی ہوں اور ایک بہن محتاج تو آدھا آدھا دونوں دیں، اور اگر ایک بھائی ایک بہن غنی ہو اور ایک بہن محتاج تو دو حصے بھائی

---

[1] یعنی لڑاکا جو اپنے شوہر سے لڑ کر اسکے قبضے سے باہر ہو گئی۔

دے اور ایک حصہ بہن **مسئلہ** دودھ کے رشتوں اور ان رشتوں میں جو اپنے یا اپنے کسی رشتہ دار کے نکاح سے پیدا ہوئے ہوں جیسے سالہ، سالی، ساس بھاوج ممانی، خالو، وغیرہ ان میں سوائے زوجہ کے کوئی اور مستحق نفقہ نہیں اور احسان و ترحم تو ہر حال میں اولی ہے۔ ۵۔ (نفقۂ مملوک) ان کا نفقہ واجب ہے ادا کرے ورنہ بیچ ڈالے یا ہبہ یا آزاد کردے کہ خود کمائے **مسئلہ** ناجائز طور پر غلام یا لونڈی بنا لینے سے ملک نہیں آتی مگر نفقہ بحق حبس و منع لازم آئے گا۔ **مسئلہ** پالو جانور کا چارہ دانہ اور اس پر ترحم لازم ہے۔ ۳۔ (قسمت زوجات) یعنی بیبیوں کے بارے میں اس میں زوجہ مختار ہے کہ اپنا حق دوسری سوت کو ہبہ کردے جیسا کہ حضرت سودہؓ نے حضرت عائشہؓ کو اپنی باری دے دی تھی **مسئلہ** مرد بھی مختار ہے کہ اس بدلے کو منظور کرے یا نہ اسلئے کہ یہ حق مشترک ہے زوجہ و زوج میں پس دونوں کی رضا سے بدلنا جائز ہوگا۔ **مسئلہ** اپنا حق ساقط کرنے والی مختار ہے کہ جب چاہے اپنا حق پھیر لے اس لئے کہ یہ حق وقتاً فوقتاً حادث ہوا کرتا ہے تو ہر نئے حق پر استحقاق پیدا ہوگا **مسئلہ** باری دینے والی اپنے شوہر یا سوت سے معاوضہ نہیں لے[^1] سکتی اس لئے کہ مقصود قرب و نشاط ہے اور وہ باختیار زوج ہے۔ ۴۔ (خیارات) یعنی ا۔ حرۂ بالغہ کو بالغ ہوتے ہی یہ خیار کہ ایسا نکاح جو سوائے باپ دادا کے کسی اور نے اس کی نابالغی میں کر دیا تھا جائز رکھے یا نہیں ۲۔ اور لونڈی کو بوقت آزادی یہ اختیار کہ مولیٰ کا کیا ہوا نکاح توڑ دے یا باقی رکھے ۳۔ یا جسے مرد نے اختیار دیدیا ہو کہ ایسی صورتوں میں یا اگر تیرا جی چاہے تجھے طلاق لینے کا اختیار ہے۔ یہ اختیار سکوت و رضا کے بعد باقی نہیں رہتے اس لئے کہ یہ سب حقوق موضوع ہیں دفع ضرر و عار کے لئے پس بعد سکوت یا رضا نہ عار ہے نہ ضرر نہ حق۔ اور اس میں نہ عوض ہے نہ صلح نہ انتقال۔ **مسئلہ** نکاح اگرچہ قابل نقل نہیں مگر اس کا زائل کر دینا بلا عوض یا بعوض جائز جیسے بدل خلع و طلاق علی المال وغیرہ ۵۔ (حق نکاح) منگنی کے بعد زوجین کو حق

[^1]: اور اگر کچھ دیا جائے تو وہ عطیہ ہے معاوضہ نہیں۔ ۱۲۔

نکاح ہے مگر بوجہ عدم انتقال معاوضہ جائز نہیں یعنی مرد یا عورت کو حق نہیں کہ کسی دوسرے کو اپنا قائم مقام کر دے مفت ہو یا بمعاوضہ ہاں باہم صلح کر لینا کہ ایک دوسرے سے مطالبہ عقد نہ کرے جائز ہے۔ ۶۔(خلافت) کسی درویش یا عالم یا حاکم یا صاحبِ فن کا جانشین ہونا، یہ حق..... قابل تقسیم و عوض و نقل نہیں اس لئے کہ اصل اس میں صلاحیت و لیاقت ہے پھر یہ صلاحیت دو وجہوں سے تسلیم کر لی جاتی ہے ۱۔ استخلاف یعنی جسے خلیفہ بنائیں یا خلیفہ بنانے کی وصیت کریں، ۲۔ قبول عام یعنی جن سے اس خلافت کا تعلق ہو ان میں کے معتبر اشخاص قبول کر لیں، ایسا آدمی صالح و لائق مان لیا جاتا ہے مگر یہ رسم و عادت کہ باپ کا جانشین بیٹا ہی ہو اگر دائمی ہے یعنی یونہی ہوتا چلا آیا ہے تو مثل تصریح واستخلاف کے ہے بحکم المعروف کالمشروط ورنہ نہیں مسئلہ خلافت صریحی ہو یا سکوتی مسائل میراث کی معارض و مُسقِط نہیں ہو سکتی پس خلیفہ کو شیخ کی مالی میراث نہیں مل سکتی صرف وہ اختیارات و اسباب جو اس خلافت کے لئے مخصوص مان لئے گئے تھے یا سکے لئے ہیں اور جس قدر مال مثل مکان و کھیت و آلات وغیرہ اس سے متعلق ہو ان پر خلیفہ کو متولی کی حیثیت حاصل ہے نہ ذاتی مال کی طرح تصرف کرے نہ مملوک قرار دے، اور یہی حکم شامل ہے علما فقرا کے مدرسوں اور خانقاہوں اور ان کی بعض ضروری اشیاء کو مسئلہ سلطنت بھی خلافت[۱] ہے سلطان نہ خزانوں کا مالک ہے نہ ذاتی کاموں میں خرچ کر سکتا ہے نہ اس مال میں میراث ہے ہاں مختار ہے ناظمانہ طور پر جو چاہے کرے اور جسے چاہے دے اور خود بھی خرچ کرے۔ ۷۔(وصیت) یہ مثل میراث کے ہے۔ ۱۔ مسلمان کا فر حربی کو وصیت کرے تو لغو ہوگی ۲۔ تہائی سے زیادہ وصیت تب نافذ ہے کہ کوئی وارث نہ ہو یا دوسرے وارث راضی ہوں، ۳۔ ایسے وارث کو وصیت نہ کی ہو جو میراث سے حصہ پائیگا ہم ذریت

---

[۱] یہ بھی حق مجرد ہے اور حضرت امام حسن نے حق خلافت نہیں دیا تھا بلکہ خود علیحدہ ہو کر حضرت معاویہ سے بیعت کر لی اور اس علیحدگی کے متعلق بعض شرطیں کرالیں پس جو شرطیں ہوئیں وہ ترک حق و انعزال کی بنا پر نہیں"

مرنے سے پہلے لازم ہے نہ قابل عوض و صلح مسئلہ زید نے عمرو کو ایک ہزار کی وصیت کی اور ابھی زندہ ہے جب چاہے وصیت منسوخ کر دے اور عمرو اگر زید کے وارثوں سے صلحاً کچھ لے لے تو وہ رد کرادیا جائے، ۵۔ وصیت وصیت کرنے والے کے مرنے کے بعد مثل میراث کے لازم ہے مگر وصی کسی کو دلا نہیں سکتا اور ورثا سے صلح کرنے اور معاوضہ لینے کا مجاز ہے ۸۔ (حق بزرگانہ) جیسے معلم، استاد، پیر، باپ وغیرہ کے حقوق یہ نہ قابل نقل ہیں نہ جائز العوض و صلح۔ اس لئے کہ یہ حقوق اللہ کی طرف سے ہیں بندہ انہیں ساقط و متغیر نہیں کر سکتا حقوق مختصہ منتقلہ یعنی ہیں خاص مگر انتقال جائز ہے۔ ۹۔ (میراث) وہ حق جو کسی شخص کو دوسرے شخص کے مرتے ہی[لہ] اپنی ذات[لہ] کے لئے پیدا ہو، یہ دو قسم پر ہے ۱۔ میراثِ مال جو بعد تجہیز و تکفین و ادائے دین و وصیت بچے، ۲۔ میراثِ حقوق جیسے خیار تعین خیار عیب وغیرہ اول میں انتقال و صلح جائز ہے یعنی وارث چاہے دوسرے ورثہ سے صلح کرلے یا اپنا حصہ کسی اور کے ہاتھ بیچ لے مسئلہ ولد الزنا میں ماں بیٹوں کے سوا میراث نہیں مسئلہ جو مال میراث میں ملے اس میں زکوٰۃ نہیں مگر یہ کہ چاندی سونا ہو یا مفت چرنے والے جانور۔ مسئلہ ولا میں میراث ہے مگر نہ ہبہ جائز نہ بیع نہ نقل۔ ۱۰۔ (حق علو) زید و بکر دونوں[لہ] ایک گھر کے مالک تھے پھر تقسیم یوں ہوئی کہ زید کو نیچے کا درجہ ملا اور بکر کو اوپر کا اب بکر کو حق علو ہے چھت بکر کی ہو یا زید کی بکر ہی متصرف رہیگا اسکو اختیار ہے کہ اپنا حق کھو ڈالے یا بیچے یا ہبہ کرے یا کچھ اسپر بنائے کہ زید کی بنا پر بار[لہ] زائد نہ پڑے لیکن جب اوپر کا درجہ گر پڑا اور کچھ باقی نہ رہا اب حقِ محض بک نہیں سکتا اسلئے کہ ہوائے محض ہے ہاں از سرِ نو تعمیر کا حق ہے مسئلہ چونکہ انتقال۔۔ اس میں جائز ہے لہذا زید و بکر آپسمیں صلح کر سکتے ہیں کہ بکر پھر کچھ نہ بنائے گا۔ ۱۱۔ (حق نکاح خوانی) اگر سلطان کی طرف سے ہے تو اسکی اجازت سے ورنہ قوم کی رضا سے قابل انتقال

لہ مرتے ہی اسلئے کہ زمانہ موت استقرار حق واحد ہے ۱۲ لہ اس سے بیت المال خارج ہو گیا ۱۲ لہ اس سے وصیت خارج ہو گئی کیونکہ وہ موجود ہوتی ہے مرنے سے پہلے ۱۲ لہ جیسے ٹٹر یا چھپر وغیرہ کے مکان۔ ۱۲۔

ہو سکتا ہے اور عوض بھی ملسکتا ہے ۱۲ (حق امامت) وخطبہ خوانی وغیرہ بھی باذن سلطان یا رضائے قوم قابل نقل ہے ورنہ نہیں **مسئلہ** ایسے معاوضے رضا نہیں نہ قضاءً۔

مسئلہ خطیب مؤذن امام اگر کسیکو اپنا قائم مقام کرنا چاہیں تو سلطان یا قوم یا متولی کی رضا پر موقوف ہے خلافت وقتیہ ہو یا دائمی، ۱۳۔ (وظائف شاہی) یہ کئی صورت پر ہیں، ۱۔ جو کسی مال موجود سے متعلق کر دیئے گئے ہوں جیسے فلاں زمین یا مکان کے منافع سے یا کسی آمدنی سے اسقدر زید کو ملا کرے، یہ بقدر وجوب مملوک موجود متصور ہونگے، اور قبل قبض متولی یا داروغہ کے پاس امانت سمجھے جائیں گے پس انکا عوض اور انتقال جائز ہی، ۲۔ وہ جو ذمے پر ثابت ہوں یہ متعلق احسان ومراعات ہیں نہ موجود نہ مملوک نہ قابل نقل و تصرف، اب دینے والا مرگیا اور ہمیشہ دیتا رہا تھا یا کسی حالت تک تو مثل وصیت کے اس کے ثلث مال سے حسب شرط ملا کریگا اگر بیت المال سے متعلق ہی تو وہاں سے ملے اور قبل قبض مثل دین کے مدیون ہی کے ہاتھ بک سکتا ہی مسئلہ غیر مدیون کیطرف انتقال مثل حوالۂ دین صحیح ہی اور معاوضہ اگر لیا ہی تو درصورت عدم وصول واپس ہو سکتا ہے مسئلہ یہ: ظیفہ اگر کسی شرط کی جزا کسی خدمت کا صلہ کسی مال کا عوض ہو تو بحسب شرط مثل دین واجب الادا اور قابل بیع ہی صرف تملیک اسکی مدیون کیطرف صحیح ہی مسئلہ جو حقوق وظائف سے متعلق ہیں اگر انہیں اصل وظیفہ دینے والے کیلئے خرید لے تو جائز ہی مسئلہ غیر کیطرف انتقال ایسی وظائف کا متولی یا معطے کی رضا سے ہو سکتا ہی ورنہ نہیں، ۱۴۔ (حق امتناع) نئی چیز بنانیوالے کو اختیار ہی کہ وہ دوسروں کو تیار کرنے اور شائع کرنے سے روکدے تاکہ اسکے تجارتی فائدے صرف موجد ہی کو ملیں اور دوسرے آدمی نہ اُسے ضرر دے سکیں نہ خود منتفع ہو سکیں، ایسی حق کے روکنے اور پھر کسیکو اجازت دینے اور اسکے معاوضہ لینے پر جہاں تک اعتراض سُنے گئے ہیں وہ یہ ہیں، ۱۔ یہ کہ بالتخصیص کتب دینیہ کی اشاعت کم ہو جائیگی اور یہ مناع خیر ٹھہریگا، ۲۔ یہ کہ یہ حق وہمی وفرضی ہی اسکا معاوضہ مثل شفعہ وولا قابل اعتبار نہیں ۳۔ یہ کہ جب چیز بنائی اور بیچی گئی مشتری کو ملک مطلق حاصل ہے بعض فائدوں سے اسکا روکنا

لے مراد وہ دین والا جو اپنی ملک وحکم سے دے صرف متولی داروغہ نہ ہو۔

کیونکر جائز ہوا۔ ۴۔ یکہ اس منع پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں ہے۔ اور جواب یہ ہے
۱۔ واجب اشاعت دین ہے نہ اجازت تجارت عام اور یہاں نوع جز و تجارت ہے
جزو علمی ممنوع نہیں بلکہ کمال شیوع اسیوجہ سے ہوتا ہے ورنہ ہر شخص صرف زر و ایجاد
واختراع پر بخوف ضرر جرأت نہ کر سکتا اور کیوں نہ طلبۂ شائق اس موجود سے دوسری
نقلیں کریں یا اسی کو خریدیں۔ ۲۔ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حق مجرد[۱] ہے بلکہ ایک شئی کا بنانا
چھاپنا شائع کرنا امر فرضی نہیں اور یوں تو جملہ فوائد فرضی ہو سکتے ہیں اور جو کچھ ہو کیوں
نہیں دوسرے حقوق کی طرح سے معتبر سمجھا جائے، اور حق شفعہ محض ضرر جار پر مبنی تھا
اور حق ولا مثل نسب کے ہے اس لئے قابل نقل و عوض نہیں اور یہ حق فوائد مالی و
واغراض تجارت پر مبنی ہے کسی طرح مجز نہیں ہو سکتا۔ ۳۔ مشتری مبیع سے مبیع
کا مالک ضرور ہو گیا اور اس کا تصرف روکا نہیں جاتا مگر اختیار طبع و تجارت نہ جزو مبیع ہے
نہ داخل عقد و مبیع ۴۔ یہ صورتیں نہ اگلے زمانے میں متصور نہیں نہ مفیدان کے حکم بھی
نہ تھے یہ تو جدید ضرورت ہے اسکا قیاس دوسرے عنوان پر چاہئے اور توجیہ یہ ہے کہ
اگلے زمانے میں نہ تار برقی تھی نہ ڈاک نہ ریل نہ دخانی جہاز نہ اسقدر عام تجارت اور نہ یوں
ایک آن میں تمام عالم کی سیر اور ہر مقام کی خبر اگر کسی نے کوئی دوا۔ کتاب، فن، گل بنائی
خود ہی چاہے اس سے نفع۔۔۔ اٹھائے ورنہ جاننا کون تھا اور بنانا کون تھا اور نہ تجارت کا پھیلاؤ
اور کارخانوں میں خبر بھیجتا تھا اور نہ تاجرانہ خیالوں کو اسقدر وسعت تھی کہ جو دیکھا اسکے سر ہو گئے
اور آجکل ادہر خیال آیا اور ادہر ہر مقام پر اس کی صورت پیش نظر ہے بیچارے موجد نے
مر مر کر بصرف زر و دوسرا ایک شئے تیار کی وہ بھی نقش اول کچھ خوبی میں نقصان کچھ محنت
و صرف میں افزونی۔ یاروں نے مفت کا نمونہ پایا اگر رغبت خلق و حسن قبول دیکھا ہزاروں
بنالیں ارزاں بیچنے لگے ابتدائی مصارف اور مشقتوں کا نا تلین کی تخفیف ہو مقابلہ غیر
ممکن تھا اگلے مصائب کے ساتھ ہی پچھلی بلائے خسارت بالائی عمر بھر کے لئے کان
اینٹھے۔ طریق رفاہ عام واشاعت علوم و فنون مسدود ہو گیا اگر حفظ حق کی سپر نہو تو ایک
مرد بھی میدان ایجاد میں قدم نہ رکھے کیونکر ہو سکتا ہے کہ حکمت شرعی و مصلحت الٰہی ایسی

[۱] اسلئے کہ مقصود منع سے دوسری شئے نہیں ۱۲

خسارت وجہالت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو دوسری قوموں کے مقابلے میں غایت درجے کی ناکامی اٹھانا پڑے، اور کچھ ہو کوئی شرعی الزام بھی تو عائد نہیں ہو سکتا لہذا نظر بمصالح عام وحکمت فقہ اسلام اس عمدہ تدبیر کی رعایت لازم و تسلیم حق امتناع جائز سمجھا جائیگا۔ اسبات میں زیادہ گفتگو وانکار حالات زمانہ سے ناواقفی وحکمت شرعیہ سے بے پروائی کے سوا اور کیا ہے۔ مسئلہ زید مختار ہے کہ کوئی تصنیف وایجاد کرکے اس سے دوسروں کو روک دے کہ نہ بنائیں نہ شائع کریں نہ اسے دوسری صورت میں لیں تاکہ اسکا فائدہ زید ہی کے لئے مخصوص رہے۔ مسئلہ زید کے بعد وارثوں کو اس منع کا حق بشروط ذیل حاصل ہو سکتا ہے۔ ۱۔ یہ کہ زید نے اپنی حیات میں ممانعت کردی ہو۔ ۲۔ یہ کہ نہ ممانعت کی ہو اور نہ شائع کیا ہو بلکہ صرف ایجاد و تصنیف کرکے مرگیا ہو، پھر وارثوں نے شائع کیا ہو اب انہیں مثل زید کے حق منع ہے ورنہ نہ اس لئے کہ جائز ہے کہ زید کو اجازت عام مقصود ہو۔ مسئلہ زید نے عمرو کو معاوضہ لیکر اجازت دی یہ اجازت بیع حق ہے پھر زید رجوع کر نہ سکیگا مسئلہ زید نے عمرو کو بدون کسی عوض کی اجازت دی تو اسے اختیار ہے کہ جب چاہے آیندہ کے لئے اسے روک دے یا کسی اور کو اجازت دیدے اسلئے کہ یہ اجازت مثل ہبہ یا استعارے کے ہے۔ مسئلہ زید کا بدون عوض وتخصیص یہ کہدینا کہ فلاں کتاب تم چھاپ سکتے ہو عام اجازت کی حد میں بھی آسکتا ہے یعنی دوسروں کے حق میں بھی اجازت ہو سکتی ہے اور اگر خصوصیت یا عوض کے ساتھ اجازت ہے تو دوسروں کو اس میں حق نہ ہوگا مسئلہ جب کہ بعد ممانعت کسی دوسرے شخص نے اسے تیار یا شائع کیا تو زید کو حق ہے کہ اس سے اپنا نقصان لیلے یا اس مال کو ایسے طور پر ضائع کرادے کہ زید کے حق میں ضرر رساں نہ رہ سکے اسکے نظائر فقہ کی ان جزئیات سے نکل سکتے ہیں جنمیں مالک اپنی ملک میں ضرر رساں تصرف سے روکا گیا ہے جیسے اپنی دیوار میں سوراخ کرنا یا اپنے کھیت کو اسقدر سینچنا کہ دوسرے کی زمین میں پانی پہونچے، یا گرتا ہوا مکان منہدم یا مستحکم نہ کرنا۔ یا لوہار کو اپنی دوکان میں گرم لوہا اس طرح پیٹنا کہ قریب والوں کو جلنے کا خوف

ہو یا اس کے مثل دوسرے وجوہ لاضرار فی الاسلام ۱۴ (صلح) اسکے ذریعے سے مدعی کو فریق مقابل کی رضا سے کوئی مال[1] یا حق ملتا ہے اس کی چار صورتیں ہیں اور تین حکم ۱۔ یہ کہ مدعا علیہ کو اقرار ہے، یہ دونوں کے حق میں مثل بیع و اجارے[2] کے ہے، ۲۔ سکوت ہے، ۳۔ انکار ہے یہ مدعا علیہ کی طرف سے ایک خرچ ہے جو قطع منازعت کے لئے دیدیا گیا نہ خیار عیب اس میں ہے نہ حق شفعہ، ۴۔ اقرار ہے مگر قدر واجب یا تعیین یا تخصیص یا قیمت وغیرہ میں گفتگو ہے یہ قدر اقرار میں بیع اور قدر اختلاف میں قطع خصومت ہے مسئلہ صلح ایسے حقوق اور عوض سے جائز ہے جس پر ملک و جواز ثابت ہو پس حدود سے صلح نہیں اس لئے کہ مدعی عفو نہیں کر سکتا یا حق عامہ سے صلح نہیں کہ اس کی ملک خاص نہیں ہے اور خمر، و خنزیر، و ربوا. و قمار، وغیرہ سے صلح نہیں کہ حرام ہیں. مسئلہ جائز ہے کہ صلح مال سے ہو یا منافع سے مسئلہ جن حقوق پر صلح کی نفی وارد ہے جیسے حق شفعہ وغیرہ انکے لئے جو کچھ دیا جائے وہ عطیہ ہے اور جو کہا جائے وعدہ محض مسئلہ جن حقوق سے صلح ہیں سکوت یا اشتباہ ہے وہ مثل وعدہ مشروط ہیں ۱۵۔ (حق مہر) ۱۔ یہ حق عورتوں کے لئے خاص ہے ۲۔ نفس نکاح سے ثابت ہو جاتا ہے، ۳۔ دس درم سے کم[3] نہیں ہو سکتا، ۴۔ مثل دین کے واجب ہے، ۵۔ اس میں عفو و میراث ادر اس کی نسبت وصیت وغیرہ جائز ہے۔ ۶۔ نکاح ہوتے ہی واجب الادا ہوتا ہے مگر یہ کہ کوئی مدت قرار پا جائے ۷۔ مہر ساقط نہیں ہوتا مگر، ا۔ عقد عفو سے/ ۲۔ خلع سے، ۳۔ قبل خلوت عورت کے مرتد ہونے سے، ۴۔ اور آدھا قبل خلوت طلاق دینے سے/ ۵۔ نکاح میں کہدیا جائے کہ مہر کچھ نہیں یا مہر کا ذکر نہ ہو یا ذکر ہو مگر مقدار مذکور نہ ہو یا یاد نہ رہے تو مہر مثل ہوگا۔ مہر مثل جو عورت کے آبائی رشتہ دار عورتوں کا مہر ہو جو اس کے مثل ہوں عقل میں حسن میں، سن میں، مال و عصر وغیرہ میں۔

[1] جب کہ مال دیا جائے ۱۲۔ [2] جب کہ منافع سے صلح ہو۔ ۱۲۔

[3] اگر کم مہر باندھا جائے تو بھی دس درم ہوگا۔ ۱۲۔

متعہ[1] حسب حیثیت ایک جوڑا جو پانچ درم سے کم اور آدھے مہر سے زیادہ نہ ہو واجب ہوتا ہے جب کہ عورت کو مہر نہ دینا پڑے اور مستحب ہے دوسری صورتوں میں مگر جب کہ آدھا مہر دینا پڑے عقر کچھ مال جو ایسی عورت کو دلایا جائے جس سے مرد نے بشبہ حلت وطی کی ہو اور حد لازم نہ آئے حقوق مشترکہ جس میں محدود جماعت شریک اور منع وحبس جاری وجائز ہو جیسے کسی خاص گلی میں چلنے کا حق۔ کسی زمین یا نہر میں پانی بہانے کا حق۔ کسی ممنوع ومحفوظ میدان یا چراگاہ میں جانور چرانے یا لکڑی، گھاس کاٹنے وغیرہ کا حق یہ تمام حقوق مسلم ہیں اور ان کا بیچنا بھی تبعاً جائز ہے۔ مثلاً زید نے مکان خریدا اُسے یہ حقوق بھی حاصل ہو گئے اور مستقل بیچنا بھی جائز ہے اگرچہ مبیع ذات نہیں۔ لیکن جب نہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ اسے پا سکتا ہے نہ بے اس کے گزر ممکن، نہ مفت ملنا لازم بلکہ بخل ومنع اس میں جاری ہے پس حاجت اس کی اشد ہے اور نہی غیر منقول اب بجز مبادلہ کیا سبیل ہے اور ممانعت پر کون دلیل۔

حقوق عامہ جس میں تمام آدمی شریک ہوں اور شرعاً عام اباحت پائی جائے جیسے شارع عام۔ نہ اس میں خاص کسی کا حق ہے نہ ہر شخص کو تصرف کا مجاز، ہاں سلطان یا اسکے قائم مقام کو انتظامی مصلحتوں سے تغییر وتبدیل وتصرف جائز ہے اور کسی شخص کو ایسے تصرف کرنا جس سے حقوق عامہ کو ضرر پہونچے جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا
انک انت العلیم الحکیم

---

[1] یعنی جب کہ نکاح بلا مہر کے ہو اور طلاق خلوت سے پہلے دیجائے تو متعہ نہیں

عہ متعہ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۱۔ نکاح کی ایک قسم بھی ہے جو شیعہ مذہب میں جائز ہے یہاں یہ معنی مراد نہیں ہیں ۱۲

ضمیمہ ۱

از افاضات فقہیہ

افقہ العالم حضرت مولانا سعید احمد صاحب

لکھنوی مفتی اعظم ہند

حصّہ اوّل

تحقیقاتِ مفیدہ درفتاوی متفقہ ریزگاری روپیہ جدیدہ

مبسملاً وحامداً ومصلیاً ومسلماً

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ آجکل جو نیا روپیہ بحکم گورنمنٹ برطانیہ ہندوستان میں جاری ہوا ہے اسمیں چھٹا حصہ چاندی ہوتی ہے باقی سب گلٹ ہوتا ہے ایسی صورت میں اول یہ مثل نوٹ کے سند حوالہ نقرہ ہے یا مثل چاندی کے قدیم روپیہ کے ہے اور سکہ خلقی ہے یا مثل مغشوش کے بوجہ غلبہ گلٹ کے کل روپیہ حکم میں گلٹ کے ہونے سے مثل گلٹ کی ریزگاریوں کے اور مثل تانبے کے پیسوں کے سکہ اصطلاحی ہے غرض اسکی جو کچھ حقیقت شرعیہ ہو اس سے مطلع کیا جائے۔ دوم ایک نئے روپیہ سے دو روپیہ بھر چاندی خرید نا جائز ہے یا نہ سوم ایک نئے روپیہ سے ایکروپیہ بھر سے کم چاندی خریدنا جائز ہے یا نہ۔ چہارم ایک نئے روپیہ سے دوؔ پرانے روپے خریدنا جائز ہے یا نہ! پنجم دوؔ نئے روپیوں سے ایک پرانا روپیہ خرید نا جائز ہے یا نہ ششم نئے روپیوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہ! ہفتم خالص چاندی اور سونے کی زکوٰۃ نئے روپیوں سے بھی ادا ہوسکتی ہے یا نہ! ہشتم نئے روپیوں کی زکوٰۃ نئے روپیوں اور خالص چاندی سے ادا ہوسکتی ہے یا نہ اور کس صورت سے ادا ہوسکتی ہے باعتبار وزن کے یا باعتبار عدد کے مثلاً ایک نئے روپیہ کی چاندی دوؔ روپیہ بھر ملتی ہو تو سوؔ نئے روپیوں کی زکوٰۃ میں نئے ڈھائی روپیہ دے یا پانچ روپیہ بھر چاندی دے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہ اور اگر سو نئے روپیوں کی زکوٰۃ میں ڈھائی روپیہ بھر چاندی دے تو اس صورت میں سوؔ نئے روپیوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا صرف پچاس نئے روپیوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی باقی دوسرے پچاس نئے روپیوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

فقط بینوا توجروا المرقوم ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ

المستفتی

(حافظ عبدالولی صاحب) نائب ناظم ریاست کپورتھلہ واقع اودھ بہرائچ اودھ

(خلیفہ مجاز صحبت حضرت حکیم الامت مدظلہم)

الجواب

اوّل احقر کے خیال ناقص میں نیا روپیہ نہ تو مثل نوٹ کے سند حوالۂ نقرہ ہے اور نہ مثل خالص چاندی کے قدیم روپیہ کے سکہ خلقیہ محضہ ہے اور نہ مثل مغشوش متعذر التخلص کے ہے (جو بوجہ غلبۂ غش و عدم تخلص کل روپیہ حکم غش میں ہونے سے مثل گلٹ کی ریزگاریوں اور مثل تانبے کی شاہی کا سکہ اصطلاحیہ محضہ ہو) بلکہ یہ مثل کمخاب اور بہاری ملمع کے نقرۂ مخلوط متصلہ ہے جو کہ اب محض بتحکم حکومت برطانیہ مثل سکۂ خلقیہ کے معین قیمت پر بدون رد و انکار رائج ہونے کیوجہ سے سکۂ اصطلاحیہ محضہ ہے اس لئے اس میں احکام سکہ اصطلاحیہ متقومہ صحیحہ بمراعات احکام نقرہ مخلوطہ متصلہ جاری ہوں گے، غرض یہ کہ نئے روپیے ان دراہم فضۃ غالبۃ الغش میں سے ہیں جن کی چاندی کا کھوٹ سے علیحدہ ہو سکنے کی وجہ سے (مسائل صرف و ربوا و زکوٰۃ میں اعتبار کیا جائیگا۔ **دوم** ایک نئے روپیہ سے دو روپیہ بھر چاندی نقد خرید نا جائز ہے **سوم** ایک نئے روپیہ سے ایک روپیہ بھر سے کم چاندی نقد خریدنا جائز ہے جب کہ وہ خالص چاندی نئے روپیہ کی مخلوط چاندی سے زائد ہو ورنہ (بوجہ فضل) ربوا ہے۔ **چہارم** ایک نئے روپیہ سے دو پرانے روپے نقد خریدنا جائز ہے **پنجم** دو نئے روپیوں سے ایک پرانا روپیہ نقد خریدنا جائز ہے۔ پھر ان سب صورتوں (مذکورہ از دوم تا پنجم) میں خرید و فروخت تب ہی جائز ہوگی کہ اوسی مجلس میں بیع تمام ہو جائے خیار شرط و خیار رویت وغیرہ کا جھگڑا[1] نہ رہے اور مجلس عقد میں دونوں عوض مقبوض ہو جائیں، ایک مجلس عقد میں مقبوض ہوا دوسرا بعد کو ہوا یا دونوں پر قبضہ بعد کو ہوا تو بیع نہ ہوگی۔ **ششم** نئے روپیوں میں زکوٰۃ چاندی کی واجب ہے اس لئے کہ موضوع ہیں ثمنیت و تجارت کے لئے مگر جب یا جہاں رواج نہ رہے تو سوائے اس مجموعی مقدار کے جو کہ ان میں چاندی کی مخلوط ہے مابقی جو گلٹ ہے اس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی مگر بہ نیت تجارت **ہفتم** خالص چاندی اور سونے کی زکوٰۃ نئے روپیوں سے بھی ادا ہو سکتی ہے اسصورت سے کہ خالص چاندی سونے کا چالیسواں حصہ جتنے نئے روپیو نکو ملتا ہو اتنے نئے روپے زکوٰۃ میں دے اور اگر اتنے نئے روپیوں سے کم میں جو چاندی مخلوط ہے اسکا مجموعہ خالص چاندی کے چالیسویں حصے کے برابر باعتبار وزن کے ہو جائے تو جتنے نئے روپیوں کی

---

[1] یہ دلیل ہے انکی چاندی کے مسائل صرف وغیرہ میں اعتبار کئے جانے کی ۱۲ منہ

چاندی مخلوط خالص چاندی کے چالیسویں حصہ کے ہموزن ہو تو اتنے نئے روپیوں سے بھی زکوٰۃ ادا ہوسکتی ہے اگرچہ وہ خالص چاندی کے چالیسویں حصہ سے باعتبار قیمت کے کم ہیں لیکن نئے روپیوں سے ادا کرے تو چالیسواں حصہ باعتبار عدد کے دے اور اگر خالص چاندی یا سونے سے ادا کرے تو جتنے نئے روپیوں کی جسقدر چاندی یا سونا ملتا ہو اتنی چاندی یا سونا دینا چاہئیے پس اگر نئے روپیہ کی چاندی دو روپیہ بھر ملتی ہو تو سو نئے روپیوں کی زکوٰۃ میں خواہ ڈھائی نئے روپیہ دیدے اور خواہ پانچ روپیہ بھر چاندی دیدے اگر ڈھائی روپیہ بھر چاندی دیگا تو اس صورت میں صرف پچاس نئے روپے کی ادا ہوگی باقی دوسرے پچاس نئے روپیوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ فقط۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم المرقوم ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ۔

المجیب

سعید احمد لکھنوی مفتی وصدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کمال خاں کانپور

الجواب صحیح ابوالحسن مدرس مدرسۂ تکمیل العلوم کانپور (سند یافتہ شاگرد حضرت مولینا ابوالحسنات محمد عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ القوی)

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ محمد مراد مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور۔

الجواب صحیح صدیق احمد مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور

الجواب صحیح محمد یونس، مدرسہ تکمیل العلوم کانپور۔

شبہات مولانا جمیل احمد صاحب مفتی تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

برفتاوی مولانا سعید احمد صاحب مفتی اعظم ہند

در بارۂ فضۂ مغلوبہ متخلصہ دراہم انگلشیہ جدیدہ

شبہ اول (قولہ شل مغشوش آہ) احقر کے نزدیک یہی صورت ہے درمختار برحاشیۂ شامی ۲/۳۲ وما غلب غشہ منہا یقوم کالعروض یشترط فیہ النیۃ الا اذا کان یخلص منہ ما یبلغ نصاباً او اقل وعندہ ما یتم بہ او کانت اثمانا رائجۃ وبلغت نصابا ای بالقیمۃ کما فی البحر (شامی) کیونکہ ایسا اتصال ہے کہ علیحدہ نہیں ہوسکتا اس لئے قیمت نصاب کو پہونچے تو زکوٰۃ فرض ہے جیسے

گلٹ وغیرہ کے سکے میں بھی ہے۔

شبہہ دوم (قولہ ربوا ہے) اسمیں کلام ہے کیونکہ مثل عروض (سامان دیگر) کے ہے۔

شبہہ سوم (قولہ چاندی آہ) کل کی فرض ہو مگر قیمت کے اعتبار سے جیسے درمختار کی عبارت گذری۔

شبہہ چہارم (قولہ سوائے اوس آہ) یہ مثل دیگر سامان محض کے ہوجائیگا زکوٰۃ فرض نہ ہوگی مگر بہ نیت تجارت جہاں ہوتی ہے علیحدہ ہوسکنا شرط ہے بدائع نے بقول بحر اسکو اصح کہا ہے۔

شبہہ پنجم (قولہ اگر اتنے آہ) پہلا مسئلہ صحیح ہے دوسرا نہیں کیونکہ چاندی جدا ہونیوالی نہیں اس لئے مجموعہ غیر چاندی ہوگا۔

شبہہ ششم (قولہ عدد آہ) نہیں بلکہ قیمت کے اعتبار سے مثلاً اگر وجوب زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کے وقت قیمت میں فرق ہوگیا ہے تو ادا نہ ہوگی، ایسے ہی اگلا مسئلہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم، کتبہ جمیل احمد تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ۔ ۲۰ محرم ۱۳۶۲ھ

جواب اجمالی و تفصیلی شبہات

(از مولانا سعید احمد صاحب مفتی اعظم صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور)

جملہ شبہات جمیلیہ مندرجۂ بالا کا اجمالی جواب

مشاہدہ و تخلص نقرۂ دراہم انگلشیہ جدیدہ وظہور تفادی بین التقدیرین ہے

اور ہر ہر شبہہ کا علیحدہ علیحدہ تفصیلی جواب بھی زیر عنوان اجوبہ تفصیلیہ درج ہے

اجوبہ تفصیلیہ شبہات جمیلیہ مندرجۂ بالا از مولانا سعید احمد صاحب مفتی اعظم ہند

مبسملاً و حامداً و مصلیاً و مسلماً

جواب شبہہ اولیٰ (قولہ علیحدہ آہ) سناروں، سادہ کاروں، نیاریوں بلکہ غیر کاریگروں تک کے مشاہدات تجارب سے یہ امر ثابت و مشہور و معروف ہے کہ نئے روپیوں کو پگھلانے اور دوسری تدابیر عرفیہ وحیل کسریہ کے عمل میں لانے سے ان کی چاندی میں جو میل گلٹ کا ہے اس سے یہ بالکل علیحدہ و جدا ہوجاتی ہے اور روایت درمختار جو کہ استدلال میں پیش کی گئی ہے اس سے بلکہ کسی روایت سے اس کے خلاف ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ بہت سی کتب فقہیہ میں ان روپیوں کے ..... مثل

مضاف ۱۱ مضاف الیہ ۱۲

۵ بالقیمت و بالعدد ۱۰ سیداز شد حسن

(دراہم غالبۃ الغش) سے ان کی چاندی کا علیحدہ ہو سکنا اور اس چاندی میں احکام زکوٰۃ و ربوا
و صرف کا اعتبار کیا جانا بضمن مسائل متعددہ مصرح ہے ہاں حسب تصریح شیخ ابن ہمام و اقتضاء
قواعد جن دراہم غالبۃ الغش میں ملمع کی طرح چاندی نہایت ہی قلیل ہونے سے جدا نہو تی ہو،
ملجاتی ہو اوسکا بیشک نہیں اعتبار کیا جائیگا اور کتب شافعیہ میں تو بھاری ملمع میں بھی جو چاندی
ہوتی ہے اس کا بھی علیحدہ ہو سکنے کی وجہ سے اعتبار کیا جانا مذکور ہے اور اس پر قواعد
حنفیہ کے شاہد ہونے سے بعض مشائخ حنفیہ نے بھی ہلکے اور بھاری ملمع میں فرق کر کے
فرمایا ہے کہ چاندی یا سونے کا ملمع اتنا زیادہ ہو کہ علیحدہ ہو سکے تو اس کا بھی اعتبار کرنا واجب
ہے چنانچہ رد المحتار ج ۲ ص ۳۲۹ میں ہے ونقل الخیر الرملی نحوہ من المحیط ثم قال اقول یجب
تقلید المسئلۃ بما اذا لم تکثر الفضۃ او الذھب الممموہ اما اذا کثر بحیث یحصل منہ
شئ یدخل فی المیزان بالعرض علی النار یجب حینئذ اعتبارہ ولم ارہ لاصحابنا
لکن رأیتہ للشافعیۃ و قواعدنا شاھدۃ بہ فتامل اھ بہرحال ہلکے اور بھاری ملمع اور اُنکے
مانند دراہم مغشوشہ میں فرق کیا جائے یا نہ اکثر دراہم غالبۃ الغش کہ جن میں ہم نے روپیوں کی
بھاری ملمع سے بھی زیادہ چاندی ہے ان سے خالص چاندی کا علیحدہ ہو سکنا اور ان میں جو
چاندی ہے اُس کا اعتبار کیا جانا منصوص ہے کوئی روایت بھی اسکے خلاف نہیں ہے اور منصوص
نہ ہوتا تب بھی جبکہ مدار اعتبار علیحدہ ہو سکنے پر ہے۔ نہ علیحدہ ہو سکنے سے گو حالاً اوس چاندی سے
منتفع نہ ہو سکیں لیکن آیندہ تو جب چاہیں پگھلا کے منتفع ہو سکتے ہیں جو کہ حسب تصریح فتح القدیر ج ۱ ص ۵۲۳
وان لم یخلص فلا شئ علیہ لان الفضۃ ھلکت فیہ اذ لم ینتفع بھا لا حالا ولا مآلا فبقی
العبرۃ للغش اصل مناط عبرۃ نقدین ہے) اور علیحدہ ہو سکنا مشاہدات اور تجارب سے ثابت
اور مشہور معروف ہے تو ایسی صورت میں نئے روپیوں کو مغشوش متعذر التخلص قرار دینا اور یہ فرمانا کہ
راحقر کے نزدیک یہی صورت ہے کیونکہ ایسا اتصال ہے کہ علیحدہ نہیں ہو سکتا) باطل محض و غلط صریح
ہوگا اور اس بنائے باطل پر جو آگے کے مسئلہ کو متفرع کیا گیا اُنکے جوابات احقر پر جو اس مبنائے باطل

ؔ یعنی دراہم غالبۃ الغش جو کہ ان روپیوں کی طرح (باوجود غلبہ میل کے) معتد بہ چاندی رکھتے ہیں انکی
چاندی کا علیحدہ ہو سکنا الیٰ آخر ما فی المتن) ۱۲۔

کی بنا پر شبہات وارد فرمائے گئے ہیں۔ اور خلاف مشاہدہ و نصوص احکام فقہیہ استنباط کئے گئے ہیں وہ سب کے سب باطل و غلط ہیں اور احقر نے اس نئے روپیہ کو مغشوش ممکن التخلص میں داخل ہونے کی بناء پر اس کی چاندی کو احکام زکوٰۃ و ربوا و صرف میں اعتبار کر کے جو جوابات تحریر کئے ہیں اُن سب کی صحت ماننا پڑے گی۔

ضمیمہ اس جواب کے روانہ کرنے کے کئی ماہ بعد مطالعہ فتاوٰی امدادیہ ج ۲ ص ۱۵۵ مفہوم ہوا کہ حضرت شیخ العالم نے تمیز و تخلص کی تفسیر گلا کر نہ ملائے جانے سے کر کے گلا کر نہ ملائے جانے کو مناطِ عبرت نقدین قرار دیا ہے جس سے نئے روپیہ کی چاندی کا احکام زکوٰۃ ربوا و صرف میں اعتبار نہ کیا جانا متفرع ہوتا ہے جو کہ احقر کی تحقیق کے مخالف اور مفتی صاحب تھانہ بھون کی تحریر کے مطابق ہے لیکن حضرت شیخ العالم کی یہ تفسیر و حکم خلاف نصوص ہونے سے قابلِ تامل ہو دیکھئے رد المحتار ج ۲ ص ۲۵ میں ہے۔ قال فی المحیط و البدائع الدنانیر الغالب علیها الذهب کالمحمودیة حکمها حکم الذهب والغالب علیها الفضة کالهرویة والمروية ان کانت ثمنا رائجا او للتجارة تعتبر قیمتها والا یعتبر ما فیها من الذهب والفضة وزنا لان کل واحد منهما یخلص بالاذابة اھ اور فتح القدیر میں ہے جس کو رد المحتار ج ۲ ص ۳۳۲ میں بھی بایں الفاظ نقل کیا ہے ولا یخفی ان هذا لایتاتی فی کل دراهم غالبة الغش بل اذا کانت الفضة المغلوبة بحیث لا تتخلص لقلتها بل تحترق لاعبرة بها اصلا بل تکون کالمموهة لا تعتبر ولا تراعی شرائط الصرف وانما هو کاللون وقد کان فی اوائل سبع مائة فی فضة دمشق قریب ذلک انتهی ۱۲۔

جوابِ شبہ اول (قولہ اسلئے قیمت آہ) جبکہ ان روپیوں سے چاندی کا علیحدہ ہو سکنا ثابت ہوا تو یہ فرمانا کہ قیمت نصاب کو پہونچے تو زکوٰۃ فرض ہے جیسے گلٹ وغیرہ کے سکے میں بھی ہے، صحیح نہیں صحیح یہ ہے کہ جب یا جہاں ان کی چاندی کا مجموعہ تو باعتبار وزن کے نصاب کو پہونچ جائے لیکن یہ خود باعتبار قیمت کے نصاب کو نہ پہونچیں تب بھی زکوٰۃ واجب ہوگی اور ان کو خالص گلٹ وغیرہ کے سکے کی طرح قرار دینا بھی صحیح نہ ہوگا اور روایت درمختار و شامی جو کبرائے دلیل کی سند میں پیش کی ہے وہ تو بوجہ بطلانِ صغریٰ بجائے اس کے کہ فاضل معترض کے مدعیٰ کے لئے مفید اور احقر کے مدعیٰ کے لئے مضر ہوتی ہمارے مدعیٰ کے لئے مفید اور فاضل معترض کے لئے بے سود ہوئی۔

جواب شبہہ دوم (قولہ کلام آہ) اس کلام کا جواب اور اُس کا ابطال اوپر کیا جا چکا ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ نئے روپیوں کی چاندی کا ربوا وغیرہ میں اعتبار کیا جانا ضروری ہے پس اس کو (باوجود تخلص) مثل عروض قرار دینا اور بصورت عدم زیادۃ نقرۂ خالصہ علے الفضۃ المغشوشہ عدم تحقق ربوا کی طرف اشارہ فرمانا بنار فاسد علے الفاسد ہے۔ درمختار ج ۴ ص ۲۳۳ میں ہے وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربا فی الاولین واحتمالہ فی الثالث۔

جواب شبہہ سوم (قولہ کل کی آہ) جب کہ اس مسئلہ کی دلیل بیان کردۂ احقر (موضوعیت للثمنیت والتجارۃ) سے اور اس کے مستثنیٰ سے اور دفعہ اول میں نئے روپیہ کو سکہ اصطلاحیہ متقومہ قرار دینے سے عبارت احقر میں جو اضافتِ زکوٰۃ الی الفضہ کی گئی ہے اُس کا (مثل عبارت دُر او کانت اثمانا رائجۃ وبلغت نصابا من ادنی النقدین کے) باعتبار قیمت ہونا اور یہ مطلب ہونا متعین ہے کہ نئے روپیوں میں سے ہر ایک روپیہ کے جمیع اجزار کی باعتبار اس کی قیمت کے جو کہ ادنیٰ النقدین میں سے ہو زکوٰۃ واجب ہے تو اس کے خلاف معنی سمجھنا اور اسپر یہ فرمانا کہ کل کی فرض ہے مگر قیمت کے اعتبار سے صحیح نہیں اور علی الاطلاق ان کی چاندی کا اگرچہ مقدار نصاب کو باعتبار وزن کے بھی پہونچ جائے اعتبار نہ کرنا جسکی طرف اس شبہہ میں اشارہ کیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں،

جواب شبہہ چہارم (قولہ پیش دیگر اہ) جبکہ شرط تخلص کا پایا جانا اور گلٹ سے علیحدہ ہو سکنا اور احکام زکوٰۃ وغیرہ میں اسکی چاندی کا اعتبار کیا جانا ثابت ہو چکا تو لامحالہ بدون نیت بھی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اس چاندی کو سامان محض قرار دینا اور فرضیت زکوٰۃ کو نیت تجارت کیساتھ مقید کرنا بنار فاسد علی الفاسد کیوجہ سے صحیح نہوگا۔ اور روایت بدائع سند میں پیش کرنا اِن کے مدعیٰ کیلئے مفید اور ہمارے کسی مدعیٰ کو مضر نہیں بلکہ یہ روایت ہمارے اصل مدعی (عبرت فضۂ مغلوبۂ ربابی جدیدہ) کے کبرائے دلیل کی سند ہو سکنے کیوجہ سے ہمارے اصل مدعی کے لئے مفید ہے حتیٰ کہ ہمیں اپنے اصل مدعی کے ثبوت میں صرف اسی روایت کو پیش کرنا ہی بوجہ بداہیت صغریٰ کے کافی ہے۔

جواب پنجم (قولہ دوسرا آہ) جب کہ اس چاندی کا گلٹ سے علیحدہ وجدا ہونا اوپر ثابت ہو چکا تو دوسرے مسئلہ کو غلط کہنا صحیح کو غلط بتلانے کی وجہ سے غلط ہے۔

جواب شبہہ ششم (قولہ نہیں بلکہ آہ) یہ انکار تو تب صحیح ہوتا جبکہ تقدیر بالقیمت و بالعدد میں از روئے حساب تفاوت ہوتا۔ جب کہ ان دونوں میں تساوی ہے تو انکار تو صحیح نہیں ہو سکتا ہاں وجہ ترجیح کا سوال ہو سکتا ہے جس کا جواب یہ ہے کہ تقدیر بالعدد میں سہولت ہے پھر یہ گفتگو تقدیر مقدار وجوب زکوٰۃ میں ہے تقدیر مقدار نصاب زکوٰۃ سے اسکا کوئی تعلق نہیں

جواب شبہہ ہفتم (قولہ اگر وجوب آہ) جب کہ دونوں میں تساوی ہے، تو فرق ہونے پر بھی فرق نہ ہوگا پس یہ کہنا کہ ادا نہ ہوگی صحیح نہ ہوگا۔

جواب شبہہ ششم (قولہ ایسے آہ) جیسے پچھلا مسئلہ صحیح ہے ویسے ہی یہ بھی صحیح ہے اور جیسے پچھلا شبہہ غلط ہے ویسے ہی یہ شبہہ بھی۔

خلاصۂ یہ کہ

جملہ شبہات مندرجہ حواشی فتاوی احقر کا منشا کل تین امر ظاہر البطلان ہیں ایک نئے روپئے سے اس کی چاندی کا پگھلانے اور حیل اکسیریہ اختیار کرنے سے بھی علیحدہ نہ ہو سکنا یا غلطی سے شرط تخلص کے معنی محض ہاتھ سے جدا کرنے ہی سے بدون ارتکاب حیل اکسیہ جدا ہو سکنا۔ اور اس پر مدار عبرت ہونا دوسرے تقدیر بالقیمت و بالعدد میں از روئے حساب تفاوت ہونا۔ تیسرے اضافت زکوٰۃ الی الفضہ کے (مخالف سیاق و سباق) معنی سمجھ لینا اور ان تینوں مناشی کا بطلان ظاہر ہونے کے علاوہ ان مناشی ثلثہ اور ان مناشی پر جو شبہات مبنی ہیں ان سب کے بطلان پر علیحدہ علیحدہ نمبروار تنبیہات (تحریر مندرجہ بالا میں بفضلہ و توفیقہ تعالیٰ) ہو گئیں ہیں۔ وفی ہذا القدر کفایۃ واللہ ولی الہدایۃ۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

المجیب
المرقوم محرم الحرام ۱۳۶۲ھ

سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم حاطہ کمال خاں کانپور

کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ کچھ مسلمان لوگ جن کے پاس گورنمنٹ کنٹرول ہیں اور ان کے پاس ریزگاری بھی آتی ہے ان سے

کچھ ضرورت مند لوگ پیسے اور ریزگاری بجائے سولہ آنہ کے چودہ آنہ یا پندرہ آنہ طلب کرتے ہیں تو ایسی صورت میں وہ نفع جو ملتا ہے وہ مسلمان کے لئے کہاں تک جائز ہو سکتا ہے؟ جواب مرحمت فرمایا جاوے تاکہ تشفی ہو فقط بینوا توجروا۔

المستفتیان
منیر الدین احمد گھڑی ساز کانپور۔ محمد اسمٰعیل تاجر کرنیل گنج کانپور

الجواب

خالص چاندی کے پرانے روپے اور گلٹ کے نئے روپے اور نوٹ، ان تینوں کے عوض میں تانبے کے پیسے اور گلٹ کی ریزگاریاں سولہ آنے سے کم دینا (بوجہ فقدان قدر یت) سود نہ ہونے سے جائز تو تھا لیکن اس زمانہ میں ان کی کمیابی اور بدشواری تمام کبھی ملنے اور کبھی کوشش پر بھی نہ ملنے اور حکومت اور قوم کی طرف سے کوئی انتظام نہ ہونے سے ہر خاص و عام کو اپنی روزمرہ کی ضروریات خورد و نوش خرید و فروخت و دیگر معاملات میں سخت دشواری پیش آنے کی وجہ سے عجب نہیں جو مثل احتکار کے مکروہ تحریمی ناجائز ہو اور ناجائز نہ ہو تب بھی جب کہ آجکل بموجب ارشاد رب قہار ظهر الفساد فی البر والبحر الآیۃ و بموجب فرمان رب حکیم وما اصابکم الآیۃ) بہت سے اہل اسلام کا خلافِ اسلام خدا و رسول کی نافرمانی اور عالم نما جاہل کو بدون تحقیق عالم سمجھکر اور صوفی اور درویش نما فاسق کو درویش و صوفی سمجھکر ان کی ناشایستہ حرکات کی وجہ سے مستند علماء ربانی و درویش و صوفیہ حقانی سے بیزاری و بدگوئی اور عبادت میں سستی اور معاملات میں آزادی اور اخلاق میں برائی اور سیاسیات میں تشبہ بکفار پر اصرار کی وجہ سے تمام عالم عام گرانی اور ہر قسم کے ضرر و ہلاکت و پریشانی میں مبتلا ہے، خود کئی پرپیسی اور ریزگاریاں بیچنے والے بھی اس عام پریشانی میں مبتلا اور معرض خطرہ و ہلاکت میں ہیں تو ایسی حالت میں دوسرے مسلمانوں بلکہ انسانوں کو اپنی طرف سے پیسے اور ریزگاریاں دے کے نقصان پہونچانا اخوت ایمانی اور نصح دین کے خلاف ہے اور اس قسم کے طریق عمل سے تعاون و تناصر کا سدباب ہے ان کو خیال کرنا چاہیے کہ جیسے ہم پر اللہ تعالےٰ نے احسان کیا ہے، ہمیں

بھی اس کے بندوں پر احسان کرنا چاہیئے خصوصاً جب کہ اس زمانہ میں ہمیں بھی ہر امیر و غریب کی اعانت کی سخت حاجت ہے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔ المرقوم ۲۷ رذی الحجہ ۱۳۶۱ھ

المجیب

سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کمال خاں کانپور

کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اگر کسی کے پاس بقدر نصاب پیسے یا گلٹ کی ریزگاریاں ہوں تو ان پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہ۔ فقط بینوا توجروا۔

المستفتی

خواجہ عبد الوحید مالک انتظامی پریس کانپور

الجواب

اگر ان کی قیمت بقدر نصاب چاندی یا سونا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی مگر جب یا جہاں چلن نہ رہے تو مثل دیگر عروض و اسباب کے ہو جائیں گے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی مگر بہ نیت تجارت یہی عامہ کتب میں مصرح ہے۔ چنانچہ رد المحتار ج ۲ ص ۳۴ میں ہے (فرع فی الشر نبلالیۃ الفلوس انکانت اثمانا رائجۃ اوسلعا للتجارۃ تجب الزکوٰۃ فی قیمتھا والا فلا اھ) اور احقر بھی باتباع دیگر اساتذہ اسی پر فتویٰ دیتا ہے لیکن والد مرحوم نے فرق دقیق نکال کے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ فلوس صحیح میں تو زکوٰۃ باعتبار قیمت واجب ہے اور فلوس کسری میں باعتبار جزئیت واجب ہے، مثلاً فلوس کسری ۲۴۳۲[۱] ہوں تو نصاب کامل ہے اور زکوٰۃ واجب ہے۔ اور فلوس صحیح بتعداد مذکور ہوں یا اس سے زائد یا کم تینوں صورتوں میں اگر قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو

[۱] اس لئے کہ والد مرحوم کے حساب سے بخلاف حساب مشہور) نصاب چھتیس تولہ ساڑھے پانچ ماشے چاندی کا ہے جس کے چہرہ دار خالص چاندی کے ۴۳ ۳/۴ رتی ہوئے جسمیں سے ۴ رتی حذف کرکے احتیاطاً ۳۸ ۳/۴ رکھے اور ہر روپیہ ۶۴ پیسے کا پس ۳۸ × ۶۴ = ۲۴۳۲ فلوس کسری نصاب فلوس کسری ہوا ۱۲ منہ۔

پہونچے تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہ اور گلٹ کی ریزگاریوں کی تصریح نہیں فرمائی مگر ان کی تفہیم و تحدید کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ بھی حکم میں فلوس کسری کے ہیں۔ زیادہ تشریح و تفصیل فلوس صحیح و کسری کی والد مرحوم کی بے نظیر کتاب تطہیر الاموال فی تحقیق الحرام والحلال میں ہے۔

فقط واللہ اعلم وعلمہ وحکمہ احکم المرقوم ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ

المجیب
سید احمد الکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور

سوال:۔ اشرفی کی خرید و فروخت چاندی کے روپے اور گلٹ کے جدید روپیئے سے قیمت مقررہ پر یا کمی بیشی پر نقد یا قرض جائز ہے یا نہ **جواب** روپیئے خالص چاندی کے ہوں خواہ گلٹ کے (جنمیں چھٹا حصہ چاندی کا ہوتا ہے) ان میں اور اشرفی میں اتحاد جنس تو نہیں لیکن اتحاد قدر ہے اس لئے ان دونوں کی خرید و فروخت اشرفی سے برابری اور کمی و بیشی تینوں صورتوں میں جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ دونوں عوض مجلس عقد میں مقبوض ہو جائیں ورنہ سود ہو جائے گا پس جائز ہے کہ ایک اشرفی پندرہ روپیہ قیمت کی چاندی یا گلٹ کے ایک روپیہ کو بیچے یا سو روپیئے کو بشرطیکہ عوضین مقبوض مجلس عقد ہو جائیں۔ فقط سید احمد ز مفتی اعظم۔ المرقوم ۵ ار ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

حصہ دوم

حرمت خرید روپیہ بکمی و بیشی از نوٹ

باتفاق علمار محققین و فقہار مدققین

کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

نوٹ کی خرید و فروخت روپیئے سے کمی یا بیشی پر نقد یا قرض جائز ہے یا نہ فقط بینوا توجروا۔

المستفتی

(خان بہادر حاجی) محمد عبد القیوم (سابق آنریری مجسٹریٹ) مالک مطبع قیومی ٹپکاپور کانپور

الجواب

احقر کے استاذ والد مرحوم واستاذ الاستاذ مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی فرنگی محلی اور احقر کے دیگر مستند ومعتمد ومشہور تر اکابر اساتذہ ومشائخ اور ہزارہا اکابر واصاغر علماء ابتداء ایجاد نوٹ سے اب تک نوٹ کی خرید وفروخت کو روپیہ سے کمی وبیشی پر نقد اور قرض دونوں صورتوں سے ربوا اور سود قرار دیکے بشدومد ناجائز قرار دے رہے ہیں اور ایسے پختہ اور لاجواب دلائل پیش کئے ہیں جو کہ ناظر ومناظر منصف دونوں کے لئے مسکت ومقنع ہیں ان کے اعادہ کی حاجت نہیں اور عبارت فتح القدیر (لو باع کاغذۃ بالف یجوز) سے استدلال صحیح نہیں کہ ظاہر ہے کہ عاقدین کا مقصود بیع نفس کاغذ من حیث ہو ہو نہیں ہے بیع کاغذ من حیث الثمنیت مقصود ہے اور چونکہ انکے زمانہ میں اس صنف کاغذ یعنی نوٹ کا وجود نہیں تھا اسلئے یہی شق متعین ہے کہ روایت مذکورہ میں بیع کاغذ سے مراد بیع کاغذ من حیث ہو ہو بمرتبہ لابشرط شیٔ ہے یا من حیث حسن نقوش یا من حیث تذہیب وترصیع وتنقیش یا من حیث حسن الفاظ وعبارت یا من حیث مسائل یا دلائل یا کسی دوسری حیثیت کے لحاظ سے سوائے حیثیت ثمنیت کے ہے پس بیع کاغذ من حیث ثمنیت جو کہ مقصود مشتری ہے اس قاعدہ جزئیہ کے عموم میں داخل ہی نہوگی بلکہ بوجہ عدم وجود اس نکے دخول کا احتمال ہی نہوگا جو اس روایت کے عموم سے جواز بیع نوٹ کو نکالا جائے اور بفرض محال کوئی خرید نوٹ سے اپنا مقصود خرید نفس کاغذ من حیث ہو ہو قرار دے تب بھی اتنا سا نفس کاغذ من حیث ہو ہو کر سے بوجہ انتفاء فائدہ وعدم میلان طبع وعدم اعتبار اخذ وعطاء عرفاً وشرعاً مال ہی نہیں ہے (نہ متقوم اصطلاحی نہ غیر متقوم) جو یہ بیع صحیح ہو درمختار ج ۴ ص ۱۳۹ میں ہے بطل بیع مالیس بمال والمال مایمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع .... فخرج التراب ونحوہ چنانچہ چھوٹے سے کاغذ کا مال متقوم لغوی (یعنی کچھ بھی قیمت والا) ہونے کی تصریح شامی میں بایں

مه مطلب یہ کہ جو کاغذ اس حیثیت یا مقدار کا ہو جو بوجہ میلان طبع وادخار وافادہ واعتبار اخذ وعطا اور کچھ نہ کچھ قیمت والا ہونے سے عرفاً مال متقوم لغوی سمجھا جاتا ہو (جیسا کہ عبارت صیر فیہ وقاعدہ فقہیہ تطبیق کا مقتضی ہے) اور مقصود عاقدین خرید وفروخت اس کاغذ من حیث ہو ہو کا ہو (من حیث ثمنیت متمولہ کے نہ ہو) وہ جس قیمت پر چاہتی کہ ہزار روپیہ یا اس سے زائد پر بیچا یا خریدا جائے تب بھی جائز ہے۔ ہر شخص کو اختیار ہے اپنے مال متقوم کو جبکہ تاوان بیچنے میں سے نہو عروض اسباب میں سے ہو جس قیمت پر چاہے بیچے اور مشتری کو اختیار ہے جس قیمت پر چاہے خریدے، پس نوٹ کو ثمن خلقی عرفی ہونے یا سند حوالہ ہونے کی حیثیت یا کاغذ ہونے کی حیثیت دونوں طریق سے جائز ہونا۔ اس روایت فتح القدیر سے بھی ثابت نہ ہوگا۔ ۱۲ منہ

الفاظ مذکور ہے۔ قلت وعبارۃ الصیرفیۃ ھکذا سئل عن بیع الخط قال لا یجوز لانہ لا یخلو اما
باعتبار ما فیہ او عین الخط لا وجہ للاول لانہ بیع ما لیس عندہ ولا وجہ للثانی لان ھذا
القدر من الکاغذ لیس متقوما الخ اور نوٹ میں جو تمول و تقوم آیا ہے وہ اسکی ثمنیت حقیقیہ عرفیہ
کی وجہ سے آیا ہے۔ خدا جزائے خیر دے ان علماء محققین و فقہائے مدققین و ربانیین و صوفیہ نقراء
کاملین و مکملین کو کہ انہوں نے اس بیع کی شدومد سے تردید کر دی اور ہر خاص و عام میں ان کی
تحقیق مقبول و معمول ہوئی ورنہ علانیہ سود خوری کا دروازہ کھل جاتا اور دنیا بھر سود خوار ہو جاتی کیا
فرق ہوتا اس میں جو مہاجن سے چار روپیہ سود پر ایک سال کے لئے روپیہ قرض لیتا اور اسمیں
جو دس روپیہ کا نوٹ چودہ روپیہ پر بوعدہ ادائی یک سال قرض لے کر فوراً اسی وقت دس
روپیے اس کو بھنا کر یا دس روپیہ کی طرح دس روپیہ کے نوٹ کو خرید مال اور دوسرے کام میں
لاتا حالانکہ فقہاء نے شبہہ ربوٰ کو بھی حکم حرمت ربوا دیا ہے اور ربوا کو کسی قسم کے حیلہ سے جائز
نہیں کیا اور جو صورتیں جواز ربوا کی ہیں ان تک پر حسما لمادۃ الفساد افتاء جواز سے منع فرمایا
ہے اور قرآن مجید و احادیث شریف میں کس قدر مواعید وارد ہیں قرآن مجید میں۔ ۲۔ حرم الربوا
سود حرام کیا فاذنوا بحرب۔ من اللہ ورسولہ یعنی اگر سود نہ چھوڑو گے تو اللہ اور رسول کی لڑائی
سے مطلع ہو جاؤ۔ اور حضور سے سود کھلانے اور اس کی گواہی و کتابت پر لعنت وارد ہے او احمد
اور دار قطنی سے مروی ہے کہ جان بوجھکر سود کہانا چھتیس ۳۶ زنا سے بدتر ہے اور ابو ہریرہ سے مروی
ہے کہ سود خواری کے گناہ کے ستر حصہ ہیں کم سے کم ان میں کا اتنا ہے جتنا ماں کے ساتھ زنا
کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سود لینے دینے والے دونوں برابر ہیں یعنی گناہ فعل میں مگر
گناہ اکل حرام و اخذ حرام لینے والے میں بڑھا ہوا ہے۔ سود کی حرمت کا انکار کفر اور اس کا ارتکاب
فسق اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کے سوء خاتمہ کا ڈر ہے، اور نازل ہوا یمحق اللہ الربوا۔
اللہ تعالیٰ سود خوار کا مال ضائع کراتا ہے، خواہ دنیا میں کمال بخل یا اضاعت یا عدم برکت سے
خواہ آخرت میں وبال و نکال سے ایسے ہی ابن مسعود سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا سود کا
مال اول چاہے بڑھے مگر آخر کار گھٹ جاتا ہے۔

واللہ اعلم و علمہ اتم و حکمہ احکم المرقوم سلخ شوال المکرم ۱۳۶۲ھ

للمجیب

سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور

سوال :۔ زکوٰۃ وغیرہ میں چاندی کے چہرہ دار روپیوں کا نصاب مولانا عبدالحیؒ نے عمدۃ الرعایہ میں ۵۲۔ تولہ تحریر فرمایا ہے اور آپ کے والد صاحب مرحوم نے ضروریات دین و اصلاح الاعمال میں ۵۲ لکھا ہے وجہ اختلاف کیا ہے۔

جواب :۔ ظاہر ہے کہ اصل حساب سے ۵۲ تولہ ۴ رتی ہوتے ہیں لیکن والد مرحوم نے بلحاظ احتیاط و عدم اعتبار کسور ۴ رتی کو حذف کر کے ۵۲ لکھے ہیں اور حضرت مولاناؒ نے تخمینہ میں غلطی کے اندیشہ سے بڑھا کر پورے ۵۳ کر دیئے ہیں فلا تعارض فقط۔ (سعید احمد)

حصہ سوم

وجوب زکوٰۃ بر نوٹ و بعض دیگر مسائل متعلقہ بوالدِ مصنف

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہ اور واجب ہے تو سال گذرتے ہی فوراً زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا یا ان نوٹوں کے عوض میں روپیہ وصول ہونے پر لازم ہوگا قول بسندیت حوالہ اور نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہ ہو سکنے کا مقتضی تو یہ ہے کہ بعد وصولی روپیہ اداءِ زکوٰۃ لازم ہو۔ فقط بینوا توجروا۔

المرقوم ۸ رجمادی الآخرہ ۱۳۶۰ھ

المستفتی

قاضی عبدالرحمٰن دریا انصاری وکیل ریاست گوالیار

الجواب

قول بسکوکیت والد مرحوم پر نوٹ تنہا یا دوسرے اموال کے ساتھ ملکر بقدر نصاب ہوں اور دیون سے فارغ ہوں تو سال گذرنے پر ان نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اسی وقت پر فوراً زکوٰۃ کا ادا کرنا لازم بھی ہوگا۔ (مثل قرض و دیگر دیون کے) ان نوٹوں کے عوض میں روپیہ وصول ہونے پر وجوب ادا زکوٰۃ موقوف نہیں ہوگا۔ ہاں قول بسندیت حوالہ پر بوجہ قرض ہونے کے لازم آتا ہے کہ (مثل دیگر دیون کے) ادار زکوٰۃ روپیہ فوراً واجب نہ ہو وصول ہونے پر واجب ہو حتیٰ کہ اگر ان نوٹوں کا روپیہ کبھی نہ ملے تو وجوب زکوٰۃ ساقط ہو جائے لیکن بعض اصاغر سے معلوم ہوا کہ اس تاویل سے

سال گذرتے ہی ادار زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ نوٹ اگرچہ خود ثمن نہیں لیکن ایسے قرض کی سند ہے جس کی وصولی پر ہر وقت قدرت ہے اس لئے اس کے روپیہ کو جو کہ قرض ہے بمنزلہ موصول ومقبوض قرار دے کر سال گذرتے ہی ادار زکوٰۃ لازم ہوگی حقیقۃً وصولِ روپیہ پر موقوف نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

المرقوم ۸ر جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۶۱ھ

المجیب سعید احمد لکھنوی مفتی وصدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور

سوال:۔ آپ کے والد مرحوم کے قول پر نوٹ سکہ مبتذل ہے یا متقوم اور یہ حکم میں روپیہ کے ہے یا اشرفی کے یا گلٹ کی ریزگاریوں اور تانبے کے پیسوں کے ہے۔

جواب:۔ نوٹ باعتبار اصل ذات قرطاسیت کے تو سرے سے مال متقوم ہی نہیں ہے ہاں (حسب تدقیق والد مرحوم) بوجہ عروض ثمنیت محضہ سکہ مبتذل ہوتا لیکن عروض ثمنیت کے ساتھ لحوق عہدیت سے نقصان ابتذال زائل ہو کر سکہ خلقی نقری حکماً لا حقیقۃً ہے اس لئے یہ حکم میں اشرفی اور ریزگاری اور پیسوں کے نہیں ہے بلکہ پہلے ہم جنس خالص چاندی کے روپے کے تھا اور اب بحکم وعرف جاری گلٹ کے روپے مخلوط بالفضہ مغلوبہ متخلصہ کی جنس سے ہے اس لئے اس کا قبض وملک بعینہ روپے کی قبض وتملک ہے اور اس کا نصاب بعینہ روپیہ کا نصاب ہے اور جس طرح روپے میں اختلاف معتبر ہے مثلاً سکۂ انگریزی یا شاہی وغیرہ ایسے ہی نوٹ بمبئی، کلکتہ وغیرہ کا اختلاف اور مثل روپیہ کے اس پر سال گذرتے ہی فوراً ادار زکوٰۃ واجب ہوتا ہے اور بعینہ نوٹ سے ادار زکوٰۃ جائز ہے، اور بعینہ نوٹ سے سونا چاندی خریدنا جائز ہے اور بڑے نوٹوں سے چھوٹے نوٹوں کو بقیمت مرقومہ مساویہ بدلنا جائز ہے، لیکن احقر کے دیگر اساتذہ کے قول بسندیت حوالہ وعدم ثمنیت نوٹ پر ان امور کا ناجائز ہونا مفہوم ہوتا ہے احقر بھی یہی فتویٰ عدم جواز دیتا رہا ہے لیکن اب بوجہ عروض شدت ضرورت گنجائش اختیار جواز معلوم ہوتی ہے جیسا کہ اس رسالہ کے حصہ پنجم موسومہ بانتقار الناس الیٰ نفع الحوائج بسکۃ القرطاس میں بتفصیل مذکور ہے۔ فقط۔

(سعید احمد۔ المرقوم غرہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۲ھ)

عہ لیکن یہ تاویل صحیح نہیں اور حضرت شیخ نے جو فتاوی امدادیہ جلد اول ص۱۵۲ میں قدرت علی التحصیل کو علت وجوب زکوٰۃ علی النوٹ قرار دیا ہے وہ علت نفس وجوب زکوٰۃ ہے علت وجوب ادار زکوٰۃ فی الفور نہیں ہے جیسا کہ حضرت شیخ کا اسی فتوے میں نوٹ کے روپیہ کو مال ضمار میں داخل نہ ہونے پر وجوب زکوٰۃ علی النوٹ کو متفرع کرنے سے ظاہر ہے۔ ۱۲ منہ

سوال:۔ نوٹ کا جب یا جہاں رواج نہ ہو تو آپ کے والد مرحوم کے نزدیک اُس کے کیا احکام ہیں؟ دیگر علماء کی تحقیق مطلوب نہیں۔

جواب:۔ اول والد مرحوم کے نزدیک نوٹ کا جب یا جہاں رواج نہ ہو حکم مسکوکیت باقی رہیگا تمسک ہو جائے گا اب (۱) ادارِ زکوٰۃ سال گذرتے ہی فوراً واجب نہ ہوگی مثل دوسرے دیون کے بعد وصول دینا ہوگی مگر بوجہ دین قوی ہونے کے جتنے سال اس پر گذر چکے ہیں ان سب کی زکوٰۃ اس وقت (روپیہ وصول ہونے پر) دینا لازم ہوگی۔ (۲) بیع اس کی نہ ہوگی مگر مدیون یا اُس کے گماشتے سے اور ایسی حالت میں کمی بطور اسقاط قرض جائز اور افزونی ناجائز ہے، دوم[۲] نوٹ سے کچھ خرید اجائے یا کسی عوض میں لازم ہو پھر رواج نہ رہے تو روپیہ واجب الادا ہوگا سوم[۳] نوٹ اگر امانت ہو یا رہن یا کسی کے حکم سے خریدا پھر رواج نہ رہا تو قابض وہی نوٹ بعینہٖ دیدے ضامن نہیں مگر جبکہ خلط و منع سے ضامن ہو جائے تو قیمت واجب ہوگی۔ چہارم[۴] مستحق کے حکم یا رضا سے نوٹ کہیں جمع کر دیا جائے یا روانہ کیا جائے یا اپنے قبضہ سے خارج کیا جائے اور وصول ہونے سے پہلے رواج نہ رہے تو مدیون ذمہ دار نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

المجیب

سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور

المرقوم شہر ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ ہجری

نقشہ اختلاف علماء ہند در مقادیر ضروریہ شرعیہ

مقادیر	قول مشہور	قول حکیم الامت	قول والد مرحوم	قول محوط
درم نقرہ	۳ ماشہ ۱⅕ رتی	.	۲ ماشہ ۱۰ رتی	.
دینار طلا	۴.۰ ماشہ	۳.۰ ماشہ	۳ ماشہ ۱ رتی	.
نصاب نقرہ	۵۲.۰ تولہ	.	۳۶ تولہ ۵.۰ ماشہ	قول والد مرحوم
نصاب طلا	۷ تولہ	.	۵ تولہ ۲.۰ ماشہ	قول والد مرحوم
اقل مقدار نقرہ مہر	۲ تولہ ۶.۰ ماشہ	۲ تولہ ۸ ماشہ ۵ رتی	۱ تولہ ۹ ماشہ ۸ رتی	قول حکیم الامت
مقدار عفو نجاست غلیظ کثیفہ	۴.۰ ماشہ	۳.۰ ماشہ	۳ ماشہ ۱ رتی	قول والد مرحوم
فطرہ و فدیہ	پونے دو سیر یا دو سیر	پونے دو سیر آدھی چھٹانک	ایک سیر آدھ پاؤ یا دو سیر ۹ تولہ	قول مشہور

چونکہ حسب تصریح فقہاء عبادات میں احتیاط کو لینا واجب ہے اسلئے نصاب زکوٰۃ و فطرہ و قربانی میں مقدار نقرہ ۳۶ تولہ ۵.۰ ماشہ اور مقدار طلاء تولہ ۲.۰ ماشہ قرار دی جائے اور مقدار اقل مہر ۲ تولہ ۸ ماشہ ۵ رتی چاندی رکھی جائے اور مقدار عفو نجاست غلیظ کثیفہ ۳ ماشہ ۱ رتی مانی جائے، اور

مقدار فطرہ و فدیہ پونے دو سیر آدھی چھٹانک بلکہ پورے دو سیر معین کیا جائے رد المحتار ج ۲ ص ۴۳ میں ہے فی مبسوط السرخسی الاخذ بالاحتیاط فی باب العبادات واجب انتہی فقط واللہ اعلم۔

(سعید احمد مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور)

حصّہ چہارم

حرمت خرید زر و نقرہ از نوٹ و عدم ادا زکوٰۃ از نوٹ

حسب تحقیق جمہور اکابر علماء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل نوٹ مندرجہ ذیل میں

اول نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہ اگر ادا نہیں ہوتی تو جس کے پاس روپیہ نہ ہو نوٹ ہو وہ زکوٰۃ کیونکر ادا کرے۔ دوم بذریعہ منی آرڈر زکوٰۃ روانہ کی جائے تو ادا، زکوٰۃ کے لئے نیت کون کرے اور کس وقت کرے۔ سوم بذریعہ منی آرڈر روپیہ یا نوٹ زکوٰۃ کا روانہ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہ اور کن کن صورتوں سے ادا ہوگی اور کن صورتوں سے ادا نہ ہوگی۔ چہارم اگر بجائے روپیہ کے اوتنے کا کسی قسم کا مال بذریعہ ڈاک یا ریلوے فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ روانہ کرے اور فقیر کو وہ وصول ہو جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہ۔ پنجم:۔ نوٹ سے چاندی سونے کے برتن ظروف، زیور، لچکا، پٹھا وغیرہ خرید نا جائز ہے یا نہ اگر ناجائز ہے تو جس کے پاس روپیہ نہ ہو نوٹ ہوں وہ ان اموال کو کیونکر خریدے۔ ششم مدرسہ تکمیل العلوم کانپور کو جو زکوٰۃ کے نوٹ بذریعہ منی آرڈر وصول ہوتے ہیں تو اہل مدرسہ اُس سے ادائے زکوٰۃ کے لئے کیا صورت اختیار کرتے ہیں فقط بینوا توجروا۔

المستفتی:۔ فاروق احمد بی،اے، ایل ٹی دبیر منزل کرنیل گنج کانپور

الجواب ھو الموفق للصواب

واضح ہو کہ احقر کے استاذ والد مرحوم کے نزدیک تو نوٹ عہد نامہ مسکوک ہے لیکن احقر کے دوسرے اساتذہ و مشائخ کے نزدیک ایسا نہیں ہے اُن کے نزدیک سند حوالہ ہے، یہ قول دوم مختار جمہور ہے جس کے اکابر علماء محققین . . . . . . و فقہائے مدققین . . بعد تامل صادق و نظر غائر قائل ہوئے ہیں اور اسی میں احتیاط و حسم مادۂ فساد ہے، اس لئے جملہ سوالات نوٹ کے جوابات اسی اصل کلی کی بناء پر درج کئے جاتے ہیں۔

اوّل۔ چونکہ حسب تحقیق دیگر اساتذہ احقر (جیساکہ ابھی معلوم ہوا) نوٹ سند حوالہ ہے خود روپیہ اور اسکا عوض نہیں ہے جو اس سے زکوٰۃ ادا ہو سکے کہ نوٹ مال معتبر نہیں ہے نہ باعتبار ذات (قرطاسیت) اور نہ باعتبار وصف (سندیت) اور ادار زکوٰۃ و صدقۃ الفطر و نذر و کفارہ و فدیہ وغیرہ صدقات واجبہ کے لئے متصدق بصدقات واجبہ کا اپنے مال معتبر کو بدون عوض فقیر مستحق کی ملک میں (اس طرح دیدیناکہ اسکو اس مال میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار کلی ہو جائے) ضروری ہے بدون اس کے صدقات واجبہ ادا نہیں ہوتے، اس لئے بعینہٖ نوٹ سے زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ ادا نہیں ہوتے ہیں ہاں اس کے روپئے اور مال سے بصورت مذکورہ ذیل زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے (۱) بجائے نوٹ کے اتنے ہی کا اپنا مملوک روپیہ یا مال فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ دیدے۔ (۲) نوٹ سے روپیہ یا مال خرید کے وہ روپیہ یا مال بہ نیت زکوٰۃ فقیر کو دیدے۔ (۳) فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ نوٹ دے اور فقیر اس سے روپیہ یا مال خرید کے اس پر قبضہ کرلے۔ پس اگر فقیر نے زکوٰۃ کے نوٹ سے نقد یا جنس خرید کے قبضہ نہ کیا مثل اس کے کہ وہ نوٹ اس سے ضائع ہوگیا یا اس نے وہ نوٹ کسی کو بطور ہبہ یا قرض دیدیا یا کرایہ یا تنخواہ یا مزدوری میں خرچ کرڈالا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی (۴) کسی شخص کو وکیل کرکے بہ نیت زکوٰۃ اس کو نوٹ دیدے کہ وہ اس نوٹ سے روپیہ بھنا کر یا کسی قسم کا مال خرید کے فقیر کو دیدے اور وہ ایسا ہی کرے پس اگر وکیل نے ایسا نہ کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی ان چار صورتوں مندرجہ بالا میں سے جو صورت اختیار کیجائے گی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

دوئم:۔ بذریعۂ منی آرڈر اگر فقیر کو براہ راست رقم زکوٰۃ روانہ کرے تو زکوٰۃ دہندہ کا بوقت روانگی منی آرڈر نیت کرلینا کافی ہے اور اگر فقیر کو براہ راست نہ روانہ کرے بلکہ کسی دوسرے شخص کے نام روانہ کرے کہ وہ رقم منی آرڈر وصول کرکے روانہ کنندہ کی طرف سے فقیر کو دیدے تو احقر کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی صرف زکوٰۃ دہندہ کا بوقت روانگی منی آرڈر نیت زکوٰۃ کرلینا کافی ہے لیکن اعلیحضرت حکیم الامت عمت فیوضہم ودامت برکاتہم کی کسی زمانہ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ جس کے توسط سے منی آرڈر وصول کرکے رقم زکوٰۃ فقیر کو دیتے وقت نیت کرنا ضروری ہے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی حضرت حکیم الامت مدظلہم کا یہ فتویٰ معلوم نہیں اب بھی ہے یا رجوع فرمالیا ہے اگر معلوم ہو جائے کہ اب بھی ہے تو اسی پر عمل کیا جائے **ضمیمہ** اس پر مولانا جمیل احمد صاحب مفتی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون نے یہ سوال کیا کہ یہ تحریر (حکیم الامۃ) کہاں ہے حوالہ درکار ہے۔ اس کا جواب دیا گیا کہ امداد الفتاوی ج ۲ ص ۵۶ کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے، بہرحال اس صورت میں وکیل کی نیت کو شرط کہا جاویگا،

واقعی اصل جواب میں اس کی تصریح ہونا مناسب بلکہ ضروری تھا انتہیٰ بلفظہٖ لیکن حضرت تھانوی مدظلہم العالی نے اس فتوے کے قبل کی تاریخ میں جو فتویٰ تحریر فرمایا ہے اور وہ حوادث الفتاوٰے ۱۳۲۱ھ میں طبع ہوا ہے اس میں علی الاطلاق نیت مزکی مرسل کو کافی بتلایا ہے، اس کو دیکھکر غالباً مفتی صاحب تھانہ بھون کو یہ خیال ہوا ہوگا حضرت تھانوی وکیل کی نیت کو ضروری نہیں قرار دیتے ہیں واللہ اعلم۔

سوم زکوٰۃ بھیجنے والا بہ نیت زکوٰۃ نوٹ اگر روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کرے تو حسب ذیل تین صورتوں سے زکوٰۃ ادا ہوسکتی ہے۔ (۱) فقیر (جس کے نام منی آرڈر روانہ کیا گیا ہے) اس کو ڈاک خانہ کی طرف سے روپیہ دیا جائے۔ (۲) فقیر مرسل الیہ کو ڈاک خانہ کی طرف سے نوٹ دیا جائے اور فقیر اس نوٹ سے روپیہ یا مال خرید کرکے اس پر قبضہ کرے پس اگر فقیر نے اس نوٹ سے جو کہ منی آرڈر کے ذریعہ اس کو وصول ہوئے ہیں، نقد یا جنس خرید کے قبضہ نہ کیا مثلاً اس کے ڈنوٹ کسی کو بطور ہبہ یا قرض دیدیا یا کرایہ یا تنخواہ یا مزدوری میں خرچ کر ڈالا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔

(۳) کسی متوسط کے نام منی آرڈر روانہ کردے کہ وہ ڈاک خانہ کی طرف سے روپیہ منی آرڈر کا پائے تو وہی روپیہ بعینہ فقیر کو دیدے اور نوٹ پائے تو اُس کو روپیہ سے بھنا کر یا اس کا کوئی مال خرید کے فقیر کو (تحقیق حضرت تھانوی عم فیضہ الصوری والمعنوی پر بہ نیت زکوٰۃ اور مزعوم احقر پر بہ نیت زکوٰۃ یا بدون نیت زکوٰۃ) دیدے اور یہ متوسط ایسا ہی کرے چہارم۔ ادا ہوجائیگی پنجم۔ نوٹ سے سوائے روپیے کے کسی قسم کی چاندی سونے کی خرید و فروخت نہ نقد جائز ہے نہ قرض نہ برابری کے ساتھ نہ کمی و بیشی کے ساتھ خریدنا ہو تو پہلے ان نوٹوں کو روپیوں سے بھنالے پھر روپیوں سے جس قسم کا چاہے چاندی سونا خریدلے اس صورت سے کہ مجلس عقد ہی میں دونوں عوض مقبوض ہوجائیں ششم۔ مدرسہ تکمیل العلوم کا ابتداء قیام مدرسہ سے یہ معمول ہے کہ اسے جو زکوٰۃ کے نوٹ بذریعہ منی آرڈر یا کسی دوسرے طریق سے وصول ہوتے ہیں اُن کو اہلِ مدرسہ زکوٰۃ دہندہ کی طرف سے وکیل ہوکر روپیہ یا مال سے پہلے بدل کے اُس پر منجانب زکوٰۃ دہندہ وکالۃً قابض ہوجاتے ہیں جس سے زکوٰۃ دہندہ بعینہ اُس روپیہ یا مال کا مالک ہوجاتا ہے پھر بعینہ وہی روپیہ و مال مملوک معطی (مستحق کو بہ نیت زکوٰۃ منجانب زکوٰۃ دہندہ وکالۃً اس طرح مالک بنا دیتے ہیں کہ اس مستحق کو حقیقۃً ہر قسم کے تصرف کا اختیار کلی ہوجاتا ہے اور زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ بکمال احتیاط یقیناً ادا ہوجاتی ہے ارتکاب حیلۂ رائجہ کی ضرورت نہیں پڑتی ہے اور احقر نے یہی معمول مدرسہ تکمیل العلوم بعض مدارس

کو بھی ذکر جہاں لاعلمی سے زکوٰۃ کے نوٹ خلاف شرع صرف کئے جاتے تھے) وہاں کے کارکنوں کے استفسار پر بتلادیا ہے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم المرقوم ۲۶ صفر المظفر ۱۳۶۲ھ

المجیب

سعید احمد لکھنوی مفتی وصدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور

قانون زکوٰۃ وفطرہ وقربانی

جو شخص اپنی اصلی ضرورتوں سے زائد بعض قسم کے مفت چرنے والے جانوروں کا یا بعض قسم کی پیداوار کا یا ۵۲ تولہ ۵ ماشہ چاندی یا ۷ تولہ ۶ ماشہ سونے یا اتنی قیمت کے مال تجارت کا مالک ہو اور اسپر سال بھی گذر گیا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض اور فطرہ وقربانی واجب ہے اور اس کو زکوٰۃ وفطرہ وفدیہ ونذر وغیرہ صدقات واجبہ کا لینا حرام ہے اور اگر سال نہ گذرا ہو یا سال تو گزرا ہو لیکن اتنی قیمت کا مال جو ہو وہ سوداگری کا نہ ہو تو اسپر فطرہ وقربانی تو واجب ہے اور اس کو زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ بھی لینا ناجائز ہے لیکن اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اس قانون کی پوری تفصیل فقہ حنفی سے معلوم کر کے اُسپر عمل کیا جائے فقط واللہ اعلم۔ (سعید احمد لکھنوی)

حصہ پنجم

جواز خرید زر ونقرہ از نوٹ وجائز بودن مبادلۂ نوٹ بنوٹ وصحیح بودن ادائے زکوٰۃ از نوٹ حسب تدقیق والد مصنف مخالف جمہور علماء وضرورت افتاء بر جواز اینہا حسب قاعدہ مسلمۂ فقہاء الحرج مدفوع

افتقار الناس الی رفع الحوائج بسکۃ القرطاس

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

آپ کے فتاویٰ سے یہ معلوم ہو کر کہ بعینہ نوٹ سے زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ نہیں ادا ہوتے ہیں بعض اغنیائے کہ جن کو خاص آپ سے یا آپ کے والد مرحوم سے عقیدت ہے بعینہ نوٹ سے زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ کا ادا کرنا ترک کر دیا ہے بجائے اس کے اتنے کے چاندی کے یا گلٹ کے دونیوں اور چیسوں اور ریزگاریوں اور دوسرے قسم کے مالوں سے ادا کرنے لگے ہیں، لیکن بر دنجات میں زکوٰۃ

---

۵ منہا اداء الزکوٰۃ وغیرھا من حوائج الدین والدنیا - ۱۳

وغیرہ روانہ کرنے میں بیحد دشواریاں ہوتی ہیں اور اس زمانہ میں تو پرانے اور نئے روپیوں اور پیسوں اور ریزگاریوں کی کمیابی اور بدشواری تمام ملنے کی وجہ سے مقامی فقرار کو بھی زکوٰۃ دینا دشوار ہوتا جاتاہے، اور کوئی مال واسباب خرید کر دینے میں علاوہ دشواری کے فقیر کی ہر قسم کی ضروریات پوری نہیں ہوسکتی ہیں اور اگر آئندہ سوائے نوٹ کے ہر قسم کے سکے بالکل بند کر دیئے گئے تب تو سکوں سے ادا زکوٰۃ و فطرہ محال اور ناممکن ہی ہوجائے گا۔ ایسی حالت و شدت و کمال دشواری میں بعینہٖ نوٹ سے ادار زکوٰۃ و فطرہ و دیگر صدقات واجبہ جائز ہوگا یا نہ؟ جواب مفصل و مدلل مرحمت فرماکے ممنون ماجور ہوں۔ فقط بینوا توجروا۔

المستفتی:۔ شیخ مبارک علی آنریری مجسٹریٹ ورئیس کانپور

الجواب وهو الموفق للصواب

واضح ہو کہ نوٹ کی حقیقت شرعیہ میں علمائے محققین ربانیین کے مختلف اقوال ہیں جن میں سے احقر کے استاذ والد مرحوم (حضرت مولانا فتح محمد صاحب تائب بانی و مہتمم مدرسہ رفاہ المسلمین لکھنؤ مولف تفسیر شہیر خلاصۃ التفاسیر و ضروریات دین و تطہیر الاموال عطر ہدایہ اخیرین و تکملہ عمدۃ الرعایہ علی المجلدین الاخیرین من شرح الوقایہ و ہدایۃ المحاسبین و دیگر کتبہائے کثیرہ نافعہ عربیہ و فارسیہ ہندیہ خلیفہ حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ صاحب غازی و شہید و تلمیذ مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی فرنگی محلی رحمہم اللہ القوی) نے نوٹ کو عہدنامہ مسکوک قرار دیا ہے جس سے یہ متفرع ہوتا ہے کہ بعینہٖ نوٹ سے زکوٰۃ و فطرہ و نذر و کفارہ وغیرہ صدقات واجبہ ادا ہوجاتے ہیں اور بعینہٖ نوٹ سے چاندی سونا اور اس کے ظروف اور زیور خریدنا جائز ہے اور بڑے نوٹ کو چھوٹے نوٹوں سے قیمت مرقومہ پر بدلنا جائز ہے اور احقر کے دوسرے اساتذہ کرام و مشائخ عظام ادخلہم اللہ دارالسلام نے نوٹ کو سند حوالہ قرار دیکے اُس سے زکوٰۃ فطرہ وغیرہ صدقات واجبہ کے ادا نہ ہوسکنے اور اس سے چاندی سونے کی خرید کے ناجائز ہونے کو فرمایا ہے کہ خریدنا ہو تو نوٹ کو روپئے سے بدلکے روپیوں سے چاندی سونا خریدے اور اُن کے اس قول پر بڑے نوٹ کو چھوٹے نوٹوں سے بدلنا بھی ناجائز ہوتا ہے، چونکہ احقر کے دیگر اساتذہ کی تحقیق میں احتیاط ہے اس لئے احقر پہلے نوٹ سے زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ ہوسکنے کے متعدد فتاوی تحریر بیان کرتا رہا ہے لیکن اب جبکہ اس فتوے پر ادار زکوٰۃ شہر و بیرونجات دونوں جگہ پہلے سے کہیں

زیادہ دشوار و متعذر ہوگیا ہے اس لئے احقر کے خیال ناقص میں اس شدت ضرورت کے لحاظ سے والد مرحوم کی اصل کلی پر تفریع کر کے بعینہ نوٹ سے ادائے زکوٰۃ کا فتوےٰ دینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے لہذا ضروری ہے کہ دیگر علماء کرام اس تحریر احقر کو ملاحظہ فرمانے اور اس مسئلہ میں نظر ثانی فرمانے کے بعد جو ارشاد فرمائیں اس پر عمل کیا جائے۔

تفصیل یہ کہ احقر کے دیگر اساتذہ کرام و مشائخ عظام نے نوٹ کو سند حوالہ قرار دیکے تمام مسائل ربوا و بیع صرف و صدقات واجبہ کو اسی اصل کلی سے نکال کے نوٹ سے ادا صدقات واجبہ نہ ہوسکنے کا فتویٰ دیا ہے جس کی وجہ سے بیرونجات میں تو ادا زکوٰۃ کی دشواری پہلے ہی سے تھی اور اب تو اس دشواری میں زیادت و شدت کے ساتھ مقامی فقراء کو بھی زکوٰۃ و فطرہ وغیرہ کا دینا بوجہ کمیابی و صعوبت حصول سکہ جات متقومہ کے بہت دشوار ہوگیا ہے لیکن والد مرحوم نے کلیات و جزئیات فقہیہ و قوانین حکومت برطانیہ و تعامل و عرف عام و صعوبت تام پر نظر فرما کے ساٹھ سال پیشترہی سے نوٹ کی حقیقت قرار دے کے بہت سے مسائل متفرع فرمائے ہیں اس کو عہدنامہ مسکوک سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور اس کی تشریح و تحقیق حسب فہم احقر یہ ہے کہ نوٹ دو اجزاء اعتبار یہ سے مرکب ہے ایک یہ کہ نوٹ عہدنامہ ادا قرض مرقوم ہے چنانچہ دس روپیہ کے نوٹ پر یہ انگریزی عبارت لکھی ہوئی ہے

I promise to pay the bearer on demand the sum of ten rupees.

(ترجمہ اس انگریزی عبارت مرقومہ بالا کا یہ ہے)

اقرار و ذمہ داری نامہ از حکومت مرکزیہ

"میں لیجانے والے کو ہر اس دفتر سے جہاں سے روپیہ مل سکتا ہے طلب کرنے پر دس روپیہ ادا کرنیکا عہد کرتا ہوں"

دوسرے یہ کہ نوٹ کو حکومت کی طرف سے بحکم ثمن خلقی و سکہ خلقیہ کی طرح واجب القبول بنائے جانے سے یہ حکماً ثمن اصطلاحی متبذل بھی ہے اگر ہم کو اختیار ہوتا کہ دوسرے اموال کی طرح خرید یا بانہ تو تمسک محض ہوتا اور جب کہ ہم اس کے قبول کرنے پر منجانب حکومت سکوں کیطرح مجبور ہیں بضرورت حکم ثمن و سکہ بھی دینا پڑیگا بس یہ دو جہتین ہوا اس اعتبار سے کہ یہ عہدنامہ ہے حکومت بوقت طلب روپیہ پھیرنے پر مجبور ہے اور گم و ہلاک و خراب شدہ نوٹ کا بدل دینا ذمہ سرکار ہے بخلاف دوسرے

ؔ ایسے ہی نوٹ سے چاندی سونا خریدنے اور بڑے نوٹ کو چھوٹے نوٹوں سے خریدنے کا فتوے دینے کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ ۱۲ منہ۔

اثمان وسکجات کے کہ وہ عہد نامہ نہ ہونے ثمن خالص وسکہ محض ہونے کی وجہ سے مثل سونے چاندی کے بتر روپیہ اشرفی ریزگاری کے اثمن خلقی ہوں یا مثل پیسوں اور گلٹ کی ریزگاریوں کے اثمن اصطلاحی متقوم ہوں یا مثل شامی گئے جس کی نسبت والد مرحوم سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اسکو ۱۳۰۳ھ میں بمقام کربلائے معلی و کاظمین دیکھا تھا یہ تانبے کی ہوتی ہے اور قیمت وصورت میں چہرہ دار روپیہ کے برابر ہے صرف بحکم سلطانی رائج ہے) ثمن اصطلاحی مبتذل ہوں کہ ان سب سکہ جات کو حکومت پھیر لینے پر مجبور نہیں ہے اور ان کے ضائع وخراب ہونے پر ان کا بدل بذمہ سرکار نہیں، ہے اور اس لحاظ سے کہ یہ مثل شامی کے ثمن اصطلاحی مبتذل ہے بائع ودائن وا جیر وموجر وغیرہ اس کے قبول کرنے پر مجبور رہیں اور جس پر بھی بار نقدین ہو وہ مستحق کو اسکے ادا کرنے سے سبکدوش ہوجاتا ہے الغرض گورنمنٹ سے جو کہ مدیون ہے اس سے بحیثیت دین لین دین میں عہد نامہ کے احکام وآثار مترتب ہوتے ہیں اور باہم رعایا کے لین دین میں ثمن وسکہ اصطلاحی کے احکام وآثار مترتب ہوتے ہیں اس لئے بطور دلیل انی نوٹ عہد نامہ مسکوک ہوا اور احکام متضادہ عہدو ثمنیت کے ترتب سے بوجہ اختلاف محل وجہت اجتماع متضادین مستحیل بھی لازم نہ آئیگا۔ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ نے اپنی تجارت وتمول کو ترقی دینے کیلئے یہ چاہا کہ کاغذ کا سکہ چلایا جائے لیکن یہ خیال کرے کہ ابتک جتنے سکے بتحکم یا برضا واتفاق عام نافذ وجاری ہوئے وہ اکثر بیشتر اصل کے اعتبار سے بھی معتد بہ قیمت رکھتے ہیں بخلاف سکہ کاغذ کے کہ یہ اصل کے اعتبار کر السالم قیمت ہے کہ قیمت مقررہ ثمن ثمنیت کے حساب سے لاشئے ہے اس لئے رعایا اسکو بدون ظلم شدید قبول نہ کرے گی اور اس کا چاندی کے روپیہ کی طرح تو کیا پیسوں ریزگاریوں کے برابر بھی نفاذ واجراء عام نہ ہو سکے گا۔ اور مقصود حکومت (یعنی تمول) حاصل نہ ہو سکے گا۔ ہر شخص یہ خیال کرے گا کہ اگر دوسری ایسی سلطنت میں جانا ہوا جہاں اس کا حکومت کی طرف سے مبادلہ بھی نہیں ہو سکتا یا انقلاب سلطنت ہو گیا یا خود گورنمنٹ نے کسی وجہ سے اس کی سکیت باطل کر دی تو ہم بجائے اعلیٰ درجہ کے تمول کے اعلیٰ درجہ کے مفلس ونادار ہو جائیں گے اس خیال سے اور اس سے بھی زیادہ اس خیال سے کہ یہ ظلم کھلا عدل کے بھی خلاف ہے یہ تجویز کی کہ اس سکہ مبتذلہ کے لئے بخلاف دوسرے سکوں متقومہ کے جو کوئی بھی جب اس کا روپیہ لینا چاہے تو جتنی رقم سرکار کو دیگئی ہے اتنی ہی گورنمنٹ اس کو واپس کرے گی حتیٰ کہ اگر یہ ضائع ہو جائے تو محض نمبروں سے ثبوت پیش کرنے ہی سے زر مرقوم دیدیا جائیگا کہ یہ بات تو سکہ متقوم میں بھی نہیں اس طرح حقیقۃً بھی ازالہ نقصان ابتذال

ہو کر سکہ متقوم سے زیادہ نافع ہونے سے حکماً سکہ متقوم ہوجائیگا اور رعایا بھی مطمئن ہوجائیگی
بلکہ قانوناً عین ثمن خلقی یعنی روپیہ قرار دیئے جانے سے عرفاً بھی عین ثمن خلقی سمجھا جائیگا چنانچہ ایسا
ہی ہوا اور نوٹ حکم نافذ اور عرف جاری دونوں صورتوں سے قیمت مرقومہ پر بدون رد و انکار رائج
ہوجانے سے شرعاً بھی ثمن اور سکہ ہوگیا اور مثل پیسوں اور ریزگاریوں کے بلکہ (بوجہ عینیت فیہ
ثمن خلقی کے) مثل روپیوں کے بعینہ یہی فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ دیدینے سے (بقدر مرقوم نوٹ)
زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور ان کے ملک و قبض میں آنے ہی سے ادار زکوٰۃ واجب ہوگی مثل دیون
محضہ کے وصول دین پر موقوف نہ ہوگی اور بڑے نوٹوں سے چھوٹے نوٹوں کو قیمت مرقومہ
خرید ناجائز ہوگا اور مثل چاندی کے روپیہ کے ادار زکوٰۃ و بیع صرف بآسانی ہوسکے گی کوئی صعوبت
کسی زمانہ میں لازم نہ آئیگی بخلاف اس کے کہ اسکو سند حوالہ قرار دیا جائے کہ
اس قول پر پہلے زمانہ میں بھی جبکہ بسہولت سکجات متقومہ ملتے تھے بیرونجات میں ادار زکوٰۃ
وغیرہ صدقات واجبہ دشوار تھا اور اب تو بوجہ کمیابی بلکہ نایابی سکہ جات متقومہ مقامی فقرار کو بھی
زکوٰۃ میں دینا دشوار ہوگیا ہے اور ہر شخص بعینہ نوٹ سے سونا چاندی خریدنے اور بڑے نوٹ کو
چھوٹے نوٹوں سے بدلنے اور ریلوے ٹکٹ گھر میں کرایہ ریل اور ڈاکخانہ میں اجرت ڈاک اور
مالک مکان کو کرایہ مکان اور ملازمین کو تنخواہ اور مزدوروں کو مزدوری اور بائع کو قیمت مال
میں ان کے حقوق سے زائد کا نوٹ دیکے رقم زائد کی واپسی میں نوٹ لینے پر اس قدر مجبور ہوگیا
ہے کہ نہ لے تو اس کی دنیا اور دین کے سارے کاروبار درہم برہم ہوجائیں نیز حسب تصریح
فقہاء "وتصح الحوالہ برضاء المحتال" صحت حوالہ رضاء محتال پر موقوف ہے اور صورت مبحوثہ میں نوٹ لینے
والے اسلئے طیار ہوجاتے ہیں کہ اس سے بوجہ سکہ قرار دیئے جانے کے ہم اپنی تمام ضرورتوں اور
حاجتوں کو جہاں چاہیں اور جب چاہیں فوراً اسی وقت بلا دقت بآسانی حاصل کرسکتے ہیں تو یہ
طیاری ان کی محض حوالہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ سکہ اور عہدنامہ ادار مرقوم کی وجہ سے
ہوئی ورنہ اگر حوالہ محضہ ہوتا تو ثمنیت و سکیت کا اس سے تعلق نہ ہوتا کوئی بھی اس کے لئے طیار
نہ ہوتا اگر ہوتا بھی تو بتحکم شدید بدون رضار قلب طیار ہوتا اس لئے ضرور ہے کہ اس کو عہدنامہ
قرار دینے کے ساتھ سکہ بھی قرار دیا جائے ورنہ اگر حوالہ محضہ قرار دیا جائے (نہ برضار نہ بدون رضا)
اسکے لینے پر طیار نہ ہونے سے رضار قلبی کیا رضار ظاہری تک نہ پائی جائے گی اور حسب قاعدہ
فقہیہ مذکورہ یہ حوالہ صحیح نہ ہوگا اور بموجب حدیث لا یحل مال امرأ مسلم الا بطیب نفسہ

او کما قال نوٹ دیکے روپیہ لینا اور بجائے نقود واجبہ کے نوٹ دینا جائز نہ ہوگا یہ دلیل صحت و قوت قول والد مرحوم کی ہے لیکن اگر اس قول کو قوی نہ مانا جائے ضعیف ہی تسلیم کیا جائے تب بھی بموجب ارشاد خدائے رحیم یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر و ارشاد رب حکیم وما جعل علیکم فی الدین من حرج و حدیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم احب الدین الی اللہ تعالیٰ الحنفیۃ السمحۃ و قاعدہ فقہیہ المشقۃ تجلب التیسیر و قاعدہ الامر اذا ضاق اتسع و قاعدہ الحرج مدفوع اس زمانہ کمیابی و نایابی سکجات متقومہ میں شدت ضرورت عامہ کی وجہ سے قول والد ہی کو اختیار کرکے اس کی بنا پر ادائے زکوٰۃ بنوٹ اور بعینہ ان سے چاندی سونا خرید نا اور بڑے نوٹ کو چھوٹے نوٹوں سے قیمت مرقومہ پر بدلنا جائز ہوگا اس لئے دیگر علمار کو احقر کی یہ تحریر حقیر دکھلائی جائے ملاحظہ فرمانے اور اس مسئلہ میں نظر ثانی فرمانے کے بعد جو وہ ارشاد فرمائیں اس پر عمل کیا جائے بالخصوص وہ علمار باعمل کہ ؎

تفسیروں پہ ہو نگاہ جن کی — اور فقہ میں ستگاہ جن کی — ارشاد رسول سے ہوں آگاہ
آئین و اصول سے ہوں آگاہ — انصاف ہو ان کے آب و گل میں — اور عشق کی چھیڑ چھاڑ دل میں
خود گم ہوں خدا کی جستجو میں — جینے وہ رہے ہوں ہاؤ ہو میں — حاجات زمانہ کی خبر ہو
اور نصح عوام پر نظر ہو — فرمائیں گے جو وہ بال لونگا — اصلاح کلام جان لوں گا

بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الدین النصیحۃ الحدیث ۱۲ منہ

علامہ شامی رح درمختار کے قول ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع کے تحت میں رد المحتار ج ۱ ص ۶۹ میں تحریر فرماتے ہیں قلت لکن ھذا فی غیر موضع الضرورۃ فقد ذکر فی حیض فی بحث الوان الدماء اقوالا ضعیفۃ ثم قال . . . . . . عن فخر الائمۃ لو افتی مفت بشئ من ھذہ الاقوال فی مواضع الضرورۃ طلبا للتیسیر کان حسنا اھ وکذا قول ابی یوسف فی المنی اذا خرج بعد فتور الشھوۃ لا یجب بہ الغسل ضعیف واجازوا العمل بہ للمسافر والضیف الذی خاف الریبۃ کما سیاتی فی محلہ وذلک من مواضع الضرورۃ انتہی یہ روایات مواضع ضرورت میں قول ضعیف پر بھی فتویٰ دینے میں صریح ہیں اس لئے قول والد کے ضعیف ہونے پر بھی بوجہ شدت ضرورت فتویٰ دینا جائز ہوگا۔ اور پیسوں میں تفاضل اور ایک روپیہ سے ۶۴ پیسوں سے زائد اور کم کی خرید کے جواز سے باہم نوٹوں اور نوٹوں اور روپیوں میں جواز تفاضل کا شبہہ نہ ہو کہ گو پیسے اور نوٹ دونوں حقیقۃً ثمن خلقی نہیں حکماً ثمن اصطلاحی ہیں لیکن دونوں میں فرق ہے کہ پیسے عین ثمن خلقی عرفاً بھی نہیں ہیں اور نوٹ عین ثمن خلقی عرفاً ہیں نوٹ

میں عینیت حقیقۃً تو نہیں ہے لیکن عینیت عرفیہ ہے کہ نوٹ کو قانوناً روپیہ کے جمیع احکام مقاصد و منافع و آثار و نتائج میں قرار دینے اور بحکم اس کی ترویج اور اسکے منافع خاصہ کی تشہیر سے عرفاً عام طور پر نوٹ کو عین روپیہ سمجھا اور مانا جاتا ہے اس پر ملک و قبض بعینہ روپیہ کی ملک و قبض سمجھی اور مانی جاتی ہے۔ صورۃً تو کاغذ پر قبض و ملک ہوتا ہے لیکن معنیً بعینہ روپیہ پر قبض و ملک قانوناً و عرفاً سمجھا جاتا اور مانا جاتا ہے اس لئے شرعاً بھی مانا جائیگا غرض نوٹ ثمن اصطلاحی صورۃً اور ثمن خلقی قانوناً و عرفاً و معنیً ہے اور پیسوں میں یہ نہیں وہ ثمن اصطلاحی غیر ثمن خلقی حقیقۃً ہونے کے ساتھ قانوناً و عرفاً بھی غیر ثمن خلقی ہیں اور ابتذال جو نوٹ میں ہے وہ بھی بوجہ عہد نامہ ہونے کے زائل ہو گیا ہے اور اس طرح سے نوٹ ثمن اصطلاحی مبتذل ذاتاً اور متقوم وصفاً ہونے کے ساتھ عین ثمن خلقی قانوناً و عرفاً ہیں اور پیسے ثمن اصطلاحی متقوم غیر ثمن خلقی حقیقۃً و عرفاً و قانوناً ہیں نیز جیسے باہم روپیوں کو کمی و بیشی کے ساتھ لینے دینے میں حقیقۃً و حساً اُسی مجلس عقد میں ایک کو کم دوسرے کو زائد روپیہ بصورت ربوا ملجاتا ہے ایسے ہی باہم نوٹوں کو نوٹوں اور روپیوں سے کمی و بیشی کے ساتھ لینے دینے میں معنیً و حکماً اُسی مجلس میں ایک کو کم دوسرے کو زائد روپیہ ملجاتا ہے جو کہ مقصود ربوا ہے اور یہ بات پیسوں میں نہیں اس لئے ضرور ہے کہ باہم پیسوں اور پیسوں اور روپیوں میں تو تفاضل اور نرخ سے کمی و بیشی جائز ہو لیکن باہم نوٹوں اور نوٹوں اور روپیوں میں تفاضل ناجائز و ربوا ہو فافترقا فنفظ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم المرقوم رجب المرجب ۱۳۶۲ھ

المجیب:۔ سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کمال خان کانپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں

(۱) آپ کے والد مرحوم نے جو نوٹ کو مال اور سکہ اصطلاحی مبتذل قرار دیا ہے اسکی کیا دلیل ہے؟
(۲) کیا آپ کے والد مرحوم کے قول پر بعینہ نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے، (۳) کیا آپکے والد مرحوم کے قول پر بعینہ نوٹ سے چاندی سونے کے پتر اس کے ظروف اس کے زیور اسکا لچکہ ٹھپا وغیرہ خریدنا جائز ہے۔ (۴) آپ کے والد مرحوم نے نوٹ کو عہد نامہ ادائے قرض مرقوم بھی قرار دیا ہے اسکی کیا دلیل ہے اور تمسک اور سکہ دونوں کیسے ہو سکتا ہے یہ تو اجتماع ضدین ہے۔
(۵) جب کہ آپ کے والد مرحوم کے قول پر نوٹ سے اس کے عہد نامہ مسکوک ہونے کی وجہ سے ادائے زکوٰۃ ہو جاتا ہی تو آپ اسکے کیوں قائل نہیں۔ فقط بینوا توجروا۔ المستفتی مولانا عبدالوحید ندوی، پہونسپر کرشچین ہیج پاگنج

الجواب

واضح ہو کہ مال وہ مفید شئے ہے جس کی طرف میلان طبع ہو اور اس کو ضرورت وحاجت کیوقت
نفع حاصل کرنے اور صرف میں لانے کے لئے محفوظ کر سکیں اور بذل و منع واخذ وعطا اس میں معتبر
ہو چنانچہ درمختار ج ۴ ص ۱۳۹ میں ہے المال ما یمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع
ہے اور ردالمحتار میں ج ۴ ص ۳ میں ہے المال ما یمیل الیہ الطبع ویمکن ادخارہ لوقت الحاجۃ
اور مال کی دو قسمیں ہیں ایک سکہ دوسرے غیر سکہ۔ وہ مال ہے جو بحکم نافذ یا عرف جاری معین قیمت
پر بدون رد وانکار رائج ہو اور یہ اگر چاندی سونے کا ہے تو خلقی ہے ورنہ اصطلاحی پھر اصطلاحی
دو طور پر ہے) (۱) متقوم جو سکہ ہونے سے پہلے ایک قیمت رکھتا ہو جیسے فلوس کہ اس کی اصل
تانبا ہے۔ (۲) مبتذل جو سکہ ہونے سے پہلے یا سکہ نہ رہنے کے بعد ایسی کم قیمت والے ہوں
کہ قیمت موجودہ کے حساب سے لاشئ سمجھے جائیں جیسے شامی (جو کہ حسب ارشاد والد مرحوم تانبے کی
ہوتی ہے، اور قیمت وصورت میں چہرہ دار روپیہ کے برابر ہے صرف بحکم سلطانی رائج تھی اس کو
والد مرحوم نے ۱۳۲۳ھ میں بمقام کربلائے معلی وکاظمین دیکھا تھا) پس نوٹ بوجہ میلان طبع وادخار مال
ہے اور بحکم نافذ وعرف جاری دونوں طرح سے قیمت مرقومہ پر بدون رد وانکار رائج ہونے سے
سکہ ہے اور چاندی سونے کا نہ ہونے کاغذ کا ہونے سے اصطلاحی ہے اور مثل شامی کے سکہ
ہونے سے پہلے اور سکہ نہ رہنے کے بعد ایسا کم قیمت والا ہونے کی وجہ سے کہ قیمت موجودہ کے
حساب سے لاشئ سمجھا جاتا ہے مبتذل ہے بلکہ سکہ ہونے کے ساتھ عہدنامہ ہونے سے نقصان
ابتذال کا بھی اس سے ازالہ ہو گیا ہے اس لئے یہ ذاتاً مبتذل اور وصفاً متقوم ہے اور اس طور سے
سکہ مبتذل کی دو قسمیں ہو گئیں ایک متقوم معنوی جو کہ زائل الابتذال ہے جیسے نوٹ دوسرے
مبتذل صوری ومعنوی جو کہ دائم الابتذال ہے جیسے شامی اور جب کہ یہ مال ہے اور سکہ اصطلاحی
مبتذل صورۃً اور متقوم معنیً ہے تو اس سے مثل سکہ اصطلاحی متقوم کے جیسے پیسے ریزگاری
ادائے زکوٰۃ ودیگر صدقات واجبہ بھی جائز ہوگا اور اس سے چاندی سونے کے پتر ظروف زیور وغیرہ
بمراعات قوانین بیع وصرف خریدنا جائز ہے، اس لئے کہ ادائے زکوٰۃ ودیگر صدقات واجبہ کیلئے مال
کا مستحق کی ملک میں دیدینا کہ وہ جب اور جس قسم کے تصرف میں چاہے لائے ضروری ہے عام ازیں
کہ وہ مال سکہ خلقی ہو یا اصطلاحی متقوم ہو یا مبتذل زائل الابتذال ؎ چاروں صورتوں میں زکوٰۃ وصدقات

؎ ہو یا دائم الابتذال

واجب ادا ہو جاتے ہیں اور نوٹ کے عہدنامہ ادا، قرض مرقوم ہونیکی دو دلیلیں ہیں۔ ۱ یہ کہ اکثر نوٹوں پر حکومت مرکزیہ کی جانب سے ادار زر مرقوم کا وعدہ چھپا ہوتا ہے۔ ۲۔ نوٹ گم یا ہلاک یا خراب ہو جائے تو نمبروں سے ثبوت پیش کرنے سے اس کا بدل ذمۂ سرکار ہے اور نوٹ جو عہدنامہ ہے وہ مابین حکومت و مالک نوٹ بحیثیت دین ہے اور سکہ جو ہے وہ مابین رعایا من حیث ثمنیت ہے اس لئے بوجہ اختلاف محل و جہت اجتماع متضادین مستحیل بھی نہ لازم آئیگا اور چونکہ احقر کے دیگر اساتذہ کے نزدیک نوٹ سے اُس کے سند حوالہ ہونے کی وجہ سے ادار زکوٰۃ نہیں ہوتا اور اسی میں احتیاط و حسم مادہ فساد ہے اس لئے احقر بھی عدم ادار زکوٰۃ کا فتویٰ دیتا رہا ہے ہاں اب روپیہ کی کمیابی کی وجہ سے ضرورۃً ادار زکوٰۃ کے فتوے دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ دیگر علماء کرام اس تحریر حقیر کو ملاحظہ فرماکے جو فیصلہ فرمائیں اس پر عمل کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم و علمہ اتم و حکمہ احکم المرقوم غرہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ۔

المجیب

سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم، کانپور

سوال:۔ اشرفی کی خرید و فروخت نوٹ سے قیمت مقررہ پر یا کمی یا بیشی پر نقد یا قرض جائز ہے یا نہ۔ المستفتی:۔ حافظ عبدالقادر تحسین کانپور۔

جواب:۔ قول بسندیت حوالہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کسی صورت سے جائز نہ ہو لیکن قول بمسکوکیت پر چونکہ عرفاً و قانوناً نوٹ ثمن خلقی اور بعینہٖ روپیہ اور جمیع احکام میں مثل روپیہ کے ہے اس لئے مثل روپیہ کے اس کی خرید و فروخت اشرفی سے برابری اور کمی و بیشی تینوں صورتوں سے جائز ہے جبکہ عوضین مجلس عقد میں مقبوض ہو جائیں، لیکن والد مرحوم تقابض باعتبار اصل و صورت لازم نہیں قرار دیتے اور احقر لازم سمجھتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور المرقوم سلخ صفر المظفر ۱۳۵۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اب جو ایک روپیہ کا نوٹ نکلا ہے اس میں کوئی عہدنامہ وغیرہ مرقوم نہیں ہوتا۔ ہے تو یہ بھی سند حوالہ ہوں گے اور ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی یا عہدنامہ مرقوم نہ ہونے سے سند حوالہ نہ ہونگے تو وہ بابِ زکوٰۃ کیا حکم ہوگا؟ فقط بینوا توجروا۔

المستفتی:۔ (حاجی) نظام الدین تاجر فرد لحاف کرنیل گنج کانپور

الجواب

دیگر علماء کی رائے تو معلوم نہیں احقر کا یہ وہم ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قوانین بنک و سرکاری میں یہ بھی
سند ادار مرقوم ہو لیکن آج کل کاغذ کی اور کتابت و طباعت وغیرہ کی گرانی کی وجہ سے یہ قانون ان
پر درج نہ کیا گیا ہو اور یہ بھی نہ ہو تب بھی چونکہ اس کے قبل تک جتنے نوٹ جاری ہوئے ہیں ان پر
عہدنامہ مرقوم ہونے اور قوانین بنک و سرکاری میں اس کی تصریح ہونے کی شہرت عام ہو چکی ہے
اس لئے جبتک ایک روپیہ نوٹ کا دیگر رقوم کے نوٹوں کے قانون عہدیت سے مستثنیٰ کئے جانے اور
سکہ محضہ قرار دیئے جانے کا منجانب سرکار اعلان عام و تمام ہو جائے اس کو بھی بڑے نوٹوں پر کہ جن پر
عہدنامہ ہونا مرقوم ہے (بطور استصحاب حال) قیاس کر کے یہ بھی قول والد مرحوم پر عہدنامہ مسکوک
قرار دیا جائے گا[ص] اور اعلان عام و تمام ہو جانے پر اگر بحکم یا برضاء عام مثل روپے کے قیمت مرقومہ
پر بدون رد و انکار رائج ہو جائے تو باتفاق یہ سکہ اصطلاحی بیتذل ہو جائیگا اور مثل سکہہائے متقوم
خلقی و اصطلاحی کے بعینہ ان سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم المرقوم
شوال المکرم ۱۳۶۲ھ

[ص] اور قول دیگر اساتذہ پر بھی قول والد مرحوم مسکوک قرار دیا جائیگا

المجیب:۔ سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم حاطہ کمال خان کانپور

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جب باتفاق اساتذہ و علماء مختلفین ایک روپیہ کا نوٹ سکہ محض قرار دیا جائے تو جیسے ایک پیسے کے دو چار
پیسے خریدنا جائز ہے کیا ایسے ہی ایک روپیہ کے نوٹ کے دو چار روپے یا دو چار روپے کا نوٹ
خریدنا جائز ہوگا یا نہ۔ فقط بینوا توجروا۔

المستفتی:۔ قاضی عبدالرحمٰن دریا انصاری وکیل ریاست گوالیار ولد مولانا قاضی عبدالغفار جیوری مرحوم

الجواب

چونکہ اس صورت میں بھی نوٹ قائم مقام روپیوں مرقومہ کا ہے اس لئے اسکو دوسرے نوٹوں
یا روپیوں سے کمی یا بیشی کے ساتھ بیچنا خریدنا بوجہ ربوا یا شبہ ربوا ہونے کے ناجائز ہوگا اور پیسوں پر
اس کا قیاس صحیح نہیں دو وجہوں سے ایک یہ کہ نوٹ قائم مقام پیسوں کے نہیں قانوناً و عرفاً جمیع احکام
میں روپیہ کے ہونے سے قانوناً و عرفاً عین ثمن خلقی ہیں یا یوں کہو کہ پورے طور سے قائم مقام روپیے
کے ہیں اور روپیوں میں تفاضل (کمی و بیشی) جائز نہیں اس لئے ان میں بھی جائز نہیں دوسرے
یہ کہ شیخین جو کہ پیسوں کی بیع کمی و بیشی کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں اس کی علت یہ ہے کہ عاقدین انکی

ثمنیت باطل کرنے پر قادر ہیں بخلاف نوٹ کے کہ عاقدین ان کی ثمنیت مرقومہ باطل نہیں کر سکتے اسلئے
کہ وضع سلطنت سے اور خلاف ورزی جرم ہے فافترقا پس بوجہ انتفاء علت نوٹ کا فلوس پر
قیاس نہیں کر سکتے اور اگر عاقدین باصطلاح خود ثمنیت باطل بھی کر سکتے ہوں تو یہاں نفس کاغذ کی ص
بیع مقصود ہے اس لئے یہ بیع ابطال ثمنیت باصطلاح عاقدین پر محمول نہیں ہو سکتی جو علت جواز
تفاضل پائی جائے اور فلوس پر ان کا قیاس جائز ہو ضرور ہے کہ بوجہ انتفاء علت جواز تفاضل و عدم
صحت قیاس علی الفلوس نوٹوں کی نوٹوں اور روپیوں سے بیع کمی و بیشی کے ساتھ ناجائز ہو اس کے
علاوہ اور بھی دلائل ہیں بخوف طوالت ترک کئے جاتے ہیں فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم المرقوم
۱۶ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ۔

المجیب :۔ سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کمال خان۔ کانپور

کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بڑے نوٹ کو چھوٹے نوٹوں سے قیمت مرقومہ پر بدلنا جائز ہے یا نہ مثلاً دس روپیہ کا ایک نوٹ دے
اس کے عوض میں دو پانچ پانچ روپے کے نوٹ لینا یا پانچ روپے کا ایک نوٹ دیکے اس کے عوض میں
پانچ نوٹ ایک ایک روپئے کے لینا جائز ہے یا نہ فقط بینوا توجروا۔

المستفتی :۔ شیخ مبارک علی آنریری مجسٹریٹ کانپور

الجواب

احقر کو اپنے دیگر اساتذہ و مشائخ کا اس مسئلہ کی جزئی طور پر تحقیق کا تو علم نہیں ہے لیکن انکے قول بسندیت حوالہ
کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جائز نہ ہو ورنہ بیع کالی بالکالی لازم آئے گی جس سے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
منع فرمایا ہے اور اسی نہی وارد حدیث کی بنار پر عامہ کتب فقہ حنفی میں اسکے ناجائز ہونیکی تصریح مذکور ہے
اور والد مرحوم کے قول بمسکوکیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جائز ہو اور اس قول پر بیع کالی بالکالی بھی لازم نہ آئیگی
نیز والد مرحوم نے ۱۳۰۲ھ میں یعنی آج سے باسٹھ سال پیشتر بخصوصہ اس جزئیہ کے جواز کی تصریح بھی اپنی نادر
و بے نظیر کتاب جسکی مولانا عبدالحی فرنگی محلی مرحوم و دیگر ماہرین نے تحسین کی ہے مسمی بتطہیر الاموال فی تحقیق الحرام والحلال
یعنی عطر ہدایہ میں کی ہے فقط والسلام وعلمہ اتم وحکمہ احکم، المرقوم ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

المجیب :۔ سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور

عہ یعنی ولی باکمال فقیہ بے مثال بحر العلوم جناب مولانا فتح محمد صاحب تائبؒ

ص من حیث ہو مبیع مقصود و عاقدین اہیں ہے بلکہ کاغذ من حیث ثمنیت کی

علل حرمت اکل و شرب

واضح ہو کہ علل و اسباب و اصول حرمت اکل و شرب ۶ چھ ہیں۔ (۱) نجاست (۲) مضرت (۳) استخباث۔ (۴) سلان سکر (۵) کرامت بنی آدم۔ (۶) بد اخلاقی جانوران۔

ــہ جیسے شراب۔ پاخانہ۔ پیشاب۔ خنزیر وغیرہ ۱۲ (سید ارشد حسن)

ــہ جیسے مٹی۔ سنکھیا وغیرہ۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

ــہ جن سے طبیعت سلیمہ گھن (نفرت) کھائے جیسے کیڑے مکوڑے وغیرہ، طبیعت سلیمہ کے گھن کھانے کی صحیح پہچان یہ ہے کہ صوبہ حجاز کے رہنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے حضرات جنکو کھانے پینے سے گھن کھاتے ہوں نفرت کرتے ہوں طبیعت سلیمہ سے مراد ان کی طبیعت سلیمہ ہے کیونکہ انکے سامنے قرآن اترا تھا، ان کی زبان میں قرآن اترا تھا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے قرآن کے معانی و مطالب سمجھنے کا حق ادا کرتے تھے، ویحرم علیھم الخبائث میں خبائث کے مصادیق کون کون ہیں، اس بات کو پوری طرح یہی سمجھتے تھے لہٰذا جن سے ان کی طبیعتیں گھن کھاتی ہوں عند اللہ خبائث کے مصادیق وہی قرار دیئے جائیں گے۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

ــہ۔ سکر پیدا کرنے والی چیزیں مضر ہوتی ہیں۔ مسکر چیزوں میں سے بعض چیزیں نجس ہیں بعض نجس نہیں ہیں۔

(سید ارشد حسن)

ــہ۔ چونکہ بنی آدم کو (بقیہ مخلوقات سے) مکرم قرار دیا گیا ہے لہٰذا مکرم کو بعض غیر مکرم جانداروں کا گوشت کھانا (جن جانوروں کا گوشت کھانے سے روحانی و جسمانی امراض پیدا نہیں ہوتے۔) جائز ہے کیونکہ انسان ہی کے لئے بقیہ مخلوقات پیدا کی گئیں، انسان کو اشرف المخلوقات کا گوشت کھانا اس کے کٹے ہوئے بال و ناخن کسی کام میں لانا وغیرہ اس مکرم کی توہین قانون ساز نے قرار دیدی۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

ــہ۔ مثلاً بے غیرتی۔ درندگی۔ مکاری۔ **بے غیرتی جانوران:**۔ مثلاً خنزیر میں بے غیرتی ہے کہ اُس کی مادہ پر جو چاہے جست کرے اس کا نر مانع نہیں ہوتا، تو اس کے کھانے سے کھانے والے میں بے غیرتی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جیسے انگریزوں میں ہے۔ اس کی تفصیل تحفہ لحمیہ میں ملاحظہ ہو۔ **درندہ جانور:**۔ یہ دو طرح کا ہوتا ہے، درندہ بہائم اور (باقی بر صفحہ آئندہ)

سوال ۔حلال جانور کا حرام مغز کھانا درست ہے یا نہیں فقہ حنفیہ کی کتب میں سات چیزیں حلال جانور کی حرام لکھتے ہیں ان میں حرام مغز کی حرمت کا کہیں ذکر نہیں مگر قطب عالم حضرت مولانا گنگوہیؒ اسکو فتوی رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۲۳ میں حرام بتاتے ہیں مگر حوالہ نہیں موجود ہے اس وقت حفظواللہ العالم ہیں اور حضرت حکیم الامت مدظلہ نے اس مسئلہ کو آپ ہی سے دریافت کرنے کا امر بھی فرمایا ہے، اس لئے آپ تحریر فرمائیں کہ حلال جانور کا حرام مغز کھایا جائے یا نہ کھایا جائے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی

جلیل احمد خاں (خلیفہ حضرت حکیم الامت) از تھانہ بھون

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) درندہ چڑیاں درندہ بہائم :۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جن دانت والے جانوروں کی غذا اللہ نے گوشت تجویز کی ہے ان کو کچلیاں ضرور دی ہیں یہ گوشت کھانے میں بہت مدد دیتی ہیں۔ کچلیوں کو عربی میں انیاب کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ہر قسم کے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں۔ بداخلاق جانوروں کا گوشت بھی کھاتے ہیں اس لئے ان میں بھی بداخلاقی پیدا ہوجاتی ہے اس لئے درندہ بہائم کا گوشت انسان کی غذا نہیں بنایا جاسکتا۔ سانپ، بچھو وغیرہ کے کھانے پر بھی یہی حکم عدم جواز لگا دیا گیا ہے جو درندہ بہائم کا ہے۔ سانپ، بچھو وغیرہ کو حکم میں ان کے تابع کردیا ہے دیکھکر زہر پہونچانیوالے جانور بھی انہیں کے حکم میں کر دیئے گئے ہیں۔

نوٹ :۔ کچلیاں (انیاب) انسان کے بھی ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی غذا بھی گوشت ہے۔

درندہ چڑیاں :۔ اور چڑیوں سے ان کے ناخن بڑے اور نوکدار ہوتے ہیں۔ مثلاً باز۔ شاہین چیل وغیرہ۔ سباع طیور کے حکم میں بھڑ وغیرہ کو بھی داخل کردیا گیا ہے۔

الغرض سباع البہائم والطیور اور جو حکم میں ان کے تابع کردیئے گئے ہیں ایسے مکرم کو ایذا پہنچاتے ہیں کوئی کچلیوں کے ذریعہ کوئی نوکدار ناخن کے ذریعہ کوئی ڈنک کے ذریعہ کوئی پھونک سے کوئی نظر خبیث سے چونکہ ان میں یہ بداخلاقی موجود ہوتی ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ اگر انسان ان کو کھائے تو انسان میں بھی اس قسم کے اخلاق بد وصفات ذمیمہ پیدا ہوجائیں اس کے علاوہ ان میں تہوربھی ہوتا ہے اس لئے ان کا گوشت وغیرہ حرام کیا گیا۔

مکاری جانوران :۔ اس کی مثال لومڑی ہے کہ یہ جبن و مکاری کے لئے مشہور ہے۔ جو لوگ لومڑی کھالیتے ہیں ان میں اور ان کی اولادوں میں نسلاً بعد نسل جبن و مکاری کے صفات موجود رہتے ہیں۔ ۱۲ (سید ارشد حسن)

الجواب

اس کا کوئی حوالہ کہیں مذکور نہیں ممکن ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اس نص قرآنی سے استدلال فرمایا ہو جس کو حرمت کے بارے میں فقہاء نے بطور قاعدہ کلیہ کے استعمال کیا ہے یعنی قول تعالیٰ یحرم علیہم الخبائث ضب کی حرمت میں حنفیہ نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے کما صرح بہ الشامی فی الذبائح صـــــ ۲۱۲۔ ہماری طبیعت تو حرام مغز کھانے سے گھن کھاتی ہے مگر اپنی طبیعت کو خود سے معیار بنا لینے میں مفاسد ہیں خلاصہ یہ کہ حنفی کو اس کی حرمت میں تامل کی گنجائش ہے اور عمل میں احتیاط یہی ہے کہ ترک کیا جائے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ سعید احمد

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بکرے کے کپورے کھانا جائز ہے یا نہیں اور کیا یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ حلال جانور کے کتنے اجزاء کھانا ناجائز ہے۔ فقط

المستفتی:۔ سعد اللہ خان مارکٹ سرکل نارسی مہراج روڈ شہر بنگلور

الجواب

چونکہ حسب تصریح بعض مشائخ آیہ کریمہ پارہ نہم ویحرم علیہم الخبئث (اور حرام کرتا ہے ان پر گھنونی چیزیں) سے یہ قاعدہ کلیہ ثابت ہوتا ہے کہ طبائع سلیمہ جن چیزوں کے کھانے سے گھن کرتی ہوں وہ شرعاً حرام ہیں پہلے اس قاعدہ کا مطلب سمجھ لینا چاہیے، مطلب یہ ہے کہ جن کی زبان میں قرآن اترا ہے اور جو کہ مخاطب اولی ہیں قرآن کے ان کو طبعاً جن چیزوں کے کھانے سے نفرت اور گھن معلوم ہو وہ شرعاً حرام ہیں۔ فقہانے حلال جانوروں میں سے سات چیزوں کے حرام ہونے کی تصریح فرمادی ہے چنانچہ ردالمختار ج ۵ آخر کتاب الذبائح صـــ ۲۰۱ میں بدائع سے منقول ہے (تتمہ) مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الماکول سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ بدائع اھ

یعنی حلال جانوروں کے وہ اجزاء کہ جن کا کھانا حرام ہے سات ہیں (۱) رگوں کا خون جو خود بہتا ہو۔ (۲) نر کے پیشاب کا آلہ۔ (۳) دونوں خصیے۔ (۴) مادہ کی پیشابگاہ۔ (۵) غدود (۶) مثانہ یعنی پھکنا۔ (۷) پتہ یہ بدائع میں ہے اھ۔ ایسا ہی عالمگیریہ ج ۴ صـــ ۲۶ میں ہے لیکن لفظ ماکول اس میں نہیں ہے مگر مراد ماکول ہی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ (سعید احمد)

بیع۔ قرض۔ ہبہ۔ ربوا۔ اجارہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اسپرٹ کی تجارت جائز ہے یا نہیں اگر اس میں پانی یا کوئی ایسی چیز ملادی جائے کہ جس سے وہ پینے کے کام میں نہ آسکے صرف اسٹوپ یا گیس کی بتی جلانے کے کام میں آسکے یا پالش یا جانوروں کی مالش وغیرہ کے کام میں آسکے اگرچہ اجزاء اسپرٹ اس میں غالب ہوں تو ان دونوں صورتوں میں اس کی تجارت جائز ہے یا نہیں۔ فقط بینوا توجروا۔

المستفتی:۔ وصی علی ملیح آبادی۔

الجواب وھو الملھم للصواب

اسپرٹ اپنے ذاتی سیلان وسکر کی وجہ سے ایک قسم کی شراب ہے لیکن ان چار شرابوں میں سے نہیں ہے جس کی نجاست پر ہمارے تینوں اماموں کا اتفاق ہے۔ جو یا گڑ وغیرہ کی شرابوں سے جو کہ ان چار قسم کی شرابوں سے خارج ہیں بنائی جاتی ہیں اس لئے مذہب شیخین پر تو اس کی بیع بوجہ طہارت وتقوم صحیح ہے لیکن مذہب محمدؒ پر اس کی بیع بوجہ نجاست وعدم تقوم صحیح نہیں باطل یا فاسد ہے کہ ان کے اور ان کے موافقین کے نزدیک اس قسم کی شرابیں جملہ احکام میں مانند خمر کے ہیں کچھ بھی فرق وتفاوت نہیں ہے لہذا ان کی خرید فروخت اور ان کا استعمال (داخلی ہو یا خارجی تقوی کے لئے ہو یا تلہی یا اور کسی غرض کے لئے بقدر مسکر ہو یا اس سے کم بتغیر کیفیت واستحالہ صورۃ شخصیہ (لا الصورہ النوعیہ) ہو یا بدون اسکے بہرحال وبہر صورت) بوجہ نجاست علی الاطلاق حرام ہے اور مذہب شیخین پر طاہر وحلال تو ہے لیکن یہ حلت مقید بقدر غیر مسکر للتقوی لا للتلہی ہے تو جیسے اس قسم کی شرابیں عام طور پر بعید حلت للتقوی علی مذہب الشیخین تلہی کے لئے پیئے جانے سے خود اکابر مشائخ حنفیہ نے ان کو بھی علی الاطلاق حرام قرار دیدیا ہے کہ پورے طور پر سد باب ہو جائے ایسے ہی اسپرٹ کی بیع مذہب شیخین پر پہلے تو جائز تھی لیکن اب حکومت جمہوریہ وطنیہ کے امتناع شراب نوشی وفروشی

ملے یہ اچھے مفتی ہیں عرصہ تک مدرسہ جامع العلوم کانپور کے صدر مدرس رہے ان کے العالم حضرت مولانا سعید احمد صاحب مفتی اعظم ہند کے یہ شاگرد ہیں۔

تے ساتھ اسپرٹ بیچنے کی ممانعت نہ کرنے سے بہت سے لوگوں کے بحیلہ بیع و شراء للاستعمال الخارجی خفیہ طور پر پی کے اپنے مقاصد تلہی و تطرب و سکر حاصل کرنے کی وجہ سے اس کی ممانعت مذہب شیخین اختیار کرنے اور ان کے مذہب پر فی نفسہ خرید و فروخت کے صحیح و جائز ہونے پر بھی فتویٰ کراہت بیع اسپرٹ کا دینا چاہیئے۔ ولا منافاۃ بینہما لاختلاف الحیثیات ولولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ غرض جیسے اکابر مشائخ حنفیہ سلف مقلدین شیخین نے شیخینؒ کے بعد اپنے زمانوں میں مختلف النجاسۃ شرابوں کا اکثر و بیشتر بحیلہ تقویٰ علی الطاعۃ تلہی کے لئے پیے جانے سے علی الاطلاق فتوائے کراہت دیدیا تھا کہ انسداد باب بالکلیہ ہو جائے ایسے ہی اس زمانے میں اکثر و بیشتر اسپرٹ کی خرید و فروخت کا استعمال خارجی کے حیلہ سے خفیہ طور پر تلہی کے لئے پیے جانے سے علی الاطلاق فتوائے کراہت بیع اسپرٹ دینا چاہیئے کہ انسداد مے نوشی و فروشی کی جو صورت بدست اغیار غیب سے پیدا ہوگئی ہے اس کو کامیاب کیا جائے اگرچہ پورا فائدہ تب ہی ہو سکتا تھا کہ حکومت کیطرف سے مثل تاڑی و شراب کے اسپرٹ کی خرید و فروخت ممنوع قرار دیجاتی (جو کہ بوجہ اشتمال و تضمن فوائد کثیرہ استعمال خارجی اسپرٹ از قبیل محالات ہے) لیکن اشاعت فتوائے کراہت بیع اسپرٹ سے کچھ نہ کچھ انسداد کی توقع ہے تو کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور فتوائے کراہت علی مذہب الائمۃ الثلثۃ دیا جائے فما لایدرک کلہ لایترک کلہ، رہی ضروریات استعمال خارجی وہ غیر مسلم تاجروں سے خرید کے پوری کیجا سکتی ہیں فان الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ اور پانی وغیرہ اجزاء طاہرہ کو اسپرٹ میں کم مقدار میں ملا دینے سے حکم طہارت نہیں دے سکتے اور کتاب حج و ہندیہ وغیرہ میں ر: ن مخلوط بنجاست کے طہارت کی روایت مقید بغلبہ دہن علی النجاسۃ ہے فان الاعتبار للغلبۃ فیکون المغلوب تابعاً للغالب لا الغالبُ۔

پس:۔ اس زمانہ پر فتن و اشر قرون میں اسپرٹ کی تجارت دونوں صورتوں مذکورہ استفتار میں ہمارے تینوں اماموں کے مذہب پر ناجائز ہوگی۔ فقط واللہ اعلم و علمہ، اتم و احکم :۔

المجیب ــــــــــ ۔ سعید احمد لکھنوی۔

سوال:۔ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے کچھ بکری کا گوشت اور کچھ سور کا گوشت جو کہ الگ الگ برتنوں میں ہیں بعوض دس روپیہ ایک ساتھ خریدے تو بکری کے گوشت کی بیع جائز ہوگی یا نہیں۔ فقط عبد الغنی اینڈ سنز۔

جواب:۔ صورت مسئولہ میں دونوں کی بیع ناجائز ہے۔ ونظیرہ ما فی الاشباہ والنظائر

ص۱۳۰ البیع فاذا جمع بین حلال و حرام .... وکذا اذا جمع بین خل و خمر انتہی۔

دیکھئے جیسے حسب روایت بالا سرکہ جوکہ پاک و مال متقوم ہے اس کو شراب کے ساتھ جوکہ ناپاک و مال غیر متقوم ہے یکمشت بیچنے سے۔ بیع شراب کا بطلان (بوجہ قوت) بیع سرکہ کی طرف متعدی۔ بیع سرکہ کو بھی باطل کر دیتا ہے ایسے ہی بکری کا گوشت جوکہ پاک و مال متقوم ہے اس کو سور کے گوشت کے ساتھ جوکہ ناپاک و مال غیر متقوم ہے یک مشت بیچنے سے بیع گوشت خنزیر کے بطلان (بوجہ قوت) بیع گوشت بز کی طرف متعدی ہو کے۔ بیع گوشت بز کو بھی باطل کر دے گا اور جب کہ صورت مسئولہ میں سور اور بکری دونوں کے گوشت کی۔ بیع باطل ہو گئی تو خریدار کو بکری کا گوشت بھی نہ خود کھانا جائز نہ دوسرے کو کھلانا جائز نہ دوسروں کو کھانا جائز اور نہ کسی اور قسم کا فائدہ پہونچانا جائز، نہ حاصل کرنا جائز ایسے ہی جو دس روپیہ عوض کے بائع کو ملے ہیں اُن کا بائع کو اپنے یا کسی دوسرے کے کام میں خرچ کرنا ہبہ کرنا۔ صدقہ کرنا اور دوسروں کو ہبہ و صدقہ کو قبول کرنا یا میراث میں لینا یہ سب امور ناجائز ہیں۔

شبہ:۔ ردالمحتار ج ۴ ص۱۳۳ میں ہے قولہ تتکون ..... الی مدبر تامل اس روایت سے مراحۃً معلوم ہوا کہ مثل حر کے قانون تعدیہ۔ اس کے حرام کے ضمن میں ہے جو کسی دین سماوی میں مال ہی نہ ہو اور اگر مثل مدبر کے مال غیر متقوم ہو تو اس کا ضم الی اطلال مبطل بیع خلال نہیں اور اسپر قاعدہ تعدیہ کا لفظ لیس بمال بوجہ اس کے نکرہ تحت النفی مفید عموم ہوتا ہے دال ہے اس لئے صورت مسئولہ میں گوشت خنزیر بوجہ مال غیر متقوم ہونے کے مبطل گوشت بز نہ ہوگا۔

جواب:۔ قانون تعدیہ صرف اُس ہی حرام کے ضمن میں منحصر نہیں ہے جو بالکل کسی دین کی سماوی میں حلال و مال ہی نہ ہو بلکہ اس مال غیر متقوم کو بھی مشتمل ہے جو کسی قول قابل اجتہاد میں حلال و مال متقوم نہ ہو عام ازیں کہ کسی مجتہد کے قول مخالف نص میں کہ جسمیں گنجائش اجتہاد و اختلاف نہیں ہے حلال و مال متقوم ہو یا نہ ہو اس ہی وجہ سے جو روایت اشباہ وکذا اذا۔ جمع بین خل و خمر میں ضم خمر کو باوجود اس کے مثل خنزیر کے مال غیر متقوم ہونے کے بوجہ اس کے کہ کسی مجتہد کے نزدیک حلال و مال متقوم نہیں ہے) مبطل بیع فی الخل قرار دیا ہے ایسے ہی روایت درمختار و متروک التسمیہ عمداً ولو .... عمداً کو باوجود اس کے مال غیر متقوم ہونے بلکہ مذہب بعض مجتہدین میں حلال و مال متقوم ہونے کے (بوجہ اس کے کہ ان مجتہد

قائل بالحلت کا قول مخالف نص ہونے سے نامعتبر وغیر قابل اجتہاد ہے) مبطل بیع فی المحلال للضموم قرار دیا ہے اور اسی کی تائید شامی نے بحوالہ جواب کافی بایں الفاظ ذکر کی ہے اجاب فی الکافی بان حرمتہ منصوص علیہا فلا یعتبر خلافہ ولا ینفذ بالقضاء اور شاید اسی ہی بنا پر شامی نے لفظ تامل میں حرام کے کسی دین سماوی میں مال نہ ہونے اور ہر غیر متقوم کے مبطل نہ ہونے اور مدبر پر قیاس کے باطل ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور جب ایسا ہے تو ضرور ہے کہ قانون تعدیہ میں بقرائن مذکورہ لیس بمال سے مراد لیس بمال متقوم فی قول ومجتہد قابل الاجتہاد سو اس صورت سے تمام روایت میں انطباق ہو کے شبہ مذکورہ زائل ہو جائیگا۔

شبہ:۔ اشباہ میں جمع بین الخل والخمر سے مراد امتزاج بینہما ہے اور مسئلہ بحوثہ میں امتزاج کیا انفصال تام و عدم تماس کل ہے فافترقا۔

جواب:۔ روایت مذکورہ اشباہ میں امتزاج مراد نہیں ہو سکتا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ مثلاً سرکہ ایک مٹکے میں ہو اور شراب دوسرے مٹکے میں ہو ورنہ ان دونوں کے امتزاج سے سرکہ خود حرام و نجس ہو جائے گا جس کی وجہ سے جمع بین الحلال والحرام متحقق نہ ہونے سے مثال مطابق ممثل لہ نہ ہوگی فاجتمعا فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔

المجیب

سعید احمد لکھنوی

کیا فرماتے ہیں علمار دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک مویشی نے کسی کھیت کا نقصان کیا مالک کھیت نے اس کو کانجی ہاؤس میں داخل کر دیا وہاں حکومت نے کچھ مدت مالک مویشی کا انتظار کر کے اس مویشی کو نیلام کر دیا اب اگر کوئی مسلمان اس مویشی کو خریدے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

المستفتی

احقر رحمت اللہ عفی عنہ صدر مدرس مدرسہ عربیہ نجیب آباد۔ ضلع بجنور۔

الجواب

چونکہ حکومت غیر مسلمہ اس جانور کی اپنے استیلا و احراز سے شرعاً مالک ہوگئی ہے جس کی وجہ سے عملہ کانجی ہاؤس سے بواسطہ خواہ بلا واسطہ خرید کر یا کسی اور طریق تملک سے اپنے ملک میں لانا جائز ہے اس لئے صورت مسئولہ میں جو مسلمان اس جانور کو کانجی ہاؤس

سے بواسطہ خواہ بلاواسطہ خرید کرے گا وہ اس جانور کا حلال طور پر مالک ہوجائے گا، قاعدہ ہے استیلاء تام کفار علی اموال المسلمین موجب تملک مستولین ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

سعید احمد

ضابطہ بیع بالشرط مع بیان مذاہب و اقوال مشائخ

جو شرط مقتضائے عقد یا ملائم مقتضائے عقد یا منصوص بالجواز یا متعارف ہو تو اس سے عقد میں فساد نہیں آتا اور وہ شرط لازم ہے اور جو ایسی نہ ہو اگر اس میں بائع یا مشتری یا مبیع انسان کا فائدہ ہو تو باتفاق ائمہ ثلثہ (امام و صاحبینؒ) مفسد ہے اور اگر ان تینوں میں سے کسی کا فائدہ نہ ہو لیکن اجنبی انسان کا فائدہ ہو تو اس صورت میں ابو یوسف کے نزدیک مفسد ہے اور ظاہر مذہب (طرفین) میں دو قول ہیں قول ...... (ابن ملک و زیلعی و صاحب فتح القدیر و صاحب خلاصہ و قدوری) یہ ہے کہ مفسد ہے اور قول (صدر الشہید و اختیار و صاحب وقایہ و ہدایہ و خانیہ و بحر) یہ ہے کہ مفسد نہیں ہے بیع صحیح ہے اور شرط لغو و باطل ہے اور اگر اس شرط میں کسی اجنبی انسان کا بھی فائدہ نہ ہو یعنی نہ ہو تو بائع کا فائدہ ہو نہ مشتری کا نہ مبیع انسان کا اور نہ اجنبی انسان کا تو اس صورت میں ابو یوسف کے نزدیک تو مفسد ہے لیکن ظاہر مذہب میں دونوں قولوں پر مفسد نہیں ہے۔ بیع صحیح ہے اور شرط لغو باطل ہے۔ غرض یہ کہ شرط مخالف مقتضائے عقد و نحوہ ابو یوسف کے نزدیک تو غالباً علی الاطلاق مفسد ہے لیکن ظاہر مذہب میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر اس میں کسی انسان کا فائدہ نہیں ہے نہ بائع کا نہ مشتری کا نہ مبیع انسان کا نہ اجنبی انسان کا تو باتفاق اقوال فی ظاہر المذہب مفسد نہیں ہے اور اگر کسی انسان کا فائدہ ہو ریا ذات باری تعالےٰ کا فائدہ ہو کذا یستفاد من الشامی۔ شامی کے جواب فصار المشروط لہ معینا سے مستفاد ہوا کہ اگر شرط نافع للہ تعالیٰ ہو تب بھی قول ابن ملک وغیرہ پر مفسد ہے، (واللہ اعلم) تو دو قول ہیں ایک قول ابن ملک و زیلعی وغیرہ کا کہ ان کے نزدیک علی الاطلاق مفسد ہے دوسرا قول قاضی خان و صدر شہید وغیرہ کا کہ ان کے نزدیک اگر جس کا فائدہ ہے وہ بائع یا مشتری یا مبیع انسان ہے تو مفسد ہے اور اگر ان تینوں میں سے کسی کا نفع نہیں ہے اجنبی انسان کا نفع ہے تو مفسد نہیں ہے۔ بیع صحیح اور شرط لغو و باطل ہے۔

ف فی رد المحتار ج ۴ صـ ۱۶۹ قولہ ولا نفع فیہ خلافا لابی یوسف اھ قلت فاطلاق المصنف مبنی علی قولہما وشمل ایضا ما لا مضرۃ فیہ ولا منفعۃ قال فی البحر کان اشتری طعاما بشرط اکلہ او ثوبا بشرط

لبسہ فانہ یجوزہ اہ تامل۔

احقر کہتا ہے غالباً علامہ شامی کو تامل اس کے جواز میں تو نہیں ہے وجہ تامل یہ معلوم ہوتی ہے کہ اشتراء بشرط اکل و بشرط لبس میں مضرت ہے، وہ یہ کہ مقتضائے عقد تو اطلاق و تخییر تھا کہ چاہے کھائے پہنے چاہے کچھ اور کرے تو اس شرط سے اُس کے اختیار کو اکل و لبس میں منحصر کر کے دوسرے قسم کے منافع سے روک دینے میں اس کی مضرت ہے، غرض یہ کہ وجہ تامل یہ ہے کہ اشتراء بشرط اکل و لبس میں مشتری کے لئے مضرت ہے اس لئے صاحب بحر کا اس کو لامضرۃ فیہ ولا منفعۃ کی مثل میں پیش کرنا صحیح نہیں واللہ اعلم۔ (سعید احمد)

ف فی رد المحتار قولہ فالاظہر الفساد و بہ جزم ..... معینا لہذا الاعتبار تامل ۱۲ فی العالمگیریۃ ص۱۰۱ ج ۳ و لو باع داراً ..... فسد البیع کذا فی فتاوی قاضی خاں۔

ف شامی کے جواب فصار المشروط لہ معیناً سے مستفاد ہوا کہ زیلعی و ابن ملک وغیرہ جو شرط مخالف مقتضائے عقد نافع للاجنبی المستحق کے فساد کے قائل ہیں اس میں ذات باری تعالیٰ شانہ بھی داخل ہے یعنی اجنبی عام ہے آدمی ہو یا ذات باری تعالیٰ۔ واللہ اعلم۔

ف روایت شامی عن الفتح سے مستفاد ہوا کہ روایت ہذا عالمگیری و لو باع داراً علی ان یتخذہا مسجدا للمسلمین فسد البیع اہ

ابن ملک و زیلعی وغیرہ جو کہ شرط مخالف مقتضائے عقد للاجنبی کے افساد کے قائل ہیں ان کے قول کے بناء پر صورت مذکورہ عالمگیریہ عن الخانیہ میں فساد مذکور ہے یعنی اس صورت مذکورہ عالمگیریہ میں باوجودیکہ شرط نافع للاجنبی ہے پھر بھی جو فساد کا حکم لگایا گیا ہے وہ قول ابن ملک وغیرہ پر ہے قول شہید و ہدایہ وغیرہ پر نہیں ہے اور یہ بھی مستفاد ہوا کہ اگر کوئی زمین کسی کے ہاتھ بشرط اقامت مدرسہ فروخت کی جائے تو قول ابن ملک و زیلعی وغیرہ پر بیع فاسد ہوگی کہ اس میں مدرسہ یعنی طلبہ و متعلقین مدرسہ جو کہ اجنبی ہیں ان کا فائدہ ہے لیکن اگر مدرسہ کے ہاتھ بشرط اقامت مدرسہ فروخت کی جائے تو ظاہر مذہب میں دونوں قولوں (زیلعی و ہدایہ) پر بیع فاسد نہ ہوگی۔ بیع صحیح اور شرط لغو و باطل ہوگی اس لئے کہ اس میں کسی کا بھی نفع نہیں ہے مشتری مدرسہ کا (احقر کی تحقیق پر) اس میں ضرر ہے اور بحر کی روایت پر اس میں نہ تو مشتری کا نفع ہے نہ ضرر فی رد المحتار و شمل ایضا لامضرۃ فیہ ولا منفعۃ قال فی البحر کان اشتری طعاما بشرط اکلہ او ثوبا بشرط لبسہ فانہ یجوز اہ تامل ۱۲ واللہ اعلم۔ سعید احمد

سوال:۔ میری دادی صاحبہ کی کچھہ زرعی جائداد ان کے بھائی میرے خسر مرحوم کی جائداد میں شامل ہے میری دادی اور ان کے بھائی کے درمیان عدالت سے باہمی رضامندی سے یہ طے ہوگیا تھا کہ میرے خسر دوسو روپے سالانہ نسلاً بعد نسلٍ میری دادی یعنی اپنی بہن کو دیتے رہیں گے اور میری دادی کو اپنے حصہ کی جائداد سے کبھی کچھہ تعلق نہ رہے گا گویا کہ وہ قانوناً اپنی جائداد سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہوگئیں میرے خسر نے وہ کل جائداد جس میں میری دادی کا حصہ بھی شامل تھا اپنی ملک سمجھہ کر وقف علی الاولاد کردی اور اس میں یہ شرط لکھدی کہ اس جائداد موقوفہ کے منافع سے متولی دوسو روپیہ سالانہ میری بہن کو ادا کرتا رہے گا۔ میرے خسر کا انتقال ہوگیا اس مقررہ دوسو روپیہ سالانہ کی بابت میری دادی کا کچھہ قرض ہے، میرے خسر مرحوم کی حیات اور زمانۂ تولیت کا۔ فی الحال میرا بچہ نابالغ اس موقوفہ جائداد کا متولی ہے اور میں اس کا ولی ہوں میری دادی اپنا قرض اپنے بھائی میرے خسر واقف کے زمانہ کا طلب کرتی ہیں۔

(۱) کیا شرعاً اس جائداد کے منافع سے وہ موجودہ متولی سے اپنا پچھلا قرض جو متولی ماقبل کے زمانہ کا ہو طلب کرنے کی حقدار ہیں اور موجودہ متولی پر اپنی تولیت سے پہلے کا قرض ادا کرنا شرعاً واجب ہے یا نہیں اس اپنے حصہ جائداد کو (جس سے میری دادی قانوناً اپنے بھائی کے حق میں دست بردار ہوچکی ہیں بالعوض دوسو روپیہ سالانہ) اگر میری دادی موجودہ متولی میرے بچہ کو جو فی الحال اس پر قابض ہے ہبہ کرنا چاہیں تو کیسا ہے؟۔

(۲) شرعاً اس طرح سے یہ ہبہ صحیح اور جائز ہو جائے گا کہ میری دادی دو تین آدمیوں کے سامنے یہ کہدیں کہ میں اپنی کل جائداد جو اس موقوفہ جائداد میں شامل ہے موجودہ متولی فلاں اپنے پرپوتے کو ہبہ کرتی ہوں اور اس کی ملکیت میں دیتی ہوں۔ اگر نہیں تو پھر شرعی صحت و جواز کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔

جواب:۔ چونکہ قواعد فقہیہ میں سے ہے کہ مقدارِ ثمن مجہول ہو تو۔ بیع فاسد ہوتی ہے اور بیعِ فاسد پر مشتری کی (باذن بائع مجلس عقد میں قبضہ کر لینے سے) ملک حرام آجاتی ہے اور بعدِ قبض (باذن بائع فی مجلس العقد) اس کا وقف صحیح ہوتا ہے اور مشتری پر قیمت یوم قبض واجب ہو جاتی ہے اور پھر اس کا ہبہ صحیح نہیں ہوتا ہے اس لئے صورۃ مسئولہ میں آپ کی دادی کا اپنی زمین اپنے بھائی کو بعوض دوسو روپیہ سالانہ نسلاً بعد نسلٍ پر مجلس عقد میں قبضہ کر لینے کے بعد) اس کو وقف کر دینا صحیح ہوگا اور اس کے بعد (بوجہ صحت وقف آپ کی دادی کا

اپنی اس زمین کو اپنے پوتوں یا پرپوتے یا کسی اور کے لئے ہبہ کرنا جائز نہ ہوگا اور آپ کے خسر پر بجائے دو سو روپیہ سالانہ مقررہ موعودہ کے قیمت زمین واجب ہوگی بس آپ کی دادی کو جو رقم بعوض اس زمین کے ابتک مل چکی ہے وہ بلا کم وبیش قیمت زمین کے برابر ہے تب تو طرفین سے بے باقی ہوگئی اور اگر زائد ہے تو رقم زائد آپ کی دادی کا آپ کے خسر کے ورثا کو واپس کر دینا ضروری ہوگا اور اگر رقم وصول شدہ بعض زمین قیمت زمین سے کم ہے تو بقدر کمی آپ کی دادی اس کے پانے کی مستحق ہیں اور اُن کو اختیار ہے کہ وہ اس رقم بقیہ قیمت کو لیکر خود اپنے صرف میں لائیں یا دوسرے کو لیکے دیدیں یا دلوادیں، ردالمحتار ج ۳ صـ ۳۵۹ میں ہے وصح وقف ما شراہ فاسدا بعد القبض وعلیہ القیمۃ للبائع وکالشراء الہبۃ الفاسدۃ بعد القبض عالمگیری ج ۲ صـ ۴۵۶ میں ہے ولو اشتری رجل دارا شراءً فاسدًا وقبضہا ثم وقفہا علی الفقراء والمساکین جاز ویصیر وقفا علی ما وقف علیہ وعلیہ قیمتہا للبائع کذا فی فتاوی قاضی خاں ولو وقفہا قبل ان یقبضہا لا یجوز کذا فی المحیط. درمختار ج ۴ صـ ۲۴۰ میں ہے او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استہلکہ حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ وما فی جامع الفصولین علی خلاف ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف او رہنہ او اوصی او بصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ ۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم ۔

المجیب

سعید احمد لکھنوی صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کمال خان کانپور

تحقیق خاص والد مرحوم دربارہ بیع گندم بعوض آرد

(از قلم افقہ العالم مفتی اعظم حضرت مولینا سعید احمد صاحب لکھنوی

واضح ہو کہ فقہاء رحمہم اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ گیہوں کو آٹے سے کسی صورت سے بدلنا جائز نہیں ہے نہ ادھار نہ دست بدست نہ برابری کے ساتھ نہ کمی وبیشی کے ساتھ لیکن والد مرحوم کی تحقیق خاص یہ ہے کہ ہمارے شہروں میں کہ جہاں گیہوں اور آٹا تلکے بکتا ہے اور بھوسی کی بھی قیمت ہے، گیہوں کو آٹے سے دست بدست بدلنا تب جائز ہے کہ نکلا ہوا آٹا یقیناً اُس آٹے سے تول میں زائد ہو جو کہ اس آٹے کے عوض کے گیہوں سے نکلے گا اور جہاں گیہوں اور آٹا تلکے تو بکتا ہو لیکن بھوسی کی کوئی قیمت نہ ہو تو وہاں گیہوں کو آٹے سے دست بدست بدلنا تب جائز ہے کہ نکلا ہوا آٹا یقیناً اس آٹے کے تول میں برابر ہو جو کہ اس آٹے کے عوض کے گیہوں سے نکلیگا چنانچہ

والد مرحوم تکملۂ عمدۃ الرعایہ ج ۳ ص ۶۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔
قولہ متفاضلاً فان البر کیلی والدقیق والسویق وزنی لکن ...... والزیتون ۱۲
میں کہتا ہوں تحقیق والد مرحوم صحیح ہے اور دلیل اُس کی تمہید مقدمات کو چاہتی ہے۔
اول:۔ گیہوں کو آٹے سے دست بدست بدلنا بھی علی الاطلاق ناجائز ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ گیہوں اور آٹے دونوں میں من وجہ مجانست ہے اور چونکہ دونوں کیلی ہیں اسلئے ان دونوں میں کیلا برابری کے ساتھ دست بدست بیچنا جائز ہوتا، لیکن جبکہ کیلا ان دونوں میں برابری ہو ہی نہیں سکتی (اس لئے کہ آٹے سے کیل (نپانا) پر ہو جاتا ہے سانس نہیں رہتی اور گیہوں کے دانوں سے پر ہو نہیں سکتا تخلخل باقی رہتا ہے) تو جس صورت سے بھی بیچا جائے شبہ تفاضل کا باقی رہیگا لہذا ربا ہے حرام ہے۔
دوم:۔ تل کے تیل سے تل کا صرف اُس صورت میں دست بدست بدلنا جائز ہے جب کہ تل کا تیل یقیناً اس تیل سے وزناً زائد ہو جو کہ تل سے نکلیگا اس لئے کہ اگر تل کیلی ہو تب بھی چونکہ تیل وزنی ہے تو اگر نکلا ہوا تیل یقیناً اس تیل سے زائد ہوگا جو کہ تل سے نکلیگا تو نکلے ہوئے تیل کا کچھ حصہ اس تیل کے برابر ہوا جو کہ تل سے نکلیگا اور باقی حصہ نکلے ہوئے تیل کا اس کھلی کے تقابل میں ہوا جو کہ تل سے نکلیگی اس لئے نہ تو ربوا متحقق ہوگا اور نہ شبہ ربوا کا ہوگا جو کہ ناجائز ہو لیکن اگر ایسا نہ ہوا بلکہ نکلا ہوا تیل یقیناً اس تیل کے برابر ہوا یا اس سے کم ہوا جو کہ تل سے نکلیگا تو ناجائز ہوگا، ایسے ہی اگر یقیناً نہ تو یہ معلوم ہو کہ دونوں تیل برابر ہیں یا کم ہیں، زائد ہیں تب بھی ناجائز ہوگا۔
سوم:۔ قاعدہ ہے کہ جس چیز کے ثفل کی بھی قیمت ہو اس کو نکلے ہوئے عمدہ سے صرف اُسی صورت میں دست بدست بیچنا جائز ہے۔ کہ جب کہ نکلا ہوا عمدہ اس چیز سے جو عمدہ نکلیگا یقیناً زائد ہو اور جس چیز کے ثفل کی قیمت نہ ہو اس کو نکلے ہوئے عمدہ سے صرف اُسی صورت میں دست بدست بیچنا جائز ہے کہ جب نکلا ہوا عمدہ اس چیز سے جو نکلیگا یقیناً برابر ہو پس چونکہ تل کا ثفل یعنی کھلی قیمتی ہے اس لئے نکلے ہوئے تل کے تیل کو اُتنی مقدار تل سے دست بدست بیچنا صرف اس صورت میں جائز ہوگا، جب کہ اس مقدار تل سے جو تیل نکلیگا اُس سے اُس کا عوض کا خالص تیل مقداراً یقیناً زائد ہو۔
چہارم:۔ ہدایہ و درمختار میں ہے کہ (چونکہ اخروٹ کے اور دودھ کے اور انگور کے ثفل کی قیمت ہ

اس لئے) اگر روغن خالص اخروٹ اُس روغن سے جوکہ اس کے عوض کے اخروٹ میں ہے یقینا زائد ہو ایسے ہی خالص گھی اس گھی سے جوکہ اس کے عوض کے گھی میں ہے ایسے ہی آب خالص انگور اس پانی سے جوکہ اس کے عوض کے انگور میں ہے یقیناً زائد ہو تو ان دونوں کی بیع نقد جائز ہے ورنہ ناجائز ہے اور شامی نے فتح القدیر سے نقل کیا کہ اخروٹ کے چھلکے کی اور انگور کے کھوجڑ کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اس لئے اگر روغن خالص اخروٹ اس تیل سے جو اخروٹ میں ہے برابر ہو ایسے ہی آب خالص انگور اس پانی سے جوکہ انگور میں ہے یقینا برابر ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔

پنجم:۔ تطہیر الاموال دعطر ہدایہ میں ہے جو چیزیں حضور کے زمانہ میں کیلی یا وزنی تھیں وہ ہمیشہ ویسے ہی رہیں گی امام کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک بحکم عرف بدل جانا بھی جائز ہے اس لئے کہ نص مبتنی ہے عرف پر اور ہے بھی یہ امر باب عرف ذمعاملات سے اور آدمیوں کو عادت سے بدل دینا امر دشوار ہے البتہ برکت اسی میں ہے جس کے ساتھ فعل و قول پیغمبر متعین ہو۔

جب یہ پانچوں مقدمہ ممہد ہو چکے تو اصل مقصد عرض ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چونکہ گیہوں اور آٹا دونوں کیلی تھے اور یہ دونوں ہم جنس بھی ہیں اور متحد الجنس والقدر میں تفاضل و نسیۂ دونوں حرام ہے اس لئے حضور کے زمانہ میں ان دونوں کی بیع صرف اسی صورت میں جائز ہو سکتی تھی جب کہ عوضین نقد ہوں نیز دونوں کیلا برابر ہوں لیکن دونوں کا کیلا برابر ہونا محال تھا کہ گیہوں تو بوجہ تخلخل سارے کیل کو پُر نہیں کر سکتا ہے آٹے سے پیمانے میں سانس باقی نہیں رہتی اس لئے اس زمانہ میں باتفاق ائمہ ثلثہ گیہوں کی آٹے سے بیع کسی صورت سے جائز نہیں تھی نہ نقد نہ ادھار نہ بالتساوی نہ بالتفاضل لیکن اب ہمارے زمانہ اور ہمارے بلاد میں گیہوں اور آٹا دونوں وزنی ہیں اس لئے عرف ابو یوسف رح سے جو روایت ہے اُسکی بنا پر یہ دونوں شرعاً بھی وزنی قرار پائیں گے اور جب وزنی قرار پائیں گے تو دونوں کا برابر ہونا وزناً محال نہ ہوگا نیز گیہوں کی بھوسی بھی قیمتی چیز ہے، جانور اس کو کھاتے اور چمڑے کی رباغت میں اس کو لگایا جاتا ہے اس لئے طرفین کے مذہب پر تو اب بھی کسی صورت سے ان دونوں کی بیع جائز نہ ہوگی لیکن مروی عن ابی یوسف کی بنا پر صرف اس صورت سے جائز ہوگی کہ دونوں دست بدست لئے جائیں اور آٹا وزناً یقیناً اس آٹے سے

زائد ہو جو کہ اس نکلے ہوئے آٹے کے عوض میں جو گیہوں دیا جائے اس میں ہے کہ جب کہ روایت ابو یوسف پر گیہوں و آٹا بحکم عرف شرعاً وزنی ہیں اور بھوسی جو کہ گیہوں کا ثفل ہے وہ قیمت ہے تو آرد خالص جو کہ زائد ہے اس کا ایک حصہ تو گیہوں میں آٹا ہے اس کے مقابلہ و عوض میں ہوا اور باقی فاضل حصہ گیہوں میں جو بھوسی ہے اس کے مقابلہ و عوض میں ہوا اسلئے مجانسین کا متفاضل ہونا لازم نہیں آیا بلکہ مجانسین تو متساوی ہوئے اور غیر مجانسین متفاضل ہوئے اس لئے نہ تو ربوا متحقق ہوا نہ احتمال و شبہ ربوا کا تحقق ہوا جو ناجائز ہو ہاں اگر اُدھار ہو تو بوجہ تحقق نسیۂ فی متحد الجنس والقدر و مختلف الجنس و متحد القدر کے ربوا ہو گا۔ ایسے ہی جو عوضین نقد تو ہوں لیکن آرد خالص اس آٹے سے جو گیہوں میں ہے تقنیا برابر یا یقیناً کم ہے بات کا یقین نہیں ہے تو ان تینوں صورتوں میں ابو یوسف کی روایت پر بھی بوجہ تحقق ربوا یا شبہ ربوا کے ناجائز ہو گا۔ الحاصل فقہاء رحمہم اللہ نے جو بیع آرد بگندم علی الاطلاق نسیۂ و یدا بید ناجائز فرمایا ہے وہ یا تو مذہب امام اعظمؒ ہے یا بوجہ ان دونوں کے کیلی ہونے کے ہے لیکن اب جبکہ یہ دونوں بروایت ابو یوسف پر بحکم عرف وزنی ہو گئے ہیں بحالہ آرد کی بھی قیمت ہے تو روایت ابو یوسف پر اس زمانہ میں ہمارے شہروں میں کہ جہاں یہ دونوں وزناً فروخت ہوتے ہیں اگر ان کی بیع نقد بدست بدست اس صورت سے ہو کہ آرد خالص اس آٹے سے جو گیہوں میں ہے یقیناً زائد ہو۔۔۔ ورنہ روایت ابو یوسف پر بھی بیع جائز نہ ہو گی فقط واللہ اعلم۔ "سعید احمد"

سوال:۔ سرسوں سے اس کے تیل کو بدلنا کس صورت سے جائز ہے۔

جواب:۔ سرسوں سے اس تیل کو بدلنا تب ہی جائز ہے کہ نکلا ہوا تیل اُس تیل سے جو سرسوں میں ہے یقینی طور پر وزناً زائد ہو اور عوضین (یعنی سرسوں اور اس کے بدلہ کا تیل دونوں) نقد ہوں اور اگر یقینی طور پر برابر ہو یا برابری و کمی و بیشی کسی کا علم یقینی طور پر نہ ہو یا اُدھار ہو تو ان چاروں صورتوں میں (بوجہ تحقق حقیقت ربوا یا شبہ ربوا) ناجائز ہے۔ اگر ان ناجائز صورتوں میں سے کسی صورت سے بدلنا ایسا ہی ضروری ہو تو اس کا حیلہ جائز یہ ہے کہ پہلے سرسوں کو بعوض روپیہ پیسہ کے بیچا جائے پھر روپیہ پیسہ جو بعوض ملا ہو اس سے یا نہ ملا ہو تو خریدار کے ذمہ جو سرسوں کی قیمت واجب ہو گئی ہے اس رقم واجب الادا سے اسی خریدار سے جسقدر چاہے تیل نقد ہو خواہ اُدھار خرید لے، یکے بعد دیگرے ان دونوں بیعوں کے ایک ہی مجلس میں صرف زبانی ایجاب و قبول ہی سے صحیح ہو جانے سے سرسوں بعوض تیل بدلنے کا مقصود

جو ہے وہ پورے طور سے حاصل ہو جائے گا. لیکن یہ مقصود صحیح طور پر تب ہی حاصل ہو سکے گا کہ پہلی بیع کو دوسری بیع کئے جانے کے ساتھ معلق نہ کیا جائے نیز دونوں بیعین بائع و مشتری دونوں کی رضامندی سے ہوں اگر پہلی بیع اس شرط پر کی جائے کہ دوسری بیع بھی کی جائیگی یاان دونوں میں سے کوئی بیع جبر یا مروت کی وجہ سے کی گئی تو جائز نہ ہوگا فقط واللہ اعلم

(سعید احمد)

سوال:۔ گیہوں سے اس کے آٹے کو بدلنا کس صورت سے جائز ہے؟۔

جواب:۔ گیہوں سے اس کے آٹے کو بدلنا احقر کے نزدیک تو مثل سرسوں اور اس کے تیل کے اسی صورت میں جائز ہے کہ نکلا ہوا آٹا اس آٹے سے جو گیہوں میں ہے یقینی طور پر وزناً زائد ہو اور عوضین نقد ہوں لیکن بعض دیگر علماء کرام اس صورت کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں کہ فقہانے گیہوں کے کیلی ہونے سے برابری نہ ہو سکنے کی وجہ سے علی الاطلاق ہر صورت نقد و ادھار کو دلیل سے ثابت کیا ہے احقر کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اب یہ دونوں تول کر بکتی ہیں اس لئے اب یہ دونوں روایت ابو یوسف ؒ (کہ اسیکو لیا گیا ہے) کیلی نہیں رہے وزنی ہوگئے ہیں اور اس کی بھوسی بھی بے قیمت نہیں ہے، قیمت والی ہے جس کی وجہ سے آٹے کے زائد ہونے کی صورت میں اس آٹے سے جو گیہوں میں ہے یہ ہوگا کہ گیہوں میں جو آٹا ہے اس کی مقابل میں آٹے کا ایک برابر کا حصہ اور جو بھوسی ہے اس کے مقابلہ میں آٹے کا باقی دوسرا حصہ ہو جائیگا پس نہ تو حقیقت ربوا متحقق ہوگی اور نہ شبہ ربوا متحقق ہوگا جو ناجائز ہو غرض فقہا کا ناجائز قرار دینا ان دونوں کے کیلی ہونے پر مبنی تھا اور وہ علت روایت ابو یوسف پر عرف کے بدلجانے اور عرفاً شرعاً دونوں طرح وزنی ہو جانے سے مرتفع ہو گئی ہے اس لئے حکم سابق بھی مرتفع ہو گیا اس ہی بنا پر کہا گیا الاحکام تختلف باختلاف الزمان الحاصل احقر کے نزدیک صرف ایک صورت جواز کی ہے اور دیگر علماء کے نزدیک کوئی صورت جواز کی نہیں ہے (سرسوں کے تیل سے تبادلہ کا حیلہ جو اوپر ذکر ہے اس سے بھی کام لے سکتے ہیں) خلاصہ یہ کہ اگر بھوسی قیمت والی ہو تو صورت جواز وہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اگر بے قیمت ہو تو صورت جواز صرف یہ ہے کہ نکلا ہوا آٹا یقیناً اُس آٹے کے ہموزن ہو جو کہ گیہوں میں ہے اور نقد ہونے کی شرط تو ہر صورت میں ہے۔

فقط واللہ اعلم۔ سعید احمد

کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اور شکر مل کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ ایک ہزار من شکر بحساب بارہ روپیہ فی من کے حساب سے ۱۵ جنوری ۴۰ء کو زید شکر مل سے خرید کرے گا اور شکر مل زید کے ہاتھ فروخت کریگی اور بطور پیشگی کچھ روپیہ بھی زید نے شکر مل کو ادا کر دیا تو معاہدہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ -

(۲) زید جس نے معاہدہ شکر مل سے طے کیا ہے اس کے اور بکر کے درمیان یہ معاہدہ ہو کہ اس قدر شکر شکر مل کی بحساب بارہ روپیہ دو آنہ فی من ۱۶ جنوری ۴۰ء کو زید بکر کے ہاتھ فروخت کرے گا اور بکر اس سے خرید کرے گا تو یہ معاہدہ جائز ہوگا یا نہیں۔ سائل منیر احمد بمبئی ۴۰ء

الجواب

یہ دونوں معاہدے شرعاً جائز اور فریقین پر (دیانۃً و قضاءً) پابندی اسکی واجب ہے۔ حتیٰ کہ اگر وقت معہودہ آنے پر بجبر اور بطور تعاطی بھی بیع منعقد کی جائے گی تو صحیح ہو جائے گی بعذر خواہ بلا عذر (قولاً و فعلاً) کسی طرح سے انعقاد بیع نہ ہو تو خرید کرنے والے کی رقم جو اس نے پیشگی (بغرض استحکام معاہدہ بیع) دی تھی واپس کر دینا واجب ہوگا۔ تفصیل یہ ہے کہ چونکہ حسب تصریح مشائخ بمجرد النیۃ لا ینعقد البیع محض نیت سے بدون طرق اربعہ قولیہ و تحریریہ ضمنیہ و فعلیہ انعقاد بیع . بیع منعقد نہیں ہوتی اور ان دونوں صورتوں میں (جو کہ سوال میں مذکور ہیں) طرق اربعہ مذکورہ میں سے کوئی ایک بھی متحقق نہیں ہوا۔ اس لئے یہ دونوں معاہدے گو بہ نیت بیع کئے گئے ہوں پھر بھی ان سے انعقاد بیع تو نہ ہوگا، لیکن چونکہ آئندہ چل کر ۱۵ اور ۱۶ جنوری کو ایک نے دوسرے کی خریداری کی شرط پر بیچنے کو اور ایک دوسرے نے فروخت کرنے کی شرط پر خریدنے کو اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے جس سے یہ صرف وعدہ ہی نہیں رہا ہے، جو محض دیانۃً ایفا واجب ہو بلکہ صورۃً معاہدہ و تعلیق پیدا ہو گئی ہے جس کا ایفا ہر فریق پر دیانۃً و قضاءً دونوں طرح واجب ہے اور جناب باری کا ارشاد ہے ان العھد کان مسؤ لا اور حضور نے فرمایا ہے المسلمون عند شرطھم اور قاضی شریح سے بخاری میں مروی ہے کہ ... من شرط علی نفسہ طائعا غیر مکرہ فہو علیہ اور فتاوی بزازیہ کے باب الکفالہ میں ہے، ان المواعید باکتساب صور التعلیق تکون لازمۃ اور شامی میں ہے المواعید قد تکون لازمۃ ... الناس اور ایسے ہی حموی تاتارخانیہ اور بحر الرائق اور ظہیریہ سے نقل کیا گیا ہے اور اشباہ میں،

ولیلزم ابو عدالا اذا کان معلقا اور جامع صغیر میں امام محمد نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ دائن مدیون کو بشرطِ ادائے نصف بری کر دے تو مدیون نصف ادا کرنے سے بری ہو جاتا ہے ورنہ یہ تمام عبارتیں مصرح ہیں لزوم معاہدات و شروطِ معلقہ پر بس ان دونوں صورتوں میں وقت معہودہ آنے پر قولاً خواہ فعلاً. بیع منعقدہ کر کے مال اور دام لینا دینا دیانۃً وقضاءً دونوں واجب ہوگا اور وقت معہودہ آنے پر اوّل اس معاہدہ میں مقام سپردگی مال و دیگر امور ضروریہ کی تصریح ضروری ہے اور کوئی امر مجہول مفضی الی النزاع باقی نہیں ہے۔

دوم :- تاوقتیکہ زید کا کل شکر پر (جو کہ خریدی ہے) قبضہ نہ ہو جائے جو کہ بلٹی کے وصول ہو جانے سے بھی حسب تحقیق والد مرحوم حاصل ہو جاتا ہے۔ اس وقت زید کو اس شکر کی بیع بکر کے ہاتھ جائز نہیں اس لئے ضرور ہے کہ کل شکر زید کے حقیقۃً قبضہ میں آجائے یا صرف اُسکی بلٹی مل جانے کے بعد اس کو بکر کے ہاتھ فروخت کرے اس کے قبل فروخت نہ کرے کیونکہ بیع منقول قبل از قبض جائز نہیں۔

سوم :- گو فریقین پر وقت معہودہ آنے پر انعقاد بیع واجب ہے حتیٰ کہ ایک فریق کا سرے سے جبراً بیع کرانا بھی جائز ہے لیکن اگر انعقاد بیع نہ ہو تو فروخت کرنے والے پر خریدنے والے کی پیشگی رقم (بغرض استحکام معاہدہ بیع جو دی تھی) واپس کر دینا واجب ہے۔

سوال :- وقت معہود آنے پر انعقاد بیع کے لئے قولاً ایجاب و قبول ضروری ہے یا بدون کچھ کہے سنے بقیہ قیمت دیکر مال لے لینے ہی سے بیع منعقد ہو جائے گی۔

جواب :- بدون قولی ایجاب و قبول کے بھی محض بقیہ قیمت دے کر ... مال لے لینے ہی سے بطور تعاطی. بیع منعقد ہو جائے گی۔

سوال :- جب کہ بیع مکرہ صحیح نہیں ہوئی فاسد اور اجازت مکرہ پر موقوف ہوئی ہے تو بصورت معاہدہ مذکورہ کیسے بجبر صحیح ہو جائیگی

جواب :- گو حقیقۃً جبر و اکراہ ہے مگر حکماً اکراہ نہیں کہ وہی رضاء سابق عہد رضاء حال سمجھ لی جائے گی۔ الغرض صحت بیع کے لئے منجملہ دیگر شرائط کے یہ دو شرطیں بھی ہیں ایک یہ کہ رضا فی الحال پائی جائے دوسرے یہ کہ کلمہ رضا زبان سے آئے یا کوئی فعل رضا پایا جائے اور یہ دونوں باتیں بحکم عہد سابق جبراً فعل تعاطی کرا لینے سے بھی متحقق ہو جانے سے بیع صحیح ہو جائے گی۔ پس وقت معہود آنے پر برضا خواہ بجبر بقیہ قیمت دیکر مال لے لینے ہی

سے بیع صحیح منعقد ہو جائے گی چہ جائیکہ زبان سے بھی ایجاب و قبول کر لیا جائے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

المجیب ـــــــــ: سعید احمد لکھنوی

سوال:۔ ایک مسائل کی کتاب میں حلال و حرام کے ذیل میں یہ عبارت درج ہے، (ایک جنس کو اس کے ہم جنس پر ادھار دینا برابر برابر پر بلا کمی زیادتی کے یہ بھی حرام ہے) اس کا یہ مطلب ہوا کہ کوئی شخص کسی شخص سے کسی جنس کو اس کے ہمجنس پر قرض نہیں لے سکتا مثلاً ایک شخص کو سیر بھر گیہوں کے آٹے کی ضرورت ہے تو وہ اپنے ہمسایہ سے سیر بھر گیہوں کا آٹا اس صورت سے طلب نہیں کر سکتا کہ جب اس کے پاس آٹا گیہوں کا ہوگا تو اسیقدر واپس کر دے گا برائے مہربانی تحریر فرمائیے کہ مندرجہ بالا عبارت کا مطلب جو میں سمجھا ہوں وہ درست ہے یا نہیں، فقط ممتاز علی خاں۔

الجواب:۔ کتاب مذکور کی عبارت منقولہ سوال کا یہ مطلب نہیں جو آپ سمجھے عبارت منقولہ میں اُدھار دینے سے مراد قرض دینا نہیں ہے ادھار بیچنا مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو بعوض اس کے ہمجنس کے اُدھار بیچنا نہ تو کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے نہ برابری کے ساتھ جائز ہے دونوں صورتوں میں ربوا (سُود) ہے پس اگر کسی چیز کو بعوض اوس کے ہمجنس کے ادھار بیچا نہ جائے بلکہ قرض لیا جائے تو اگر جیسی دی ہے اس سے اچھی یا بری لینے کی شرط کرلی ہے تب بھی حرام و ربوا ہے اور اگر یہ شرط نہیں کی تو جائز ہے، قرض ادا کرتے وقت بتراضی طرفین اس سے اچھی یا بری ادا کر دیجائے یہ بھی جائز ہے فرق دونوں صورتوں (بیع و قرض) میں یہ ہے کہ قرض ابتداءً تبرع و احسان ہے اور انتہاءً معاوضہ بخلاف بیع کے کہ وہ سراسر معاوضہ ہے تبرع و احسان کو اُس سے کوئی تعلق نہیں۔ بیع سے بائع اور مشتری دونوں کا دنیوی نفع ہے مشتری کا مقصود دفع حاجت دنیوی ہے اور بائع کا مقصود حصول منفعت دنیوی ہے اگر مشتری کو حاجت بیع نہ ہو تو وہ کیوں زحمت خریداری گوارا کرے اور بائع کو منفعت دنیوی نہو تو وہ کس لئے درد سر مول لے بخلاف قرض کے کہ قرض لینے والے کو تو دنیوی حاجت یا منفعت ہے لیکن قرض دینے والے کو نہ تو کوئی دنیوی حاجت ہے نہ منفعت وہ محض ثواب اخروی حاصل کرنے کے لئے قرض لینے والے پر احسان اور نیکی کرتا ہے کہ قرض دار

اس وقت اس کے مال سے بدون عوض نفع اٹھائے پھر اس کی مثل جنس وصفت ومقدار میں اس کو واپس کر دے پس گھٹیا درجہ کے آرد گندم کو بڑھیا درجہ کے آرد گندم کے مقابلہ میں اُدھار بیچے خواہ قرض دے دونوں صورتوں میں ناجائز اور سود ہوگا کہ عاقدین میں سے ہر ایک کا مقصود دنیوی نفع ہے لیکن اگر اعلیٰ خواہ ادنیٰ درجہ کا آرد گندم اسی قسم کے آرد گندم کے عوض میں قرض دے تو جائز ہوگا کہ اس صورت میں صرف قرض لینے والے کا مقصود تو رفع حاجت دنیوی ہے لیکن قرض دینے والے کا کوئی دنیوی نفع وحاجت نہیں ہے وہ محض ثواب اخروی حاصل کرنے کے لئے بطور احسان وتبرع دے رہا ہے کہ قرض لینے والا اس وقت اس کے مال سے فائدہ اٹھائے پھر اسی کا مثل جنس وصفت ومقدار میں دیدے اس لئے جتنا قرض لیا ہے اُس سے زاید یا کم دینے کی شرط جائز نہیں ورنہ سود ہو جائے گا ایسے ہی اس سے عمدہ یا بری دینے کی شرط جائز نہیں ورنہ سود ہو جائے گا ضروری ہے کہ یہ شرط نہ کرے پھر ادا کرتے وقت بتراضی طرفین اس سے عمدہ یا برا ادا کرنے میں کچھ مضایقہ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ مثلی مال اس شرط سے اُدھار دینا کہ اس کا ہم جنس وہم صفت اتنے ہی مقدار میں واپس کیا جائے تو یہ قرض ہے اور جائز ہے اور اگر وصف یا مقدار میں اختلاف کی شرط ہو تو سود دینا جائز ہے مثلاً گیہوں پانچ سیر اس شرط سے اُدھار دینا کہ ادنیٰ قسم کا گیہوں پانچ سیر واپس کیا جائے تو یہ قرض ہے اور جائز ہے اور اگر اس شرط سے ادھار دیا جائے کہ اعلیٰ قسم کا گیہوں واپس کیا جائے یا اس شرط سے اُدھار دیا جائے کہ سات سیر واپس کیا جائے تو یہ سود ناجائز ہے۔

احقر کی فہم ناقص میں یہ آیا ہے کہ فرق مابین بیع وقرض یہ ہے کہ چونکہ بیع سے مقصود بالذات منفعت دنیویہ عاقدین ہے اس لئے۔ بیع کی ابتدا ہی معاوضہ پر ہوتی ہے بخلاف قرض کے کہ چونکہ اوس کا مقصود بالذات یہ نہیں اس کا مقصود بالذات تو قرضدار کو بدون کسی عوض کے نفع رسانی ہے اس لئے اس کی ابتدا تو اس سے ہوتی ہے کہ قرضدار اس سے بلا عوض متمتع ہو پھر بعد میں جو دیا تھا اس کا مثل جنس وصفت میں ہو وہ قرضخواہ لیلیتا ہے۔ غرض قرض ہبہ وبیع دونوں میں برزخ ہے اس میں تو مشابہ ہبہ کے ہے کہ اس میں موہوب لہ کو بدون عوض تمتع کا حق ہوتا ہے اور اس میں مشابہ بیع کا ہے کہ اس میں اس کا عوض نہی لیکن اسکا مثل قرضدار کو واپس کرنا پڑتا ہے اس لئے کہا گیا قرض ابتداءً تبرع واحسان ہے کہ تملیک

بلا منفعت و حاجت قرضخواہ ہے اور انتہائً معاوضہ ہے کہ اس کا مثل فی الجنس والصفت کی واپسی ضروری ہے پس اگر کسی شے کو اس کے مثل فی الجنس والصفت کے عوض میں برابری کے ساتھ یہ کہہ کے کہ میں نے قرض دیا یا تم کو دیا تم اس کا مثل فی الجنس والصفت دیدینا تو یہ قرض ہوگا اور جائز ہوگا اور یہ کہہ کے دیا کہ میں نے بیچا اس کا مثل فی الجنس والصفت دیدینا تو یہ جائز نہ ہوگا اور اگر یہ کہا کہ اس کا ہم جنس جو اس سے اچھا ہو یا اس سے برا ہو) دیدینا تو چاہیئے قرض کہہ کر دیا ہو یا بیع کہہ کر دیا ہو یا صرف یہ کہا ہو کہ ہم نے دیا ان تینوں صورتوں میں ناجائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔ (سعید احمد)

سوال:۔ بیع و قرض میں کیا فرق ہے؟۔

جواب:۔ احقر کے خیالِ ناقص میں یہ فرق ہے کہ بیع و قرض میں مبادلۃ المال بالمال تو ہوتا ہے لیکن قرض میں مبادلہ مقصود بالذات نہیں ہوتا اس میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ قرضدار قرضخواہ کے مال سے منافع جو چاہیں کرے اس کا عوض تو کچھ نہ دے لیکن بعد انتفاع و تمتع اس کے مال کا مثل فی الجنس والنوع والصفت والمقدار واپس کر دے تاکہ بعد میں قرضخواہ بھی بلا عوض متمتع ہو سکے لیکن اس مقصود کا پتہ اس صورت سے ہو سکتا ہے کہ (۱) مال مقروض مثلی ہو۔ (۲) قرضدار کو ادھار دیا جائے عوضین نقد نہ ہوں۔ (۳) مال مقروض کا عوض اس کے ہم جنس و ہم نوع و ہم صفت و ہم مقدار نہ ہو اگر ایسا ہے تو دل میں جو کچھ بھی ہو مقصود قرض ہی کا قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ وضع اس کی انتفاع بدون معاوضہ ہی کے لئے ہے اور اگر ایسا نہیں تو بیع ہے۔

پس تعریف قرض کی یہ ہوئی۔ قرض کہتے ہیں مال مثلی اس لئے دینا کہ اس کا مثل فی الجنس والنوع والصفت والقدر بعد کو واپس لے لیا جائے بخلاف بیع کے کہ اس میں ایسا نہیں ہوتا پس اگر مال مثلی نہ دیا جائے غیر مثلی دیا جائے تو بیع ہے ایسے ہی مال مثلی کا عوض اس کا ہم جنس یا ہم نوع یا ہم صفت یا ہم مقدار نہ ہو یا نقدین دین ہو تب بھی بیع ہے۔ (بعض صورتوں میں بیع صحیح بعض میں فاسد) اور اگر مثلی دیا جائے اور اس کے عوض میں اس کا ہم جنس و ہم نوع و ہم مقدار ادھار قرار دیا جائے تو قرض ہے بیع نہیں، واللہ اعلم

(سعید احمد)

سوال:۔ گیہوں کا مبادلہ گیہوں سے اور آٹے کا مبادلہ آٹے سے ادھار کرنا کس صورت

میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔

جواب:۔ گیہوں اُدھار دیا جائے اس صورت سے کہ اس ہی قسم کا جید یا اسی قسم کا ردی گیہوں اتنی مقدار میں بعد میں واپس دینا ہوگا۔ ایسے ہی اس صورت سے آٹا اُدھار دیا جائے بلکہ جس مثلی چیز کو اس صورت سے ادھار دیا جائے تو اسے قرض کہیں گے اور یہ جائز ہے اور یہ صورت بھی بیع نسیئۃ بالجنس الواحد میں داخل ہونے سے ربوا تھی لیکن چونکہ اس کا مقصود بالذات باعتبار وضع صلہ و احسان ہے مبادلہ گو ہوتا ہے مگر مقصود بالذات مبادلہ نہیں ہوتا مقصود بالذات احسان وصلہ ہے اس لئے چونکہ شارع نے اسکو جائز بلکہ مندوب قرار دیا ہے اور اس کے جواز پر اجماع امت ہے اس لئے اسکو جائز قرار دیا ہے .... باقی ربوی صورتوں کو ناجائز رکھا جیساکہ ہدایہ ج ۳ صفحہ ۶ میں ہے الا القرض فان تاجیلہ لایصح لانہ اعارۃ وصلۃ فی الابتداء و معاوضۃ فی الانتہاء الحاشیہ ۵۱۹ میں ہے قولہ وھو ربوا و ہذا یقتضی فساد القرض لکن ندب الشرع الیہ و اجمع الامۃ علی جوازہ ۱۲۔ فقط واللہ اعلم۔ سعید احمد۔

مسئلہ:۔ کسی کا دوسرے کو مثلی اس شرط سے دینا کہ لینے والا اس مثلی کے ہم جنس وہم نوع وہم صفت وہم مقدار کو بعد میں دیدے قرض کہلاتا ہے اور گو یہ بھی صورت ربوا کی تھی مگر چونکہ اس کا مقصود اکثر اولا بدلا نہیں ہوتا بلا عوض دوسرے کو فائدہ پہونچا کے اپنے مال کو واپس لے لینا تھا مگر اوس کے (بوجہ ہلاکت) نہ ملنے سے اوس کے مثلی کو واپس لے لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ مقصود ربوا کے منافی ہے اس لئے شریعت نے اسکو ربوا سے خارج کرکے جائز قرار دیدیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ سعید احمد۔

مسئلہ:۔ (ہبہ غیر شائع ومشاع) فیما لایحتمل القسمۃ میں تو صرف قبضہ ہی شرط ہے لیکن ہبہ مشاع فیما یحتمل القسمۃ میں تقسیم وتسلیم دونوں شرط ہیں۔ فقط سعید احمد۔

مسئلہ:۔ ہبہ کے لئے تلفظ بالایجاب والقبول شرط نہیں ہے۔ قرائن دالۃ علی التملیک کافی ہیں۔ صحت ہبہ و اسکی تمامی کے لئے قبض ضروری ہے اور حق استرداد باقی نہ رہنے کے لئے موانع سبعہ میں سے کسی ایک کا تحقق ضروری ہے لیکن صدقہ کی تمامی ولزوم دونوں کے لئے صرف قبض کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم (سعید احمد)

مسئلہ:۔ ہبہ قرائن دالہ علی التملیک سے بھی صحیح ہو جاتا ہے اور قبض قرض مو ہوب لہ

یا اس کے وکیل یا نائب یا سفیر کے قبض سے تام ہو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہوتا. واہب حق رجوع رکھتا ہے جب تک کہ موانع سبعہ سے کوئی ایک اور قضاء و رضاء میں کوئی ایک متحقق نہ ہو اور صدقہ بھی قرائن دالہ علی التملیک سے صحیح ہو جاتا ہے اور صرف قبض ہی سے تام بھی ہو جاتا ہے اور لازم بھی ہو جاتا ہے۔ متصدق کو بعد صحت و قبض حق رجوع نہیں رہتا۔ فقط واللہ اعلم۔ سعید احمد۔

مسئلہ:۔ کسی کے لئے کوئی چیز خریدنا اُس چیز کا اس کے لئے ہبہ ہے اور محض خریدنے ہی سے اس چیز کا کسی دوسرے کو دینا جائز نہیں ہے گناہ ہے۔ ملک واہب سے نہیں نکلے گی اس لئے دوسرے کو دینے سے دوسرے کی ملک تو ہو جائے گی (لیکن گناہ گار ہو گا) کہ ہبہ قبل القبض تمام نہیں ہوتا۔ فقط واللہ اعلم۔ سعید احمد۔

مسئلہ:۔ فی الہندیہ ج ۳ ص۳۶۷ کتاب الہبہ قال اصحابنا جمیعا اذا وہب او صدقہ مثل ہبہ ہے نیز صدقہ میں بھی مثل ہبہ قبضہ شرط ہے اور جس عقد میں قبضہ شرط ہو اُس کو بموجب روائت بالا شرط فاسد نہیں کرتی ہے اس لئے صدقہ کو بھی شرط فاسد نہیں کرے گی۔ دفی الہندیہ ص۳۹۷ وما لایبطل بالشروط الفاسدۃ ستۃ وعشرون الطلاق والخلع والرہن والقرض ...والہبۃ والصدقۃ ...فقط واللہ اعلم سعید احمد

مسئلہ:۔ حدیث میں ہے لایجوز الہبۃ الا مقبوضۃ۔

مسئلہ:۔ الہبۃ بالایجاب والقبول والقبض (الی ان قال) والقبض لابد منہ لثبوت الملک۔

مسئلہ:۔ بروقت اگر ایسے الفاظ نہ ہوں جو دال علی الہبہ ہو لیکن اس سے قبل کوئی ایسا کلام ہو جو مفید ہبہ ہو تو ہبہ صحیح ہو جائیگا۔ فقط واللہ اعلم۔ سعید احمد

مسئلہ:۔ اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کے لئے ہبہ کرے تو اُسے اُس میں رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب ذی رحم محرم کیلئے کے لئے ہبہ کرے تو اس میں رجوع نہ کرے اس لئے کہ ہبہ سے مقصود صلہ رحم ہے اور وہ ذی رحم محرم پر ہبہ کرنے سے یقیناً حاصل ہو گیا اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو عقد مقصود کا فائدہ بخشے لازم ہو جاتا ہے۔ ۱۲ (سعید احمد)

فتوی در باب اختلاف زوجین ورثہ انہا در زیور خانہ

مسماۃ

نجم الہدیٰ فی حکم المحلیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے متبحرین و مفتیان دین

ان دو صورتوں میں۔ صورت اول۔ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو کچھ زیور اپنے روپیہ سے بنوا کر دیا تھا جسپر وہ اس کی زندگی بھر قابض و متصرف رہی اور کبھی زید نے اس کے متعلق اس سے باز پرس نہ کی نیز زید کے انتقال کے بعد بھی وہ زیور ہندہ کے تحت تصرف میں رہا اب ہندہ کے نام ہبہ سمجھا جائے گا یا ملکیت زید خیال کیا جائے گا۔

صورت دوم۔ عمرو کی زوجہ زینب کے پاس کچھ زیور تھا جس پر وہ اپنی عمر قابض و متصرف رہی اور کبھی عمرو نے اس کے متعلق اس سے باز پرس نہ کی، نیز عمرو کے انتقال کے بعد بھی وہ زیور زینب کے تحت و تصرف میں رہا اب زینب کے مرنے کے بعد ورثہ عمرو ورثہ زینب میں اختلاف ہے۔ ورثہ عمرو کہتے ہیں کہ یہ زیور عمرو کے اپنے روپیہ سے خرید کر زینب کو عاریۃً استعمال کے لئے دیا تھا ہبۃً نہیں دیا تھا اس لئے صرف ورثہ عمرو ہی کو ملنا چاہیئے اور ورثہ زینب کو اس زیور کا عمرو کے خریدنے یا اور کسی طرح سے اس کے ملک میں آنے کا علم نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں یہ زیور زینب کی ملک ہے اور اس کا متروکہ ہے اور ہمیں عمرو کی خریداری یا اور کسی طرح سے اس کے ملک میں آنے کا علم نہیں ہے ایسی صورت میں یہ زیور ترکہ عمرو میں شمار کیا جائے گا یا ترکہ زینب میں، از روئے شرع شریف ان دونوں صورتوں کی بابت جو حکم ہو اس سے علیحدہ علیحدہ مع حوالہ کتاب مطلع فرمایا جاوے۔ فقط بینوا توجروا۔

المستفتی

خواجہ معین الدین حسن از ٹپہ کاپور کانپور

الجواب

صورت اول میں

زید کا اس زیور کو ہندہ کے ملک میں دیدینے کا اس کی تصریح یا قرائن والہ سے ثبوت ہوتا ہو تو یہ زیور ترکہ زوجہ مسماۃ ہندہ میں داخل ہو کر اس کے ورثہ پر حصہ رسدی تقسیم ہوگا ورنہ

زید سے یمین علی العلم لیجائے گی یعنی اُن سے زید کے ہندہ کو ہبۃً دینے کا علم نہ ہونے پر قسم لیجائے گی اگر کھالیں تو ترکہ زید قرار پاکر ورثہ زید پر حصہ رسدی تقسیم ہوگا جیساکہ عالمگیری میں ہے رجل اشتریٰ...... جواہر الفتاویٰ۔ اس جزئیہ مذکورہ عالمگیری مثل زوج کے ورثہ زوج پر بھی وجوب یمین علی البتات کا شبہ نہ ہو کہ ضابطہ مذکورہ عامہ کتب التحلیف علیٰ فعل نفسہ یکون علی البتات وعلیٰ فعل غیرہ یکون علی العلم سے واضح ہے کہ زوج پر یمین علی البتات کا حکم جو جزئیہ ہذا عالمگیری میں جواہر الفتاویٰ سے مروی ہے اس کی علت یمین زوج کا یمین علی فعل نفسہ میں داخل ہونا ہے اور یہ علت یمین ورثہ زوج میں نہیں اس لئے ان کو مثل زوج کے یمین علی البتات کا حکم نہیں دیا جائیگا بلکہ ان کی یمین کا یمین علی فعل غیرہ میں داخل ہونے سے ان کو حسب ضابطہ مذکورہ یمین علی العلم کا حکم دیا جائے گا ہاں اگر ورثہ شوہر مدعی علم ہوں تو اس صورت میں ان کو بھی یمین علی البتات کا حکم دیا جائیگا۔ جیساکہ درمختار میں ہے ہذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی البتات۔

اور صورت دوم میں

ورثہ زوجین میں سے کسی کے پاس بینہ نہ ہو تو ورثہ زوجہ (یعنی ورثہ زینب) سے قسم لیجائے گی اگر کھالیں تو ترکہ زینب قرار پاکر ورثہ زینب پر (بعد تقدم ماتقدم علی الارث فرفع موانعہ) حصہ رسدی تقسیم ہوگا جیساکہ شرح وقایہ میں ہے وان اختلف الزوجان فی متاع البیت فلہما ما صلح لہما ولہ ما صلح لہ اولہما ای اختلفا ولا بینۃ لاحدہما فما صلح للنساء (کالحلی ۱۲ تکملۃ العمدۃ) یکون للمرأۃ مع یمینہا وما صلح للرجال اوللرجال والنساء یکون للرجل مع یمینہ۔ ایسے ہی ہدایہ میں ہے واذا اختلف الزوجان (الی قولہ) وما صلح للنساء فہو للمرأۃ کالوقایۃ (والحلی ۱۲ ک) لشہادۃ الظاہر لہا۔ درمختار میں ہے وان اختلف الزوجان (الی) بخلاف ما یختص بہا لان ظاہرہا اظہر من ظاہرہ وہو مد الاستعمال۔

ان دونوں صورتوں (اول ودوم) مذکورہ استفتاء ہذا میں اختلاف حکم کا ثبوت ردالمحتار کی اس روایت سے بھی ہوتا ہے وفی البدائع ہذا کلہ اذا لم تقر المرأۃ ان ہذا المتاع اشتراہ فان اقرت بذلک سقط قولہا لانہا الخ

المجیب

سعید احمد لکھنوی مفتی وصدر مدرس مدرسہ عربیہ تکمیل العلوم کانپور۔

خط

از حضرت مولانا جلیل احمد صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
بنام افقہ العالم مفتی اعظم حضرت مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

احقر جلیل احمد بعد سلام مسنون عرض کرتا ہے کہ عرصہ سے جناب والا کی خیریت مزاج مبارک سے آگاہی نہیں ہوئی ایک امر تحریر طلب یہ ہے کہ تطہیر الاموال (عطر ہدایہ....) مطالعہ کی آنجناب کے والد مرحوم بحر العلوم حضرت مولانا فتح محمد صاحب تائب لکھنوی رح نے جو فنی کمالات دکھائے ہیں بیان سے باہر ہیں ہماری آنکھوں سے پردے ہٹا کر ہم پر احسان عظیم فرمایا ہے اللہ تعالیٰ انکو مراتب قرب میں ترقی عطا فرمائے مطالعہ سے معلوم ہوا ہم جیسے تو بغیر استاد کی مدد کے ان علوم عالیہ کو پوری طرح سمجھ بھی نہیں سکتے۔ ایک استفتاء روانہ خدمت ہے امید کہ جواب سے سرفراز فرمائینگے اگر اس کا جواب صرف زبانی دیا جا سکتا ہو تو مولوی سمیع اللہ خاں صاحب کو خدمت میں بھیجکر زبانی حاصل کروں۔ جواب میں مجھے دلیل کی بھی کوئی حاجت نہیں، جناب کا فرما دینا ہی دلیل ہے جو میرے لئے کافی ہے زیادہ بجز اشتیاق حصول نیاز کیا عرض کیا جائے فقط۔

جلیل احمد خاں از تھانہ بھون

استفتاء!

احقر ایک زمین ایک کاشتکار کو ایک مدت طویل کے لئے سو دو سو برس کے لئے اجارہ پر دینا چاہتا ہے مگر وہ کاشتکار یہ کہتا ہے کہ اجارہ کے کاغذ میں یہ لکھدو (اور وہ کاغذ رجسٹری بھی کرایا جائے گا) کہ سو یا دو سو برس تک نسلاً بعد نسلٍ یہ زمین میرے پاس رہے گی یعنی تم کو اور تمہارے ورثاء کو یہ حق نہ ہوگا کہ مجھ سے یا میرے ورثاء سے سو یا دو سو برس تک یہ زمین واپس لیں۔ احقر نے تطہیر الاموال مطالعہ کی تو اس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اول تو اجارہ موبدہ کو ہی جائز بضرورت فرمایا چنانچہ اجارات کے بیان میں حاشیہ پر ہے کہ تابید کی صورتیں بضرورت جائز کی گئی ہیں مگر احقر کو اس کے متعلق سوال کی ضرورت نہیں کیونکہ واقعہ معروضہ بالا اجارہ موبدہ نہیں ہے صرف احقر کو یہ عرض کرنا ہے کہ تطہیر الاموال میں ہے کہ زید نے بکر کو ایک زمین دی کہ باغ لگائے یا مکان بنائے یا درست کر کے بیکار آمد کرے اور یہ قرار پایا کہ اتنے دنوں بکر سے واپس نہ لیجائیگی پس اگر یہ معاملہ باجرت ہے تو اجارہ ہے مگر بحکم شرط فسخ نہیں ہو سکتا اور ہر حال میں یہ حق قابل

ارث ہے علامہ شامی نے اوائل بیع میں اسے بعد وشد لکھا ہے انتہی۔
احقر نے اس عبارت میں اختصار کیا ہے یعنی دوسری شقوں کا ذکر نہیں کیا جو اس وقت درپیش نہیں مگر الفاظ وہی ہیں جو کتاب کے ہیں مفصل عبارت کتاب کی یہ ہے کہ زید نے بکر کو ایک زمین دی کہ باغ لگائے یا مکان بنائے یا درست کر کے بکار آمد کرے اور یہ قرار پایا کہ اتنے دنوں یا کبھی بکر سے واپس نہ لیجائے گی پس اگر یہ معاملہ بدون اجرت ہے تو موقت مستعار اور موبد ہبہ ہے۔ اور مالک کو بحکم شرط واپسی کا حق نہیں اور اگر باجرت ہے تو اجارہ ہے مگر بحکم شرط فسخ نہیں ہو سکتا اور ہر حال میں یہ حق قابل بیع وارث ہے علامہ شامی نے اوائل بیع میں اسے بعد وشد لکھا ہے اس سے احقر یہ سمجھا ہے کہ اگر احقر اس اجارہ کے کاغذ میں یہ لکھدے کہ مثلاً ۲۰۰ برس ۵۰۰ برس تک یہ زمین نسلاً بعد نسل اس کاشتکار و ورثاء سے اتنی مدت تک زمین واپس لیں البتہ اگر لگان ادا نہ ہو تو ہم کو واپسی کا اختیار ہے تو احقر کے اس لکھدینے میں کوئی برائی نہیں معلوم ہوتی۔ لہذا احقر دریافت کرتا ہے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ فقط بینوا توجروا۔ (جلیل احمد خاں)

الجواب

اجارہ دو سو برس تک کا ہو یا پانچسو برس کا یا اور کسی ایسی طویل مدت کا کہ اوس مدت تک عادۃً متعاقدین زندہ نہ رہتے ہوں) خصاف وغیرہ بعض فقہاء کے قول پر جائز تو ہے۔ (فی الدر المختار کالسکنی والزراعۃ مدۃ کذا ای مدۃ کانت وان طالت۔ فی رد المحتار قولہ وان طالت ای ولو فوق … ترجیح الاول) لیکن حسب تصریح فقہاء وتنفسخ (الاجارۃ) بموت احد العاقدین (شرح الوقایہ) یہ اجارہ طویلہ بھی موت احد العاقدین سے خود سے بدون فسخ کے منفسخ ہوجائے گا ہاں بصورت معاہدہ (بحکم عہد نہ کہ بمقتضائے عقد) حسب استنباط والد مرحوم موت احد العاقدین سے بھی تا انقضاء مدت منفسخ نہ ہوگا چنانچہ والد مرحوم تکملہ عمدۃ الرعایہ علی الجلد الثالث من شرح الوقایہ میں تحریر فرماتے ہیں واما قول فقہاءنا فی ہذا کلہ صحیح علی محلہ لان العقد صار علی شرف الانفساخ الاان یمنعہ مانع کالجہل او العہد او الضرر فما قلنا قلنا بحکم العہد وعدم اخرار العاقدین وما قالوا قالوا اما کان مقتضی العقد فتجویز المعارضۃ بین فقہاءنا رحمہم اللہ علیہم وبین رائنا الغالب فیہ الخطار مجادلۃ باطلۃ بل انا استنبطنا من ہذا ما تہم واتی لہم فانظر۔ والد مرحوم کا یہ استنباط گو خود مشائخ کا انفساخ بموت احد العاقدین کے قاعدہ سے

۱؎ ہدایہ میں ہے فیصح العقد علی مدۃ معلومۃ الخ وفی العنایۃ قولہ طالت المدۃ او قصرت اذا کانت۔ الخ

۲؎ (آخر حاشیہ ۱؎ ص۳۱۱) فی شرح الوقایۃ طالت او قصرت ص۲۸۹ فی تکملۃ عمدۃ الرعایۃ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(د بحکم الضرورت تبیح المحظورات وان [۱] الاجارۃ تنتقض بالاعذار تبقی بالاعذار شامی ص۵۶ ج ۵ بحوالہ در منتقی) ضروریات واعذار مستثنی کرنے اور احکام عقد وعہد میں فرق ہونے وغیرہ قواعد ونظائر گو یہ صحیح ہے مگر منصوص نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم (سعید احمد لکھنوی)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ زید کے اطراف میں زمین اس شرط پر گردی رکھتے ہیں کہ مثلاً یہ زمین پانچ سو روپیہ پراتنی مدت مثلاً ۵ سال یا ۱۰ سال علیٰ ہذا القیاس اور یہ روپیہ صاحب زمین کو دیدیتے ہیں بعدہ اس زمین کی پیداوار خود کھاتے ہیں یعنی جس کے پاس زمین گردیں کی گئی ہے وہ صرف مالگذاری ادا کردیتے ہیں اور صاحب زمین کو کچھ نہیں دیتے ہیں اور جب صاحب زمین روپیہ دیدیتا ہے تب زمین واپس کرتے ہیں اور ان کے روپیہ میں کچھ کمی نہیں ہوتی ہے، جس شرط پر گردیں کی گئی تھی اتنے ہی روپیہ لیلیتے ہیں اس کاربوا میں شمار ہوگا یا نہیں، نیز بنک اور ڈاکخانہ کے روپیہ کو کیا سمجھتے ہیں، جائز یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔ (عبد الستار)

الجواب

مرتہن یعنی رہن رکھ کر قرض دینے والے کو رہن کی چیز سے نفع اٹھانا ربوا حرام ہے، اور ربوٰ اجازت دینے سے حلال نہ ہوگا لہذا رہن کی زمین کی پیداوار کھانا قطعاً حرام ہے۔

ڈاکخانہ وبنک کا سود ربوا اور ناجائز ہے اس سے بچنا چاہیئے البتہ اگر ناواقفیت سے کسی نے اپنا روپیہ بنک وغیرہ میں جمع کردیا تو اپنا روپیہ مع سود کے لے لے لیکن سود کے روپیہ کو اپنے کام میں نہ لائے بلکہ نہایت محتاج لوگوں کو دیدے مگر ثواب کی نیت سے نہیں کیونکہ ناجائز مال کے دینے میں کوئی ثواب نہیں ہوتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمئاب۔

کتبہ:- احقر ظفر الدین خادم مدرسہ اشرف العلوم کانپور۔

اس کے نیچے بے شمار علماء کرام کی تصدیق ہے جو نقل نہیں کی گئیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نعم اذ شرط مثل ہذہ الامور معاہدۃ ومواعدۃ لاباس بہ لان العہود غیر العقود والعقود تتبع الوجود دون العہود فتنبہ ۱۲ حاشیہ تکملہ عمدۃ الرعایہ ش۵ علی قولہ طالب ص۲۹

[۱] فی الدر المختار وتنفسخ (الاجارۃ) بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد عاقدین عندنا لابجنونہ مطبقا عقد بالنفس الا بضرورۃ لموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فیبقی الی مکۃ اھ فی رد المحتار قولہ الا لضرورۃ قال فی الدر المنتقی وقد تقرر استثناء الضروریات اھ ص۵۶ ج ۵ رد المحتار۔

هوالمصوب

جواب سوال اوّل:۔ مرتہن کا زمین مرہونہ کی پیداوار اپنے صرف میں لانا یا اس سے اور کسی قسم کا نفع اٹھانا اگر عقد رہن میں مشروط یا معروف ہے تو عین ربوا یا مشتبہ بربوا ہونے سے ناجائز ہے اور اگر بدون شرط و عرف و اذن راہن ہے تو غصب ہونے سے ناجائز ہے۔

جواب سوال دوم:۔ اس زمانہ کے بعض علماء نے مثل جواب اشرف العلوم بنک و ڈاکخانہ کے سود کے تصدق (بلانیت ثواب) کئے جانے کا فتویٰ دیا ہے، لیکن احقر ایک دوسری صورت بتلایا کرتا ہے جو کہ بعد بیان اجمالی حرمت سود بنک عرض ہے کہ جو حضرات ہند کو دار الحرب ہونے کے قائل ہیں ان تک کے نزدیک بنک و ڈاکخانہ کا سود جائز نہیں ہو سکتا ان کے نزدیک بنک و ڈاکخانہ کے سود میں بوجہ عدم تحقق حقیقۃ ربوا ملک آجائے مگر بوجہ تحقق صورت ربا حلت پھر بھی نہیں آ ئے گی اور بفرض محال آبھی جائے تو باندیشہ زوال تنفر و بخوف ارتکاب قیاس مع الفارق و بمصلحت حسم مادہ فساد فتوائے جواز اکل سود بنک و ڈاکخانہ پھر بھی نہیں دیا جا سکتا لیکن بنک و ڈاکخانہ کے سود نہ لینے سے اس رقم سود کے تبلیغ عیسائیت میں صرف کئے جانے سے رقم سود کو بنک و ڈاکخانہ میں چھوڑا بھی نہیں جا سکتا اس لئے ضرور ہے کہ سودی بنک و ڈاکخانہ میں سرے سے روپیہ جمع ہی نہ کیا جائے اور جو جمع ہو چکا ہے وہ مع سود کے باخفاء و استغفار کے لے رقم سود کو ان اموال کے بدل میں جو اس سے گورنمنٹ نے مثل چنگی وغیرہ کے ظلماً لئے ہوں محسوب کر کے جس صرف میں چاہے لائے اور اگر ایسا کوئی مال اُس کا گورنمنٹ کے ذمہ نہ ہو تو گورنمنٹی ریل یا ڈاکخانہ سے اتنی رقم کا ٹکٹ خرید کر اس ٹکٹ کو بدون استعمال، پھاڑ کے یا کسی اور طریقہ سے ضایع کر دے کہ اس صورت سے مال حرام کی واپسی بھی اصل مالک (گورنمنٹ) کیطرف ہو جائے گی اور تبلیغ عیسائیت کے صرف میں بھی نہ آسکیگی پس باوجود صورت مذکورہ جواز اکل و عدم تعذر واپسی تصدق کیسے جائز ہو سکتا ہے جب یہ دونوں صورتوں میں سے ہر صورت پر عمل ممکن نہ ہو تب مضطر کو بلا نیت ثواب دینا جائز ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم!

المجیب

سعید احمد لکھنوی مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم۔ کانپور

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ سلطنت جمہوریہ وطنیہ کے زمانہ میں ہندوستان میں مسلمانوں کو سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

المستفتی

سعید الرحمٰن خان محلہ کھالہ پار شاہجہان پور

الجواب

قطعاً ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

المجیب

سعید احمد لکھنوی

سوال:۔ زندگی کا بیمہ جائز ہے یا نہیں۔؟

جواب:۔ بیمہ میں سود بھی ہے اور قمار بھی اور یہ دونوں حرام ہیں۔ فقط

(بندہ محمد شفیع)

مسئلہ ۔جو امور بدون حکم وشہادت ومداخلت غیر دیانۃً حاصل ہیں ان سے تمتع کے لئے حکم وشہادت و مداخلت کافر سے کام لینا جائز ہے اور جو امور بدون حکم وشہادت ومداخلت غیر دیانۃً حاصل نہیں ہو سکتے ان سے تمتع کے لئے حکم وشہادت ومداخلت کافر سے کام لینا جائز نہیں اور ان سے ان امور کا دیانۃً حصول وثبوت وتحقیق ووجود نہیں ہوسکتا ہے۔

غرض یہ کہ رفع ظلم کے لئے مداخلت کافر جائز اور تحقق حق فیما بینہ وبین اللہ کے لئے ناجائز ہے اور مداخلت کافر سے کسی حق فیما بینہ وبین اللہ کا دیانۃً تحقق بھی نہیں ہو سکتا۔ ہذا ما الہمنی اللہ العلیم بفضلہ وکرمہ واللہ اعلم بالصواب فقط سعید احمد

خیراتیہ

کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زکوٰۃ صدقات نافلہ و خیرات کے صحیح مستحق کون ہیں از راہِ کرم زکوٰۃ۔ صدقات نافلہ و خیرات کا علیحدہ علیحدہ مصرف دکھائیے۔

آج کل بعض تندرست و توانا سائل بن کر جن میں اجنبی اور رشتہ دار بھی ہوتے ہیں بغیر محنت و مشقت کے سوال کرتے ہیں کیا ایسے تندرست و توانا سائل کو دے سکتے ہیں؟ مسکین و فقیر میں کیا فرق ہے؟ از راہِ کرم جواب سے مستفید فرمائیے۔

عبدالجبار اینڈ سنز بیڈی اینڈ تمباکو مرچنٹ ویلور

الجواب وھوالملھم للصواب

اول :۔ خیرات۔ عرف ہند میں اوس مال کو کہتے ہیں جو محض ثواب حاصل کرنے کے لئے بطور تملیک یا اباحت دیا جائے۔

صدقات واجبہ :۔ وہ اموال جن کا کسی غیر ہاشمی مسکین یا فقیر مسلمان کو جس سے رشتہ توالد و تناسل و زوجیت نہ ہو بلا عوض پورے طور سے مالک بنا دینا فرض یا واجب ہو جیسے اموال زکوٰۃ و عشر و صدقۃ الفطر و نذر و کفارہ و فدیہ اور نقد و گیہوں وغیرہ مستہلک مال جو بعوض چرم قربانی حاصل ہو کر ان کا اور ان کے مانند اموال کا کسی غیر ہاشمی مسلمان کو جو مسکین یا فقیر ہو اور دینے والے کے میاں بیوی ماں باپ بیٹا بیٹی وغیرہ اصول و فروع میں سے نہ ہو پورے طور سے مالک بنا دینا (کہ یہ جو چاہیں کریں) فرض یا واجب ہے بدون اس کے ان کی ادائیگی نہیں ہوتی فریضہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔

خیرات

- بطور تملیک — اس میں انسان کو مالک بنا دیا جاتا ہے — صدقہ
  - دینا واجب یا فرض ہو — صدقات واجبہ
  - دینا مستحب ہو — صدقات نافلہ
- بطور اباحت — اس میں انسان کو مالک نہیں بنایا جاتا۔ مثلاً مال نقد ہو یا جنس برائے (تعمیر مسجد یا تعمیر مدرسہ یا جہیز و تکفین وغیرہ) خرچ کیا جائے۔

۱۲ سید ارشد حسن

صدقات نافلہ :۔ وہ اموال جن کا کسی انسان کو مسلمان ہو خواہ کافر مسکین ہو یا فقیر یا غنی ہاشمی یا غنی غیر ہاشمی مالک بنادینا فرض و واجب تو نہ ہو مگر ثواب ہو جیسے چرم قربانی کا عوض غیر مستہلک وغیرہ وغیرہ۔

دوم :۔ مقدار نصاب زکوٰۃ۔

۳۶ تولہ ۵ ماشہ چاندی یا ۵ تولہ ۲ ماشہ سونا یا اتنی ہی قیمت کا کسی اور قسم کا مال۔

سوم :۔ انسان تین طرح کے ہیں غنی۔ فقیر۔ مسکین۔

غنی وہ جو اپنی اصلی حاجتوں سے فاضل کم از کم ایک نصاب کا مالک ہو، فقیر وہ جو کچھ نہ کچھ مال کا مالک تو ہو لیکن وہ مال مملوکہ اس کی اصلی حاجتوں سے زائد نہ ہو یا زائد تو ہو لیکن نصاب سے کم ہو۔

مسکین وہ جس کے پاس کچھ نہ ہو، یہ فقیر سے بھی زیادہ صدقات پانے کا مستحق ہے۔

چہارم :۔ زکوٰۃ صدقات واجبہ کا مستحق صرف وہی غیر ہاشمی مسلمان ہے جو مسکین یا فقیر ہو اور اس سے دینے والے کا رشتہ توالد و تناسل و زوجیت نہ ہو۔

پنجم :۔ سب سے زیادہ مستحق زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ کے وہ مساکین و فقراء ہیں جو علم دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

طالب علم اور زکوٰۃ

ششم :۔ زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ کالجوں، اسکولوں، مسجدوں، قومی اداروں اور نئی روشنی رکھنے والے دینی مدرسوں میں دینا ناجائز ہے، چونکہ دین کو اپنی اصلی حاجت

مال

باقی رہنے والا ہو	یا باقی رہنے والا نہ ہو
مال غیر مستہلک	مال مستہلک
مثلاً چارپائی کپڑے وغیرہ	مثلاً روپیہ گیہوں وغیرہ

۱۲ سید ارشد حسن

زکوٰۃ اور سید

ع‍ یہاں نہ بیت المال کا وجود ممکن کہ اس سے سادات رفیع الدرجات کی خدمت کی جاسکے اور نہ لوگ اس بات کے عادی رہے کہ بکمال احترام انکی اعانت اس اچھی مد سے کرتے ہیں جو سادات کو دی جا سکتی ہے۔ اس مجبوری کی وجہ سے اب حکم یہ ہے کہ اگر سید فقیر یا سید مسکین کو کوئی شخص زکوٰۃ یا دیگر صدقات واجبہ دیدیگا تو اسکے ذمہ سے ساقط ہو جائینگے۔ ۱۲ سید ارشد حسن تلمیذ اقلہ العالم حضرت مولانا سید احمد صاحب رح ا

رکھنا ضروری ہے اس لئے پرانے طرز کے مدارس دینیہ کا وجود ضروری ہے اس وجہ سے پرانے طرز کے مدارس دینیہ کو زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ دینا جائز ہے۔

ہفتم :۔ بعض بوڑھی عورتیں ایسی ہیں جن کا کوئی متکفل نہیں ہے اور بظاہر انکے پاس ضروری کھانے پینے کا بھی سلسلہ نہیں ہے مگر خفیہ طور پر ان کی ملک میں سونے یا چاندی کا زیور بقدر نصاب موجود ہے اس کو وہ اپنے کفن دفن وغیرہ ضروریات کے خیال سے خرچ نہیں کرتی ہیں ان کو زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ دینا جائز نہیں۔ اسلئے انکو بعد تفتیش دیں۔

ہشتم :۔ سوال یہ اصل میں حرام ہے اور اس کا جمع کیا ہوا مال خبیث ہے۔ فرمایا کہ جو مال جمع کرنے کے لئے مانگا جائے وہ چنگاری ہے زیادہ کرے یا کم مگر وہ عاجز جو کسب پر قادر نہ ہو اور ایک دن کے کھانے کا بھی اس کے پاس نہ ہو وہ بقدر سیری شکم مانگ سکتا ہے۔ اگر اعضاء مستورہ کے چھپانے کو کپڑے نہ ہوں تو وہ بقدر ستر پوشی مانگ سکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم سعید احمد

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

رقوم چرم قربانی مسجد و مدرسہ و اسکول کے مکانوں کی تعمیر و ترمیم، مؤذن و امام اور دوسرے قسم کے مزدوروں اور ملازموں کی اجرت و تنخواہ میں دینا جائز ہے یا نہیں فقط بینوا توجروا ــــــــ مستفتیان۔ اہالیان محلہ کرنیل گنج کانپور۔

الجواب

چونکہ حسب تصریح فقہاء عوض مستہلک چرم قربانی کا تصدق واجب ہو جانے سے رقوم چرم قربانی کا مصرف وہی ہو جاتا ہے جو زکوٰۃ و فطرہ و نذر وغیرہ صدقات واجبہ کا ہے اس لئے رقوم چرم قربانی (مسجد یا مدرسہ یا اسکولوں) کی عمارت کی تعمیر، ترمیم اور ان کی زمین کی خریداری مؤذن و امام اور دوسرے قسم کے مزدوروں اور ملازموں کی اجرت و تنخواہ میں دینا اور اس میں صرف کرنا جائز نہیں ہے اگر ان میں سے کسی میں صرف کردیں گے تو واجب ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ گناہگار ہوں گے اور اسقاط واجب کے لئے اتنی رقم مستحق زکوٰۃ کی ملک میں بلا عوض دیدینا ضروری ہوگا۔

المجیب

سعید احمد لکھنوی

کیا فرماتے ہیں مفتی اعظم ہند مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) میری قریبی عزیزہ قوم شیخ فاروقی سے ہیں اُن عزیزہ کی دو لڑکیاں ہیں کیا ز
کا پیسہ عزیزہ کو دے سکتے ہیں جس سے وہ لڑکیوں کی شادی کر دیں اور کیا کپڑا و غ
کی شکل میں بھی دیا جا سکتا ہے؟

(۲) ایک مسماۃ بیوہ قوم شیخ قریشی ہے اسکی ایک لڑکی ہے جو میرے یہاں موجود ہے اس
شادی میرے مکان سے ہونا طے ہوئی ہے تو کیا زکوٰۃ سے اس کی شادی کی جا سکتی ہے ز
سے جو کھانا پکے گا کیا ہم لوگ اس کو کھا سکتے ہیں۔ (عبدالغفار میسور)

الجوابُ وھو الملھم للصوابُ

اگر یہ بالغ لڑکیاں اور ان کی مائیں اپنی حوائج اصلیہ سے زائد بقدر نصاب کسی قسم کے مال
کی مالک نہیں ہیں اور زکوٰۃ دہندہ کے اصول و فروع میں سے بھی نہیں ہیں اور مصارف شاد
کا برداشت کرنا بھی ضروری ہے تو زکوٰۃ دہندہ ان میں سے ہر ایک کو (نصاب سے کم بلا کراہ
اور نصاب بھر اور اس سے زائد بکراہت) بہ نیت زکوٰۃ دے سکتا ہے تو اگر نصاب یا اس سے
زائد روپیوں سے مصارف شادی پورے ہوتے ہوں نصاب سے کم پورے نہ ہوتے ہو
تو کراہت سے بچنے کے لئے یہ کیا جائے کہ زکوٰۃ دہندہ نصاب سے کم روپیوں کا ان لڑکیو
کی ماؤں میں سے ہر ایک کی ماں کو بہ نیت ادائے زکوٰۃ پورے طور سے مالک بنا دے کہ یہ مالک
ہو کر اپنی خوشی سے جو چاہیں کریں پھر یہ دونوں بخوشی خاطر خود اس نصاب سے کم روپیوں
اپنی بالغ لڑکیوں کو بطور ہبہ دیدیں اس طرح چند بار کریں یہاں تک کہ جتنی رقم مصارف شادی
کے لئے مصارف دہندہ دینا چاہتا ہو وہ زکوٰۃ دہندہ کی طرف سے ان لڑکیوں کی ماؤں
کو بطور صدقہ اور ان دونوں ماؤں سے ان دونوں کی بالغہ لڑکیوں کو بطور ہبہ حلال طریق سے
پہونچ جائیں۔ اب اگر اندیشہ ہو کہ یہ لڑکیاں ہیں رقم محفوظ نہ رکھ سکیں گی تو یہ لڑکیاں اپنی
خوشی سے جس پر مطمئن ہوں وہ غنی ہو خواہ فقیر اس کے پاس بطور امانت رکھ دیں۔

بہر حال شادی کے وقت جو اس روپیہ سے کھانا پکے گا جسے بھی کھلایا جائے ہر ایک
اس کھانے کو کھا سکتا ہے زکوٰۃ دہندہ بھی کھا سکتا ہے۔ لیکن یہ واضح ہونا چاہیئے کہ جس کو
بہ روپیہ بطور زکوٰۃ دیا جائے اس کو بخوشی خاطر اس طرح سے مالک کر دیا جائے کہ وہ بخوشی خاطر

جس کام میں چاہے صرف کرے اور جس کو چاہے دے اور جو چاہے کرے زکوٰۃ: ہندہ کیطرف سے کسی قسم کا دھوکا اور دباؤ اور اثر سے کام نہ لیا جائے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، حدیث شریف میں ہے انما الاعمال بالنیات اور فرمایا لا یحل مال امرأ مسلم الا بطیب نفسہ یہ حیلے ضرورت شدیدہ مبیحہ حرام کو بصورت حلال پورے کئے جانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو کھلی کھلی نافرمانی سے بتاویل ضعیف بچالیں نہ یہ کہ انہیں حرام خوری کا حیلہ بتائیں فقط۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(سعید احمد عفاعنہ الصمد)

سوالات مندرجہ ذیل کے جوابات مرحمت فرماکر ماجور ہوں

(۱) زکوٰۃ کس کے اوپر واجب ہے اور کس حالت میں

(۲) زکوٰۃ صرف نقد پر ہے یا منافع پر یا جائداد مثلاً مکان کھیت وغیرہ وغیرہ پر یا زیورات پر۔

(۳) وہ رقم جو تجارت میں لگی ہو تو اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں جب کہ اس میں ۱/۲ زائد یا کم رقم اُدھار کی بھی ہو۔

(۴) زکوٰۃ اگر نفع پر ہے تو آیا انکم ٹکس نفع سے نکال کر زکوٰۃ دی جائے یا قبل

(۵) زکوٰۃ کل آمدنی پر دیجائے یا گھر کا خرچ نکال کر باقی آمدنی پر۔

(۶) اگر تمام آمدنی گھر میں خرچ ہو جاتی ہو تو زکوٰۃ ہے یا نہیں۔

المستفتی

رشید برادرس کان پور

الجواب

واضح ہو کہ جو شخص اپنی اصلی حاجتوں سے زائد کم از کم ۵۲ تولہ ۶ ماشہ چاندی یا ۷ تولہ ۶ ماشہ سونا یا اتنی قیمت کے مال تجارت کا مالک ہو اور اس پر ایک سال گذر چکا ہو (یعنی ابتداء سال سے ختم سال تک برابر کم از کم ایک نصاب مال نامی کا مالک رہا ہو کوئی زمانہ اتنی مقدار مال کے مالک ہونے سے خالی نہ ہو خواہ وہی مال ہو یا دوسرا) اُس پر زکوٰۃ واجب (بمعنی فرض) ہے اس کے علاوہ زمین کی پیداوار اور اکثر سال جنگل میں مفت چرنے والے جانوروں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے جس کا نصاب اور شرائط اور احکام

جداگانہ ہیں پس ۱ چاندی سونے کے پتر ہوں یا زیور یا برتن یا روپیہ یا اشرفی یا پیسے یا نوٹ یا کوئی اور کسی قسم کی چیز چاندی سونے کی ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی جب کہ بقدر نصاب مذکور پر ایک سال گذر چکا ہو ایسے ہی جس قسم کا بھی سامان اور مال تجارت کا ہو ہر سامان و مال تجارت پر بھی زکوٰۃ بشرط مذکور واجب ہے۔ ۲ مکان زمین پر زکوٰۃ واجب نہیں جبکہ یہ تجارت کے لئے نہ ہو ہاں ان سے جو کرایہ وصول ہو اُس پر بشرط مذکور زکوٰۃ واجب ہے۔ ۳ اصل مال تجارت پر اور اس میں جو اضافہ ہو اور اس کی قیمت جو وصول ہو ان سب پر زکوٰۃ واجب ہے اصل و منافع سب پر بشرط مذکور زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جو رقم تجارت میں لگی ہو اس کے مال اور منافع پر بھی رقم اُدھار نکالکر بشرط مذکورہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ ۴ اصل ہو یا نفع ختم سال پر مجموعہ اموال زکوٰۃ سے دیون اور انکم ٹکس وغیرہ مطالبات ظالمہ ہوں یا غیر ظالمانہ نکالکر زکوٰۃ بشرط مذکور واجب ہوتی ہے۔ ۵ ختم سال پر حوائج اصلیہ سے زائد جو مال نامی نقد ہو خواہ جنس بقدر نصاب باقی ہو ان سب پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ ختم سال سے پہلے جو خرچ ہو گیا اُس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ فقط

(سعید احمد)

شرکت مضاربت

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک کاروبار میں تین آدمی شریک تھے جن میں سے دو شریکوں کا صرف مال تھا اور تیسرے کی صرف محنت اس تیسرے شریک کو مال شمار کر کے بغرض فروخت سپرد کر دیا گیا۔ فروخت ہونے پر مال کی گنتی میں کمی ہوئی ایسی صورت میں اس شریک سے کہ جس کے مال بغرض فروخت سپرد کیا گیا تھا مال کی کمی کی قیمت لیجا سکتی ہے۔ اگر لیجا سکتی ہے تو اصل قیمت یا اس نرخ سے جس پر وہ فروخت ہوا۔

المستفتی:۔ احمد حسین بساطی بازار کانپور۔

الجواب

یہ صورت شرکت مضاربت کی ہے اور حسب تصریح فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ مضارب جب مال پر قبضہ کرے امین ہے اور معاملہ کرتے وقت وکیل اور نفع ہو تو شریک اور نقصان

ہو تو بری اور مضاربت فاسد ہو جائے تو اجیر اور خلاف قرارداد یا عرف کام کرے تو ضمین ہے اس لئے صورت مسئولہ میں یہ تیسرا کہ جس کی صرف محنت ہے مضارب ہے، لہذا اس نے اگر مال ضائع شدہ کی حفاظت میں کوتاہی کی ہے تو مال ضائع شدہ کا تاوان اس تیسرے شریک پر ہے جو کہ مضارب ہے اور جتنے کو وہ مال ضائع شدہ خرید اگیا تھا اتنا ہی تاوان اسپر واجب ہوگا اور اگر اس نے مال ضائع شدہ کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کی ہے تو اموال ضائع شدہ منافع کی طرف پھیرے جائیں گے اس طرح سے کہ اگر اموال ضائع شدہ منافع سے زائد ہیں تو اس تیسرے پر جو کہ مضارب ہے تاوان واجب نہ ہوگا اور اگر منافع اموال ضائع شدہ سے زائد ہیں تو منافع میں سے بقدر اموال ضائع رب المال کے راس المال میں شمار کرکے باقی منافع کو تینوں شریکوں پر حسب قرارداد تقسیم کریں۔ فقط واللہ اعلم سعید احمد۔

وصیّت، وقف

سوال :۔ وصیت کسے کہتے ہیں؟

جواب :۔ اپنے مرنے کے بعد کسی کو بلاعوض مالک کر دینے کو کہتے ہیں فی حاشیۃ الہدایۃ ج ۴ ص۶۳۳ وہی (الوصیۃ) فی الشریعۃ تملیک مضاف الی ما بعد الموت بطریق التبرع۔

سوال :۔ غیر وارث کو ترکہ میں سے کس مقدار تک وصیت کرنا جائز ہے؟

جواب :۔ تہائی تک جائز ہے اس سے زائد جائز نہیں ہے لیکن اگر موصی کے مرنے کے بعد اس کے بالغ ورثہ تہائی سے جتنی مقدار زائد کی وصیت کو منظور کریں اتنی مقدار زائد میں بھی وصیت نافذ ہوگی اور اگر بعض بالغ ورثہ منظور کریں اور بعض بالغ ورثہ منظور کریں تو جو جتنی مقدار کی منظور کریں اپنے حصہ میں سے دے سکتے ہیں اور نابالغ ورثہ منظور بھی کریں تب بھی ان کے حصہ میں سے زائد نہیں ہو سکتی اور موصی کی حیات میں ورثہ ثلث سے زائد میں منظور بھی کرلیں تو یہ منظوری باطل و لغو ہے ہدایہ ج ۴ ص۶۳۶ میں ہے قال ولا یجوز الخ

فقط واللہ اعلم۔ (سعید احمد)

سوال :۔ اگر اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کرے تو جائز ہے یا نہ؟

جواب :۔ مطلقاً ناجائز ہے۔

سوال :۔ کسی نے اپنے کسی وارث کے لئے بمنظوری بقیہ ورثہ کے وصیت کی تو موصی کی

مرنے کے اپنی منظوری کے رد کرنے کا بقیہ ورثہ کو حق ہے یا نہ اور اگر موصی کے مرنے کے بعد منظور کریں تو رجوع کر سکتے ہیں یا نہ۔

جواب:۔ موصی کے مرنے کے بعد منظور کر لینے کی صورت میں تو حق رجوع نہیں ہے لیکن موصی کی حیات میں منظور کر لینے کے بعد حیات موصی ہی میں رد کر دیں یا بعد وفات موصی دونوں صورتوں میں حق رجوع ہے ہدایہ ج ۴ ص ۳۶۹ میں غیر وارث کے لئے ثلث سے زاید وصیت کے ورثہ کی اجازت سے جائز ہونے کی تفصیل کے بعد تحریر فرماتے ہیں وکذلک ان کانت الوصیۃ للوارث واجازۃ البقیۃ فحکمہ ماذکرنا وکل ما جاز باجازۃ الوارث یتملکہ المجازلہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعیؒ من قبل الوارث الخ فقط واللہ اعلم۔ سعید احمد)

سوال:۔ ہدایہ میں اجنبی کے حق میں ثلث سے زائد میں ورثہ کی اجازت سے صحیح ہو جانے کو موت موصی کے بعد اجازت کو مقید کیا ہے اور حیات موصی میں اجازت ورثہ تو غیر معتبر ٹھہرایا ہے لیکن وارث کے حق میں بقیہ ورثہ کی اجازت سے صحیح ہو جانے کو نہ تو موت موصی کے بعد اجازت کے ساتھ مقید کیا ہے اور نہ حالت حیات موصی میں اجازت بقیہ ورثہ کو غیر معتبر ٹھہرایا ہے نیز حدیث شریف لاتجوز الوصیۃ لوارث الاذان یشار الورثۃ میں استثنار کو مطلقا ذکر کیا ہے بعد موت الموصی کے ساتھ مقید نہیں کیا ہے جس سے مفہوم ہوا کہ اجنبی کے لئے ثلث سے زائد میں وصیت کی اجازت ورثہ سے جو کہ حیات موصی میں ہو اس کو ورثہ رد کر سکتے ہیں لیکن وارث کے لئے جو وصیت ہو اور اس کو ورثہ حیات موصی میں منظور کر لیں تو پھر رد نہیں کر سکتے۔

جواب:۔ یہاں تو اس کی تفصیل ذکر نہیں کی ہے لیکن ہدایہ ج ۴ ص ۶۹۳ میں فرمایا ہے وکذلک ان کانت الوصیۃ للوارث واجازۃ البقیۃ فحکمہ ماذکرناہ یعنی جیسے وارث کے لئے ثلث سے زائد میں وصیت کو ورثہ حیات موصی میں منظور کر لیں تو اس منظوری کا کچھ اعتبار نہیں وفات موصی کے بعد رد کر سکتے ہیں۔ ہاں وفات موصی کے بعد منظوری دیکر رجوع نہیں کر سکتے ہیں ایسے ہی وارث کے لئے بقیہ ورثہ وصیت کو حیات موصی میں منظور کریں تو اس منظوری کا کوئی اعتبار نہیں وفات موصی کے بعد رد کر سکتے ہیں ہاں وفات موصی کے بعد منظوری دیکے رجوع نہیں کر سکتے تو جب اس تفصیل کے ساتھ ہدایہ میں ایک جگہ تصریح کے ساتھ مذکور ہے تو یہاں کی عبارت جو کہ مطلق ہے اجازت بعد موت الموصی

کے ساتھ مقید مانی جائے گی اور یہی تفصیل اس میں بھی ہوگی فقط واللہ اعلم۔ (سعید احمد)

سوال:۔ مرض الموت میں ہبہ صحیح ہے یا نہ؟

جواب:۔ مرض الموت میں ہبہ حکم وصیت میں ہے۔

سوال:۔ وارث یا غیر وارث کو حالت تندرستی میں ہبہ کر کے قبضہ دلا دے تو ہبہ صحیح ہوگا یا نہیں اور اگر مرض الموت میں ہبہ کر کے قبضہ دلا دے تو صحیح ہوگا یا نہیں۔

جواب:۔ تندرستی میں وارث ہو خواہ غیر وارث جس کو بھی جتنی چیز کا ہبہ کر کے قبضہ دیدیگا تو وہ صحیح ہوگا لیکن مرض الموت میں ہبہ یا قبضہ بھی وارث کے لئے ہو یا اجنبی کے لئے حکم میں وصیت کے ہے، لہذا اگر غیر وارث کے لئے ہے تو ثلث تک میں بدون اجازت ورثہ کے بھی صحیح ہوگا اور اگر وارث کے لئے ہو تو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مقدار میں بھی بدون اجازت بقیہ ورثہ کے صحیح نہ ہوگا، ہدایہ یا حاشیہ ہدایہ میں ہے والہبۃ من المریض (مرض الموت) للوارث فی ہذا نظیر الوصیۃ لانہا ای الہبۃ من المرض للوارث) وصیۃ حکماً۔ ۱۲۔ (سعید احمد)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

مسمی زید نے مرض الموت میں ایک وصیت نامہ لکھ کر رجسٹری کرادیا کہ میرے مرنے کے بعد میری کل جائداد کی مالک چھوٹی لڑکی ہوگی، زید نے اپنے انتقال ہونے پر ایک بھائی اور دو لڑکیاں وارث چھوڑیں، سوال یہ ہے کہ وصیت نامہ مذکورہ جائز ہے یا ناجائز اور دونوں صورتوں میں کس کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا۔

المستفتی

عبد المجید ضلع رائے پور

الجواب

یہ وصیت موقوف ہے۔ دیگر ورثہ کی اجازت پر اگر دیگر ورثہ بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت دیں تو کل جائداد چھوٹی لڑکی کو ملجائے گی ورنہ شرعی طور پر ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔ لڑکی۔ لڑکی۔ بھائی کو تین سہام بنا کر ایک سہم بڑی لڑکی کو اور ایک سہم چھوٹی لڑکی کو اور ایک سہم بھائی کو ملے گا اگر زید کے ذمہ کچھ قرض بھی ہو تو اس کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے پہلے ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، صدر مدرس و مفتی مدرسہ جامع العلوم۔ کانپور

ھوالمصوب

چونکہ حسب حدیث مخرج دارقطنی عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتجوز الوصیۃ لوارث الاان یشاء الورثۃ اہ وتصریح فقہاء ولاتجوز لوارثہ الاان یجیزھا الورثۃ (بنایہ) وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے ہاں ورثہ میں سے جو وارث عاقل بالغ مورث وصی کی وفات کے بعد جائز قرار دے گا تو خاص اسی وارث کے حق میں جائز ... ہوجائیگا دوسروں کے حق میں جائز نہ ہوگا، اُن کے حق میں وصیت باطل ہوجائے گی کہ ہدایہ ج ۴ ص۶۴۱ میں ہے ولو اجاز بعض ورثۃ تجوز علی المجیز بقدر حصتہ لولایۃ علیہ وبطل فی حق الراد اہ پس صورت مسئولہ کا زید کا چھوٹی لڑکی کے حق میں وصیت نامہ لکھ کر جسٹری کردینے سے یہ لڑکی اپنے حصہ شرعی سے زیادہ پلنے کی مستحق نہیں ہوئی ہاں مرنے کے بعد موصی کے دیگر ورثہ میں سے جو عاقل بالغ ہو اور اجازت دیدے اور اپنا حق خود اپنی قلبی رضا، وخوشی سے ساقط کردے تو صرف اسی کا حق ساقط ہوکر صرف اُس کا حصہ شرعی بھی اس موصیٰ لہا وارثہ کو ملجائیگا اور جنہوں نے مرنے سے پہلے اجازت دیدی ہو یا مرنے کے بعد اجازت تو دی لیکن نابالغ ہیں یا بالغ بھی ہیں مگر مجنون ہیں تو ان کے حصہ شرعی کے حق میں جائز نہ ہوگی اور صورت مسئولہ میں برتقدیر انحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدم ماتقدم علی الارث ورفع موانع ترکہ زید کا ایک تہائی اس کی ایک دختر کو اور ایک تہائی اسکی دوسری دختر کو اور ایک تہائی اسکے بھائی کو جبکہ عینی یا علاتی ہو دیں اور اخیافی ہو تو اس کا حکم معلوم کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

سعید احمد

وقف یعنی کسی مال کا نفع بغرض خوشنودی نفس یا رضائے الٰہی دائمی طور پر کسی شخص یا کام کے لئے مخصوص کردینا۔

مشیت وقف وہ کلے اور نیت مع التسلیم ہے جو معنی وقف پر دلالت کرے

ابراز المکتوم
فی
اثبات التصدق علی اشرف العلوم

استفتاء

میں نے قلی بازار میں للن مرحوم کی مسجد میں زمانہ دراز سے ایک مدرسہ بنام اشرف العلوم قایم کیا دلدار خاں صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں اس سے بہتر جگہ تمہارے مدرسہ کے لئے تجویز کئے دیتا ہوں میں ماٹھو سے گفتگو کرونگا کہ وہ تمہارے مدرسہ کے لئے ایک عمارت اور ایک مسجد بنوادیں خانصاحب نے تحریک فرمائی ماٹھو رضامند ہو گئے۔ پھر خانصاحب نے مجھ سے فرمایا کہ رہنا تو تمہیں ہے، اس لئے امپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں میں سے کوئی موقع کی زمین پسند کرو چنانچہ میں نے امپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں کا معائنہ کر کے حلیم مسلم اسکول کے مغرب میں چھ پلاٹ زمین پسند کی ماٹھو نے اس کی خریداری منظور کر لی پھر میں نے یہ کوشش کی کہ یہ زمین رعایتی قیمت پر یعنی ایک ثلث قیمت پر ملجائے اس سلسلہ میں بڑی دوڑ دھوپ دکوشش میں نے کی ان مساعی میں مدرسہ کی رقم بھی خرچ کی بالآخر اللہ تعالے نے کامیابی دی اور ساڑھے دس ہزار کی زمین ایک ثلث قیمت میں یعنی ساڑھے تین ہزار میں ملگئی، چنانچہ اس کا بیعنامہ اس طرح لکھا گیا کہ کانپور امپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو رعایتی قیمت پر عبداللطیف عرف ماٹھو متوتی مدرسہ اشرف العلوم کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے اور اگر یہ زمین کسی اور مصرف میں لائی گئی تو امپرومنٹ ٹرسٹ نے جو رعایت کی ہے وہ بقدر اس کے قیمت زمین بھی لینے کا حقدار ہوگا وغیرہ۔ اور اس میں بمصلحت ماٹھو کو متولی لکھوا دیا گیا چنانچہ جب اس بیعنامہ کی رجسٹری ہو ہی تھی تو ماٹھو نے مجھ سے فیس رجسٹری وغیرہ کے لئے کچہری میں دس روپیہ بھی لئے جو مدرسہ کی تحویل سے دیئے گئے اور اس کے بعد میں نے عمارت کا نقشہ بھی مدرسہ کی تحویل سے بنوایا اور دوران تعمیر میں ماٹھو کے مشورہ سے معماروں کی نگرانی بھی کرتا رہا اور تعمیر کے بعد پھاٹک میں لوہے کی پٹری وغیرہ بھی میں نے مدرسہ کی تحویل سے ڈلوائی اور جب یہ عمارت مکمل ہو گئی اور

صرف کمروں میں دروازے لگنا باقی رہ گئے تو میں نے ماٹھو کی اجازت سے اس میں مدرسہ کے
فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ بھی کیا. جسکا اشتہار چھپوا کر شائع کیا گیا اور اسمیں
یہ مضمون چھاپا گیا کہ قلی بازار کے مدرسہ اشرف العلوم کے طلبہ فارغ التحصیل کی دستار بندی کا
جلسہ مدرسہ ہذا کی اس جدید عمارت میں ہونا قرار پایا ہے جو ماٹھو صاحب نے مدرسہ ہذا کے لئے
تعمیر کرادی ہے اس اشتہار کا مسودہ اور مطبوعہ اشتہار بھی ماٹھو کی نظر سے گذرا مگر انہوں نے
اس مضمون کی تردید نہیں کی البتہ اتنا ضرور کہا کہ میں نے یہ کام اپنے نام کے لئے نہیں کیا ہے
بلکہ اللہ کے واسطے کیا ہے اس لئے اس میں میری تعریف نہ کرو. چنانچہ مسودہ میں سے انکی
تعریف کا مضمون نکالکر بقیہ چھپوا دیا گیا اس کے بعد ماٹھو علیل ہوئے اور ان پر دیوانی میں ایک
نالش دائر ہو گئی جس سے متاثر ہو کر انہوں نے خانصاحب سے کہا کہ مولوی عثمان صاحب سے
کہئے کہ وہ مدرسہ کی جدید عمارت میں تعلیم شروع کر دیں. چنانچہ میں مدرسہ میں منتقل ہو گیا
سامان کے لے جانے اور بوریا وغیرہ بچھوانے میں مدرسہ کا روپیہ بھی خرچ کیا لیکن تین ہی
چار روز کے بعد ماٹھو نے ڈاکٹر عبد الصمد کو درمیان میں ڈالکر خانصاحب کے ذریعہ مجھ سے
کہلوا دیا کہ میں مدرسہ خالی کردوں اس پر میں نے تامل کیا مگر خانصاحب نے اصرار کیا تو میں نے
خالی کردیا اور انہیں واقعات کو عرضی دعویٰ میں لکھ کر ماٹھو کے خلاف نالش کردی لیکن
کورٹ فیس کے لئے مدرسہ میں رقم نہ تھی اس لئے میں نے مفلسی میں نالش کی تھی بہرحال
نالش دائر ہے اس کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب نے کافی دوا دوش کے بعد ماٹھو سے اس
عمارت کو بحق یتیم خانہ وقف کرا دیا جس کی رجسٹری ہو گئی اور خانصاحب کو اسپر رضامند کر لیا
کہ وہ مجھ سے یہ فرمائیں کہ میں دو ہزار روپیہ بشرائط خاص لے کر اپنے مقدمہ کو خارج کرادوں
مگر میں نے انکار کر دیا. میں نے اس ہی زمین کے متصل اتنی ہی زمین امپرومنٹ ٹرسٹ
سے اور بھی لی تھی جس کی قیمت میں تقریباً تیرہ سو روپیہ میں ادا کر چکا تھا اور دو ہزار سے کچھ
زائد مجھے اب دینا ہے میرے سامنے یہ صورت پیش کی گئی کہ یہ بقیہ قیمت ماٹھو ادا کر دینگے
مگر شرط یہ ہوگی کہ متولی کوئی اور شخص بنایا جائے گا. اور زیادہ سے زیادہ دوسرے متولی کی
ساتھ تمہیں بھی متولی کر دیا جائے گا جس کا حاصل یہ تھا کہ جو تعمیر مدرسہ کے لئے ہوئی جس میں
(محمد عثمان) نے اپنی جانی و مالی بیدریغ قربانیاں پیش کیں نہ صرف اس ہی سے تمہیں محروم
کر دیا جائے گا. بلکہ اس کے مطالبہ کی پاداشس میں جو زمین تم نے بلا شرکت غیرے مہیا کی ہے

وہ بھی تم سے چھین لی جائے گی، چونکہ اس میں صریح ظلم ذلت اور چالاکی تھی اس لئے میں نے اسے قبول نہیں کیا. اب اس کے بعد مجھے مجبور کرنے کے لئے غالباً اس ہی جماعت نے اپنے اثر سے امپرومنٹ ٹرسٹ سے مجھے ایک بہت ہی قلیل میعاد کا نوٹس دلوا دیا کہ جس زمین کا تم ذیبعانہ جمع کیا ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۶ء تک اس کی قیمت بھی داخل کرو، ورنہ یہ معاہدہ منسوخ کر دیا جائیگا مگر میں بستر علالت پر ہوں کہ مجھے جنبش کرنے کی بھی طاقت نہیں اس لئے صبر کرتا ہوں اور یہ جس کی امانت ہے اس کے سپرد کرتا ہوں۔

مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) اب امر دریافت طلب ہے کہ آیا صورت بالا میں یہ زمین وتعمیر جس میں ماٹھو کی رقم کثیر اور تحویل مدرسہ کی رقم قلیل صرف ہوئی یہ مدرسہ اشرف العلوم کے حق میں وقف ہوگئی یا نہیں؟

(۲) یہ وقف نامہ جو یتیم خانہ کے حق میں لکھا گیا یہ شرعاً صحیح ہے یا باطل؟۔

(۳) یہ صلح جو میرے سامنے پیش کی گئی آیا اس کے قبول کرنے کا بحیثیت متولی ومہتمم مدرسہ مجھے حق ہے یا نہیں۔

(۴) یہ جماعت جس نے مدرسہ اشرف العلوم کی مخالفت میں سرگرم کوششیں کیں یہ ظالم ہے یا عادل؟۔

(۵) یہ عمارت مدرسہ اشرف العلوم کی ہوگی تو آیا اس کی تولیت یا اور کوئی حق ماٹھو کو رہا یا مدرسہ کی مخالفت کی وجہ سے اس کا یہ حق بھی جاتا رہا۔

محمد عثمان مہتمم مدرسہ اشرف العلوم قلی بازار کانپور۔

دلدار خانصاحب کو اس استفتاء کی عبارت پڑھ کر سنائی گئی تو انہوں نے بہت سے مسلمانوں کے سامنے اسکی تصدیق کی۔

فتوی ۱

الجواب

(۱) چونکہ یہ زمین جس کا سوال میں ذکر ہے مدرسہ اشرف العلوم کے واسطے خریدی گئی ہے بیعنامہ میں اس کی تصریح موجود ہے پھر ماٹھو صاحب نے اس میں مدرسہ کا سامان اور طلبا کو لے آنے کی اجازت دی اور اس میں تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا اور اشتہار عام کے ساتھ اس زمین اور عمارت کو مدرسہ اشرف العلوم کی جدید عمارت کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس میں

مدرسہ کا جلسہ بھی کیا گیا تو اب اس میں شک نہیں کہ یہ عمارت مدرسہ اشرف العلوم کی عمارت ہے اور مدرسہ مذکور کے لئے وقف ہو چکی ہے قال فی العالمگیریہ من بنی سقایۃ الخ (ج ۲۴۲/۳) وفیہ ایضا ذکر فی المبسوط ان الفتوٰی علی قولہما فی ہذہ المسائل وعلیہ اجماع الامۃ کذا فی المضمرات اہ قلت و لا بد من الافتاء...... صرح بہ فی رسم المفتی۔

(۲) جب یہ زمین وعمارت مدرسہ اشرف العلوم کے لئے وقف ہو چکی ہے تو اب یتیم خانہ کے لئے اس کا وقف بالکل باطل ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس زمین وعمارت کو مدرسہ ہی کے واسطے بحالہا قائم رکھیں۔ جو شخص وقف کے بدلنے کی سعی کرے گا گنہگار ہوگا۔ قال فی العالمگیریہ لا یجوز تغییر الوقف اہ وکذا فی السراج الوہاج (ج ۲۴۶/۳) قلت ولم یقید الواقف ولا المتولی وقف اہ قال فی العالمگیریہ ولو کان الوقف مرسلا اہ (ج ۲۱۷/۳)

(۳) یہ صلح ہرگز جائز نہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون علی شروطہم اہ ج ۱۶۱/۱ پس مہتمم کو یہ صلح ہرگز قبول نہ کرنا چاہیے۔

(۴) یہ جماعت سراسر ناحق پر ہے اور عدل وانصاف وعقل وشرع کے خلاف عمل کر رہی ہے اس لئے یقیناً ظالم ہے۔

(۵) یہ عمارت اور زمین مدرسہ اشرف العلوم کے لئے وقف ہو چکی ہے اگر متولی اس کو دوسرے مصرف میں منتقل کرنا چاہتا ہے تو وہ خیانت کی وجہ سے....... تولیت سے معزول ہو جائے گا اور حکومت وقت کا فرض ہے کہ اس کو تولیت سے الگ کردے

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

ان کان السوال ذلک فالجواب کذلک۔ کتبہ اشرف علی

لنعم ما قال مولانا اشرف علی ان کان السوال ذلک فالجواب کذلک۔

کتبہ محمد صدر الدین عفی عنہ صدر مدرس ومفتی مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

سوال :۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ عبد اللطیف نے زمین کو اس ارادہ سے خریدا تھا کہ اس پر عمارت تیار کر کے مدرسہ مذکور کے لئے وقف کر دی جائے گی مگر نوبت نہیں آئی۔ اراکین مدرسہ کے بیان کی اصلیت یہ ہے کہ انہوں نے عبد اللطیف کی رضامندی اور اجازت کے بغیر قفل توڑ کر چار دن تک عمارت پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد عبد اللطیف نے خالی کروالیا دستار بندی کے جلسہ کے بجائے اراکین نے عبد اللطیف سے اس بات کی اجازت چاہی

(مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے وعظ کے لئے جگہ کی ضرورت ہے جس کی اجازت عبداللطیف نے دیدی جو رات ہی کو ختم ہو گیا اور مکان بند کر دیا گیا پھر اس میں کوئی نہیں رہا۔ لیکن مطبوعہ اشتہارات سے عبداللطیف کو بالکل انکار ہے وہ مدرسہ کے اراکین ہی کی طرف سے شائع کیا گیا تھا جس میں اسباب کا اعلان کیا گیا تھا کہ جلسہ مدرسہ کی جدید عمارت میں ہوگا عبداللطیف کی طرف سے یہ اعلان نہ تھا دریافت طلب یہ ہے کہ۔

(۱) عبداللطیف کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اراکین کا قفل توڑ کر چار دن تک عمارت میں رہنا جائز قبضہ تھا یا ناجائز۔

(۲) اگر قبضہ جائز تھا تو کیا یہ وہی قبضہ ہے جو جائداد موقوفہ کیلئے ضروری ہے یا نہیں۔

(۳) اراکین مدرسہ کا اپنی طرف سے اعلان کرنا اور جلسہ وعظ منعقد کرنا جس کے متعلق عبداللطیف کا بیان ہے کہ میری نظر سے کسی قسم کا اشتہار یا مسودہ نہیں گذرا ان باتوں سے موقوفہ جائداد کے لئے جس قبضہ کی ضرورت ہے وہ پایا گیا یا نہیں۔

(۴) امام ابو یوسف رح جن کا مسلک یہ ہے کہ صرف تحویل سے وقف ہو جاتا ہے اس کی بنا پر کیا عبداللطیف کے بیان میں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے وقف ثابت ہوتا ہے یا نہیں، (عبداللطیف کا بیان اور اس کی تائید میں دلدار کا خاں کا بیان ہمراہ استفتا منسلک ہے۔)

(۵) کسی جائداد کو کسی خاص مصرف میں وقف کرنے کی نیت سے خرید اور مالک نے ابھی تک وقف نہ کیا ہو وہ محض اس نیت ہی سے اس مصرف میں وقف ہو جائیگا۔

(۶) یتیم خانہ کے لئے جو وقف ہو چکا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

المستفتی

محمد عابد ناظم یتیم خانہ اسلامیہ کانپور

الجواب

فتوی ۲ — هوالموفق للصواب

وقف کے لازم ہونے اور واقف کی ملکیت سے نکلنے میں امام ابو حنیفہ وامام ابو یوسف رح وامام محمد رح میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کا خیال ہے کہ وقف میں واقف کی ملکیت سے نکلنے اور لازم ہونے کے لئے حاکم کے فیصلہ کی ضرورت ہے یا ایک روایت کے مطابق خود واقف وقف کو اپنی موت سے متعلق کر دے امام ابو یوسف رح کا خیال ہے کہ جن الفاظ سے وقف کیا جاتا ہے

اگر انہیں لفظوں سے وقف کر دیا تو اُس سے وقف لازم اور واقف کی ملکیت سے نکل جائیگا امام محمد کے نزدیک صرف وقف کرنے سے نہیں بلکہ قبضہ بھی دلانے سے وقف لازم اور واقف کی ملکیت سے نکل جاتا ہے یہ اختلاف فقہ کی تمام کتابوں میں مذکور ہے اس اختلاف سے یہ بات ہر سہ اصحاب کے درمیان بالاتفاق معلوم ہوتی ہے کہ محض واقف کی نیت سے تاوقتیکہ وہ وقف نہ کرے وقف نہ ہوگا اور نہ اس کی ملکیت سے نکلے گا۔

جواب سوال ۱ :۔ جائداد کے مالک کی اجازت کے بغیر قفل توڑ کر قبضہ کرنا ناجائز ہے۔

جواب سوال ۲ :۔ جب یہ قبضہ ہی سرے سے ناجائز ہے تو اس قبضہ سے جائداد موقوفہ کے لئے جو قبضہ ضروری ہے وہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔

جواب سوال ۳ نہیں ثابت ہوگا کیونکہ جس قبضہ کی ضرورت ہے وہ واقف کیطرف سے ہونا چاہیئے وہی قبضہ کے اعلان کرنے کا مجاز رکہتا ہے اگر محض اعلان واقف کی طرف سے ہو بھی تو صرف اعلان کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ متولی وغیرہ کو قبضہ دلانا بھی شرط ہے رہا مجلس وعظ کا انعقاد جو ایک رات میں ہو کر ختم ہوگئی اور عمارت بند کر دی گئی۔ عارضیاً جگہ دیگئی (عبداللطیف کے بیان سے تو اس کا بھی پتہ نہیں چلتا البتہ دلدار خاں کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ مجلس وعظ منعقد ہوئی) لہذا ایسی صورت میں اس کو قبضہ کی دلیل نہیں ٹھیرایا جاسکتا۔

جواب سوال ۴ :۔ ایسا کوئی لفظ نہیں، امام ابو یوسف رح کے خیال کے مطابق قول کے یہ معنی ہیں کہ عبداللطیف اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے کہ میں نے اس جائداد کو مدرسہ اشرف العلوم کے لئے وقف کر دیا۔ مگر عبداللطیف کے بیان میں اس قسم کا کوئی لفظ نہیں، ہاں اس میں یہ عبارت ضرور ہے کہ میں نے خانصاحب کے اس کہنے پر کہ ق کے تکلیف میں ہیں دو کمرے دیدو۔ میں نے اجازت دیدی مگر اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ میں نے وقف کر دیا پھر غور طلب یہ ہے کہ ایک طرف تو عبداللطیف نے خانصاحب کے کہنے پر دو کمروں کی اجازت دیدی مگر جب ان سے کنجی مانگی گئی تو کنجی نہ دی، لہذا اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ عبداللطیف نے لفظ اجازت تو ضرور استعمال کیا مگر اسپر عمل نہ کیا کنجی دینے سے انکار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عبداللطیف نے اس اجازت کو منسوخ کر دیا لہذا اس لفظی اجازت کی طرف سے کوئی وقعت باقی نہ رہی اس کے بعد جو کچھ ارکین مدرسہ نے کیا مثلاً قفل توڑ کر داخل ہونا اور دو چار دن اس عمارت میں رہنا یہ سب مداخلت بیجا اور ناجائز قبضہ تھا۔

جواب سوال ۵ محض نیت سے وقف نہیں ہوتا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا

جواب سوال ۶ اب جب کہ یہ جائداد عبداللطیف ہی کی ملکیت میں ہے اور اشرف العلوم کے لئے نہ انہوں نے وقف کیا نہ وقف ثابت ہوا تو یہ جائداد اب تک انہیں کی ملکیت میں رہی۔ لہٰذا اس کا یتیم خانہ میں وقف کرنا بالکل صحیح ہے، تنویر الابصار میں ہے۔ ولا یتم حتی یقبض۔ ۔ ۔ ۔ واذا تم ولزم لا یملک ولا یباع ولا یرہن۔ اور در مختار میں ہے، تسلیم کل۔ ۔ ۔ ۔ اھ

واللہ اعلم بالصواب احقر عبد الحفیظ لیح آبادی مدرس مدرسہ الہیات کانپور ____

ان کان السوال ذلک فالجواب کذلک محمد صدر الدین صدر مدرس و مفتی مدرسہ جامع العلوم

الجواب صحیح غلام یحییٰ عفی عنہ ____ اس کے نیچے دہلی کے قریب قریب ہر عالم کی تصدیق ہے

نقل بیان جناب دلدار خانصاحب

عبداللطیف سے اور مجھ سے مشورہ ہوا کہ کوئی مدرسہ کی عمارت بناؤ کہ تم کو اس کا ثواب ملے اسکے بعد مولوی محمد عثمان کو بلا کر کہا گیا کہ تم اسکی کوشش کرو، محمد عثمان نے زمین منتخب کی اور کوشش کر نیکے بعد ٹرسٹ دینے کا وعدہ کر لیا اسکے بعد عبداللطیف نے کچھ روپیہ بطور بیعانہ کے دیا وہ محمد عثمان نے وہاں جاکر جمع کیا اور بقایا جب رجسٹری کا وقت آیا تو عبداللطیف نے روپیہ میری معرفت دیا اور کہا کہ محمد عثمان کے نام بیعنامہ کیا جائے۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ جو روپیہ دے اس کے نام بیعنامہ ہوگا، میں نے وہ بیعنامہ عبداللطیف کے نام کر دا دیا۔ متولی کی حیثیت سے مجھے علم ہے کہ عمارت میں مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کا وعظ ہوا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں شریک ہوا یا نہیں مگر اس کے بعد اس میں مدرسہ کا لڑکا کوئی نہیں رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد عبداللطیف نے مجھ سے کہا کہ اگر کچھ لڑکے آکر اللہ اللہ کریں تو مجھے فائدہ ہوگا۔ میں نے محمد عثمان کو بلا کر کہا کہ لڑکوں کو وہاں بھیجدو۔ ابھی عمارت مکمل نہیں تھی، دروازہ وغیرہ نہیں لگے تھے۔ جب عبداللطیف نے جب چابی دینے میں ٹال مٹول کی، تو میں نے محمد عثمان سے کہا کہ تم تالا کھول کر داخل ہو جاؤ۔ محمد عثمان مع کچھ طلبا کے داخل ہو گئے۔ اس کے چار دن کے بعد عبداللطیف نے مجھ سے ڈاکٹر عبدالصمد کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ محمد عثمان تالا توڑ کر داخل ہوئے ہیں اسلئے مدرسہ خالی کر وا دیجئے میں نے محمد عثمان کو بلا کر کہا، اور مدرسہ خالی ہو گیا، اور مدرسہ بند کر کے چابی عبداللطیف کے پاس بھیجدی گئی،

۱؎ یہ معقولات کے بہت عمدہ صاحب فن تھے

ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے جب یہ حالت دیکھی کہ عبداللطیف کی نیت مدرسہ کو دینے کی بالکل ہی نہیں ہے۔ اور محمد عثمان نے نالش دائر کر دی تو اس فتنہ کو دفع کرنے کے لئے انہوں نے مجھ سے کہا کہ کوئی فیصلہ کیا جائے، میں نے کہا کہ محمد عثمان نے دوسری زمین مدرسہ کے لئے امپرومنٹ ٹرسٹ سے لی ہے۔ اگر اس کا روپیہ دیدیا جائے تو فیصلہ ہو جائے گا، چنانچہ ان کی کوشش سے عبداللطیف نے دو ہزار ساٹھ روپے جو واجب الادا تھے بابو حمزہ کے پاس جمع کر دیا، پہلے مولوی عثمان صاحب راضی تھے، جب یہ عثمان سے کہا گیا کہ یہ زمین کا بیعنامہ جو ہوگا تو دو متولیوں کے نام ہوگا جن میں ایک متولی مولوی عثمان، اور دوسرے متولی عبدالحلیم صاحب ہونگے۔ اس پر مولوی عثمان صاحب راضی نہیں ہوئے اس کے بعد وہ بیمار ہو گئے اور پھر مجھ سے نہیں ملے، دستخط دلدار خاں

یہ بیان عبداللطیف کے سامنے سنایا گیا اور اس کو انہوں نے تسلیم کیا، روبرو محمد حمزہ حافظ محمد ظہور وغیرہ۔ بقلم محمد حمزہ

بیان شیخ عبداللطیف صاحب عرف ماٹھو

(۱) ماٹھو کو مدرسہ اشرف العلوم کا متولی غلط طریقہ سے بیعنامہ میں لکھوایا

(۲) نقشہ کی قیمت کی بابت ماٹھو کہتے ہیں کہ واحد علی میرا خاص آدمی تھا اس نے بتایا کہ اس کی کوئی قیمت مولوی عثمان صاحب نے نہیں دی

(۳) تعمیر ہدایت اللہ کے سپرد تھی مولوی عثمان صاحب کبھی چلے جاتے ہونگے

(۴) لوہے کے پھاٹک میں لوہا لگانے کا فتوی میں ذکر ہے وہ بالکل غلط ہے

(۵) فارغ التحصیل لڑکوں کا جلسہ بالکل غلط ہے، میرے علم میں کوئی مسودہ اشتہار وغیرہ نہیں آیا اور نہ میں نے مطبوعہ اشتہار وغیرہ دیکھا

(۶) میں نے نالش دائر ہونے کے بعد اس سے متاثر ہو کر کبھی خاں صاحب سے نہیں کہا کہ مولوی عثمان صاحب سے کہئے کہ وہ مدرسہ کی جدید عمارت میں تعلیم شروع کر دیں مدرسہ میں منتقل ہونا بالکل غلط ہے۔ تالا توڑ کر ایک رات ایک یا دو لڑکے رہے ہونگے

(۷) امپرومنٹ ٹرسٹ سے کسی نے کسی طرح کی ہرگز تحریک نہیں کی کہ نوٹس دینا ان کا قاعدہ ہے۔ اس پر انہوں نے عمل کیا،

(۸) میں نے کبھی کوئی بات خاں صاحب سے نہیں کہی کہ لڑکے مدرسہ میں آجائیں بلکہ خاں صاحب نے اگر

اٹھوے کہا کر لڑکے چونکہ تکلیف میں ہیں دو کمرے لڑکوں کے لئے دیدیجئے، عمارت ابھی نامکمل تھی میں نے اجازت دیدی۔ فقط

فتویٰ ۳ جوابُ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون،

ان دونوں فتووں میں جو اختلاف ہے اس کی بنا اختلاف فی السوال ہے اس سے بیانات مشمولہ میں غور کرنیکی ضرورت ہوئی تاکہ واقعہ منقح ہو کر ایک فتویٰ راجح ہوجائے، یہ کاغذات تین بیانوں پر مشتمل ہیں، ۱ بیان مولوی عثمان صاحب کا ۲ بیان شیخ عبداللطیف عرف اٹھو کا ۳ حاجی دلدار خانصاحب کا، ہر سہ بیانات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جو کچھ بھی اختلاف ہے وہ واقعات بعد الشراء مثل رہائش طلبہ وجلسہ وغیرہ میں اختلاف ہے اور خود زمین خریدنے کی نوعیت جس پر اصل مدار ہے مولانا ظفر احمد صاحب کے فتوے کا اس میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ بیان ۱ میں صاف تصریح ہے کہ زمین مدرسہ کے واسطے خریدی گئی تھی، نہ کہ عبداللطیف کی ذات کے لئے، اور بیان ۳ میں بھی اس کو صاف طور پر تسلیم کیا گیا ہے اور بیان ۲ میں اس سے انکار نہیں بلکہ صرف یہ جرح کی ہے، کہ اٹھو کو مدرسہ اشرف العلوم کا متولی غلط طریقہ سے بیعنامہ میں لکھوا دیا، اور ظاہر ہے کہ اس جرح سے اصل مدعا میں فرق نہیں آتا، نیز یہ جرح بے معنی بھی ہے، کیونکہ اگر وہ پیشتر سے متولی نہ تھے اور اس بیعنامہ کے وقت ان کو متولی بنا دیا تو اس میں کوئی غلطی نہیں، اور غالباً اس زمین کے متعلق محکمہ متعلقہ میں خریداری کی درخواست وغیرہ کے کاغذات دیکھے جائیں تو خاص براہ راست مدرسہ کا خریدار ہونا زیادہ واضح ہوجائے اور یہ معلوم ہی ہے کہ دراصل شرعاً بیع وشرا، ابتدائی ایجاب وقبول کا نام ہے رجسٹری پر مدار نہیں، اگر اس نوعیت کو دوسرے استفتاء میں ظاہر کر دیا جائے تو بھی یہی جواب تھا جو یہاں سے مولانا ظفر احمد صاحب نے تحریر فرمایا تھا، مگر سائل نے دوسرے استفتاء میں یہ ظاہر کیا کہ زمین عبداللطیف کی ذات کے لئے خریدی گئی اور مدرسہ میں تعمیر کے بعد وقف کا صرف ارادہ تھا اس تغیر فی السوال کے بعد جواب مختلف ہونا ضروری تھا، حقیقت ظاہر ہونے کے بعد صاف واضح ہوگیا کہ درحقیقت یہ مکان ابتدا ہی سے براہ راست مدرسہ اشرف العلوم کا ہے، کیونکہ شیخ عبداللطیف نے زمین کی خریداری کے لئے جو روپیہ دیا تھا وہ مدرسہ کے حق میں ہبہ تھا، اس کے کچھ حصہ پر مولوی محمد عثمان صاحب متولی مدرسہ کا قبضہ ہوا تھا اور بقیہ حصہ پر حاجی دلدار خاں کا، جیسا کہ بیان ۳ میں مفصل مذکور ہے، اور حاجی صاحب موصوف مدرسہ کے متولی نہ تھے، مگر اس کار خیر میں متولی کے مشورہ واجازت سے سعی بلیغ کے سبب گویا مدرسہ عامل تھے، اس سے مدرسہ قبضہ بھی حکماً متولی کا قبضہ قرار دیا جائے گا، کما لایخفی، چونکہ اس قبضہ کے بعد ہبہ تام ہوگیا تھا، اور روپیہ مدرسہ کی ملک ہوگیا تھا، نظیرہ ما فی العالمگیریہ کتاب الوقف۔

الفصل الثانی، جلد ۲ اعلیٰ ورہمانی عمارۃ المسجد او نفقۃ المسجد او مصالح المسجد صح لانہ ان کان لایمکن تصحیحہ وقفا یمکن تصحیحہ تملیکا بالہبۃ للمسجد او اثبات الملک للمسجد علی ہذا الوجہ صحیح ویتم بالقبض کذا فی الواقعات الحامیہ
اس بنا پر زمین مدرسہ کی طرف سے مدرسہ کے روپے سے خریدی گئی اور شیخ عبداللطیف کی ملک میں زمین بالکل داخل نہیں ہوئی، اب رہا قصہ تعمیر مکان کا سو فقہا نے تصریح فرمائی ہے (المتولی بناءہ وغیرہ للوقف مالم یشہد انہ لنفسہ قبلہ) درالمختار وغیرہ

اسلئے یہ تعمیر مدرسہ ہی کے لیئے ہے کیونکہ شیخ عبداللطیف حسب بیان نمبر ۱ ونمبر ۲ متولی تھا اور اس نے تعمیر سے قبل یہ ظاہر نہ کیا تھا کہ میں والی مکان بنا رہا ہوں بلکہ عجب نہیں کہ تعین مدرسہ کے لئے بنانے کی تصریح کرنا بھی ثابت ہو جائے مگر اس کی ضرورت نہیں۔

الغرض یہ زمین و مکان ابتدا ہی سے مدرسہ اشرف العلوم کا ہے، شیخ عبداللطیف کو اس سے ملکیت کا تعلق کبھی نہیں ہوا اسلئے انکی طرف سے وقف کی تصریح اور حصہ دلانے کی تحقیق کی حاجت نہیں اور جب شیخ صاحب اسکے مالک نہ تھے تو یتیم خانہ کے لئے اس کے وقف کرنے کا مطالبہ یعنی صحیح نہ ہونا محتاج بیان نہیں واللہ اعلم بالصواب، والیہ المرجع والمآب اور انتقال مصرف وغیرہ کے باب میں اوقاف مدرسہ اور املاک کا ایک ہی حکم ہے۔ اسواسطے اگر اس زمین اور مکان کا وقف ہونا فرضا ثابت بھی ہو تب بھی حکم مذکور نہ بدلے گا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ——— احقر عبدالکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

مندرجہ بالا فتوے کے نیچے مندرجہ ذیل عبارت حضرت حکیم الامت مجدد ملت نے تحریر فرمائی

خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ زمین مدرسہ اشرف العلوم کے لئے وقف ہو تب بھی اور اگر مدرسہ کے لئے وقف نہ ہو مگر مدرسہ کی ملک ہو تب یہ حکم مشترک کہ زمین کسی حال میں شیخ عبداللطیف کی ملک نہیں اسلئے ان کو دوسری جگہ اس کے دینے کا کوئی حق نہیں، ہر حال میں مدرسہ کا حق ہے، خواہ ملکا للمدرسہ

---

[1] حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب کے پاس آخر میں جب سارے فتوے لائے گئے تو انہوں نے اس مقام پر یہ حاشیہ دیدیا [ہذہ العبارۃ فی ہندیہ الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد اہ (مسئلہ ۲) وفیہ ولو قال وہبت داری للمسجد او اعطیتہا لہ صح ویکون تملیکا وتشترط التسلیم کما لو قال وقفت ہذہ المائۃ دلے دراہم) للمسجد یصح بطریق التملیک اذا سلمہ القیم کذا فی الفتاوی لو قال بذہ الشجرۃ للمسجد کذا فی المحیط]۔ ۱۲ سعید احمد

[2] احقر سعید احمد کہتا ہے کہ چونکہ اس کلیہ سے واقف مستثنیٰ ہے (چنانچہ ردالمحتار میں ہے "وان من ماله للوقف

باقی بر صفحہ ۲۷۷

خواہ نفاعلی المدرسہ ــــــــــــــــ کتبہ اشرف علی عفی عنہ

فتوی نمبر ۴

ایک فتوی تھانہ بھون سے نکلا ہوا جو جناب مولانا عبدالکریم صاحب تحریر کردہ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا مصدقہ ہے میری نظر سے گذرا، اس فتوی میں دلدار خاں عبداللطیف، اور مولوی عثمان صاحبان کے بیانات سے غلط استدلال کیا گیا ہے

پہلا استدلال کہ عبداللطیف نے زمین کی خریداری کے لیے جو روپیہ دیا تھا وہ مدرسہ کے حق میں ہبہ تھا اور اس کے کچھ حصہ پر مولوی عثمان متولی مدرسہ کا قبضہ ہوا تھا۔ اس کا ماخذ دلدارخاں کے یہاں کا یہ جملہ ہے کہ عبداللطیف نے کچھ روپیہ بطور بیعانہ کے دیا اور محمد عثمان نے وہاں جاکر جمع کیا ظاہر ہے کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ عبداللطیف نے یہ روپیہ محمد عثمان صاحب کو ہبہ کردیا۔ بلکہ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہورہی ہے کہ عبداللطیف نے روپیہ اپنی طرف سے دیا کہ جاکر بیعانہ جمع کردو، اگر انکی غرض ہبہ کرنا ہوتی تو وہ اس طرح سے کہتے، کہ یہ روپیہ[1] میں نے آپ کو ہبہ کردیا، یا دیدیا وغیرہ وغیرہ اور مدرسہ کے حق میں ہبہ کرنے کا مفہوم سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ متولی کو دیدیا جائے اور وہ یہاں مفقود ہے، کیونکہ وہ بیعانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۶ او اطلق فہو وقف الا اذا کان ہو الواقف و اطلق فہو لہ کما فی الذخیرہ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۵۹۲ علی قولہ والمتولی بناءہ اس لئے ایسا استدلال صحیح نہیں (لغو ہے) بلکہ اس روایت ردالمحتار سے ثابت ہوا کہ اس صورت میں یہ عمارت عبداللطیف واقف و متولی ہی کی قرار پائے گی، مطلب اس روایت ردالمحتار کا یہ ہے کہ اگر متولی اپنے مال سے عمارت بنائے (ارض موقوفہ پر) تو اگر وقف کیلئے اس نے بنایا ہو، یا کچھ نہ معین کیا ہو، کچھ نہ تجویز کیا ہو کہ وقف کے لئے ہے، یا اپنے نفس کے لئے تو یہ عمارت بھی وقف ہے لیکن جب کہ بنانے والا متولی واقف ہو اور اس نے کچھ نہ بتلایا ہو، کچھ نہ تجویز کیا ہو تو ان صورتوں میں واقف بانی کیلئے ہوگی۔ نیز یہ حکم بناء فی ارض الوقف کا ہے، بناء فی الارض لمملوکہ کا اس پر قیاس کس علت مشترکہ وامر جامع پر۔ سعید احمد

[2] یہ روایت ردمختار صفحہ ۵۹۲ ج ۳ میں ہے (مطلب فی حکم بناء المتولی وغیرہ فی ارض الوقف) لیکن اس مسئلہ میں تفصیل ہے جو کہ ردالمحتار میں مذکور ہے فقط واللہ اعلم سعید احمد

[1] ہبہ کے لئے الفاظ ضروری نہیں قرائن دالہ علی التملیک سے بھی صحیح ہوجاتا ہے ۱۲ سعید

کی غرض سے دیا گیا تھا، نہ کہ اس لئے دیا گیا کہ تم اس کو اپنے قبضہ میں رکھو، اسلئے مولوی عثمان[1] صاحب
کا کام صرف سفارت کی حیثیت سے ہوا نہ کہ مالکانہ، جیسا کہ اسکی تائید بیعانہ کے بعد کی کارروائی سے
ہوئی ہے کہ بیعانہ کے بعد جب بیعنامہ ہوا تو وہ محمد عثمان کے بجائے عبداللطیف ہی کے نام ہوا،
اور عبداللطیف خریدار قرار دئے گئے، خریداری کے وقت جو روپیہ بیعانہ ہوتا ہے وہ اصل ثمن میں مجرا
ہوتا ہے، ثمن وہ ہے جو بائع اور خریدار میں طے ہو، یہاں خریدار عبداللطیف تھے اس سے بیعانہ کا روپیہ
عبداللطیف ہی کی طرف سے دینا قرار دیا جائیگا

دوسرا استدلال۔ اور بقیہ حصہ میں حاجی دلدار خاں کا . . . . . اسلئے ان کا قبضہ بھی حکماً متولی کا قبضہ
قرار دیا جائے گا۔ اس استدلال کا ماخذ دلدار خاں کے بیان کا یہ جملہ ہوتا ہے، اور پھر آیا جب رجسٹری
کا وقت آیا تو عبداللطیف نے روپیہ میری معرفت دیا اور کہا کہ محمد عثمان کے نام بیعنامہ کیا جائے اس کے
جواب میں میں نے کہا کہ جو روپیہ دے اس کے نام بیعنامہ ہوگا، میں نے وہ بیعنامہ عبداللطیف کے نام کرا دیا
متولی کی حیثیت سے اس بیان سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی ہے کہ عبداللطیف نے روپیہ اس غرض سے
دلدار خاں کی معرفت دیا کہ وہ زمین کے بائع کو دیکر محمد عثمان کے نام بیعنامہ کرا دیں، گویا عبداللطیف نے
بحیثیت سفارت دلدار خاں کو مقرر کیا، محمد عثمان و دلدار خاں نے جو روپیہ بیعانہ یا بیعنامہ کے وقت دیا وہ
روپیہ عبداللطیف کا تھا۔ ان دونوں نے سفیر کی حیثیت سے کام انجام دئے، تب ہی دلدار خاں نے کہا
کہ جو روپیہ دے[2] اسی کے نام بیعنامہ ہوگا

رہا یہ کہ عبداللطیف نے جو خریداری کی تھی وہ متولی کی حیثیت سے قرار دی جائے سو یہ واقعہ کے
بالکل خلاف ہے۔ جیسا کہ عبداللطیف کے یہاں اور محمد عثمان کے اس بیان سے کہ اس میں بمصلحت ان کو
متولی لکھوا دیا گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ عبداللطیف فرضی متولی تھے، اس کی تائید اس سے اور بھی ہوتی ہے
کہ عثمان نے اپنی تحریر سے اپنے کو مدرسہ کا متولی قرار دیا ہے، اور دوسرے کی شرکت تولیت سے ایک

---

[1] روایت عالمگیریہ میں جو روپیہ دینے کی صورت لکھی ہے اس میں دینا قبضہ میں رکھنے کی غرض سے نہیں ہے
[2] بلکہ مدرسہ کی نیابت کی حیثیت سے انہوں نے یہ کام انجام دیا تھا، جس میں اولاً قبض تھا بعد کو
اس کی ادا وغیرہ کا کام تو قبض مدرسہ کا پایا گیا غرض جو کچھ بھی ہو ۱۲ سعید احمد
[3] جو مدرسہ کو روپیہ دے اس کے نام بیعنامہ ہوگا یہ مطلب ہے
۱۲ سعید احمد

دوسرے موقعہ پر انکار کرتے ہوئے ظلم بتایا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ محمد عثمان ہی مدرسہ کے واحد متولی تھے، دوسروں انکے ساتھ کوئی نہ تھا

فتویٰ میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر عبد اللطیف پہلے سے متولی نہ تھے تو بیعنامہ کے وقت ان کو متولی بنا دینے میں کوئی غلطی نہیں۔ حیرت یہ ہے کہ جب عبد اللطیف پہلے سے متولی نہ تھے اور بیعنامہ کے وقت وہ فرضی متولی بنائے گئے جیسا کہ مولوی عثمان صاحب کا بیان ہے۔ اور جو کسی حال میں دوسرے متولی کی شرکت کے لئے تیار نہ تھے۔ بلکہ ہمیشہ واحد متولی ہونے کے دعویدار ہے، تو وہ کونسا زمانہ ہے جس میں عبد اللطیف متولی بنایا گیا اور یہ کہ وہ سعی جو زمین کے بھاؤ متعین کرنے کے لئے کی اس کا نام بیع و شراء رکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ شریعت سے ذاتی واقفیت اور بیع و شراء کے احکام سے معمولی لگاؤ رکھنے والا اس بھاؤ کو ایجاب و قبول سے کبھی تعبیر نہ کرے گا، بھاؤ طے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بائع کہے کہ میں اتنا لوں گا اس سے کم نہ کروں گا یہ معنی بیع کے مدرسہ کے حق میں مفقود ہیں مفتی کو یہ غور کر لینا چاہیے تھا کہ جس زمین کی بیع ایک مرتبہ اراکین مدرسہ نے مدرسہ کے نام کرالی اس ہی کی بیع انہوں نے عبد اللطیف کے حق میں دوبارہ کرائی یہ عاقل کا کام نہیں، مفتی صاحب نے غور نہیں فرمایا ورنہ حقیقت صرف اتنی نکلتی کہ اراکین مدرسہ نے اس خیال سے کوشش کی کہ یہ زمین عبد اللطیف کو مل جائے اور وہ عمارت بنا کر مدرسہ کے لئے وقف کر دیں، فتویٰ میں عدم تدبر کے باعث ایک غلطی اور پیدا ہو گئی ہے، جو لفظ مدرسہ کیلئے اور مدرسہ کی طرف سے خریداری کے مفہوم میں فرق نہ کرنے کا نتیجہ ہے وہ فرق یہ ہے کہ لفظ (لئے) کے استعمال کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس کے متعلق لئے کہا جائے وہ اس کا مالک ہی ہو، بلکہ اس کا استعمال اس وقت بھی ہو سکتا ہے کہ، مالک کوئی دوسرا ہو اور اس کا فائدہ پہونچ رہا ہو، اور لفظ طرف میں ایسا نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور تشریح کر دینا بھی ضروری ہے۔ تاکہ آئندہ غلطی کا اندیشہ نہ رہے۔ کہ مولوی عثمان صاحب کے بیان کے مطابق جو ٹرسٹ نے شرط لگا دی ہے کہ ٹرسٹ اس زمین کو عبد اللطیف کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے۔ اگر اس سے نہ سمجھ لیا گیا ہو کہ یہ بیع مدرسہ ہی کے لئے ہوگی۔ اور اس شرط سے وہ بیعنامہ مدرسہ کے لئے ثابت کیا جانے لگے تو یہ بالکل صاف ہے کہ بیع میں ایسی شرطیں جن کی وجہ سے اطلاق تصرف مشتری دور ہو جانے اور تقیید پیدا ہو جائے فاسد ہیں مشتری ان قیود سے مجبور نہ ہوگا بلکہ یہ شرطیں خود باطل ہو جاتی ہیں

لہ علی الاطلاق فاسد نہیں ۱۲ سعید احمد

اسلئے اس پر زور دینے کے بجائے ان کو ناقابل ذکر سمجھنا چاہئے، فتوی میں جو عبارت عالمگیریہ کی پیش کی گئی ہے اس کا یہ محل نہیں، اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر کے دوران میں جو رقم دی جائے تو اس رقم کو شرعی حیثیت سے صرف کرنے کا طریقہ عالمگیریہ نے تملیک بالہبہ بتایا ہے یہ اسلئے کہ ظاہر روایت میں روپے کا وقف جائز نہیں ہے۔ اگر مولوی عثمان نے پہلے سے تعمیر مدرسہ شروع کی ہوتی اور اس دوران میں عبداللطیف نے روپیہ دیا ہوتا کہ وہ عمارت میں صرف کریں تو اس وقت عالمگیریہ کی عبارت تملیک بالہبہ کے ماتحت منطبق ہو سکتی تھی، لیکن ایسی حالت میں جب کہ عبداللطیف نے زمین خریدی اور خود ہی عمارت بنوانا شروع کی تو اس توجیہہ کی ضرورت نہ تھی، اور نہ یہاں کوئی چیز وقف سے مانع تھی جسکی وجہ سے تملیک بالہبہ ماننے پر مجبور ہوتے یہاں تو وقف سے مانع صرف یہ وجہ ہوئی کہ عبداللطیف نے وقف نہیں کیا، مذکورہ بالا سطروں میں بتایا جا چکا ہے کہ عبداللطیف مدرسہ کے متولی نہ تھے اس لئے عمارت کی تعمیر کو مدرسہ کی تعمیر ثابت کرنیکے لئے جو عبارت درمختار کی پیش کی گئی ہے وہ بے محل ہے، کیونکہ اس کا تعلق متولی سے ہے اور عبداللطیف متولیؔ نہ تھے۔ الغرض جس طرح زمین عبداللطیف کی ملک ثابت ہے اس ہی طرح عمارت بھی انہوں نے اپنے ہی پیسہ سے بنوائی، مدرسہ کی نہ زمین ہے نہ عمارت اسلئے اب یہ صاف ہو گیا کہ مولانا عبدالکریم صاحب اور مولانا ظفر احمد صاحب کے فتاوی غلط فہمی پر مبنی ہیں، اور وہ فتوی جو مدرسہ الٰہیات کانپور کے نام سے شائع ہوا ہے صحیح ہے ________________ فقط۔ عبدالحفیظ ملیح آبادی۔

فتوی ۵ جو کہ فتوی ۴ کے جواب میں آقائی ومولائی ومرشدی قطب عالم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے ارقام فرمایا جو درج ذیل ہے

(سید ارشد حسن)

الجواب

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ امابعد میں نے بغور تمام فتاوی اور کاغذات

ؔ احقر کہتا ہے عبداللطیف متولی ہوں تب بھی روایت درمختار سے استدلال صحیح نہیں بہ دو وجہ

وجہ اول: ـ حسب تصریح ردالمحتار، واقف کلیہ مذکورہ درالمختار سے مستثنیٰ ہے اور عبداللطیف واقف ہے اسلئے عبداللطیف متولی ہو تب بھی عمارت اسی کی ہے

وجہ دوم:۔ روایت درمختار میں حکم بنا فی ارض الوقف کا بیان کیا ہے یعنی ارض موقوفہ میں تعمیر کی جائے، اس کا یہ حکم درمختار میں بیان کیا گیا ہے تو اس پر مستدل ومولانا عبدالکریم صاحب کا بنا فی ارض الملو کہ قیاس کسی علت مشترک کی بناء پر ہے ۱۲ اسعید احمد

متعلقہ جائداد متعلقہ مدرسہ اشرف العلوم ویتیم خانہ کو بار بار دیکھا میں اپنی سمجھ اور استعداد کے مطابق محض نہ بہ اللہ
بلا رو رعایت اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ بلا شک وشبہہ یہ زمین مدرسہ اشرف العلوم کی ملک ہے۔ نہ ماٹھو صاحب کا اس سے
کوئی تعلق مالکانہ ہے اور نہ یتیم خانہ کو۔ بیانات موجودہ میں سے اگر نمبر اول سے قطع نظر کرلی جائے جب بھی یہ امر
متفق علیہ ہے کہ زمین مذکور بہ نیت مدرسہ اشرف العلوم خریدی گئی تھی۔ مگر بیان نمبر سوم بتلاتا ہے کہ اس کے خریدنے
کی نوعیت نہیں ہوئی کہ ماٹھو صاحب خود یا ان کا وکیل ان کے روپے سے جائداد ان کے لئے اور ان کے نام
پر خریدتا ہے۔ بلکہ نوعیت یہ ہے کہ ناظم مدرسہ اشرف العلوم (مولوی محمد عثمان مرحوم) کو بلایا جاتا ہے، اور
کہا جاتا ہے کہ مدرسہ کی عمارت کے لئے زمین کی کوشش کرو۔ وہ زمین کو منتخب کر کے ٹرسٹ کے پاس کوشش کرتے
ہیں اس کے بعد ماٹھو صاحب ان کو بیعانہ کا روپیہ دیتے ہیں، ناظم صاحب موصوف روپیہ لے جاکر ٹرسٹ میں جمع
کر دیتے ہیں، رجسٹری کے وقت ماٹھو صاحب بمعرفت حاجی دلدار خاں صاحب ناظم صاحب موصوف کے پاس روپیہ
بھیجدیتے ہیں، اور فرما دیتے ہیں کہ بیعنامہ محمد عثمان صاحب ناظم کے نام کیا جائے، یہ روپے ناظم صاحب کے
پاس پہونچتے ہیں، وہ قبضہ کر کے بیعنامہ مکمل کراتے ہوئے رجسٹری کراتے ہیں اور رجسٹری کے بعض مصارف
بھی تحویل مدرسہ سے دیتے ہیں۔ یہ بعینہٖ ایسی صورت ہے کہ ایک ادارہ قومیہ دینیہ کا ناظم ایک مالدار کے پاس
جاتا ہے، کہ میرے مدرسہ کی فلانی زمین عمارت کی ضرورت ہے۔ وہ اس کو روپیہ دیکر کہتا ہے کہ اس زمین یا مکان
کو خریدلو، شرعاً یا عرفاً یہ معاملہ اسی معنی میں سمجھا جائے گا کہ مالدار نے یہ نقود اس ادارہ کو ہبہ کر دئے ہیں،
اور یہ روپیہ اس کی ملک سے نکل کر اس ادارہ کے ہوگئے ہیں، ناظم ادارہ حسب ضرورت و ہدایت معطی اسمیں
تصرفات ناظمانہ عمل میں لائیگا میرے نزدیک کسی طرح بھی اس زمین میں ملکیت ماٹھو صاحب کی نہیں آتی اور نہ
اس میں کسی طرح کے تصرفات مالکانہ کا اختیار ہوتا ہے، مولانا عبد الحفیظ صاحب کا اس کو ہبہ نہ قرار دینا
اور مولوی عثمان صاحب کو سفیر محض کہدینا اور اس زمین کو ملک شخصی ماٹھو صاحب کی قرار دینا میری سمجھ میں
نہیں آتا۔ بالخصوص جب کہ معطی عطا کرتے وقت یہاں تک تصریح کر دیتا ہے کہ بیعنامہ محمد عثمان کے نام کیا
جائے۔ حاجی دلدار خاں صاحب کا اس کے بعد یہ فرمانا کہ میں نے یہ کہا جو روپیہ دیں اس کے نام بیعنامہ
ہوگا، یہ اس ہبہ کے تحقق اور لزوم اور ملک واہب سے نکل جانے پر اثر نہیں ڈالتا۔ اس کے بعد ماٹھو
صاحب کا تعمیر کرانا اگر بحیثیت تولیت ہے جیسا کہ بیان نمبر ۳ سے واضح ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ اسی نمبر میں
ماٹھو صاحب کا مقولہ ذیل روشنی انداز ہے

لہ محض نیت سے بدون اقرار صاحب نیت وقف و ہبہ صحیح نہیں ہوتا ۱۲ واللہ اعلم سعید احمد

"اگر کچھ روز کے وہاں آکر اللہ اللہ کریں تو مجھے فائدہ ہوگا"

نیز نمبر دو کا یہ جملہ "بلکہ خانصاحب نے آکر ماٹھو سے کہا کہ لڑکے چونکہ تکلیف میں ہیں دو کمرے لڑکوں کیلئے دیدیجئے، عمارت ابھی نامکمل تھی میں نے اجازت دیدی بظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر ماٹھو صاحب متولی نہ تھے۔ بلکہ متولی۔ اور متصرف ناظم صاحب موصوف ہی ہیں جیسا کہ ماٹھو صاحب کا بیعنامہ تو مولوی عثمان صاحب کے نام لکھوانے کا حکم کرنا ان کے تعمیرات کے وقت جانیکا اور دیکھ بھال کرنیکا اقرار دو بے الفاظ میں کرنا ان کے ساتھ صلح بعد از نالش کرنیکا ارادہ کرنا اور دو ہزار ساٹھ روپے بابو حمزہ صاحب کے پاس جمع کر دینا بتلا رہا ہے۔ تو ماٹھو صاحب کے یہ تعمیری تصرفات از راہ تبرع۔ احسان ہونے جو کہ برضاؤ رغبت ناظم صاحب موصوف واقع ہوتے رہے اور جسمیں کوئی حق ملکیت ماٹھو صاحب کا باقی نہیں رہتا مولانا عبدالحفیظ صاحب کا شرائط ٹرسٹ در بارہ تخفیف قیمت کی وجہ سے نفس بیع کو فاسد قرار دینے کی کوشش کرنا بھی میری سمجھ سے باہر ہے۔ بہر حال میرے نزدیک یہ زمین خالص ملک مدرسہ اشرف العلوم کی ہے۔ اور عمارت بھی اسی کی نہ ماٹھو صاحب کو اس میں کوئی حق تصرف ہے نہ یتیم خانہ کو۔ ان میں سے کسی کو بھی اس میں حق مداخلت نہیں اور وقف نامہ باطل ہے۔ مسلمانوں کو اس کی تکمیل کی کوشش کرنا چاہئے میں نے یہ کلمات نہ کسی مفتی کی جانبداری اور نہ کسی کی عداوت سے لکھے ہیں اور نہ مجھ کو ہر دو اداروں سے تعلق ہے۔ ہر دو کا بھی خواہ ہوں، مگر چاہتا ہوں کہ حقدار کو حق پہونچے، مطبوعہ اشتہار اب بھی مذکورہ بالا امور پر مؤیدانہ دلالت کرتے ہیں اور ماٹھو صاحب کا بالکل انکار فرما دینا اشتباہ سے خالی نہیں ہو تا واللہ اعلم بالصواب ولی التوفیق

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ——— الجواب صحیح محمد سہول عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

فتوی ۶ از قلم معجز رقم افقہ العالم سیدی واستاذی حضرت مولانا سعید صاحب لکھنوی (سید ارشد حسن)

جواب سوال نمبر ۱

دفعہ اول:۔ چونکہ عبداللطیف معطی کا ایک لفظ بھی تحریراً یا تقریراً ایسا مذکور نہیں جو جیسیں لفظوں مخصوصہ وقف میں سے ہو، یا جسکی دلالت معنی وقف پر ہوتی ہو۔ نیز تسلیم الی المتولی و حکم حاکم و تعلیق بالموت بھی متحقق نہیں ہے، اسلئے صورت مسؤلہ میں احقر کے نزدیک زمین و عمارت کا مدرسہ اشرف العلوم پر وقف ہونا ہمارے ائمہ ثلاثہ میں سے کسی کے بھی مذہب پر ثابت نہیں ہوتا ہے۔ بس مولانا ظفر احمد صاحب و مولانا عبدالکریم صاحب کے فتوؤں میں جو حکم وقف لگایا گیا ہے وہ صحیح نہیں

دفعہ دوم:۔ چونکہ حسب روایت رد المحتار ادلو فع لابنہ بالا تتصرف فیہ الابن یکون للاب الا اذا

او دلالۃ التملیک.... قلت فقد افاد ان التلفظ بالایجاب والقبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک کمن دفع لفقیر شیئا وقبضہ ولم یتلفظ واحد منہما بشیٔ وکذا تقع فی الھدیۃ ونحوہا وحسب روایۃ درمختار الصدقۃ کالھبۃ" کے صدقہ کا ثبوت بدون تلفظ بالایجاب والقبول کے قرائن و آلہ علی التصدق سے بھی (شرعاً) ہو جاتا ہے اور حسب روایۃ درمختار" والصدقۃ کالھبۃ بجامع التبرع و حینئذ لا تصح غیر مقبوضۃ ولا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض کے مال متصدق (بالفتح) کے متصدق علیہ یا اس کے وکیل یا نائب یا سفیر کے قبضے میں آجانے سے تام ولازم ہو جاتا ہے اور متصدق (بالفتح) ملک متصدق (بالکسر) سے نکل کر ملک متصدق علیہ میں آجاتا ہے اور متصدق کو اسکے واپس لینے کا اختیار باقی نہیں رہتا ہے اور صورت مسؤلہ میں زرثمن کے تصدق کا ثبوت و تمامی لزوم تینوں کا معطی و مہتمم و متوسط (یعنی عبداللطیف و مولانا عثمان و دلدار خاں تینوں کے متفقہ بیان سے ہوتا ہے۔ اسلئے زرثمن ملک معطی سے نکل کر ملک مدرسہ میں آگیا اور معطی کو اس کے یا اس سے خریدکردہ زمین کے واپس لینے کا حق نہ رہا اور تصدق کا ثبوت و تمامی لزوم یوں ہوتا ہے کہ مولانا محمد عثمان مہتمم وکیل و نائب مدرسہ ہوئے۔ اور جملہ کارروائیاں متعلقہ خرید و تعمیر زمین کا محض مدرسہ کے کئے جانیکی وجہ سے معطی کا بقیہ زرثمن دیتے وقت یہ کہنا کہ محمد عثمان کے نام بیعنامہ کیا جائے یقیناً مدرسہ کے خریدار زمین ہونے پر دال ہے اور مدرسہ کا خریدار زمین ہونا زرثمن کا مملوک مدرسہ ہونے پر دال ہے اور زرثمن کا مملوک مدرسہ ہونا زرثمن کا مدرسہ کے ملک میں بلا عوض محض قربۃً الی اللہ دیدینے پر (جبکہ حقیقت صدقہ ہے) دال ہے اور دال کے دال کا دال دال ہوتا ہے۔ اسلئے معطی کا یہ کہنا کہ محمد عثمان کے نام بیعنامہ کیا جائے زرثمن کا مدرسہ کو صدقۃً دیدینے پر دال ہے۔ جس سے صدقہ کے رکن (تلفظ بالایجاب) کا تحقق ہو جائے گا۔ اور اس زرثمن کے ایک جزء پر مہتمم کے (جوکہ علی الصحیح نائب مدرسہ ہوتا ہے) اور دوسرے جزو پر اس کے مہتمم یا نائب کے وکیل یا سفیر یا شریک و معین اہتمام کے قبضہ میں آجانے سے تحقق قبول ہو کر ثبوت تصدق ہو جانے کے ساتھ اس کی تمامی و لزوم بھی پالیا گیا اور اگر اس جملہ کے تلفظ کو تلفظ بایجاب تصدق نہ قرار دیا جائے۔ تب بھی اس جملہ کا زبان معطی پر آنے اور معطی و خانصاحب کا مدرسہ کی عمارت ثواب کے لئے بنوانے کا مشورہ کرنا اور مولوی عثمان صاحب کا زمین کے انتخاب اور اس کی قیمت میں دو ثلث کی تخفیف وغیرہ امور کے لئے جدوجہد کرنا اور ٹرسٹ کا کا محض مدرسہ کی رعایت سے تخفیف کی منظوری دینا اور بیعنامہ میں مدرسہ ہی قائم کرنے اور کسی اور مصرف میں نہ لانیکی معطی سے شرط تحریر کرانا اور معطی کا مدرسہ کی رقم کو رجسٹری کے بعض مصارف میں خرچ کرنا اور معطی کا مدرسہ ہی کی نیت سے اس زمین پر مدت تک کار تعمیر جاری رکھنا۔ اور

اس میں بھی مہتمم کا اپنی رائے اور عمل سے برابر حصہ لیتے رہنا. اور معطی کا یہ کہنا کہ اگر کچھ لڑکے وہاں آکر انشاءاللہ
کریں تو مجھے فائدہ ہوگا. اور عمارت نامکمل ہونیکی وجہ سے دو کمرے لڑکوں کو دیدئے جانیکی اجازت دیدینا
اور معطی کا اس عمارت میں مالی اعانت کرنے کے صلہ میں (بمصلحت امید اضافہ رغبت وازدیاد دلچسپی معطی
دربارہ تعمیر مدرسہ) مہتمم وخاں صاحب کا معطی کو متولی مدرسہ اشرف العلوم قرار دینا اور بیعنامہ رجسٹری شدہ
میں معطی کو بوصف متولی مدرسہ لکھنا اور مدرسہ کے ساتھ بعد از نالش صلح کیلئے تیار ہونا اور دو ہزار ساٹھ روپے بطور بدل
صلح بابو حمزہ صاحب کے پاس جمع کر دینا وغیرہ قرائن مقالیہ وحالیہ میں سے ہر ایک اور ہر ایک نہ ہو تو ان سب
کا مجموعہ صراحتاً اس پر دال ہے کہ زر ثمن جو مہتمم وخاں صاحب کو معطی نے دیا تھا وہ بطور تصدق علی المدرسہ
تھا اور بدون تلفظ اللفظ کے بھی محض قرائن دالہ علی التملیک سے تصدق کا شرعاً متحقق ہو جانا. ابھی مذکور
ہوا اسلئے اس جملہ بلکہ دوسرے جملوں کے تلفظ کو تلفظ بالایجاب نہ قرار دینے سے بھی شرعاً ثبوت صدقہ
ماننا پڑے گا اور تحقق قبض کی وجہ سے اس کے تام ولازم ہونے کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا اور خاں صاحب
کا یہ فرمانا کہ جو روپے دے اس کے نام بیعنامہ ہوگا اور ان کا عبداللطیف کے نام متولی کی حیثیت سے بیعنامہ کروانا
رد صدقہ نہیں ہے. بلکہ قبول صدقہ کے ساتھ عبداللطیف کے لئے (منصب تولیت عمارت مدرسہ کی تجویز واشارہ
ہے اور پھر ان کے سکوت (فی معرض البیان) سے اس تجویز ومشورہ کو ان کے منظوری کو سمجھ کر اس کے مطابق
بیعنامہ میں ان کو متولی مدرسہ لکھوا کر عمل میں لے آنا ہے کہ جب خاں صاحب نے یہ دیکھا کہ معطی نے اس قدر فیاضی
کی ہے اور اتنی بڑی رقم مدرسہ کو صدقہ دیدی ہے اور مولوی عثمان مہتمم مدرسہ پر اس قدر اعتماد کیا ہے کہ ان کے نام
بحیثیت ان کے متولی عام مدرسہ ہونے کے بیعنامہ کئے جانیکو کہا ہے، تو مصلحت یہی ہے کہ ان کو خاص اس
عمارت مدرسہ کا متولی تجویز کر کے، ان ہی کے نام بحیثیت تولیت بیعنامہ زمین مدرسہ کروا دیا جائے. کہ ان کے
اطمینان ودلچسپی میں اضافہ اور انکی حوصلہ افزائی ہو جس سے یہ بکمال مستعدی وتوجہ جلد تر عمارت مدرسہ بھی
تیار کرا دیں اور مدرسہ کے دیگر اقسام کی اعانت کر کے ثواب حاصل کرتے رہیں

دفعہ سوم بیعنامہ کا بیعنامہ یہ لکھوانا کہ کانپور امپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو رعایتی قیمت پر عبداللطیف متولی کے ہاتھ اس شرط پر فروخت
کرتا ہے الخ. مدرسہ کا زمین کو بوکالت عبداللطیف خریدنے پر دال ہے، دو وجہوں سے ایک یہ کہ خاں صاحب کا
یہ بیان مسلمہ عبداللطیف کہ میں نے وہ بیعنامہ عبداللطیف کے نام کروا دیا متولی کی حیثیت سے، صراحتہً
دال ہے کہ عبداللطیف کی خریداری ذاتی حیثیت سے نہیں تھی متولی خاص ووکیل خاص مدرسہ ہونیکی حیثیت
سے تھی، لہٰذا ان کے نام بیع ہونا درحقیقت مدرسہ کے نام بیع ہے ان کی خریداری مدرسہ کی خریداری ہے
وہ اپنے اقرار وبیعنامہ کے رو سے وکیل بالشراء تھے اور مدرسہ مشتری تھا

دوسرے یہ کہ بیعنامہ میں عبداللطیف کو متولی مدرسہ کی صفت کے ساتھ ذکر کر کے ان کے ہاتھ زمین کی فروختگی کا حکم لگانا اگرمت زیدا عالما کے بقاعدہ الحکم علی الشی المتصف بعینہ صریحًا کان ہذا الاتصاف او ضمنا یدل علی العاعلیۃ للحکم کے بھی اس پر دال ہے کہ عبداللطیف کی خریداری زمین بحیثیت تولیت و وکالت مدرسہ ہے توجب کہ ان دو وجوہ مذکورہ سے عبارت بیعنامہ سے جزماً و صراحۃً مدرسہ کی خریداری زمین بوکالت عبداللطیف ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ مثل جملہ مذکورہ وجہ اول زرِ ثمن کے مملوک مدرسہ ہونے پر اور وہ زرِ ثمن کے تصدق علی المدرسہ ہونے پر دال ہونے سے مثبت تصدق زرِ ثمن علی المدرسہ ہے جس کے ایک جزو پر مہتمم کا جو کہ وکیل مدرسہ ہے اور دوسرے جزو پر خانصاحب کے جو کہ وکیل مدرسہ ہو گئے یا وکیل ماذون یا توکیل کے ہے یا فضولی مجاز بتصرفہ ہے قبضہ کر لینے سے تصدق ثابت تام و لازم ہوگا، اور مہتمم مدرسہ چونکہ مدارس کا عرفاً وکیل علی الاطلاق ہوتا ہے اور اس کا اور اس کے وکیل علی الاطلاق ہونیکی وجہ سے اس کے وکیل کا قبضہ فی الحکم ید الوکیل کید الموکل (ہدایہ ص ۱۶۹ کے) مدرسہ کا قبضہ ہوتا ہے، نیز حسب روایۃ حاشیہ ہدایۃ (فالوکیل الثانی صار فضولیا فعقدہ لاینفذ الا اذا اجازالوکیل ہ کے فضولی کا قبضہ بھی بعد اجازت وکیل قبضہ مدرسہ ہوتا ہے۔ اسلئے زرِ ثمن کے ایک جزو پر مدرسہ کا قبضہ ثابت ہو گیا اور دوسرے جزو پر ذیل میں مدرسہ کا قبضہ ثابت ہو جائے گا، یعنی خاں صاحب جو کہ وکیل علی الاطلاق کے وکیل بالقبض تھے ان کا قبضہ بھی مدرسہ کا قبضہ ہوا اور اگر ان کی توکیل کو صحیح نہ مانیں تب بھی اس کا قبضہ مہتمم کے جائز رکھنے سے مدرسہ کا قبضہ قرار دیا جائیگا۔

دفعہ چہارم: اگر زرِ ثمن کا تصدق بوجوہ مذکورہ نہ مانا جائے اور یہ کہا جائے کہ معطی نے زرِ ثمن بلا تصدق بسفارت مہتمم و خانصاحب ٹرسٹ کو ادا کیا تھا تب بھی زمین خرید کردہ کا مملوک مدرسہ ہونا ثابت ہوگا اسلئے کہ جب بوجہین مذکورین عبارت بیعنامہ سے جزماً و صراحۃً مدرسہ کی خریداری زمین بوکالت عبداللطیف (باضافۃ عقد الی الموکل) ثابت ہوتی ہے تو لامحالہ (حسب روایۃ درمختار (ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ...)

یہ زمین مدرسہ ہی کی ملک میں آئیگی اور مدرسہ ہی اس کا مالک ہوگا نہ کہ عبداللطیف۔ عبداللطیف نے جو اسمیں تعمیر کی ہے وہ بھی بمقتضائے روایت درمختار وغیرہ المتولی بناہ غرسہ للوقف مالم یشہد انہ لنفسہ قبلہ کے یہ تعمیر بھی مدرسہ ہی کے لئے ہوگی نہ کہ عبداللطیف کے لئے، اور اگر عبداللطیف نے تعمیر بحیثیت تولیت نہ کی ہو تب بھی یہ تعمیر بر صرف زمین مملوک مدرسہ بر دیگر قرائن کثیرہ دالہ علی التملیک کی وجہ سے ملک مدرسہ ہوگی

دفعہ پنجم: معطی زر خاں صاحب کا مدرسہ کی عمارت تو ثواب کے لئے بنوانیکا مشورہ کرنا اور اس کے

نے روپیہ مدرسہ کو بطور صدقہ دیا اور پھر بحیثیت تولیت عمارت مدرسہ کے لئے زمین خرید نا پھر اس زمین خرید کردہ
(برائے عمارت مدرسہ) میں اپنی اور متولی عام کی رضا و اجازت سے عمارت بنوانا اور کبھی بھی اس کی تصریح نہ کرنا کہ
یہ عمارت کسی اور کام کے لئے یا بطور قرض بنوائی جاری ہے، یہ اور دوسرے قرائن اس پر دال ہیں کہ یہ تعمیر
متولی کی طرف سے بطور تصدق المدرسہ ہے جو کہ ارض مملوک مدرسہ میں ہونے سے مقبوض ہو کر تام و لازم ہو گیا ہے
اسلئے مثل زمین کے یہ عمارت بھی مدرسہ ہی کی ہوئی۔

زمین کو وقف علی المدرسہ ماننے اور بانی کو متولی ماننے پر بھی روایت در مختار "المتولی بناه و غرسه
للوقف مالم یشهد انه لنفسه قبله" سے استدلال کرنے لکون الوقف المدرسة مهملة یدل علیه ما فی رد المحتار
من التفصیل ۱۲ منہ) بوجوہ اہمال صحیح نہیں۔ بلکہ اس تقدیر پر بانی کے واقف ہونے سے حسب روایت رد المحتار
عن الذخیرة (وان بنی من ماله للوقف او اطلق فهو وقف الا اذا کان هو الواقف و اطلق) فہو لہ عمارت بانی ہی کی
ہوگی نہ کہ مدرسہ کی

دفعہ ششم :- اگر اس زمین کا اصل خریدار عبد اللطیف ہوتا جیسا کہ مولانا عبد الحفیظ و دیگر بعض علماء کا دعویٰ ہے، تو اس
زمین میں مدرسہ ہی قائم کئے جانے کسی اور مصرف میں نہ لانے کی شرط چونکہ مخالف مقتضائے عقد ہے اور اس میں اجنبی یعنی طلبہ وغیرہ کا
فائدہ ہے اور قاعدہ ہے کہ شرط مخالف مقتضائے عقد نافع للاجنبی ظاہر مذہب میں قول ابن ملک ذیلعی وغیرہ پر مفسد عقد ہوتی ہے اسلئے اس
شرط مخالف مقتضائے عقد و نافع للاجنبی کی وجہ سے اس زمین کی بیع قول ابن ملک و ذیلعی وغیرہ پر فاسد ہوتی ہے، لیکن چونکہ ایسا
نہیں ہے۔ بلکہ در حقیقت اصل خریدار زمین کا مدرسہ بوکالت عبد اللطیف ہے جیسا کہ بوجوہ بالا جزئی
طور پر ثابت ہوتا ہے تو اس زمین میں مدرسہ ہی قائم کئے جانے کسی اور مصرف میں نہ لانے کی شرط اگرچہ خلاف
مقتضائے عقد ہے، مگر اس میں نہ تو بائع کا فائدہ ہے و مشتری کا نہ مبیع انسان کا نہ کسی اجنبی کا بلکہ

لہ یہ رد ہے مولانا عبد الکریم کی روایت در مختار سے استدلال علی کون البناء للمدرسہ کا اور مولوی عبد الحفیظ صاحب کے
استدلال کے تسلیم بر تقدیر وقف علی المدرسہ و تولیت بانی کا کہ اگرچہ احقر زمین کو وقف علی المدرسہ نہیں مانتا ہے
ملک مدرسہ بالشراء جانتا ہے۔ اور بانی کو متولی سمجھتا ہے لیکن جو اس کو وقف علی المدرسہ اور بانی کو متولی مانتے ہیں
(جیسے مولانا ظفر احمد و مولانا عبد الکریم و حضرت حکیم الامت) یا مانتے تو نہیں لیکن بر تقدیر وقف و تولیت بانی اس
استدلال کو صحیح تسلیم کرتے ہیں (جیسے مولوی عبد الحفیظ) یہ صحیح نہیں ہے

ﷺ و نظیرہ ما فی الهندیة عن التتارخانیة و فی رد المحتار عن الفتح ولو باع دارا علی ان یتخذ ہا مسجدا الخ
صفحہ ۱۰۷ عالمگیری جلد ۳

روایت بحر در روایت عالمگیریہ عن المحیط پر اس میں کسی کا نہ تو نفع ہے نہ ضرر ہے، بلکہ بزعم احقر اسمیں مشتری کا ضرر ہے [کہ یہ شرط مشتری (یعنی مدرسہ) کو اس سے دوسرے قسم کے منافع مثل بیع و اجارہ وغیرہ سے مانع ہے]۔ بہرحال اس میں کسی کا اہل استحقاق میں سے نفع نہیں ہے، اور قاعدہ ہے کہ جو شرط کسی کیلئے (اہل استحقاق میں سے) نافع نہ ہو وہ ظاہر مذہب میں دونوں قولوں پر مفسد عقد نہیں ہوتی ہے۔ اسلئے یہ شرط مفسد عقد بیع نہ ہوگی، اس شرط پر بھی بیع مدرسہ کے حق میں صحیح اور شرط لغو باطل ہوگی، اور بطلان شرط ہٰذا کی وجہ سے عہد استحقاق بقیہ قیمت جسکی تعلیق (بعدم ایفاء الشرط) شرطیت شرط ہٰذا پر مبنی تھی وہ بھی بوجہ بطلان مبنی یعنی شرطیت شرط ھٰذا باطل ہوگیا۔

دفعہ ہفتم: ۔ جب کہ دفعہ خامسہ سے عبداللطیف کو خریدار قرار دینے کی صورت میں جزئیہ مذکورہ قاضی خاں وکلیہ (انفساد بشرط نافع بلاجنبی) سے ظاہر مذہب کے ایک قول پر فساد بیع ثابت ہوا۔ اور یہ بھی مفہوم ہوا کہ بہت سی شرطیں مخالف مقتضائے عقد ایسی بھی ہیں جو خود باطل نہیں ہوتی ہیں بیع کو فاسد کردیتی ہیں تو مولانا عبداللطیف کا اپنے فتوی میں ایسی شرطوں کو جو مبطل اطلاق تصرف مشتری ہوں باطل کہنا باطل ہے

شبہ: ۔ چونکہ ہبہ وصدقہ میں تملیک عین ہوتا ہے اور تملیک عین سے مملک لہ کو مال مملک میں مثل ملک کے ہر قسم کے انتقالات و تصرفات مالکانہ کا اختیار تام ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ زرثمن جو معطی نے دیا ہے وہ صرف زمین خریدکر اس سے منافع سکونت اہل مدرسہ واقامت مدرسہ ہی حاصل کرنے کے لئے دیا ہے، ہر قسم کے انتقالات و تصرفات مالکانہ نافعہ للمدرسہ کے لئے نہیں دیا ہے اسلئے یہ دینا تملیک نہیں ہوا۔ جو اس کو ہبہ یا تصدق قرار دیا جائے محض اباحت غیر تملیک ہوگا۔ جس میں مباح لہ کو سوائے منافع مباحہ کے اور قسم کے منافع و تصرفات مالکانہ کا اختیار نہیں ہوتا۔

جواب: ۔ جب کہ بوجوہ بالا زرثمن کا تصدق علی المدرسہ ہونا ثابت ہوگیا تو معطی کا سوائے تصرف منافع سکونت واقامت مدرسہ کے دیگر تصرفات نہ کرنے کی شرط بوجہ فاسد ہونے کے خود باطل ہوجائیگی صدقہ کو فاسد نہ کرے گی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہبہ وصدقہ بلکہ جملہ وہ عقود کہ جن میں قبضہ شرط ہے

---

[1] یہ جواب ہے سوال مقدر کا۔ تقریر سوال یہ ہے کہ شرطین مردّدین میں سے گو شرط اقامت مدرسہ میں بصورت خریداری مدرسہ کسی کا نفع نہ ہونے سے مفسد عقد نہیں۔ لیکن شرط استحقاق بقیہ قیمت میں جو نکہ باوجود مخالفت مقتضائے عقد بائع کا فائدہ ہے، جو کہ مفسد عقد ہوتی ہے اسلئے اس صورت میں بھی (باقی بر ۲۸۸)

شرط فاسد[۱] سے فاسد نہیں ہوتے خود یہ شرط باطل ہو جاتی ہے ہندیہ میں ہے "قال اصحابنا جمیعاً اذا وہب ہبۃ وشرط فیہا شرطا فاسدا فالہبۃ جائزۃ والشرط باطل کمن ذہب لرجل امۃ فالشرط علیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵ بیع فاسد ہو گی اور وہ بھی صرف ظاہر مذہب پر نہیں بلکہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک فاسد ہو گی تو تقریر جواب یہ ہے کہ یہ بیع مشروط بشرطین مردودین نہیں ہے (یعنی یہ بیع دو شرطوں کے ساتھ علی سبیل منع الخلو یا کسی دوسری صورت پر مشروط نہیں ہے) مشروط تو صرف ایک شرط (یعنی اقامت مدرسہ) کے ساتھ ہے۔ استحقاق بقیہ قیمت کے ساتھ مشروط نہیں ہے ہاں استحقاق بقیہ قیمت معلق بعدم ایفاء شرط اقامت مدرسہ من حیث ہو الشرط ہے۔ اور یہ شرط من حیث ہو الشرط شرعاً باطل ہو گئی تو استحقاق بقیہ قیمت کی تعلیق (بعدم ایفاء الشرط) جو کہ اس شرط کے شرط ہونے کی بنا پر بھی بوجہ بطلان مبنیٰ باطل ہو گئی (رد بعبارۃ اخریٰ من قولہ بلکہ الخ) بلکہ استحقاق بقیہ قیمت معلق بعدم ایفاء شرط اقامت مدرسہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تعلیق اس شرط کی شرطیت پر مبنی ہے۔ اور اس شرط کی شرطیت شرعاً باطل ہو گئی تو استحقاق بقیہ قیمت کی تعلیق بھی جو کہ اس شرط کی شرطیت پر مبنی تھی بوجہ بطلان مبنیٰ باطل و لغو ہو گئی جس سے بیع میں فساد نہیں آیا وہ صحیح رہی

اور عبد اللطیف کو خریدار قرار دینے کی صورت میں فساد بیع کا ثبوت علاوہ کلمہ مذکورہ کے جزئیہ قاضی خاں سے بھی ہوتا ہے۔ جو کہ اس کی پوری پوری نظیر ہے۔ اور جزئیہ قاضی خاں و عالمگیری میں بایں الفاظ منقول ہے ______ ولو باع داراً علیٰ ان یتخذہا مسجداً . . . فسد البیع کذا فی فتاوی قاضی خاں۔ یہ روایت صریح ہے اسمیں کہ جیسے گھر کی بیع اس شرط پر کہ وہ مسجد یا مقبرہ بنایا جائے اور کھانے کی بیع اس شرط پر کہ اس کا تصدق فقراء پر کیا جائے فاسد ہے۔ ایسے ہی زمین کی بیع اس شرط پر کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے فاسد ہو گی لیکن یہ فساد بزعم احقر تو لیس فی ظاہر المذہب میں سے ایک قول پر ہے۔ جیسا کہ روایت شامی "وبہ جزم فی الفتح بقولہ وکذا . . . فہو فاسد" سے بھی مستفاد ہوتا ہے۔

شبہ: جیسے عبد اللطیف کو اصل خریدار زمین قرار دینے کی صورت میں اس روایت قاضی خاں سے فساد بیع ثابت ہوا ہے۔ ایسے ہی مدرسہ کو خریدار قرار دینے کی صورت میں بھی معلوم ہوتا ہے وجہ افتراق کیا ہے

جواب: چونکہ جزئیہ مذکورہ روایت قاضی خاں میں حکم فساد دیا جائے گا اور مدرسہ کو خریدار قرار دینے کی صورت میں موجود ہے اسلئے اس صورت میں بوجہ اشتراک علت حکم فساد دیا جائیگا اور مدرسہ کو خریدار قرار دینے کی صورت میں یہ علت موجود نہیں اسلئے اس صورت میں حکم فساد نہ دیا جائیگا۔ پس صورت اولیٰ کا قیاس جزئیہ مردیہ پر مع الجامع ہونے سے صحیح ہو گا۔ اور صورت ثانیہ کا مع الفارق ہونے سے باطل ہو گا۔

[۱] الشرط الفاسد شرط لیس من مقتضی العقد ہکذا قال عبدہ فی حاشیۃ الہدایۃ علی قولہ لان النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدۃ ۱۲ منہ

ان لا یبیعہا او شرط علیہ ان یتخذہا ام ولد او ان یبیعہا من فلاں او یرد ہا علیہ بعد شہر فالہبۃ جائزۃ وہذا الشروط کلہا باطلۃ کذا فی السراج الوہاج (الی ان قال) والاصل فی ہذا ان کل عقد من شرطہ القبض فان الشرط لا یفسدہ کالہبۃ والرہن کذا فی السراج الوہاج

شبہ:۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ مدارس میں جو چندہ خاص ضروریات میں خرچ کئے جانے کے لئے ہبۃً یا صدقۃً دیا جاتا ہے، اس کی پابندی ذمہ مہتمم نہ ہو پھر اس مسئلہ عدم لزوم پابندی کے اظہار میں چندوں کے بند ہونے کا اور اخفا میں دھوکے سے بلا طیب نفس چندہ ملنے کا اندیشہ ہے۔

جواب:۔ عقد ہبہ و تصدق سے علیحدہ اور اس کے انعقاد سے پہلے ہی سے مدارس کی طرف سے عرفاً یہ شرط بطور وعدہ ہوتی ہے کہ چندہ دہندہ اپنے چندے کو جس مد میں صرف کئے جانے کا مدرسہ کو مشورہ دے گا مدرسہ اس کو اسی میں صرف کرے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ شرط فاسد قبل العقد بدون قرینہ قویہ تعلق بقول صحیح مفسد عقد نہیں ہوتی، بلکہ شرط بھی عقد سے علیحدہ بطور وعدہ ہو وہ مفسد عقد نہیں ہوتی عقد صحیح ہوتا ہے اور اس شرط کا حکم وعدہ نہ کہ بحکم عقد پورا کرنا لازم ہوتا ہے

اذ المواعید قد تکون لازما فیجعل لازما لحاجۃ الناس

(شامی ص ۱۶۲ عن جامع الفصولین)

اسلئے خلاف مشورہ معطی دوسری مد میں نہ صرف کئے جانیکی شرط مفسد ہبہ و تصدق نہ ہوگی۔ ہبہ و تصدق صحیح ہوگا اور ایفاء شرط لازم ہوگا

جواب سوال نمبر ۲

چونکہ حسب تصریح فقہا (من شرائط الوقف الملک وقت الوقف) کے صحت وقف کے لئے موقوف کا بوقت وقف مملوک واقف ہونا ضروری ہے اور جواب سوال نمبر ۱ سے زمین و عمارت کا مملوک عبد اللطیف نہ ہونا بخوبی ثابت ہو چکا ہے، اسلئے اس کا یتیم خانہ کے لئے وقف بالکل باطل ہے۔ اور اس عمارت کو مدرسہ اشرف العلوم کے قبضہ و تصرف میں دینا واجب ہے۔

جواب سوال نمبر ۳

اس پر مصالحت بوجہ اتلاف حقوق العباد جائز نہیں من شرط شرطا لیس فی کتاب اللہ

نلیس لہ وان شرط مائۃ شرط شرط اللہ احق واوثق (بخاری)

جوابِ سوال نمبر ۴

اس جماعت کا یہ فعل بموجب آیت کریمہ "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" کے منہی عنہ ہے

جواب سوال نمبر ۵

عبداللطیف کا ان کے اس تصرف ناجائز کی وجہ سے عزل واجب ہے، جیسا کہ ایسی صورت میں متولی وقف کا عزل واجب ہوتا ہے " فی درالمختار وینزع وجوبا لواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا وظہر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ اوکان یصرف مالہ فی الکیمیاء، وان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کا ر فی فقط واللہ سبحانہ وتعالے اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم

المجیب

سعید احمد لکھنوی
مفتی وصدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کال خاں کانپور

مسئلہ

مرد وعورت دونوں ہی وقف کے متولی ہو سکتے ہیں ——— (۱۲ سعید احمد)

مسئلہ

درمختار وشامی سے معلوم ہوا کہ متولی اگر کسی کو اپنا قائم مقام بطریق توکیل کر دے تو خواہ بحالت صحت کرے یا مرض الموت، صحیح ہے۔ اور اگر بطریق استقلال کرے تو بحالت مرض الموت تو مطلقا صحیح ہو گا۔ لیکن بحالت صحت اس صورت میں صحیح ہو گا۔ جب کہ اس کو واقف کی طرف سے اس کا اختیار عام دیا گیا ہو ورنہ نہیں ——— ۱۲ سعید احمد)

مسئلہ

واقف کو خود اپنے کو اور دوسرے کو متولی بنانے کا اختیار ہے خواہ اپنی زندگی میں متولی بنائے، اور خواہ بعد وفات کے لئے کہہ جائے اور جو شرائط، اور جو، اختیارات متولی کو دیگا اس کی پابندی حسب روایت وشرائط "الواقف معتبرة مالم یخالف الشرع" کے ضروری ہوگی ________ ۱۲ سعید احمد

مسئلہ

جس متولی کو واقف اختیار دیدے کہ جسکو چاہے اور جب چاہے مقرر کردے اسکو اختیار حاصل ہو جائے گا، اور جس کو نہ دے وہ جسے اپنے مرض الموت میں مقرر کردے یا وفات کے بعد کے لئے کسی کے لئے وصیت کر جائے وہ متولی ہو گا بشرطیکہ شرائط واقف وغیرہ کے خلاف نہ ہو ________ ۱۲ سعید احمد

مسئلہ

جب نصب متولی منجانب واقف نہ ہو اور متولی اول نے بھی وصیت یا مرض الموت میں مقرر نہ کیا ہو، اور متولی اول کو بحالت صحت خود متولی بنا دینے کا واقف نے اختیار نہ دیا ہو تو اس وقت میں قاضی کو مقرر کرنیکا حق ہو گا ________ ۱۲ سعید احمد

مسئلہ

قوم کو کسی حالت میں اختیار نصب وعزل متولی نہیں ہے۔ لیکن یہ کہ واقف نے اختیار دیا ہو یا موقوف علیہم محدود ہوں وہ اپنے میں کسی کو منتخب کرلیں مثل اس کے کہ محلہ کی مسجد میں چونکہ اوقاف مسجد اہل محلہ کے لئے ہوتے ہیں اسلئے وہ اپنی کثرت رائے سے مقرر کرسکتے ہیں ________ ۱۲ سعید احمد

مسئلہ

فی الدر المختار ص۲۶۰ ج۳ قولہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ الخ ——————— ۱۲ سعید احمد

مسئلہ

الوقف فی مرض الموت کہبۃ فیہ ——————— ۱۲ سعید احمد

مسئلہ

الوقف فی مرض الموت وصیۃ ترجع الی الفقراء ولیس کوصیۃ لوارث یبطل اصلہ بالرد۔ ۱۲ سعید احمد

مسئلہ

۱۔ بعض ورثا پر زائد از ثلث مرض الموت میں وقف کرلے اور دوسرے ناجائز قرار دیں تو ثلث میں وقف جائز ہو جائے گا، ثلثین میں نہیں لہذا ثلثین تو ورثا پر حصہ رسدی تقسیم کر دیا جائے۔ وہ اسے بیچیں اور جو چاہیں کریں۔ لیکن ثلث بیع وغیرہ سے محفوظ رکھا جائے۔ اسے روک کے اسکی آمدنی کرایہ وغیرہ کل ورثا پہ حصہ رسدی حسب فرائض تقسیم کریں، پھر جب کل ورثا موقوف علیہم مرجائیں تب ان کے بعد جن کو واقف نے دینے کو کہا ہے صرف ان کو اس ثلث کو حسب تناسب مقرر کردہ دیا جائے گا۔ ورثا کو کچھ نہ دیا جائے

۲۔ اگر کل دار کو کہ صرف وہی ترکہ ہے کل ورثہ پر وقف کر دیا جائے مرض الموت میں تو اگر ورثا جائز نہ رکھیں تو ثلث وقف ہے، اور دو ثلث ورثا کا مملوک ہے۔ لہذا دو ثلث کو تو خواہ بیچیں، خواہ کچھ اور جو چاہیں کریں لیکن ثلث جو کہ وقف ہے اس کو بیع نہ کریں اس کی آمدنی کرایہ وغیرہ آپس میں حصہ رسدی حسب فرائض تقسیم کریں

۳۔ ثلث وقف (کا ثلثین) تقسیم کیا جائے کل ورثا پر لیکن اگر ورثا موقوف علیہم سب مر جائیں تو جس کے لئے اس کے بعد واقف نے وقف کیا ہے اسے حسب تقسیم و شرط واقف دیا جائیگا، اور اگر ورثا موقوف علیہم میں سے بعض مر جائیں تو ان بعض کا حصہ ان کے ورثا پر حصہ

رسدی تقسیم آمدنی کی جاویگی

؎ اگر ورثا پر مرض الموت میں وقف کرے اور بعد کے لئے کچھ نہ کہے تو بصورت اجازت کل و بصورت عدم اجازت ثلث جو وقف ہوگا اس کی تقسیم حصہ رسدی کل ور پر ہوگی پھر جب ور موقوف علیہم میں سے بعض مر جائیں گے تو صرف ان کے ور پر بقدر حصہ رسدی تقسیم ہوگا اور جب سب موقوف علیہم ور مرجائیں گے تو کل آمدنی وقف فقراء پر تقسیم کی جائے گی۔ — ۱۲ سعید احمد

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو چند آدمیوں نے ایک مسجد کا متولی بنادیا تھا اس نے عرصہ تک انتظام مسجد بخوبی کیا۔ اور اس نے اپنی خوشی سے بلا کسی مشورہ کے دوسرے شخص کو متولی مسجد بنادیا جس سے چار پانچ آدمی خوش ہیں اور بہت سے آدمی ناخوش ہیں، آیا وہ شخص متولی اول کے متولی بنانے سے متولی بن سکتا ہے یا نہیں

المستفتی

محمد یوسف خاں

الجواب

شخص اول و ثانی دونوں کی تولیت شرعاً صحیح نہیں ہے، حاکم مسلم با اختیار یا اہل مسجد باتفاق جس شخص کو متولی بنادیں وہ بشرط اہلیت شرعاً متولی ہوگا۔ ہاں اگر واقف نے تولیت کے بارے میں کسی امر غیر مخالف شرع کی تصریح کی ہو تو اس کی رعایت ضروری ہوگی ؎ فی رد المحتار صفحہ ۴۰۹ ثم ذکر عن التتارخانیۃ ما حاصلہ ان اہل المسجد ..... و یہ یفتی، و فی النہایۃ لو کان الوقف علی ارباب .... کذا فی النیابیۃ" فقط واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم و علم اتم و حکم احکم

المجیب

سعید احمد لکھنوی
مفتی و صدر مدرس مدرسہ عربیہ تکمیل العلوم
احاطہ کمال خاں کانپور

مسئلہ

زمین (مع عمارت ہو یا صرف زمین) اس کے مسجد ہو جانے کے لئے عند الطرفین اصل شرط تسلیم الی المتولی ہے اور نماز باذن واقف اس کے قائم مقام ہے ———— ۱۲ سعید احمد

مسئلہ

نذور

حضرت مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ سانڈ وغیرہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیے جاتے ہیں یہ فعل تو حرام ہے لیکن اس سے وہ خود حرام نہیں ہو جاتا اور ملک مالک سے نہیں نکلتا جیسے شکار کا چھوڑا ہوا جانور اور ما اہل بہ میں یہ داخل نہیں اور شیخ سدو وغیرہ کے بکرے میں خود حرمت ہے کہ اس میں غیر خدا کے لئے اراقۃ الدم مقصود ہوتا ہے یہ ما اہل میں داخل ہے

نذر غیر اللہ شرک ہے اور معذور بغیر اللہ حرام ہے۔ والد مرحوم کی لاجواب تصنیف تطہیر الاحوال (عطر ہدایہ) میں ہے یہی حال ہے سانڈ کا کہ وہ نہ حد وقف میں داخل نہ ملک مالک سے خارج سانڈ وغیرہ منذور بغیر اللہ خلاصۃ التفاسیر جلد ۱ پ سورہ مائدہ میں ہے۔ اور جلد دوم امداد الفتاویٰ صفحہ ۱۶۵ میں ہے

ما اہل عام ہے عام نہ ہو مختص بالذبح ہو تب بھی بوجہ اشتراک علت حکم عام ہے۔ پس جانور وشیرینی میں جب تصرف بنیت تقرب الی غیر اللہ متقرر ہو جائے وہ حرام ہو جاتا ہے اور اس تصرف کے فسخ سے علت عود کر آتی ہے، فتاوی امدادیہ جلد ۲ ۱۳۱ میں ہے۔ چھوڑتے ہوئے کو جب کہ چھوڑنے والا اپنے پہلے ارادہ سے باز آکر فروخت کرے تو خریدار کی ملک حلال میں آجائے گا۔ فقط واللہ اعلم ———— ۱۲ سعید احمد

مسئلہ

رحبہ بمعنی ساحت مسجد و زمین فراخ۔ ساحت بفتح حائے مہملہ کشادگی وفضائے مکان ایک مسجد بنی ہوئی ہے پس ایک شخص نے چاہا کہ اس کو توڑ کر دوبارہ اس کو اس عمارت سے مضبوط عمارت کے ساتھ بنا دے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے، کیونکہ اس کو کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ اگر اس کو ولایت حاصل ہوئی یا سب متولی اس کو اجازت دیتے

تو درصور بہتر ہی کہ ممکن تھا۔ نوازل میں لکھا ہے کہ وہ شخص نہیں توڑ سکتا مگر اسی صورت میں توڑ سکتا ہے کہ اسکے خود گرجانے کا خوف ہو۔ یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ بنانے والا اس محلہ کا نہ ہو اور اگر محلہ کا ہو تو محلہ والوں کو اختیار ہے کہ جدید تعمیر سے ہے اس کو بنوادیں اور قندیلیں لٹکادیں لیکن اپنے ذاتی مال سے کریں مسجد میں جو وقف ہو اس مال سے نہیں جب تک کہ قاضی سے اجازت حاصل نہ کریں" کذا فی الخلاصۃ"

اور محلہ والوں کو اختیار ہے کہ مسجد میں پانی کے مٹکے اس غرض سے رکھیں کہ اس سے پانی پیا جاوے یا ان سے وضو کیا جاوے جب کہ مسجد کا بنانے والا معلوم نہ ہو۔ اگر معلوم ہو تو مسجد کا بنانے والا ہی اولیٰ ہے، یہ ذخیرہ میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے مسجد بنوائی پھر مر گیا پھر مسجد والوں نے چاہا کہ اس کو توڑ کر اس میں بڑھاویں تو ان کو یہ اختیار ہے، اور میت کے وارث ان کو منع نہیں کر سکتے ہیں، اور اگر مسجد والوں نے چاہا کہ راستہ میں سے اس میں بڑھاویں، تو میں ان کو یہ اجازت نہ دونگا۔ یہ محیط سرخسی میں ہے آہ

اگر کوئی ایک شخص یا جماعت یہ چاہیں کہ مسجد کو توڑ کے اس سے بھی زیادہ مضبوط بنوائیں تو اگر یہ ڈر ہو کہ گرا کے نئے سرے سے نہ بنوائی جائے گی تو خود گر پڑے گی، تو یہ شخص اور جماعت اہل محلہ میں سے ہو یا نہو، دونوں صورتوں میں اس شخص یا جماعت کو جائز ہوگا کہ گرا کے نئے سرے سے مسجد بنادے (لیکن اپنے مال سے نہ کہ مال مسجد سے الا بامر القاضی) اور اگر یہ ڈر نہ ہو تو اگر یہ شخص اہل محلہ میں سے ہو تو جائز ہے کہ گرا کے مسجد اپنے مال سے نئے سرے سے بنائے، اور اگر اہل محلہ میں سے نہ ہو تو اگر اہل محلہ اجازت دیدیں، تو اپنے مال میں سے (نہ کہ مال مسجد سے) نئے سرے سے بنائے، اور اگر نہ تو اہل محلہ میں سے ہو اور نہ اہل محلہ نے اجازت دی ہو تو اپنے مال میں سے بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم ——— سعید احمد

سوال

زید نے ایک مکان خریدا مگر ابھی اس پر زید کا قبضہ نہیں ہوا تھا کہ اس نے اس مکان کو وقف کر دیا وقف کرنے کے بعد زید بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ ابھی تک زید اور اس کے وارثوں وغیرہ میں سے کسی کا اس کے مکان پر قبضہ نہیں ہوا ہے اور نہ زید نے اس کا کوئی متولی مقرر کیا ہے

یسی صورت میں یہ وقف صحیح ہوا یا نہیں ۔ بینوا و توجروا

الجواب

چونکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لزوم وقف کے لیے تسلیم واقف وقبض متولی شرط نہیں ہے اور یہی محققین کے نزدیک اوجہ ۔ اور اسی پر فتوی ہے ۔ اسلئے صورت سئولہ میں اگر ثمن مکان موقوفہ ادا ہو چکا ہے ۔ یا ترکہ واقف متوفی سے ادا ہو سکتا ہے تو وقف باقی ہے ورنہ باطل ہو جاوے گا ۔ فقط واللہ اعلم ——— سعید احمد

مسئلہ

۱ متولی ابو یوسف رحؒ کے نزدیک وکیل واقف ہے ۔ اور محمدؒ کے نزدیک وکیل فقراء ہے ۔

۲ اگر واقف نے اپنے لئے عزل کی شرط کر لی ہو تب تو باتفاق اس کو اختیار عزل ہے اور اگر شرط نہ کر لی ہو تو ابو یوسف رحؒ کے نزدیک اس کو اختیار عزل ہے ۔ محمدؒ کے نزدیک نہیں ہے ۔

۳ لزوم وقف کے لئے محمدؒ کے نزدیک تسلیم الی المولی ضروری ہے ۔ ابو یوسف رحؒ کے نزدیک ضروری نہیں ۔ بدون تسلیم کے بھی محض قول سے لازم ہو جاتا ہے

۴ اختلاف ثانی میں ہے اختلاف اول پر اور اختلاف اول میں ہے ۔ اختلاف ثالث پر اور یعنی چونکہ امام محمدؒ کے نزدیک لزوم وقف کے لئے تسلیم شرط ہے ۔ اور یہ چاہتا ہے کہ ان کے نزدیک متولی وکیل واقف نہ ہو ورنہ اس کا قبضہ قبضہ واقف ہونے سے شرط تسلیم بے سود ہو گی بخلاف ابو یوسف رحؒ کے کہ چونکہ انکے نزدیک تسلیم الی المولی شرط نہیں اسلئے متولی وکیل واقف ہو سکتا ہے ۔ اور جب ابو یوسف رحؒ کے نزدیک متولی وکیل واقف ہوا تو واقف کو اسکے عزل کا بدوں شرط بھی اختیار ہو گا ۔ اور محمدؒ کے نزدیک وکیل فقرا تو واقف کو بدوں شرط یہ حق نہ ہو گا ۔ واللہ اعلم ——— ۱۲ سعید احمد

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک وقف کا متولی تھا جو کہ نیک اور رقیق القلب انسان ہے. حاجت مند زید کے پاس آتے رہتے تھے، وہ اپنے پاس سے انکی خدمت کیا کرتا تھا اور وقف کی آمدنی میں سے بھی کر دیتا تھا. وقف کی آمدنی میں جو اس مصرف میں خرچ کر دیتا تھا تو اس کا کوئی حساب نہیں رکھتا تھا، ان حالات کے باعث اس کو تولیت سے ہٹا دیا گیا اور اب خالد متولی ہو گیا اب خالد کو سختی سے اس کی حساب فہمی و مطالبہ کرنا چاہئے. یا رعایت برتنا چاہیئے، مثلاً کم رقم پر مصالحت کر لی جائے تو جائز ہے یا نہیں۔

المستفتی

محمد خلیل الرحمن

جواب از عالم بے مثال حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی

الجواب

ذاتی دیون میں دائن کا مدیوں سے کمی پر قصید کر لینا بلا شبہہ جائز اور مستحسن ہے. مگر وقف کا معاملہ اور متولی کے اختیارات جداگانہ نوعیت رکھتا ہے اس کو حق نہیں کہ متولی سابق کے ذمہ وقف کی جو رقم ہے، اس میں چھوڑ دے، ہاں صورت مذکورہ میں اگر بیان سائل صحیح ہے. تو متولی سابق نے جو رقوم کہ خرچ کی ہیں وہ خرچ کو مصارف وقف میں کسی نگران کو اپنی نیک نفسی کی وجہ سے وقف کے حساب میں شامل کر کے مطالبہ میں سے منہا کر سکتا ہے

المجیب

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

حج فلم و جنت دوزخ
کا
تماشہ شعائر اللہ کی توہین ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج فلم دیکھنے میں کیا کچھ زیادہ گناہ ہے ؟

بینوا و توجروا

المستفتی

ولی اللہ

الجواب

سینا دیکھنا مطلقاً حرام ہے اور حج فلم یا جنت دوزخ کا تماشہ وغیرہ یا دیگر شعائر اللہ کا تماشہ دیکھنے یا دکھانے میں توہین شعائر اللہ کے سخت ترین جرم میں مبتلا ہونا بھی ہے

المجیب

سعید احمد

ضمیمہ ثانی

متعلق

مسائل لاوڈ اسپیکر در نماز

اس ضمیمہ میں پہلے

تلمیذ افقہ العالم کے تحریر کردہ مسائل ہیں

بعدہٗ

علمائے محققین کے تحریر کردہ فتوے ہیں

مسائل

از قلم

سید ارشد حسن تلمیذ افقہ العالم محقق اعظم جناب مولانا مفتی سید احمد صاحب لکھنوی

مسئلہ

آلات جدیدہ کے شرعی احکام صفحہ ۴۸ میں صرف ۷ جزئیوں پر نظر کر کے فساد نماز کا صرف تین صورتوں میں حصر کردیا گیا ہے۔ اور لاؤڈ اسپیکر میں نماز کے مسئلہ کو فساد نماز کی تینوں صورتوں سے بچانے کی سعی کی گئی ہے۔ وہ تین صورتیں درج ذیل ہیں

۱۔ خارج سے تعلیم و تعلم و تلقن پایا جانا۔
۲۔ کسی خارج شخص کی بات کا جواب
۳۔ امر غیر اللہ کا نماز میں اتباع ۔

تفصیلات درج ذیل ہیں

خارج سے تعلیم و تعلم و تلقن پایا جانا

اس ضمن میں تین باتیں تحریر طلب ہیں

الف:۔

جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول عالم باعمل فاضل اجل جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے آلات جدیدہ کے شرعی احکام کے صفحہ ۲۵ پر فراخ دلی کے ساتھ حقیقت کا اعتراف فرمایا ہے جو درج ذیل ہے۔

"اصل آواز اور اس آلہ کی آواز کا فرق اس قدر دقیق ہے کہ اس کو عوام تو کیا خود ماہرین سائنس کو بھی واضح نہ ہوا، اس ہی لئے اس میں اختلاف رہا تو ایسی تدقیقات فلسفیہ جس کا ادراک ماہر فن بھی مشکل سے کریں احکام شرعیہ کا مدار نہیں ہوسکتیں"

مندرجہ بالا اعتراف کے بعد اطلاع ظاہری وحسی کا اعتبار کرنا پڑے گا، یہ بات روز روشن کی طرح روشن ہے کہ اطلاع ظاہری وحسی اس آلہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ لہذا اس آواز کو آلہ کی آواز کہا جائیگا مثلاً بچے جو سیٹی بجاتے ہیں اس کو کوئی بچہ کی آواز نہیں کہتا، مثلاً بانسری کی آواز کو بانسری

بجانے والے کی آواز نہیں کہا جاتا۔ بلکہ بانسری کی آواز کہا جاتا ہے۔

افقہ العالم محقق اعظم حضرت مولانا سعید احمد صاحب لکھنوی مفتی اعظم ہند کے ارقام فرمودہ فتوے کے دو اقتباس درج ذیل ہیں۔

اقتباس اول :۔ احکام شرعیہ عملیہ کی بنا عرف و فہم عام پر ہے دوسرے فن والوں کی تحقیقات و تدقیقات پر نہیں ہے، تاکہ اللہ کا ہر بندہ بآسانی اس کے احکام کی تعمیل کر سکے۔

اقتباس ثانی :۔ آلہ مکبر الصوت سے آواز نکلنے کی حالت ہی ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ امام اس وقت یہ الفاظ نکال رہا ہے، اور یہی معنی دلالت کے ہیں۔ اسلئے یہ آلہ بھی معلم و ملقن و دال ہوا۔ اور اسکی دلالت کے مطابق کاربند ہونا تلقن من خارج ہونے سے مفسد نماز ہوا۔

ب :۔

یہ کہنا کہ اس آلہ کے ذریعہ تذکر حاصل ہوتا ہے، یعنی خود کوئی بات یاد آجاتی ہے۔ یہ صحیح نہیں۔

وجوہ درج ذیل ہیں۔

اول :۔ تذکر اتفاقی چیز ہے۔ اور لاؤڈ اسپیکر مکبر کا کام انجام دینے کے لئے قصداً و ارادۃً لگایا جاتا ہے مثلاً یہ کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ہماری گھڑی نے ابھی بارہ گھنٹے بجائے تو ہمیں گھڑی کے ذریعہ یہ بات نہیں معلوم ہوئی، بلکہ جیسے ہی اس نے بارہ بجائے تو ہمیں خود یاد آگیا کہ بارہ بجے ہیں۔ حقیقت یہ ہے، کہ ایسے مواقع پر تذکر پائے جانے کی گنجائش نہیں ہے۔

دوم :۔ جس غرض سے مکبر نماز میں ہوتے ہیں وہی غرض پوری کرنے کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگایا جاتا ہے۔

آلہ مکبر الصوت کا نام بھی اشتراک غرض پر گواہ ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اس کی حیثیت مکبر کی نہیں ہے بلکہ اسکے ذریعہ بات یاد آجاتی ہے یہ کہاں تک صحیح ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ مکبر خارجی ہے قصداً و ارادۃً مکبر کا کام انجام دینے کے لئے لگایا گیا ہے۔ تذکر کی بحث یہاں لانا بے محل ہے۔ آلہ یہاں مبلغ کا کام انجام دے رہا ہے، جو نماز میں داخل نہیں نماز میں جو مکبر ہوتے ہیں انکے لئے فقہاء نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اپنی تکبیر سے نیت تکبیر تحریمہ اور عبادت کی کریں، اور اگر محض دوسروں کو آواز پہونچانے کی غرض سے تکبیر کہہ دی جائے تو ان مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، جو اس کی آواز پر نماز ادا کر رہے ہیں۔

شامی میں ہے۔ "المبلغ اذا قصد التبلیغ فقط خالیا عن قصد الاحرام فلا صلوۃ لہ و لالمن یصلی بتبلیغہ فی ہذہ الحالۃ لانہ اقتدی بمن لم یدخل فی الصلوۃ "

ج:۔

اور یہ کہنا کہ یہ آلہ صلاحیت نماز نہیں رکھتا اسلئے تلقن خارج ہو کر فساد نماز ہونے کا یہاں کوئی موقع نہیں، یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ چڑیا اور گنبد بھی تو صلاحیت نماز نہیں رکھتے۔ امام نے تکبیر کہی چڑیا نے نقل کر دی یا یہ کہ امام نے تکبیر کہی گنبد سے بھی تکبیر کی آواز آئی، چڑیا یا گنبد کی آواز پر مقتدیوں نے نماز ادا کی تو فقہا نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ حالانکہ نہ گنبد صلاحیت نماز رکھتا ہے نہ چڑیا

جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول جناب مولانا مفتی عبد الغنی صاحب قبلہ صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی کے فتوے کا اقتباس درج ذیل ہے۔

" شامی نے مفسدات نماز میں لکھا ہے" لانہ تلقن من خارج عنایہ شرح ہدایہ میں ہے" والتلقن من الغیر مفسد لامحالۃ "غیر د خارج" میں ہر وہ شے داخل ہے جو نماز میں شریک نہ ہو، خواہ وہ حیوان ہو یا انسان جاندار ہو یا بے جان۔ ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول۔ مکلف ہو یا غیر مکلف

کسی خارج کی بات کا جواب ہونا

یہ مسئلہ یہاں بحث سے خارج ہے

امر غیر اللہ کا نماز میں اتباع

اس مسئلہ میں تین امور تحریر طلب ہیں

الف:۔

آلات جدیدہ کے شرعی احکام کے صفحہ ۵ میں ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں لگا ہو تب بھی اتباع تو امر الٰہی کا ہو رہا ہے" اور ثبوت یہ پیش کیا ہے" وارکعوا مع الراکعین "اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر" فاذا رکع فارکعوا واذا سجد فاسجدوا " ان احکام کی تعمیل کی جا رہی ہے۔

یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہ آسکی، کیونکہ ثبوت پیش کیا جا رہا ہے اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ امام کی اطاعت کرنی چاہئے، یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ تکبیرات انتقال کی خبر خارج سے پہونچے تو اس کی بھی اتباع کرنی چاہئے

یہ بات ابھی ثابت کرنی باقی ہے، کہ تکبیرات انتقال کی خبر خارج سے پہونچے، یہ بھی اتباع امر اللہ میں داخل ہے۔

ب :۔

یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ آلہ مکبر الصوت سے جو آواز نکلتی ہے اس کو آلہ کی آواز کہا جائے گا، لہذا اتباع امر اللہ پائے جانیکا وہم و گمان تک پیدا نہیں ہو سکتا۔

ج :۔

یورپ کی اتباع میں مسلمان اس قدر غرقاب ہیں کہ رہن سہن، عریاں لباس، نمود و نمائش طرز فکر سب یورپ کا اختیار کر لیا ہے، مسلمان اس قاعدہ فقہیہ سے بے خبر ہیں کہ " استحسان کفر بھی کفر ہے "

یورپ کی اتباع کرنے میں مسلمان روز ترقی کر رہے ہیں، نوبت بایں جا رسید کہ مسلمانوں کو اب عبادات میں بھی بلا نمود و نمائش کے لطف نہیں آتا، خشوع و خضوع جو روح نماز ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں کر کے خشوع و خضوع کو بھی قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ لاؤڈ اسپیکر لگا کر اتباع امر اللہ پائے جانے کی تو کوئی گنجائش نہیں، ہاں اتباع یورپ پوری طرح پایا جا رہا ہے۔

تین صورتیں جن میں نماز کے فساد کا حصر فرمایا گیا تھا ان کے شعبدہ سے فارغ ہو گئے

اب ان تین صورتوں کا عطر نکال کر (اللہ جانے کس طرح) دو صورتیں قائم کر دی ہیں، آلات جدیدہ کے شرعی احکام کے صفحہ ۵ میں ہے! " خارج سے استمداد یا استفادہ مطلقاً مفسد نماز نہیں، جبتک کہ وہ عمل کثیر یا کلام الناس کی حد میں داخل نہ ہو "

یہ بات روز روشن کی طرح روشن ہو چکی ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر خارج سے تعلیم و تعلّم بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، آلات جدیدہ کے شرعی احکام کے صفحہ ۵۰ میں عمل کثیر کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے۔

" خارج سے تعلیم و تعلّم پایا جانا بھی عمل کثیر ہے " لہذا نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانے سے عمل کثیر پایا گیا، جس کو بنائے فساد نماز قرار دیا گیا تھا۔

مسئلہ

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں آواز کی عینیت اور غیریت کی تحقیق سائنس داں سے کرنا جائز نہیں لیکن تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سائنس داں سے پوچھا جا سکتا ہے تو اس سائنسدانوں کی بات ماننا چاہئے جو لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو امام کی آواز نہیں قرار دیتے، یہاں ان سائنس دانوں کی بات ماننا چاہیے کہ جو لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو امام کی آواز قرار دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک قاعدہ فقہیہ پیش کرتا ہوں "الاخذ بالاحتیاط فی الباب العبادات واجب" لہٰذا اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سائنسدانوں سے پوچھا جا سکتا ہے تو، ان سائنسدانوں کی بات تسلیم کی جاوے گی جو لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو امام کی آواز کا غیر کہتے ہیں،

مسئلہ

جہر قرأت عبادات داخلہ نماز میں سے ہے جس کا محل زبان طاہر مسلم ہے۔ آلہ مکبر الصوت ذیاں نہیں ہے اسلئے (بوجہ انتفائے محلیت) اس سے یہ کام لینا ناجائز ہے۔

مسئلہ

جب لوگ عام طور پر کسی فعل قبیح میں مبتلا ہوں تو کن مواقع پر رعایت دی جاتی ہے، اور کن مواقع پر پوری سختی سے کام لیا جاتا ہے

حضرت حکیم الامت مجدد ملت فقیہہ بے مثال عالم باکمال جناب مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات (بزم جمشید) میں ہے

"عام وباء روحانی کو اگر علماء سختی سے نہ روکیں گے تو کامیابی نہ ہو گی

سید الطائفہ قطب عالم حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ بدعت بہت تیزی سے پھیل رہی ہے تو بہت سختی سے روکا اور ان باتوں کو بھی روک دیا جو فی نفسہ جائز تھیں، لیکن بدعت پھیلنے میں کچھ ممد ہو رہی تھیں۔

آج کل مسلمانوں میں عام طور پر یہ وبا پھیل رہی ہے کہ اسلامی طرز فکر چھوڑتے جا رہے ہیں، یورپ کا طرز فکر اختیار کرتے جا رہے ہیں، جن فانی اور نمود و نمائش کے دل دادہ ہوتے جا رہے ہیں، نوبت بانیجا رسید کہ اب عبادات میں بھی اگر نمود و نمائش نہ ہو تو انہیں لطف نہیں آتا، حقیقت فنا ہونے کی کچھ فکر نہیں رہی، خشوع و خضوع روح نماز ہے، جو کہ لاؤڈ اسپیکر لگنے کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو خشوع وخضوع کو نماز کے ارکان میں داخل کر دیا ہے، پہلے مسلمان ادب کے ساتھ تلاوت قرآن کرتے تھے۔ اب مسلمانوں نے ادب ترک کر دیا ہے، حالانکہ ادب اسلام کی روح ہے۔

بے ادب محروم گشت از فضل رب

اب بے ادبی کا یہ عالم ہے کہ ریڈیو پر قرآن پڑھا اور سنا جائے گا جب کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ہوٹل میں ریڈیو پر قرآن مجید پڑھا جا رہا ہے۔ اور مسلمان فحش کلامی میں مصروف ہیں، اور گھروں میں ریڈیو پر قرآن پڑھا جاتا ہے اور گھر والے باتوں میں مصروف ہیں۔ حالانکہ صاف حکم موجود ہے " اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا" یورپ کی اتباع میں مسلمان اتنے ظاہر بیں ہو گئے ہیں کہ نہ ادب کا پاس اور نہ حقیقت بینی کے عادی، بلکہ صرف ظاہری سطح حسن فانی، مادیت وشہرت مد نظر ہے۔

اگر کسی مکان میں ریڈیو پر کلام پاک کی تلاوت ہو رہی ہے تو محلہ بھر جان جائے گا کہ یہ بہت دیندار آدمی ہیں، اگر خود تلاوت کرتے تو یہ مقصد حاصل نہ ہوتا۔

اسلامی علوم عالیہ کی اصل حقیقت بھی مسلمانوں کو محبوب نہ رہی صرف ظاہری سطح پر اکتفا کر لی گئی ہے اسی لئے اب محقق علماء پیدا نہیں ہوتے جس کے لیے ارشاد ہے "موت العالم موت العالم"۔

خلاصہ یہ کہ مسلمان ہر معاملہ میں اب مادیت، نمود و نمائش اور ظاہر بینی کی طرف مائل ہیں، حقیقت پر نظر کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اگر علماء کرام اس وباء کو سختی سے نہ روکیں گے تو قوم کا حشر اچھا نہ ہو گا۔

ابتلاء عام و عموم بلوی میں جو رعایتیں دی جاتی ہیں وہ مضطرین کے لئے ہیں نہ کہ مجرمین کیلئے نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا مسلمانوں نے بطیب خاطر خود اختیار کیا ہے۔ لہذا مجبوری و پریشانی کی مد میں نہیں داخل ہو سکتا۔

ابتلائے عام و عموم بلوی کا حکم اس وقت دیا جاتا ہے، جب کوئی انتہائی مجبوری ہو جس سے بچنا ناممکن الوقوع ومتعذر ہو

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول جناب مولانا مفتی شفیع صاحب قبلہ مدظلہ العالی آلات جدیدہ کے شرعی احکام کے صفحہ ۵۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔

" لاؤڈ اسپیکر کے نماز میں استعمال کے لئے ضرورت کوئی داعی نہیں بلکہ اسلام کا سادہ اور مسنون طریقہ مبلغ اور مکبر کے ذریعہ آواز کو دور تک پہونچانے کا کھلا ہوا اور بے غبار" حضرت مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ ضرورت کوئی داعی نہیں جس سے صاف ظاہر ہے، کہ

مجبوری کسی قسم کی نہیں ہے، لہذا ابتلائے عام و عموم بلوٰی کے ذریعہ رعایت دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عالم بے مثال فقیہہ باکمال جناب مولانا مفتی عبد الغنی صاحب صدر المدرسین مدرسہ امینیہ دہلی نے فتوے میں ارقام فرمایا ہے۔

" بالقصد تلقن من الخارج اور اقتدا، بالغیر سے نماز کے فساد کے حکم میں آج تک کسی فقیہہ نے عموم بلوی کا اعتبار نہیں کیا "

اور عرب کا معاملہ جو پیش کیا جاتا ہے، تو آجکل کا عرب ہمارے لئے نمونہ نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا عرب ہمارے لئے نمونہ تھا۔

مسئلہ

خطبہ میں بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز ہے۔ وجوہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ تغییر سنت نبویہ معمولہ فی الشرق والغرب

۲۔ جب ہماری سہولت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اصل خطیب کے نائب مقرر کر کے تمام حاضرین کو خطبہ سنانا جو کہ ممکن اور سہل تھا اختیار نہیں کیا گیا، صرف ایک خطیب کے خطبہ پر اکتفا کر لی گئی، حالانکہ ضرورت تبلیغ اس زمانہ سے زیادہ تھی، اور سب حاضرین تک آواز نہیں پہونچتی تھی۔ آواز نہ پہونچنے کی وجہ سے جنہیں خطبہ سنائی نہیں دیتا تھا انہیں چپ بیٹھے رہنے کا حکم دیا گیا۔

۳۔ خطبہ میں لاؤڈ اسپیکر لگانا زبان حال سے یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک کے خطبے ناقص تھے۔

۴۔ خطبہ میں لاؤڈ اسپیکر لگانا اسراف مال و وقت و تکلف و غلو فی الدین ہے، جو کہ ناجائز ہے۔

علمائے محققین کے تحریر کردہ فتوے

مقدمہ استفتاء

مسائل شرعیہ کی باگ ڈور دوسرے کو دینا منشار شارع کے خلاف ہے، اگر کسی مسئلہ کی بنا، شریعت پر نہ ہو، بلکہ کسی اور فن پر ہو، تب وہ چیز کہ جس پر اس مسئلہ شرعیہ کی بناء ہے، اسکی بابت عام لوگوں (غیر اہل فن) کی رائے شریعت لیتی ہے عام نظر آسانی سے جس نتیجہ پر پہونچتی ہے اس کو شریعت تسلیم کرلیتی ہے تب شریعت اصل مسئلہ شرعیہ کا خود فیصلہ کرتی ہے: نتیجہ یہ نکلا کہ دوسرے فن والوں سے یا اس فن کا اثر قبول کردہ لوگوں سے جب پوچھنا ہو تو شریعت ان سے پوچھنا پسند نہیں کرتی۔

مثلاً یہ کہ چاند ہوا یا نہیں ہوا، اس کا فیصلہ علم ہیئت والوں پر نہیں رکھا جاتا

مثلاً یہ مسئلہ کہ عورت حالت حیض میں نماز نہیں پڑھ سکتی حالت استحاضہ میں پڑھ سکتی ہے، لہذا یہ معلوم کرنا ضروری ہوا کہ کب تک حیض آیا اور کب سے استحاضہ شروع ہو گیا حیض اور استحاضہ کے خون میں تمیز کر لینا یہ فن طب سے تعلق رکھتا ہے لہذا طبیب اس کا فیصلہ کرسکتا ہے، چونکہ مسائل شرعیہ کی باگ ڈور دوسرے فن والے کے ہاتھ میں دینا منشار شارع کے خلاف ہے، اسلئے شریعت نے طبیب سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا بلکہ عورتوں کی عام عادتیں معلوم کرکے شریعت نے فیصلہ کر دیا کہ دس دن کے اندر اندر خون حیض اور دس دن کے بعد خون استحاضہ شمار ہوگا۔

لیکن اگر کبھی عام لوگوں (غیر اہل فن) کی رائے پر چھوڑنے میں سخت مضرت کا اندیشہ ہو تب (بدرجہ مجبوری خلاف قیاس) اہل فن سے بھی شریعت اس بات کے دریافت کرلینے کی اجازت دیتی ہے جس بات پر کہ اس مسئلہ شرعیہ کی بنا رہو،

مثلاً یہ کہ مریض روزہ رکھنے کے قابل ہے یا نہیں، اس بات کو اگر عام لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا جائے تو مریض کو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں بدرجہ مجبوری خلاف قیاس طبیب سے پوچھنے کی اجازت شریعت دیتی ہے، لیکن حکم خلاف قیاس اپنے مورد پر منحصر رہتا ہے،

استفتاء بنظر وجوہ بالا

نماز کی حالت میں امام کے سامنے لاؤڈ اسپیکر لگانا مفسد نماز ہے یا نہیں، اس مسئلہ شرعیہ کی بنا راس بات پر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے جو آواز نکلتی ہے یہ اس لاؤڈ اسپیکر میں بولنے والے

کی پوری پوری آواز ہے یا نہیں، یہ بات فلسفہ سے تعلق رکھتی ہے، اور سائنس سے بھی کچھ تعلق رکھتی ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کا فیصلہ فلاسفہ اور سائنس دانوں سے کرانا چاہیئے یا عام لوگوں کی شناخت سے اس کا فیصلہ کرانا چاہیئے۔ جیسا کہ مقدمہ استفتاء میں مذکور ہے۔

المستفتی

سید ارشد حسن محلہ ابوالبرکات قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور

جناب مولانا مسعود احمد صاحب قبلہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند کے ارقام فرمودہ جوابات درج ذیل ہیں۔

الجواب

اس بات کا فیصلہ کہ لاؤڈ اسپیکر سے جو آواز آتی ہے وہ بولنے والے کی اصل آواز ہوتی ہے یا صدائے بازگشت ہوتی ہے، جو لوگ اس فن کے ماہر ہیں ان سے یہ فیصلہ کرانا چاہیئے، اسلئے باقی شقوں کے جواب کی ضرورت نہیں رہتی، عوام سننے والوں کا قول معتبر نہیں ہے۔

المجیب

مسعود احمد عفا اللہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند

عرض مستفتی

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شق متعین کی گئی ہے۔ اس کے دلائل شرعیہ کیا ہیں، اور دوسری شق کا رد کیا ہے۔

المستفتی

سید ارشد حسن

الجواب

دلیل یہ ہے کہ جو شخص جس فن کا ماہر ہوتا ہے اسی کا قول اور اسی کی تحقیق معتبر ہوتی ہے عوام کی رائے کا اعتبار نہیں ہوتا

المجیب

مسعود احمد نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔

عرض مستفتی

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول عالم باعمل فاضل اجل جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام کے صفحہ ۳۵ پر) اس حقیقت کا اعتراف فرمایا ہے، کہ دوسرے فن والے کے ہاتھ میں شریعت کی باگ ڈور دینا مناسب نہیں۔

حضرت مولانا موصوف کی عبارت عالیہ درج ذیل ہے۔

"اصل آواز اور اس آلہ کی آواز کا فرق اس قدر دقیق ہے کہ اس کو عوام تو کیا خود ماہرین سائنس کو بھی واضح نہ ہوا اسی لئے ان میں اختلاف رہا تو ایسی تدقیقات فلسفیہ کہ جن کا ادراک ماہر فن بھی مشکل سے کریں احکام شرعیہ کا مدار نہیں ہو سکتی" علاوہ بریں سیدی وسندی واستاذی افقہ العالم محقق اعظم جامع فنون عقلیہ حامل علوم نبویہ جناب مولانا سید احمد صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم ہند نے فتوے میں تحریر فرمایا ہے

"احکام شرعیہ علیہ کی بناء عرف وفہم عام پر ہے۔ دوسرے فن والوں کی تحقیقات و تدقیقات پر نہیں ہے۔ تاکہ اللہ کا ہر بندہ بآسانی اس کے احکام کی تعمیل کر سکے،،

علاوہ بریں ——— آقائی ومولائی ومرشدی سراج السالکین تاج العارفین ہادی راہ یقین امام المتقین سند الکاملین زبدۃ العارفین فخر المحدثین جنید وقت شبلی دوراں جناب مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان فیض ترجمان سے بھی میں نے ایک دن سنا، ملفوظات عالی درج ذیل ہیں۔

"شریعت کو دوسرے فنون کا تابعدار بنانا ناجائز ہے اگر جائز ہوتا تو رمضان کا چاند ہونے نہ ہونے کی بابت اہل فن ہیئت والوں سے تحقیق کرنے کی اجازت ہوتی"

یہ ملفوظ شریف سن کر میں نے بارگاہ عالی میں عرض کیا کہ امام کے سامنے لاؤڈ اسپیکر لگانے کے سلسلے میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز کی عینیت اور غیریت کا مسئلہ سائنس داں سے پوچھنا بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی قاعدہ کلیہ کے ذریعہ ناجائز ہے

ارشاد عالی ہوا کہ "تمہاری بات صحیح معلوم ہوتی ہے"

جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول فقیہہ عصر وحید دہر جناب مولانا مفتی عبدالغنی صاحب مدظلہ صدر المدرسین مدرسہ امینیہ دہلی کا تحریر کردہ جواب عالی درج ذیل ہے۔

الجواب

کوئی واقعہ جدیدہ ہو یا قدیمہ ہر مسئلہ شرعی کی بنا اصول شرعیہ ہی پر ہوگی، چنانچہ صوم و فطر کا مدار رویت ہلال پر ہے نہ کہ فن ہیئت و نجوم پر، حیض و استحاضہ کے خون کا فرق ہرگز طب پر موقوف نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح مسئلہ حادثہ بدعیہ جو فی زمانا درپیش ہے (یعنی لاؤڈ اسپیکر امام کے آگے لگانے کا مسئلہ) فلاسفہ و ماہرین سائنس سے یہ تحقیق کرنا کہ یہ آواز امام کی آواز ہے یا نہیں اصول شریعت کے خلاف ہے اور بیماری کی حالت میں طبیب حاذق سے یہ پوچھنا کہ روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ ہوگا یا نہیں، خلاف قیاس جائز ہے

المجیب

محمد عبدالغنی غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بولنے والے کی اصل آواز ہے یا نہیں اسی ضمن میں صدائے بازگشت کی حقیقت پر بھی روشنی ڈالی جائے تو بہتر ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی

سید ارشد حسن

الجواب

کسی غیر فن والے کی تحقیق پر مسائل شرعیہ کا مدار نہیں ہے اور اس سلسلہ میں جنا

جاننے کی ضرورت ہے اتنا سب جانتے ہیں کہ سیٹی کی آواز کو سیٹی بجانے والے کی آواز نہیں کہا جاتا. گنبد سے جو آواز نکلتی ہے اس کو گنبد ہی کی آواز کہا جاتا ہے۔

اگر لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو کوئی شخص بولنے والی کی آواز کہدے تو یہ عرف عام کے خلاف ہے فنی تحقیقات پر بحث کی کوئی حاجت نہیں لیکن تبرعا کی جارہی ہے۔

بولنے والے کی آواز ہوا کی ان لہروں کا نام ہے جو اس کے قرع لسانی سے پیدا ہوتی ہیں اور آگے بڑھتی رہتی ہیں اور کان کے پردے یا میکروفون یا کسی اور شے سے ٹکرا کر ختم ہو جاتی ہیں۔

لاؤڈ اسپیکر کی آواز کی حقیقت یہ ہے کہ متکلم کے قرع لسانی کی ہوائی لہریں ڈائی پر ٹکرا کر میکروفون میں داخل ہو کر تانبے کے ٹھوس تار میں سے نہیں گذرتیں اور نہ ان میں اس کی صلاحیت ہے بلکہ میکروفون میں بجلی کے کرنٹ سے متصادم ہو کر اپنی لہروں کے مماثل برقی لہریں پیدا کرتی رہتی ہیں اور آلہ امپلی فائر سے بجلی کی لہروں کو صاف اور بلند بنایا جاتا ہے، پھر برقی لہریں تانبے کے تار میں سے گذر کر ہارن کے ساتھ آلہ سماعت یعنی یونٹ سے ٹکرا کر جو کی ہوا کے ساتھ شدت سے متصادم ہوتی ہیں اس سے فضا کی ہوا میں پھر اسی طرح کی جدید ہوائی لہریں قابل سماعت پیدا ہوتی ہیں جو سامعین کو سنائی دیتی ہیں لہٰذا یہ آواز لاؤڈ اسپیکر میں بولنے والے کی آواز ہرگز نہیں ہے، بلکہ قرع در قرع نقل در نقل اور حکایت در حکایت ہے۔ قاعدہ ہے ہر ٹکر پر نئی نقل پیدا ہوتی ہے"

یہ خیال بالکل غلط ہے کہ متکلم کے قرع لسانی کی ہوائی لہریں بغیر ٹکرائے لاؤڈ اسپیکر کے سوراخ میں گھس کر بجلی کے ٹھوس تار سے صحیح سالم گذر کر ہارن سے نکل کر سنائی دیتی ہیں، کیا لاؤڈ اسپیکر محض ایک پائپ ہے جس سے ہوا پار ہو کر گذر جاتی ہے، اور لاؤڈ اسپیکر میں کئی آلات ڈائی میکروفون، برقی تار، امپلی فائر اور یونٹ) جو لگے ہیں کیا یہ سب بیکار ہیں۔

لاؤڈ اسپیکر سے نکلنے والی آواز کے مقابلہ میں صدائے بازگشت اصلی آواز سے قرب رکھتی ہے، کیونکہ ایک ٹکر ہو کر ایک مرتبہ نقل پیدا ہوتی ہے اور لاؤڈ اسپیکر کی آواز میں بہت سے ٹکر ہونے کی وجہ سے نقل در نقل ہوتی چلی گئی ہے۔

صدا یعنی جو آواز ٹکرائی ہوئی خالص گنبد یا پہاڑ یا صحرا یا اور کسی چیز سے ٹکرا کر اس مقام پر

سنی جاتی ہو جہاں کہ آواز محکی عنہ کا کہ سنائی دینا یقینی ہو تو یہ (باتفاق ماہرین طبعیات وفقہائے امت) بولنے والے کی اصل آواز ہرگز نہیں بلکہ اس کی نقل اور حکایت محض ہے ان دونوں میں عینیت ہرگز نہیں بلکہ مغائر بالذات ہیں۔

بحث صدائے بازگشت

از شرح مقاصد

الصدی وہو ان الہواء اذا تموج وقاومہ جسم املس کجبل او جدار بحیث یرد ذالک الموج الی خلف علی ہیئتہ کما فی الکرۃ الرمیۃ الی الحائط المقاوم لہا حدث من ذلک صوت جدید (شبیہہ بالصوت الاول) ہو الصدی

بحث صدائے بازگشت

از شرح مواقف

الہواء المتموج الحامل للصوت اذا صادم جسما املس کجبل او جدار فیحدث فی الہواء المصادم الراجع صوت شبیہ بالاول وہو الصدی

کبیری و بدایع میں ہے

"انما ہو محاکاۃ ولیس بقراءۃ" فقہائے کرام بالاتفاق صدی وغیرہ کو اصل آواز متکلم نہیں قرار دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ متکلم کی اصل آواز ٹکرانے کے بعد ختم ہو جاتی ہے (خواہ وہ پہاڑ سے ٹکرائے یا گنبد سے ٹکرائے)، پھر جو سنائی دیتی ہے تو وہ اصل آواز نہیں ہے۔ بلکہ اصل آواز کی نقل ہے۔ اور لاؤڈ اسپیکر کے ڈائل سے ٹکرا کر بھی اصل آواز ختم ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ کئی جگہ ٹکر ہوتی ہے اسلئے نقل در نقل ہوتی چلی جاتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب المجیب

محمد عبد الغنی مدرسہ امینیہ دہلی

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لاؤڈ اسپیکر اگر امام کے سامنے لگا ہو تو ان مقتدیوں کی (جو امام کی اصل آواز نہیں سن رہے ہیں)، نماز ہو جائیگی یا نہیں جب کہ اس آلہ سے تذکر حاصل ہوتا ہے نہ کہ تعلیم وتلقن۔ اور اگر تلقن بھی مان لیا جائے تو بے جان کی تعلیم وتعلم وتلقن تو مفسد نماز نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی

سید ارشد حسن

الجوابُ

افعال صلوٰۃ میں قصداً وعمداً بغیر سہو ونسیان وخطا کے تعلم وتلقن من الغیر اور تلقن من الخارج اور اقتدار بالخارج باتفاق فقہائے امت مفسد نماز ہے۔ شامی نے مفسدات نماز میں لکھا ہے لانہ تلقن من الخارج" عنایہ شرح ہدایہ میں ہے" والتلقن من الغیر مفسد لامحالۃ"۔ غیر وخارج میں ہر وہ شئے داخل ہے جو نماز میں شریک نہ ہو۔ خواہ وہ انسان ہو یا حیوان جاندار ہو یا بیجان ذوی العقول ہو یا غیر ذوی العقول، مکلف ہو یا غیر مکلف۔ لہذا جو لوگ آلہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز اور تبلیغ اور تلقین پر نماز ادا کریں گے انکی نماز فاسد ہو جائیگی۔ شرح صحیح مسلم صفحہ ۲۱۴ لایجوز للمصلی الرجوع فی قدر صلوٰتہ الی قول غیرہ اماماً کان او ماموماً۔

اب یہ بات کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے تذکر حاصل ہوتا ہے تعلیم وتلقن نہیں حاصل ہوتا غلط ہے۔ کیونکہ جیسے مبلغ (داخل نماز) تبلیغ تکبیرات کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں اور ان کی تبلیغ پر نماز کے تمام ارکان ادا کئے جاتے ہیں اسی طرح نماز میں اس آلہ مصنوعی (خارج نماز) کو قصداً مکبر ومبلغ قرار دیدیا گیا ہے یہ مبلغ مصنوعی وخارجی ہے جس کی تبلیغ پر قصداً وارادۃً نماز کے جملہ ارکان کی باقاعدہ اتباع اور اقتدار کی جاتی ہے، یہ تذکر نہیں ہے کیونکہ تذکر اتفاقی چیز ہے اور آلہ لاؤڈ اسپیکر قصداً لگایا جاتا ہے، فقط، واللہ اعلم بالصواب

المجیب

محمد عبد الغنی مدرسہ امینیہ، دہلی

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں لگانا جائز نہیں ہے تب عموم بلوی کی وجہ سے جواز کا حکم ہو جائیگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی

سید ارشد حسن،

الجواب

بالقصد تلقن من الخارج اور اقتدار بالغیر سے نماز کے فساد کے حکم میں آج تک کسی فقیہہ نے عموم بلوی کا اعتبار نہیں کیا، عموم بلوی کسی ضروری مجبوری پر شرعی یا طبعی امر میں کہ جس سے احتراز ناممکن الوقوع اور معتذر ہو اور اس کے ترک کرنے میں حرج عظیم واقع ہوتا ہو تب عموم بلوی کی سمت سے رعایت ملے گی۔ لاؤڈ اسپیکر کے مسئلہ میں عموم بلوی کا سوال نہیں پیدا ہوتا یہ عموم تفریح بلکہ عموم مادہ پرستی ہے۔ واللہ اعلم

المجیب

محمد عبد الغنی ۔ مدرسہ امینیہ دہلی

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض حضرات لاؤڈ اسپیکر کی آواز میں شک وتردد ظاہر فرما کر جواز کے قائل ہو گئے ہیں یہ کیسا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی

سید ارشد حسن

الجواب

اصولاً صورت شک میں بھی فساد نماز کا حکم اور فتویٰ واجب ہو گا، کیونکہ مسافت بعیدہ سے امام کی بعینہ آواز کا غیر مسموع ہونا یقینی امر ہے اور عین صوت کا عدم بلوغ

البعید و پہلے سے متعین ہے ، اور لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو عین آواز امام ہونے میں
شک بھی مان لیا جائے تو اصول کا قاعدہ چلے گا " الیقین لا یزول بالشک ، لہذا الیقین کو
قرار رکھ کر لاؤڈ اسپیکر کی آواز کی اقتدار میں نماز کے فساد کا حکم دیا جائے گا ۔
ملک العلماء بدایع میں لکھتے ہیں " ان الصلوۃ اذا ترددت بین الجواز والفساد ،
الفساد اولی وان کان للجواز وجوہ وللفساد وجہ واحد ۔ واللہ اعلم

المجیب ———
محمد عبد الغنی مدرسہ امینیہ دہلی

لاؤڈسپیکر پر نماز

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ ۱۔ لاؤڈ اسپیکر امام کے سامنے لگا ہوا ور لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر مقتدی نماز ادا کریں تو انکی نماز فاسد ہو جائیگی یا نہیں ۲۔ عیدین اور جمعہ وغیرہ کی نمازوں میں مقتدیوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے بلا لاؤڈ اسپیکر کے نظم قائم نہیں رہتا یہاں دونوں مسائل مفصل ومدلل بیان فرمائے جائیں۔

المستفتی

عبدالقدوس۔ حیدرآباد۔

الجواب

وھو الملھم الی الصدق والصواب

جواب سوال اول

آلہ مکبر الصوت (یعنی لاؤڈ اسپیکر) سے آواز سن کر اس کے مطابق کوئی لفظ زبان پر لانے یا کوئی فعل کرنے سے نماز باطل یا فاسد ہو جاتی ہے مثلاً اس کے کہ اس آلہ سے تکبیر تحریمہ سنکر تکبیر تحریمہ ادا کرے گا یا مکبر اس آلہ سے تکبیر تحریمہ سن کے تکبیر کہے اور اس مکبر کی تکبیر تحریمہ کو سن کر تکبیر تحریمہ کہیگا تو سرے سے نماز ہی شروع نہ ہوگی اور اس تحریمہ کی بنا پر جو نماز پڑھے گا وہ سب بیکار ہوگی اور اگر تکبیرات عیدین سن کر تکبیر کہیگا یا ہاتھ کانوں تک اٹھانے گا یا تکبیر رکوع سنکر اللہ اکبر کہے گا یا رکوع میں جائے گا۔ یا سمع اللہ لمن حمدہ سن کر ربنا لک الحمد کہیگا۔ یا قومہ کی طرف منتقل ہوگا، یا ولا الضالین سنکر آمین کہے گا۔ یا بعد ادا التحریمہ قرات سنکر یعنی یہ سمجھ کر کہ امام قرات کر رہا ہے قیام ہی پر قائم رہیگا یا قرات سنکر ثناء پڑھنے سے رک جائے گا ایسے ہی کوئی اور لفظ سن کر اس پر قولاً خواہ فعلاً کاربند ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس نماز کا جو حصہ پڑھ چکا ہے اور جو پڑھے گا وہ سب بیکار ہوگا اور نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی اس مسئلہ کے ثبوت میں تین دلیلیں پیش کی جاتی ہیں کہ جن میں سے دلیل اول مبنی بر اصل کلی ہے اور دلیل ثانی مبنی بر اصل جزئی ماخوذ عن الاصل الکلی ہے اور دلیل ثالث تائیدی ہے۔

دلیل اول: لاؤڈ اسپیکر سے عین آواز امام پہونچتی ہو یا غیر بتغیر پہونچتی ہو یا بلا تغیر

بر تقدیر چونکہ اس سے آواز سن کر اس پر کاربند ہونا تلقن من خارج ہے اور تلقن من خارج حسب تصریح فقہا مفسد نماز ہے۔ اسلئے اس نے آواز سن کر اس پر قولاً خواہ فعلاً کاربند ہونا مفسد نماز نہ ہوگا۔

تفصیل: یہ کہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ غیر شریک نماز سے (خواہ وہ صلاحیت نماز رکھتا ہو یا نہ) کسی امر پر مطلع و واقف ہو کر اس پر قولاً خواہ فعلاً کاربند ہونا (جو کہ عبارت تلقن من خارج سے ہے) مفسد نماز ہے۔ یہی وجہ ہے جو ایسے شخص سے جو نماز میں نہ ہو یا دوسرے امام کا مقتدی ہو یا دوسری جماعت کا امام ہو یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہا ہو، یا مثل چڑیا و گنبد وغیرہ کے صلاحیت نماز ہی نہ رکھتا ہو اس سے قرات یا تکبیر یا تسمیع یا تحمید یا تسلیم یا کسی اور لفظ کو سن کر یا اس کے قیام یا رکوع یا کسی اور فعل یا حالت کو دیکھ کر اس پر قولاً خواہ فعلاً کاربند ہونا مفسد نماز ہے۔

پس آلہ مکبر الصوت (جو کہ شریک نماز تو کیا صلاحیت نماز بھی نہیں رکھتا ہے) اس کے ذریعہ سے تکبیرات عیدین یا تسمیع یا تکبیرات انتقال، یا قرات یا کوئی اور لفظ سن کر اس پر قولاً خواہ فعلاً کاربند ہونا مفسد نماز ہوگا، عام ازیں کہ یہ آواز جو کہ اس آلہ کے ذریعہ سے سنی گئی یا معلوم کی گئی ہے امام کی آواز ختم ہو چکنے کے بعد نئی آواز پیدا ہو کر پہونچتی ہو یا عین آواز امام میں قوت و بلندی پیدا ہو کر پہونچتی ہو بتشخصہ پہونچتی ہو یا بنوعہ یا بصنفہ بانقلاب پہونچتی ہو یا باستحالہ یا بدوں اس کے بطرز جدید پہونچتی ہو یا بتقلیع بدیع پہونچتی ہو، یا بتقرب یا کسی اور صورت سے، غرض عین آواز امام ہو یا غیر اصل ہو یا نقل بتغیر پہونچتی ہو یا بلا تغیر علی التقدیر اور صورت میں جب کہ ان الفاظ کی سماعت اور ان کا علم اور امام کے قول و فعل پر اطلاع ظاہری و حسی طور پر اس آلہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے تو اس پر قولاً خواہ فعلاً کاربند ہونا تلقن من خارج اور مفسد نماز ہوگا، عنایہ شرح ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۸۶ میں ہے "التلقن من الغیر مفسد لامحالہ" فتح القدیر جلد اول صفحہ ۱۰۶ میں ہے "وتحقیقہ انہ قیاس قراءۃ ما تعلمہ فی الصلوۃ من غیر معلم علیہا بن معلم حی بجامع انہ تلقن من خارج وہو المناط فی الاصل فقط فان فعل الخارج لا اثر لہ فی الفساد بل المؤثر فعل من فی الصلوۃ ولیس منہ الا التلقن" اب اس تحقیق فلسفی کی حاجت نہیں رہی کہ اس آلہ سے عین و اصل آواز پہونچتی ہے، یا اسکی غیر و نقل کہ ہمارے اس استدلال مذکور بالا سے واضح ہوگیا کہ فساد نماز میں خارج (و غیر شریک نماز) کی ظاہری دلالت پر کاربند ہونے کو دخل ہے اور ظاہر ہے کہ آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ

سے آوازِ امام کو سن کر اس پر کاربند ہونا خارج کی دلالت و تلقن و تعلیم پر کاربند ہونا ہے چاہے وہ آواز عین آوازِ امام ہو یا غیر جب وہ ہماری سماعت اور علم میں اس آلہ کے ذریعے آئی ہے تو اس آلہ غیر شریک نماز کو اس آواز کی تعلیم و تلقین و دلالت میں دخل ہو گیا اور اس آواز کی تعلیم و تلقین، و دلالت کی نسبت اس آلہ کی طرف صحیح ہو گئی بلکہ اس آلہ سے آواز نکلنے کی حالت ہی ہیں یہ بتلاتی ہے کہ امام اس وقت یہ الفاظ نکال رہا ہے۔ اور یہی معنی دلالت کے ہیں اسلئے یہ آلہ بھی معلم و تلقن و دال ہوا، اور اسکی دلالت کے مطابق کاربند ہونا تلقن من خارج ہونے سے مفسد نماز ہوا۔

دلیل دوم : ۔ قاعدہ فقہیہ ہے کہ جو داخل نماز نہ ہو اس کی تبلیغ پر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی اگر تکبیر تحریمہ اس کی تکبیر پر کہے گا تو نماز شروع ہی نہ ہوگی اور تکبیرات انتقال یا تکبیرات عیدین وغیرہ ادا کرے گا، یا رکوع وغیرہ میں جائیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی، یہی وجہ ہے کہ مبلغ امام سے تکبیر تحریمہ سن کر محض بہ نیت اعلام بلا قصد احرام تکبیر ادا کرے تو چونکہ اس سے وہ داخل نمازِ امام نہ ہو گا بلکہ اس کی نماز ہی نہ ہوگی اسلئے جو لوگ اس کی تبلیغ پر نماز پڑھیں گے انکی بھی نماز نہ ہوگی۔

چنانچہ ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۴۴۳ میں ہے "وکذلک المبلغ اذا قصد التبلیغ فقط خالیا عن قصد الاحرام فلا صلوٰۃ لہ ولمن یصلی تبلیغہ فی ہذہ الحالۃ لانہ اقتدیٰ بمن لم یدخل فی الصلوٰۃ"

پس آلہ مکبر الصوت جو داخل نماز تو کیا صالح نماز ہی نہیں ہے اسکی تبلیغ پر نماز پڑھنے والوں کی نماز نہ ہوگی بدیں تفصیل کہ اس سے تکبیر تحریمہ سن کر جو تکبیر تحریمہ ادا کریں گے انکی تو نماز شروع ہی نہ ہوگی اور جو قرات یا تسمیع یا تکبیرات انتقال یا تکبیرات عیدین وغیرہ سن کر اس پر قولاً خواہ فعلاً کاربند ہونگے تو انکی نماز فاسد ہو جائے گی عام ازیں کہ آوازِ امام ختم ہو کر اس آلہ سے نئی آواز مماثل آوازِ امام اور اسی کی نوعیت کی پیدا ہو کر پہونچتی ہو، جیسا کہ بعض سائنس دانوں کا قول ہے۔ یا عین آوازِ امام میں اس آلہ سے بلندی اور اضافہ جہر پیدا ہو کر پہونچتی ہو جیسا کہ بعض دوسرے سائنس دانوں کا قول ہے، دونوں صورتوں میں نماز نہ ہوگی، پہلی صورت میں تو ظاہر ہی ہے کہ نفس الفاظ مع مبالغہ فی الجہر اس آلہ غیر صالح نماز ہی سے ادا ہوتے ہیں اور دوسری صورت میں زیادت و مبالغہ فی الجہر جو کہ اصل کام مبلغ کا ہے وہ اس آلہ ہی سے انجام پایا کہ اسلئے اس آلہ کی آواز پر قولاً یا فعلاً کاربند ہونا نماز پڑھنا، مبلغ غیر صالح نماز کے تبلیغ پر کاربند ہونے سے نماز نہ ہوگی۔

دلیل سوم :۔ گو ہمارے مدعا کا ثبوت آلۂ مکبر الصوت کے نقل آواز امام ہونے پر موقوف نہیں ہے تاہم تبرعاً ہم آواز آلۂ مکبر الصوت کے عین آواز امام ہونے کو باطل اور حکایت ہونے کو بھی ثابت کرتے ہیں۔ اگر ناظرین اس کو صحیح سمجھیں تو یہ بھی دلیل فساد ہو سکتی ہے اور غلط سمجھیں تب بھی ہمارے مدعی کو بوجہ عدم توقف مضر نہیں کہ ہمارا دعوی اس پر موقوف نہیں۔ اس تنبیہ کے بعد عرض ہے کہ عین واصل، ضد نقل ہے یہ تو مراد لے نہیں سکتے کہ حرکت زبان سے جو آواز ابتداءً پیدا ہوتی ہے بشخصہ وہی ہو کیونکہ وہی آواز تو کسی کے کان میں قریب ہو یا بعید حتی کہ متکلم کے کان میں حسب تحقیق حکما و متکلمین نہ پہونچتی اور نہ سنائی دیتی ہے سنائی تو وہی آواز دیتی ہے جس سے ہوائے راکد فی الصماخ متموج ہو کر متکیف ہو جاتی ہے۔ پھر بھی اس آواز مسموع کو عین آواز امام اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ گو تحقیق فلسفی کی بناء پر اس آواز مسموع کے پیدا ہونے میں قرع لسانی کے علاوہ بھی متعدد قروع وقلوع کو دخل ہے، لیکن چونکہ بظاہر حسی طور پر ناواقف طبعیات دوسری چیز کے قرع وقلع وغیرہ اسباب تکون صوت کے اس میں دخیل ہونے کو نہیں سمجھتا ہے اسلئے اس کو عین آواز متکلم کہا جاتا ہے اور جس میں ناواقف طبعیات بھی بظاہر حسی طور پر کسی دوسری چیز کے قرع وقلع وغیرہ کا بھی دخل سمجھتے ہیں، ان کو حکایت آواز امام کہا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ احکام شرعیہ عملیہ کی بناء عرف وفہم عام پر ہے دوسرے فن والوں کی تحقیقات و تدقیقات پر نہیں ہے۔ تاکہ اللہ کا ہر بندہ (فلسفی ہو یا غیر فلسفی ہو تعلیم یافتہ ہو یا غیر) باسانی اس کے احکام کی تعمیل کر سکے، پس چونکہ گنبد کی صدائے بازگشت اور آلہ مکبر الصوت کی آواز ان دونوں کے تکون میں ہر عامی اور ناواقف طبعیات بھی گنبد و آلۂ مکبر الصوت کا دخل بدیہی طور پر سمجھتا ہے اسلئے انکی آواز کو حکایت آواز قرار دیکر اس پر کار بند ہونے کو مفسد نماز قرار دیا جائیگا۔

جواب سوال دوم

عیدین وجمعہ وغیرہ کی نمازوں میں آلۂ مکبر الصوت کا نصب واستعمال ناجائز ہے اور یہ خیال کہ اس سے نماز کی درستی ہے غلط ہے۔ اس سے تو اتنا بڑا فساد ہے کہ نفس نماز ہی کو برباد اور فنا کر دیتا ہے۔ اس مسئلہ کے ثبوت میں پانچ دلیلیں درج کی جاتی ہیں
دلیل اول :۔ جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آلۂ مکبر الصوت کا نماز میں نصب واستعمال

سبب فساد اور بطلان نماز ہے اسکی آواز سے فائدہ اٹھانیوالے مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہو (
فاسد یا باطل ہو جاتی ہے اور یہ مقتدی باوجود نماز پڑھنے کے نماز سے محروم رہتے ہیں ان کے
ذمہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی اور اگر نماز عیدین ہو تو پھر وقت نکل جانے کے بعد اس کی قضاء کی
بھی کوئی صورت باقی نہیں رہتی ہے تو واجب ہے کہ اس کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے ورنہ امام
مجوز و معاون یہ سب سخت گناہگار ہوں گے اور ان کے دیکھا دیکھی واسطہ در واسطہ قیامت
تک جتنے لوگ اس فعل نامشروع برباد کنندہ نماز کا ارتکاب کریں گے ان سب کا گناہ بھی ان پر
ہو گا اور ان مرتکبین کے گناہ میں کچھ بھی کمی نہ ہو گی جیسا کہ حدیث میں ہے "من سن سنة سيئة
فعمل بها كان عليه وزرها ووزر من عمل بها لا ينقص من اوزارهم شيئا (ابن ماجہ ص۱۸)

شبہہ عقلیہ مع جواب

اور بدون لاؤڈ اسپیکر نظم جماعت میں خلل واقع ہونیکا شبہہ ہو تو اس کے دو قسم
کے جواب ہیں الزامی اور تحقیقی ۔

الزامی جواب یہ ہے کہ فقہا تصریح فرماتے ہیں

اول :۔ اگر امام بعد قیام یا قریب قیام قعدۂ اولی کی طرف عود کرے تو مقتدیوں کو واجب ہے
کہ وہ عود نہ کریں کھڑے رہیں ۔

دوم :۔ مقتدی (مثلاً) دوسری رکعت کے رکوع میں سو جائے اور جب امام سجدے
میں ہو اس وقت بیدار ہو تو اسے واجب ہے وہ سجدے میں نہ جاوے وہ پہلے رکوع میں جائے
پھر قومہ کرے اس کے بعد سجدے میں جائے اس میں چاہے سارے اعمال میں مخالفت
امام و قوم لازم آئے ۔

سوم :۔ بعض قائل کہ قنوت فجر میں مقتدی حنفی شافعی امام کی اتباع نہ کرے بلکہ مخالفت
بالقعود کرے ۔ یعنی شافعی امام جب تک کھڑا ہو کر قنوت پڑھتا رہے اس وقت تک مقتدی
بیٹھا رہے ۔

دیکھئے ان سب صورتوں میں نظم جماعت میں کس قدر خلل واقع ہوتا ہے کہ پہلی صورت
میں صرف امام تو بیٹھا ہوا التحیات پڑھ رہا ہے اور ساری قوم خاموش کھڑی ہے ایسے ہی دوسری
صورت میں کہ امام اور قوم تو سجدہ میں ہے اور تنہا یہ مقتدی رکوع میں ہے اور امام اور قوم تو

بحالت قیام ہے۔ اور جہراً یا سراً، حقیقۃً یا حکماً قرآن پڑھ رہی ہے۔ اور تنہا یہ مقتدی سجدہ میں، یا کسی اور حالت میں ہے۔ ایسے ہی تیسری صورت میں امام تو کھڑا ہوا قنوت پڑھ رہا ہے اور بعض یا کل مقتدی خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو جب کہ اتنی بڑی مخالفت امام و نظم جماعت میں خلل کو محض کراہت لازم آنے سے گوارا کیا گیا ہے تو لاؤڈ اسپیکر سے سنانا اور بطلان نماز لازم آنے سے اس سے گھٹیا درجہ کا خلل نظم جماعت میں کیوں نہ گوارا کیا جائے گا۔

تحقیقِ جواب:۔ اتحاد نظم جماعت متفرع علی اتباع الامام ہے اسلئے جیسے اعلیٰ درجہ کی اتباع (جو کہ عبارت عن المقارنۃ ہے) صاحبین کے نزدیک تو سنت ہی نہ ہونے اور امام کے نزدیک باوجود سنیت محض معارضہ سنت سابقہ یا واجب یا فرض کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے، ایسے ہی صور مذکورہ وصورۂ مبحوثہ میں اعلیٰ درجہ کا نظم جماعت بوجہ لحوق معارضہ معلومہ ساقط ہو جائے گا۔ اور جیسے اوسط درجہ کی اتباع (جو کہ منحصر فی المقارنۃ والمعاقب علی سبیل منع الخلو ہے) محض معارضہ واجب سابق یا فرض اور بعض صورتوں میں محض معارضہ واجب یا سنت سابقہ سے ساقط ہو جاتی ہے ایسے ہی اوسط درجہ کا نظم جماعت بوجہ لحوق معارضہ معلومہ ساقط ہو جائیگا۔ اور جیسے ادنیٰ درجہ کی اتباع (جو کہ عبارت مطلق اتباع بمرتبہ لابشرط شئے ہے) یا تو متروک ہی نہیں ہونے پاتی یا معارضہ اقوی راجح سے ساقط ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی ادنیٰ درجہ کا نظم جماعت صور مذکورہ میں متروک ہی نہیں ہونے پاتا۔ اور صور مبحوثہ میں بھی یا تو بوجہ لحوق معارضہ اقوی وارجح ساقط ہو جاتا ہے یا متروک ہی نہیں ہونے پاتا جو اس وجہ باطل پر بھی ضرورت نصب لاؤڈ اسپیکر لازم آئے گو یہ جواب تام الدلالۃ وجامع مانع اور شبہہ مذکورہ کا قامع ہے لیکن ممکن ہے کہ بوجہ اختصار بعض حضرات کی سمجھ میں نہ آئے تو اہل علم سے سمجھ لیا جائے۔

دلیل دوم:۔ دور کے مقتدیوں کو قرآن مجید سنانے اور تکبیرات عیدین و کلمات انتقالات کو پہونچانے کے لئے بحد استحباب زیادہ جہر کرنا ایک قسم کی زبانی عبادت داخلہ نماز ہے جس میں اول یعنی اسماع قرآن مجید) کے لئے شارع علیہ السلام نے صرف ایک ہی طریقہ بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ امام جہاں تک (بلا مشقت خود و بلا ایذاء غیر) جہر میں زیادتی ممکن ہو کرے اس پر بھی جہاں آواز نہ پہونچے وہاں آواز پہونچانے کی کوئی تدبیر نہ کرے۔ یونہی بلا سماعت محض سکوت سے ان کو بھی پورا پورا ثواب نماز مل جائے گا اور دوسری (یعنی ابلاغ انتقالات) کے لئے دو طریقے

بتلاتے ہیں۔

ایک یہ کہ بحسب جماعت جہاں تک امام کی آواز جا سکے وہاں تک کے لئے وہ خود جہر میں زیادتی کرے۔

دوسرے یہ کہ جن مقتدیوں تک آواز نہ جا سکے وہاں کے لئے دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ ایک یا چند مقتدی زیادہ جہر کر کے پہونچائیں، دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگلی صف کے مقتدیوں کے حالات کے مشاہدہ سے کام چلایا جائے عبادت داخلہ نماز کے مذکورہ طریقے تعلیم کردہ شارع علیہ السلام چھوڑ کر خلاف ضوابط شرعیہ و قوانین وضع کردہ خدائے علیم و حکیم محض اپنی رائے غیر ماخوذہ عن الدلالت الاربعہ سے یعنی آلۂ کبر الصوت کے ذریعے اس عبادت کو ادا کرنا نماز جیسی اہم عبادت میں ایکطرح کی ترمیم کرنا ہے قانون شرع کو توڑنا اور سنت نبویہ کو ڈھانا ہے۔ دین میں اپنی طرف سے ایک نئی چیز گڑھ کر پیدا کرنا ہے جن میں سے ہر ایک کا ناجائز ہونا بدیہی ہے

دلیل سوم:۔ فقہا فرماتے ہیں کہ امام اور مبلغ دونوں کو حاجت سے زیادہ جہر تکبیر و تسمیع و تحمید و تسلیم نہ کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے نماز ادا کرنے میں حاجت سے بہت زیادہ جہر پایا جاتا ہے جو بدعت منکرہ ہے (ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۳۴۴ ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۳۴۴۔ ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۴۹۹۔ سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا)

دلیل چہارم:۔ جب کہ شریعت محمدیہ نے نہ تو آواز قرات کو تمام مقتدیوں تک پہونچانا ضروری قرار دیا ہے اور نہ تبلیغ صورت کے لئے کوئی بہت بڑا اہتمام کیا ہے صرف بعض مقتدیوں کی تبلیغ ہی کو کافی سمجھا ہے، زیادہ آواز نکال کر اپنے کو مشقت میں ڈالنے اور سامعین کو اذیت دینے تک کی تکلیف نہیں دی گئی ہے بلکہ اس کو برا قرار دیا گیا ہے جن مقتدیوں تک آواز قرات نہیں پہونچتی ہے ان کو محض سکوت ہی سے ثواب و کمال نماز حاصل ہو جاتا ہے ایسی صورت میں آلۂ کبر الصوت سے آواز کو پہونچانے کا اہتمام کرنا اور ایسے غیر ضروری کام کے لئے مصارف کرایہ وغیرہ برداشت کرنا اسراف مال و وقت وتعمق و تکلف وغلو فی الدین ہے اور دین اسلام کے آسان راستہ کو چھوڑ کر اپنے کو تنگی و دشواری میں ڈالنا ہے جو کہ ناجائز ہے، چنانچہ صحیح بخاری پ صفحہ ۱۰ میں بسند صحیح ابو ہریرہ رض

سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا الحدیث " یعنی بیشک دین (اسلام) آسان ہے اور دین میں جو سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آئیگا (یعنی آخر میں وہ تھک کر خود عاجز ہو جائے گا اور نیک عمل چھوڑ دیگا) اسلئے بیچ بیچ چلنا چاہئے ۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ۔ وما جعل علیکم فی الدین من حرج الآیۃ

دلیل پنجم :۔ مقتضائے احترام قرآنی یہ ہے کہ زبان طاہر مسلم سے ادا ہو ، اسلئے لاؤڈ اسپیکر یا ریڈیو پر مقصدی طور پر قراءۃ قرآن کرنا ناجائز ہے ۔ تقریر کے ضمن میں کوئی آیت پڑھ دینا جائز ہے ، گراموفون میں قرآن مجید کی قراءۃ کا بند کرنا بھی ناجائز ہے ۔ حوادث الفتاوی میں یہ مسئلہ ص ... بیہ مسئلہ موجود ہے لیکن والد مرحوم (جناب مولانا فتح محمد صاحب تائب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ) نے تکملہ عمدۃ الرعایہ جلد ۴ ص ... میں " والالۃ التی ...... وباللہ التوفیق " تحریر فرمایا ہے یہ زیادہ قوی ہے

المجیب

سعید احمد لکھنوی